بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد
كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
انك حميد مجيد
اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد
كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
انك حميد مجيد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُحَمَّدٌ احْمَدٌ حَامِدٌ مَحْمُوْدٌ قَاسِمٌ

عَاقِبٌ فَاتِحٌ شَاهِدٌ حَاشِرٌ رَشِيْدٌ مَشْهُوْدٌ بَشِيْرٌ نَذِيْرٌ

دَاعٍ شَافٍ هَادٍ مَهْدٍ مَاحٍ مُنْجٍ نَاهٍ رَسُوْلٌ

نَبِیٌّ اُمِّیٌّ تِهَامِیٌّ هَاشَمِیٌّ اَبْطَحِیٌّ عَزِیْزٌ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ رَءُوْفٌ

رَحِیْمٌ طٰہٰ مُجْتَبٰی طٰسٓ مُرْتَضٰی حٰمٓ مُصْطَفٰی یٰسٓ

اَوْلٰی مُزَمِّلٌ وَلِیٌّ مُدَّثِّرٌ مَتِیْنٌ مُصَدِّقٌ

طَیِّبٌ نَاصِرٌ مَنْصُوْرٌ مِصْبَاحٌ

مُحَمَّد ﷺ

صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم

اٰمِرٌ حِجَازِیٌّ نَزَارِیٌّ قَرَشِیٌّ

مُضَرِیٌّ نَبِیُّ التَّوْبَةِ حَافِظٌ کَامِلٌ

صَادِقٌ اَمِیْنٌ عَبْدُ اللّٰہِ کَلِیْمُ اللّٰہِ حَبِیْبُ اللّٰہِ نَجِیُّ اللّٰہِ

صَفِیُّ اللّٰہِ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ حَسِیْبٌ مُجِیْبٌ شَکُوْرٌ مُقْتَصِدٌ رَسُوْلُ الرَّحْمَةِ قَوِیٌّ

حَفِیٌّ مَامُوْنٌ مَعْلُوْمٌ حَقٌّ مُبِیْنٌ مُطِیْعٌ رَسُوْلُ الْمَلَاحِمِ اَوَّلٌ

اٰخِرٌ ظَاهِرٌ بَاطِنٌ نَبِیُّ الرَّحْمَةِ یَتِیْمٌ کَرِیْمٌ حَکِیْمٌ خَاتَمُ الرُّسُلِ

سَیِّدٌ سِرَاجٌ مُنِیْرٌ مُحَرَّمٌ مُکَرَّمٌ مُبَشِّرٌ مُذَکِّرٌ مُطَهِّرٌ

قَرِیْبٌ خَلِیْلٌ مَدْعُوٌّ جَوَّادٌ خَاتِمٌ عَادِلٌ شَهِیْرٌ شَهِیْدٌ

بسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

سیرت سرور کونین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جلد ہشتم

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا موت و حیات کے درمیان اختیار اور وصال شریف

رانا محمد سرور خاں

رانا محمد سرور خاں پبلی کیشنز
A-103 کینال ویو کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی-لاہور (پاکستان)

سیرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اشاعت اول ---- 27 رمضان المبارک 1428ھ (10 اکتوبر 2007ء)

مؤلف ---- رانا محمد سرور خاں

ناشر ---- رانا محمد سرور خاں پبلی کیشنز

تعداد ---- 1100

مطبع ---- شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

ہدیہ (مکمل سیٹ) ---- 8800 روپے

ISBN 9789699116-10-0 Vol. 8

حسن ترتیب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
موت و حیات کے درمیان اختیار

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کرتی تھی کہ جب تک پیغمبر خدا کو دنیا و آخرت اور موت وحیات کے درمیان اختیار نہیں مل جاتا اس وقت تک پیغمبر کو موت نہیں آتی۔ فرماتی ہیں کہ حبیب خدا آقائے نامدار فخر رسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وصال کے قریب سخت کھانسی کی شکایت پیش آئی۔ اس دوران میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا۔

مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِم مِنَ النَّبِیِنَ وَالصِّدِیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ
وَالصَّالِحِیْنَ وَ حُسْنَ اُولٰئِکَ رَفِیْقًا

ترجمہ:۔ ”مجھے ان لوگوں کی معیت و رفاقت حاصل ہو جن پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام ہے۔ یعنی انبیاء ومرسلین اور صدیقین وشہداء وصالحین وکاملین اور یہ بہت ہی اچھے رفقاء ہیں۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان درفشاں سے یہ کلمات سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ آپ علیہ السلام کو اختیار سونپ دیا گیا ہے۔ اور یوں آپ علیہ السلام نے دار فانی کی بجائے دار آخرت اور قرب خداوندی وانبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت کو اختیار فرما لیا ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے جسکو امام بخاریؒ نے محمد سے بحوالہ عیسیٰ بن یونس روایت کیا ہے۔ اور اسی حدیث کو ابوداؤد بیان کرتے ہیں کہ شعبہ نے ہم سے بحوالہ سعد بن ابراہیم بیان کیا کہ میں نے عروہ کو بحوالہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتے سنا ہے کہ ہم باتیں کیا کرتے تھے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک وصال نہیں فرمائیں گے جب تک آپ علیہ السلام کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار نہ دیا جائے۔ مرض وصال کے وقت آپ علیہ السلام کی آواز بیٹھ گئی اور میں نے سنا کہ آپ علیہ السلام پڑھ رہے ہیں۔ "اے اللہ مجھے ان لوگوں کی رفاقت حاصل ہو جن پر تیرا خصوصی انعام ہوا ہے۔ مرسلین، انبیاء، صدیقین وشہداء وصالحین اور یہ بہت ہی اچھے رفیق ہیں" یہ سن کر ہمیں معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اختیار بخش دیا ہے کہ وہ ”دنیا اختیار فرمائیں یا آخرت میں میری رفاقت۔“

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن المسیب اور عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اہل علم لوگوں کے درمیان بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ " کسی نبی کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی جب تک اسے جنت میں اسکا مقام نہ دکھا دیا

جائے پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ دنیا میں رہنا پسند کرتا ہے یا اگلے جہاں کو پسند کرتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مرضِ وصال کا غلبہ ہوا تو اس وقت سر مبارک میری ران پر تھا۔ آپ علیہ السلام کچھ دیر کے لیے بے ہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو کمرے کی چھت کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگے اور فرمایا "اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی" اس وقت مجھے وہ حدیث یاد آ گئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی یعنی کسی نبی کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی یہاں تک کہ وہ جنت میں اپنی جگہ دیکھ لیتا ہے پھر اسے اختیار دیا جاتا ہے"

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم نے ہم سے بیان کیا کہ انس بن عیاض نے ہشام بن عروہ سے بحوالہ عبداللہ بن زبیر ہم سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وصال شریف سے پہلے اپنا سر مبارک میرے سینے سے لگائے ہوئے تھے۔ اُس وقت آپ علیہ السلام کچھ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں نے کان لگا کر سُنا فرما رہے تھے:۔

''اَللّٰھُمَّ رَبِّ اغْفِرْلِی وَارْحَمْنِی وَاَلْحِقْنِی بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی''

ترجمہ:۔ ''اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیقِ اعلیٰ سے ملا دے۔''

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہیں کہ محمد بن عبداللہ بن زبیر نے ہم سے بیان کیا کہ کثیر بن زید نے بحوالہ المطلب بن زید ہم سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرمایا کرتے تھے کہ ''ہر نبی کی روح بھی قبض ہوتی ہے۔ پھر وہ ثواب کو دیکھتا ہے۔ پھر وہ روح اسکی طرف واپس آتی ہے اور اسے اسکی طرف واپس جانے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کی درمیان اختیار دیا جاتا ہے''۔ فرماتی ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ بات یاد کر لی۔ وصال کے وقت میں آپ علیہ السلام کو اپنے سینے سے سہارا دیئے ہوئے تھی جب آپ علیہ السلام کی گردن مبارک جھک گئی تو میں نے چہرہ اقدس کی طرف دیکھا اور کہا خدا کی قسم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہرگز ہمیں اختیار نہیں کریں گے۔ کیونکہ اس وقت آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''جنت میں رفیقِ اعلیٰ کے ساتھ ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین کے ساتھ اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں''۔ اس کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال شریف ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ اور جبریل علیہ السلام کی مزاج پرسی وملک الموت کا اجازت طلب کرنا

سرکارِ دو عالم صلی اللہ یہ وآلہٖ وسلم کے وصال شریف سے تین روز قبل حضرت جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے سلام عرض کیا اور کہا اللہ تعالیٰ دریافت فرماتا ہے کہ آپ علیہ السلام اپنے آپکو کیسا پا رہے ہیں۔ اس کے بعد ملک

الموت حاضر خدمت ہوئے اور اجازت طلب فرمائی۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یا احمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) یہ ملک الموت ہے جو اجازت چاہتے ہیں۔ انہوں نے نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کبھی کسی سے اجازت طلب کی ہے اور نہ ہی آپ کے بعد کسی سے اجازت طلب کریں گے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اسے اجازت دے دو''۔ ملک الموت اندر داخل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا احمد، اللہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ جو آپ علیہ السلام مجھے حکم فرمائیں اس پر عمل کروں۔ اگر آپ علیہ السلام مجھے حکم دیں تو میں آپ علیہ السلام کی روح قبض کرلوں اور اگر آپ علیہ السلام حکم فرمائیں تو میں اسے چھوڑ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے ملک الموت تم اطاعت کرو گے'' انہوں نے جواب دیا مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔'' پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک الموت کو اجازت عطا فرمادی''۔

معارج النبوت میں تحریر ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وصال کے روز حق تعالیٰ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ ''اے افغاس واشباح (بدن) سے روحوں کو قبض کرنے والے اور روح وریحان کو استرواح (آرام پانا) کی نسیم سونگھنے والے سبز آسمان سے خاکدان دنیا کی طرف اور حجرۂ رسالت مرقد آستانۂ جلالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دروازے پر جا کر اجازت طلب کر اگر اجازت فرمائیں تو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی روح اطہر قبض کرنا اور اگر اجازت نہ دیں تو جلد لوٹ آنا۔'' ملک الموت اپنے ہزار مددگار فرشتوں کے ساتھ جو ابلق گھوڑوں پر سوار اور موتی اور یاقوت سے آراستہ لباس پہنے مشقت گاہ دنیا کی طرف متوجہ ہوئے قطع مسافت کے بعد عزرائیل ایک اعرابی کی شکل میں حضور علیہ السلام کے حجرۂ ہمایوں کے دروازے پر آ کر کھڑے ہوگئے اور کہا ''السلام علیکم اھل بیت النبوت و معدن الرسالة و مختلف الملائکة صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم ادخلہ'' ''مجھے اجازت دیجئے کہ میں حاضر ہوجاؤں''۔ اس وقت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ السلام کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیل ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ ''اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام پر درود وسلام بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ علیہ السلام کیسے ہیں اور حال شریف کیسا ہے''۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے امین اللہ میں درد والم محسوس کرتا ہوں''۔ دوسرے روز پھر حضرت جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور مزاج گرامی کے بارے میں پہلے روز والا سوال پوچھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پھر وہی جواب ارشاد فرمایا جو پہلے روز فرمایا تھا۔ تیسرے روز حضرت جبریل علیہ السلام پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس روز انکے ہمراہ ملک الموت اور ایک دوسرا فرشتہ جس کا نام اسماعیل تھا شامل تھے۔ یہ فرشتہ اسماعیل ستر ہزار فرشتوں پر حکمران ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس فرشتے کی لاکھ فرشتوں پر حکمرانی ہے۔ پھر ان لاکھ فرشتوں میں سے ہر فرشتہ

ستر ہزار یا ایک لاکھ پر حکمران ہے۔ اس طرح اسماعیل فرشتے کی اگر یہ شان ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام و ملک الموت علیہ السلام کی کیا شان ہوگی۔ یہاں یہ چیز نہایت غور طلب ہے کہ اسقدر جلیل اور بڑی شان والے فرشتے جس عظیم ہستی سے اجازت طلب کر کے اندر آتے ہیں اور اس گھر کی دربانی کو اپنے لئے قابل فخر اور قابل سعادت سمجھتے ہیں اس ہستی کی شان، عظمت وجلال کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کون سمجھ سکتا ہے۔ "سبحان اللہ"

حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور پوچھتا ہے کہ آپ خود کو کیسا محسوس فرما رہے ہیں۔ آپ نے جواباً فرمایا ''مجھے درد والم محسوس ہو رہا ہے''۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے جبریل علیہ السلام یہ تمہارے ساتھ کون ہے''۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ یہ ملک الموت ہے۔ دنیا میں میرا یہ آخری عہد ہے اور آپ کا بھی یہ آخری عہد ہے۔ آج کے بعد قیامت تک میں اولاد آدم میں سے کسی پر نہیں آؤں گا۔ اور نہ ہی آپ کے بعد زمین پر اتروں گا''۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سکرات موت اور اسکی شدت کا احساس ہونے لگا۔ آپ کے قریب پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ پڑا تھا جس میں اپنا ہاتھ مبارک ڈالتے اور پھر اس تر ہاتھ مبارک کو چہرہ اقدس پر مسح فرماتے۔ محققین وعلماء ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سکرات موت اس قدر دشوار تھی کہ آپ کا رنگ مبارک کبھی سرخ ہو جاتا اور کبھی زرد۔ آپ کبھی دایاں ہاتھ مبارک اور کبھی بایاں ہاتھ مبارک کھینچتے تھے۔ اور آپ علیہ السلام کے رخسار مبارکہ پر پسینہ آیا ہوا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ میں نے جو آخری کلمہ زبان درفشان سے سنا وہ یہ تھا:۔

"اَللّٰھُمَّ رَبِّ اغْفِرْلِی وَالْحِقْنِی بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے روز ملک الموت کو حکم فرمایا۔ کہ زمین پر میرے محبوب کے پاس جاؤ جنکا نام "محمد" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے انکی اجازت کے بغیر اندر مت داخل ہونا پھر انکی اجازت کے بغیر روح مقدسہ قبض کرنے سے ڈرنا۔ ملک الموت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ اقدس کے سامنے ایک اعرابی کی شکل میں کھڑے رہے۔ اور عرض کیا ''السلام علیکم اھل بیت نبوت و معدن الرسالۃ وَ مُختَلِفَ المَلائِکَۃِ'' اجازت عطا فرمائیں کہ میں اندر حاضر ہو جاؤں۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو''۔ اس وقت سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے تشریف فرما تھیں۔ انہوں نے جواب دیا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت مبارکہ ٹھیک نہیں اور نہ ہی یہ ملاقات کا مناسب وقت ہے۔ ملک الموت نے دوبارہ اجازت طلب کی مگر پھر وہی جواب سنا۔ تیسری بار ملک الموت نے بلند آواز سے اجازت طلب کی یہ آواز اسقدر زوردار تھی کہ اس وقت جو بھی وہاں موجود تھا آواز کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آنکھیں مبارکہ

کھولیں اور فرمایا ''یہ کیا ہو رہا ہے''۔ تمام صورت حال عرض کی گئی۔ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا تمہیں معلوم ہے آواز دینے والا کون ہے۔ یہ تو لذتوں کو توڑنے جماعتوں کو منتشر کرنے، بیویوں کو بیوہ کرنے اور اولاد کو یتیم کرنے والا ہے''۔ یہ کلمات مبارکہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میری بیٹی مت رو کیونکہ عرش کے رہنے والے تمہارے رونے کی وجہ سے خود بھی رونے لگے ہیں''۔ پھر آپ علیہ السلام نے اپنے دست اقدس سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آنسو صاف کیے انکو تسلی دی اور بشارتیں دیں۔

کچھ روایات میں یوں بھی آتا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس حدیث شریف میں سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تسلی دی تھی کہ ''جنت میں تم ہی سب سے پہلے مجھے آکر ملو گی کیونکہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو'' اسی موقعہ پر وارد ہوئی تھی۔ اور آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی ''اے اللہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو میری مفارقت میں صبر عطا فرما''۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا تھا آہ کرب۔ یہ جملہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ لیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''بیٹی تمہارے والد کے لئے آج کے بعد کوئی کرب واندوہ نہ ہوگا''

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد فرمانا کہ ''تیرے باپ کو آج کے بعد کوئی کرب واندوہ نہیں ہوگا'' یہ شدت درد اور جسمانی تکلیف کے باعث تھا جو کہ بشری تقاضہ ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا ''اپنے بیٹوں کو میرے سامنے لاؤ''۔ حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدنا حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائیں۔ دونوں شہزادے اپنے نانا جان کو اس حال میں دیکھ کر رونے لگے۔ وہ اس قدر روئے کہ وہاں پر موجود ہر شخص رونے لگا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں شہزادوں کو چوما اور وہاں پر موجود تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور پوری امت کو شہزادوں کی تعظیم وتکریم عزت واحترام اور محبت کرنے کی وصیت فرمائی۔

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ (بن محمد الملقب بہ امام باقرؒ بن علی بن ابی طالب۔ 80ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور 148ھ میں وفات پائی) سیدنا حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف سے تین روز قبل حضرت جبریل امین حاضر خدمت ہوئے تو انہوں نے عرض کیا ''اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے اعزاز واکرام اور فضیلت کے اظہار کے لیے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے دریافت فرماتا ہے اس امر کے بارے میں جسکو وہ آپ سے بہتر جانتا ہے کہ اے حبیب علیہ السلام کیا حال ہے''۔ ارشاد فرمایا ''اے جبریل علیہ السلام غم واندوہ میں ہوں''۔ جبریل امین یہ سن کر واپس چلے گئے۔

دوسرے دن حضرت جبریل علیہ السلام پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سلام کے بعد عرض کیا ''اے

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف اپنے فضل وکرم کا اظہار کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ وہ آپ کا حال دریافت فرماتا ہے حالانکہ وہ آپ کی نسبت اسے بہتر جانتا ہے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے جبریل (علیہ السلام) غم واندوہ وکرب میں مبتلا ہوں" یہ سن کر جبریل امین پھر واپس چلے گئے۔

تیسرے دن پھر جب جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے تو ان کے ساتھ ایک اور فرشتہ بھی تھا جس کا نام اسماعیل تھا۔ وہ فرشتہ زمین وآسمان کی درمیانی فضا میں خدمت پر مامور تھا۔ وہ فرشتہ نہ کبھی آسمان کی طرف گیا اور نہ ہی پہلے کبھی زمین پر نازل ہوا۔ وہ فرشتہ ستر ہزار فرشتوں پر حاکم تھا اور ان ستر ہزار فرشتوں میں سے ہر ایک فرشتہ ہزاروں پر حاکم تھا۔ تیسرے روز حضرت جبریل علیہ السلام کے ہمراہ اسماعیل نامی فرشتہ اور ملک الموت بھی شامل تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے پھر عرض کیا ''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف اپنا فضل وکرم ظاہر کرنے کے لیے نازل فرمایا ہے۔ وہ آپ کا حال دریافت فرما رہا ہے۔ آپ کا حال مبارک کیسا ہے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں خود کو غم واندوہ اور درد وکرب میں پاتا ہوں''۔ اس کے بعد ملک الموت نے اجازت طلب کی حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ملک الموت ہیں اور آپ سے اجازت کے طالب ہیں۔ انہوں نے آپ سے پہلے نہ کبھی کسی سے اجازت طلب کی ہے اور نہ ہی قیامت تک کبھی کسی سے پھر اجازت حاضری طلب کریں گے۔ آپ نے ملک الموت کو اجازت عطا فرمادی وہ بارگاہ بے کس پناہ میں کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں۔ آپ جو بھی حکم فرمائیں میں اس پر عمل کروں گا کیونکہ میں بندہ فرمان ہوں اور آپ کا حکم بجالانے والا بھی۔ اگر آپ حکم فرمائیں تو روح مبارک کو قبض کرلوں اور اگر روح قبض کرنے سے منع فرمائیں تو اس حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے بغیر روح قبض کیے واپس چلا جاؤں''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشورہ کے لیے جبریل علیہ السلام کی طرف رخ انور پھیرا انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اِنَّ اللہَ قَدْ اشْتَاقَ اِلَیْکَ

''اللہ تعالیٰ آپ کے دیدار کا مشتاق ہے۔ (آپ کا قرب پسند فرماتا ہے)'' سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے ملک الموت میری روح قبض کرلے اور مجھے اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچادے اور یوں اپنا فرض ادا کر جو تجھے سونپا گیا ہے''۔ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا ''السلام علیک یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ میرا زمین پر آخری قدم ہے۔ آج کے بعد قیامت تک میں دنیا میں پھر کبھی نہیں آؤں گا۔ کیونکہ میرا دنیا میں آنے کا مقصد آپ کی خدمت کرنا شرف دیدار حاصل کرنا۔ اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرنا اور آپ تک خداوند کریم کے احکام پہنچانا تھا۔ اب جب کہ یہ کام مکمل ہو چکا اور آپ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس ہمیشہ کے لیے جارہے ہیں تو میرا دنیا میں آنے کا کوئی مقصد نہیں رہتا'' اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال

فرما گئے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت امام حسن اور امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اپنے نانا جان کی کیفیت دیکھ کر روئے تو اس وقت حجرہ اقدس میں موجود سب لوگ بھی رونے لگے جب سب لوگوں کے رونے کی آواز سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنیں تو آپ نے بھی رونا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر سیدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ تو معصوم ہیں ہر قسم کے گناہ سے پاک وصاف پھر یہ رونے کی کیا وجہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میرا رونا امت پر رحم وشفقت کی وجہ سے ہے۔ کہ میرے بعد ان کا کیا حال ہوگا''۔ اس کے بعد سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ پر بھی ایک نگاہ کرم فرمائیں اور مجھے وصیت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چہرہ اقدس حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف پھیرا اور فرمایا ''میرے پاس آؤ تمہارے لیے میری وہی وصیت ہے جو میں نے کل فرمائی تھی۔ اس لیے تمہیں چاہیئے کہ اس پر عمل کرو''۔ (وصیت کا بیان گزشتہ صفحات میں گذر چکا ہے۔) پھر سیدہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آگے تشریف لائیں آپ علیہ السلام نے ان کو بھی وصیت فرمائی اور اسی طرح تمام ازواج مطہرات کو وصیت فرمائی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ''میرے بھائی علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو میرے پاس بلاؤ'' وہ حاضر خدمت ہوئے اور سرہانے بیٹھ گئے۔ آپ کا سر اقدس اپنے زانوؤں پر رکھ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لشکر اسامہ کی تیاری کے لیے میں نے فلاں یہودی سے کچھ روپیہ قرض لیا تھا اسکا یہ قرض میرے ذمہ ہے اسے ضرور واپس کر دینا پھر ارشاد فرمایا ''حوض کوثر پر تم مجھے سب سے پہلے ملو گے''

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی حدیث جس میں وہ ارشاد فرماتی ہیں کہ وصال شریف کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اقدس میرے زانوؤں پر تھا زیادہ مشہور ہے اور محدثین کے نزدیک یہی حدیث مبارکہ صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)۔

کتب سیر میں روایت بیان کی گئی ہے جسکو اصحاب سیر نقل کرتے ہیں۔ کہ جب ملک الموت نے ایک اعرابی کی شکل میں حجرہ اقدس کے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور سید عالم فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔'' اس اعرابی کو کہو اندر آجائیں''۔ ملک الموت اندر آئے اور السلام علیکم یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرض کیا پھر کہنے لگے اللہ تعالیٰ آپ کو سلام بھیجتا ہے اور مجھے آپ کی روح مبارک آپ کی اجازت سے قبض کرنے کا حکم دیتا ہے۔ کیا آپ کی طرف سے اجازت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے ملک الموت جب تک میرے بھائی حضرت جبریل علیہ السلام نہیں آجاتے میری روح قبض کرنے کی اجازت نہیں ہے''۔ پس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''ایسے حال میں مجھے اکیلا کیوں چھوڑ دیا''۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کو بشارت ہو میں آپ کے لیے ایک چیز لایا ہوں۔ وہ خوشخبری اور چیز یہ ہے کہ اللہ

تعالیٰ نے دوزخ کے داروغہ کو حکم فرمادیا ہے کہ ''میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارکہ آسمان پر لائی جا رہی ہے اس لیے تم آتش جہنم بجھادو۔ پھر تمام حوروں کو حکم فرمایا کہ اپنا بناؤ سنگار کرلو۔ تمام فرشتوں کو حکم فرمایا کہ میرے محبوب کی پیش وائی اور تعظیم کے لیے صف در صف کھڑے ہو جاؤ'' مجھے حکم فرمایا ہے کہ ''زمین پر جاکر میرے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرض کردو کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور انکی امتوں پر بہشت حرام ہے جب تک کہ آپ علیہ السلام اور آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے۔ پھر فرمایا اے جبریل میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خوشخبری بھی پہنچادو کہ اللہ تعالیٰ کل قیامت کو آپ کی اسقدر امت کو بخش دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے'' یہ سماعت فرمانے کے بعد آپ علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا'' آگے آؤ اور جس امر کو کرنے کا تجھے حکم دیا گیا ہے وہ کر گزرو''۔ اجازت مل جانے پر ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارکہ کو قبض کرلیا۔

از: الوفا باحوال مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد اول صفحہ 812-811

از: البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 423-421

از: مواہب الدنیہ باب وصال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از: معارج النبوت جلد 2 صفحہ 690-687

اور معارج النبوت جلد 3 صفحہ 490

صحابہ کو نماز فجر پڑھتے ہوئے دیکھنا

دوشنبہ کے روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فانی دنیا سے عالم جاودانی کی طرف سفر فرمایا اور یوں اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اسی روز نماز فجر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجرہ اطہر کا پردہ اٹھا کر دیکھا کہ مسلمان صف باندھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت میں نماز فجر ادا کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک کھل اٹھا آپ مسکرائے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ اقدس اس وقت یوں نظر آرہا تھا جیسے مصحف شریف کا ورق ہے یعنی نہایت چمک دار سپید رنگ کا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور کو نورانیت اور نظافت کی وجہ سے مصحف کے ورق کے ساتھ تشبیہ دی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی خوشی و مسرت سے یہ حالت ہوگئی کہ وہ کہیں نماز ہی نہ توڑ دیں۔ کیونکہ انکے خیال میں شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ مبارک سے باہر تشریف فرما ہونے والے ہیں سب کی قلبی خواہش تھی کہ آپ نماز ادا فرمانے کے لئے مسجد میں تشریف لائیں۔

سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جگہ سے پیچھے ہٹنا چاہا۔ مگر رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انکو اشارہ سے منع کیا اور فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ قائم رہیں اور نماز کو مکمل کریں۔ کمزوری کی وجہ سے آپ زیادہ دیر تک کھڑے نہ ہو سکے اور پردہ گرا کر حجرہ اطہر میں تشریف لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پردہ مبارک اٹھا کر نمازیوں کی طرف نظر کرم فرمانا چہرہ انور کی آخری جلوہ افروزی تھی۔ اس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے لیے یہ آپ کا آخری دیدار مبارک تھا۔ اسی روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وصال فرما گئے۔

وصال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں بار بار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سن چکی تھی کہ کسی پیغمبر کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی جب تک اسکو جنت میں اسکا مقام نہ دکھا دیا جائے اور جب تک اسے دنیا یا آخرت کا اختیار نہ دیا جائے یعنی وہ دنیا یا آخرت میں سے جس کو چاہے اختیار کرے۔ وصال شریف کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم درد کی وجہ سے بیتاب تھے پانی کا ایک پیالہ بھرا ہوا آپ علیہ السلام کے پاس تھا بار بار اس پانی میں اپنا ہاتھ مبارک ڈالتے اور پھر وہ گیلا ہاتھ مبارک چہرہ اقدس پر مسح فرما لیتے ساتھ ہی ارشاد فرماتے جاتے ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اِنَّ لِلْمَوْتَ سُکْرَات'' ۔ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک موت کی بڑی سختیاں ہیں'' پھر چہرہ اقدس چھت کی طرف کیا اور ہاتھ اٹھا کر فرمایا ''فِی الرَّفِیْقِ الاَعْلٰی'' ۔ ''اے اللہ میں رفیق اعلیٰ میں جانا چاہتا ہوں'' ۔ فرماتی ہیں جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان مبارک سے مذکورہ کلمات نکلے میں اس وقت سمجھ گئی کہ اب آپ علیہ السلام ہم میں نہیں رہیں گے کیونکہ آپ علیہ السلام نے قربِ خداوندی اختیار کر لیا ہے۔
اس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی — اے اللہ رفیق اعلیٰ
اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی — اے اللہ رفیق اعلیٰ
اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی — اے اللہ رفیق اعلیٰ

پھر ہاتھ مبارک جھک گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اور روح مبارک "اعلیٰ علیّین" میں تشریف لے گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب فخر کونین احمد مختار تاجدار عرب وعجم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح اقدس نے جسم مطہر سے پرواز کی تو آپ کا سر مبارک میرے کندھے اور گردن کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اس وقت ایسی عمدہ اور پاکیزہ خوشبو آئی جو نہ پہلے کبھی آئی تھی اور نہ ہی بعد میں کبھی سونگھی۔

اُم المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مطہرہ پرواز فرما گئی تو میں نے سینہ اقدس پر ہاتھ رکھا۔ اسقدر پاکیزہ اور عمدہ خوشبو آ رہی تھی کہ بعد میں کچھ دیر تک جب میں روٹی کھاتی یا وضو کرتی تھی تو میرے ہاتھوں سے وہی پاکیزہ خوشبو آتی رہی۔

کتب سیر میں آتا ہے کہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا تو خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں اور فرمایا۔ یا ابتاء آپ نے دعوت حق کو قبول فرمالیا۔ یا ابتاء (اے ابا جان) آپ نے جنت الفردوس میں نزول فرمالیا۔ یا ابتاء (اے ابا جان) کون آپ کے وصال کی خبر جبریل علیہ السلام کو پہنچائے۔ یا ابتاء (اے ابا جان) اب آپ کے بعد کس پر وحی نازل ہو گی۔ جبریل علیہ السلام کس پر نازل ہوں گے۔ اے اللہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی روح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح سے ملا دے۔ اے اللہ مجھے اپنے حبیب کے قریب کر دے۔ اے اللہ اپنے حبیب کے ثواب سے مجھے محروم نہ رکھ اور قیامت کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے مجھے محروم نہ رکھنا۔ اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد کسی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کبھی بھی ہنستے نہیں دیکھا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصال شریف کے وقت عمر مبارکہ تریسٹھ (63) سال اور چار دن تھی۔ جمہور کا یہی قول ہے بعض حضرات ساٹھ اور بعض پینسٹھ (65) سال بتاتے ہیں۔ مگر تحقیقی اعتبار اور جمہور کے قول کے مطابق عمر شریف (63) سال ہی تھی اور یہی قول صحیح ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 12 ربیع الاول 11 ہجری بروز دوشنبہ (سوموار) بوقت دوپہر دار آخرت کی طرف سفر فرمایا اور جوار رحمت خداوندی میں تشریف لے گئے۔ ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ جب سورج چاشت کے وقت اچھی طرح گرم ہو گیا تو آپ نے وصال فرمایا۔ (واللہ اعلم)۔

صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 640

صحیح بخاری باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد 2 صفحہ 638 تا 641

طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 304 تا 305

فتح الباری جلد 8 صفحہ 114

مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 691 تا 692

زرقانی جلد 3 صفحہ 110

الوفا باحوال مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد 1 صفحہ 812 تا 814

وصال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی کیفیت

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف پر صحابہ کرام وصحابیات رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی جو کیفیت تھی یہاں اسکا ذکر کیا جاتا ہے۔ یادر ہے امہات المومنین بھی صحابیات کی فہرست میں شامل ہیں کیونکہ یہ امر مسلم ہے پہلے صحابیات کی فہرست میں شامل ہوں گی اور پھر جس سے آپ نے عقد فرمایا وہ صحابیات اورام المومنین دونوں میں شامل ہوں گی۔

رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کیفیت کا حال پہلے گزر چکا ہے اس لیے یہاں دوبارہ تحریر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس حادثہ دلفگار کے وقت سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود تھیں جب روح اقدس نے پرواز کیا تو وہ زاروقطار رونے لگیں اور فرمایا۔ ہائے افسوس سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غنا کی بجائے تونگری فقیری اور درویشی کو اختیار فرمایا۔ آپ نے اسقدر دین پروری فرمائی کہ ایک رات بھی اپنی امت کے غم والم سے بے نیاز نہ رہے۔ اور نہ ہی بستر پر آرام فرمایا۔ آپ نے ہمیشہ اپنے نفس پر صبر و استقامت کے ساتھ قابو رکھا۔ جب کافر آپ پر ظلم وستم کرتے تو دامن اقدس پر کبھی بھی ملامت وناپسندیدگی کا گردوغبار نہ آیا۔ آپ نے فقیروں اور محتاجوں پر احسان فضل وکرم کا دروازہ کبھی بند نہ فرمایا۔ آپ کے دندان مبارک اور رخسار شریف دشمنوں کے پتھروں سے زخمی ہوئے۔ آپ کا شکم اقدس کئی کئی دنوں تک جو کی روٹی سے بھی سیر نہیں ہوا۔ ان تمام چیزوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ کا دریائے کرم ہمیشہ ہر ایک کے لیے رواں ہی رہا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ کاشانہ مبارک کے ایک کونے سے تعزیت کی آواز آرہی تھی مگر کہنے والا نظر نہیں آرہا تھا۔ اس تعزیتی آواز کے الفاظ کچھ یوں تھے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ . کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ. وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِo

ترجمہ:۔ ''اے اہل بیت نبوی تم کو سلام ہو۔ اور تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت وبرکت ہو۔ ہر جان دار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اور بے شک روز قیامت تمہارے نیک اعمال کا پورا پورا اجر دیا جائے گا'' تمہیں معلوم رہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر مصیبت کے عوض ایک درجہ اور خوشی ہے۔ اور ہر جانے والے کے واسطے ایک قائم مقام ہوتا ہے۔ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ پر پورا پورا اعتماد رکھو۔ وہ تم کو اسکی جانب لوٹائے گا۔ تم لوگ آہ وبکا بلند نہ کرو۔ کیونکہ اصل میں مصیبت زدہ وہ

ہوتا ہے جو اس کے ثواب سے محروم رہتا ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مذکورہ کلام ان فرشتوں کا تھا جو تعزیت کے لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ اطہر میں موجود تھے۔ (واللہ اعلم)۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کی قیامت خیز خبر کا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے کانوں میں پہنچنا تھا کہ قیامت آ گئی سب ہوش وحواس کھو بیٹھے۔ اہل مدینہ پر کوہ غم ٹوٹ پڑا۔ اطراف عالم تاریک ہو گئے۔ ہر ایک سراسیمہ اور پریشان ہو گیا۔ کچھ حضرات ایسے تھے جن کی گویا زبانیں ہی بند ہو گئیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سکتہ کا عالم طاری ہو گیا۔ دیوار کے ساتھ پشت لگائے بیٹھے تھے شدت غم کی وجہ سے بات تک نہیں کر سکتے تھے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکے قریب سے گزرے اور السلام علیکم کہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت عثمان ذولنورین بن عفان بن ابی العاص ابن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی۔ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں عبد مناف پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مل جاتا ہے) نے آواز سنی مگر جواب میں وعلیکم السلام نہ کہہ سکے۔

کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ایسے تھے کہ جہاں بیٹھے تھے وہیں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سے تھے۔ ان کی حالت تو یہ ہوگئی کہ روتے روتے شدت غم کی وجہ سے بیہوش ہی ہو گئے۔ ازواج مطہرات پر صدمہ والم کے جو پہاڑ ٹوٹے وہ احاطہ قلم سے باہر ہیں۔ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین یہ دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ ہمیں اندھا کر دے کیونکہ ہم اب کسی اور کو دیکھنے کی قوت نہیں رکھتے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت پریشانی کے عالم میں بے حواس تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما رہے تھے کہ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اس سے بہتر اور تابناک دن کوئی نہیں تھا۔ اور نہ ہی میں نے دیکھا۔ اور آج کا دن جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما چکے ہیں اس دن سے زیادہ قبیح اور تاریک دن بھی میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا (بن معد بن حارث بن تیم بن کعب بن مالک بن قحافہ۔ قبیلہ خثعم سے تھیں۔ حضرت جعفر طیارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب کی زوجہ تھیں) (حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے 60 احادیث مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے 40ھ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے کچھ ہی عرصہ بعد وفات پائی) نے سرکار دو عالم صلی اللہ وآلہ وسلم کے دونوں شانوں مبارکہ کے درمیان اپنا ہاتھ داخل کیا تا کہ مہر نبوت کو محسوس کریں مگر مہر نبوت کو محسوس نہ کر سکیں۔ پس انہوں نے بلند آواز سے کہا مہر نبوت کو اٹھا لیا گیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دار فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف

سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو حضرت عمر و حضرت مغیرہ بن شعبہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے حجرہ مبارک میں آنے کی اجازت طلب کی۔ اجازت کے بعد اندر داخل ہوئے۔ چہرہ مبارک سے چادر ہٹائی۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا ہائے" غشی" سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غشی کس قدر شدید ہے۔ پھر دونوں کھڑے ہو گئے۔ جب دروازے تک پہنچے تو حضرت مغیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وصال فرما چکے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم جھوٹے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال نہیں فرمایا۔ تم ایسے شخص ہو کہ فتنہ تمہیں شکار کر لیتا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک وصال نہیں فرمائیں گے جب تک تمام منافقین کو فنا نہ فرما دیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی خبر سن کر اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے انہوں نے اپنی تلوار کھینچ لی اور فرمایا ''اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے ہیں تو میں اسکا سر اڑا دوں گا۔ جو منافقین اور کفار یہ خیال کرتے ہیں وہ سن لیں کہ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال نہیں ہوا بلکہ آپ اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے تھے۔ اور پھر چالیس روز بعد اپنی قوم سے غائب رہنے کے بعد واپس تشریف لے آئے تھے۔ حالانکہ ان کی واپسی سے پہلے قوم کہہ رہی تھی کہ وہ انتقال کر چکے ہیں۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور واپس تشریف لائیں گے اور منافقوں کا صفایا فرما دیں گے''۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ننگی تلوار ہاتھ میں پکڑے جوش میں مسجد کے دروازے میں کھڑے ارشاد فرما رہے تھے۔ کسی میں یہ مجال نہ تھی کہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما چکے ہیں۔ اس طرح لوگ وصال شریف کے بارے میں شک وشبہ میں پڑ گئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا تو لوگ رونے لگے اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں خطیب بن کر کھڑے ہو گئے اور کہا میں ہرگز کسی کو یہ کہتے ہوئے نہ سنوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وصال فرما گئے۔ انہیں تو بلا بھیجا گیا ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلایا گیا تھا اور پھر وہ اپنی قوم سے چالیس روز غائب رہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے امید ہے کہ ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوشنبہ

(پیر) کے روز وصال ہوا۔آپ کو اس روز دفن نہیں کیا گیا بلکہ چہارشنبہ (بدھ) کے روز تدفین ہوئی۔صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے بعض نے کہا کہ آپ کا وصال ہی نہیں ہوا بلکہ آپ پر تو وہ غشی طاری ہوئی ہے جو کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر طاری ہوئی تھی۔اور پھر وہ چالیس روز کے بعد اپنی قوم میں واپس تشریف لے آئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور انہوں نے بھی یہی اعلان فرمایا اور کہا اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک وصال نہیں فرمائیں گے جب تک دشمنان دین اور منافقین لوگوں کے ہاتھ اور انکی زبانیں نہ کاٹ دیں۔اسطرح عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل حق کو حیات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مژدہ سناتے رہے اور دشمنان دین کو خوف دلاتے رہے یہاں تک کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ مبارک کے دونوں کنارے خشک لعاب دہن سے بھر گئے اور دہن مبارک سے آواز نکلنا مشکل ہوگئی۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں ہی تشریف رکھتے تھے وہ اٹھے اور فرمایا۔لوگو سنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہو چکا کیونکہ آپ بشر و مخلوق ہیں خدا نہیں، اور نہ ہی ازلی و ابدی ہیں۔آپ پر بھی بشر اور مخلوق کی طرح تغیر احوال ہوتا ہے۔اے میری قوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے زیادہ کرامت وعزت والے ہیں کہ انکو بار بار موت دے۔تم کو تو ایک دفعہ ہی موت دے اور تم دار آخرت کی طرف منتقل ہو جاؤ مگر اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بار بار موت طاری فرمائے ہرگز ایسا نہیں ہے۔کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے ہاں اس سے زیادہ مکرم و معظم اور شان والے ہیں کہ آپ کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے۔اس لیے جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آپ دوبارہ اٹھ کر دشمنوں اور منافقوں کے ہاتھ پاؤں اور زبانیں کاٹ دیں گے ان کا یہ خیال غلط ہے۔اس لیے اٹھو اور آپ کو دفن کر دو اور اگر بقول یقین نہ کرنے والوں کے آپ زندہ ہیں اور صرف حالت سکر میں ہیں تو اللہ تعالیٰ پر یہ امر بھاری اور مشکل نہیں ہے کہ وہ آپ سے خاک لحد (قبر کی مٹی) الگ فرمائے اور یوں آپ کو قبر انور سے باہر نکال دے۔یاد رکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس وقت تک وصال شریف نہیں ہوا جب تک آپ نے راہ حق و ہدایت کو عیاں نہیں کر دیا۔تمام حلال وحرام کو بیان نہیں فرما دیا۔آپ نے نکاح وطلاق کے احکامات واضع نہیں فرما دیئے انکا امت کے لیے عملی نمونہ نہیں پیش فرما دیا۔یہ سب کچھ آپ نے عملی طور پر فرما دیا ہے۔پھر جنگ بھی لڑی صلح بھی فرمائی۔وہ چرواہا جو بھیڑ بکریوں کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر چراتا ہے۔انہیں درختوں کے پتے جھاڑ کر کھلاتا ہے۔ان کے لیے حوض تیار کرتا ہے اس حوض کے بند کو لیپ کر پانی کا تحفظ کرتا ہے۔اپنی بھیڑ بکریوں کے لیے اتنی تگ ودو اور بہتری کے لیے وہ چرواہا بھی کوشش ومحنت نہیں کرتا جتنی سعی و جدوجہد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کی اصلاح اعمال واخلاق نیز تہذیب و تربیت کے لیے عملی

طور پر فرمائی۔اب جبکہ رسالت کے فرائض کما حقہ پورے ہو چکے تو خالق محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وخالق کائنات نے اپنے محبوب علیہ السلام کو جوار رحمت میں بلا لیا ہے۔اس لیے اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر انور میں اتار دو آپ علیہ السلام کو دفن کر دو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے خطاب

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت مبارکہ کچھ بہتر ہے آپ سکون محسوس کر رہے ہیں تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اگر اجازت عطا فرمائیں تو میں اپنی بیوی جو کہ سخ میں رہتی ہے اور اسکی باری کا دن بھی ہے اس کے پاس چلا جاؤں۔آپ علیہ السلام نے انکو اجازت عطا فرما دی یہ دوشنبہ کی صبح کا واقعہ ہے۔ اجازت مل جانے پر مقام سخ تشریف لے گئے۔مقام سخ مدینہ منورہ سے ایک کوس (اڑھائی کلومیٹر) کے فاصلے پر ہے۔اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت حجرہ اقدس میں موجود نہیں تھے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کے وقت سخ تشریف لے گئے تھے جبکہ اسی روز زوال کے وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہو گیا۔

حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی خبر جانگداز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ منورہ پہنچے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابوبکر صدیق (عبد اللہ) بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی التیمی۔اس طرح حضرت ابوبکر کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں مرہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔) مسجد نبوی کے دروازے پر گھوڑے سے اترے۔ سب لوگ مسجد میں موجود تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی سے بات چیت کیے بغیر غمگین واداس سیدھے میرے گھر تشریف لائے اور مجھ سے اجازت لے کر حجرہ مقدسہ میں داخل ہوئے۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر اقدس پر تھے اور تمام ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بستر اقدس کے گرد بیٹھی ہوئی تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ سب ایک طرف ہٹ گئیں اور پردہ کر لیا۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس سے یمنی چادر ہٹائی چہرہ مبارک پر نظر پڑتے ہی انہوں نے کہا اِنَّـا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن ۔پھر کہا واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے۔پھر پیشانی مقدسہ پر بوسہ دیا اور ساتھ

ہی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ رہے تھے "ہائے نبی" (وَانَبِیَّاہ) پھر آپ کے چہرہ اقدس پر بوسہ دیا اور کہا" وائے خلیل "(وَاخَلِیْلَاہ) پھر تیسری بار پیشانی مقدسہ پر بوسہ دیا اور سیدھے ہوتے ہوئے کہا" وائے صفی "(وَاصَفِیَّاہ) پھر چادر مبارکہ کو آپ کے چہرہ اقدس پر ڈال دیا۔ اور عرض کیا" لَا یَجمَعُ اللہُ عَلَیکَ مَوْتَتَینِ اَمَّا الْمَوْتَۃُ الَّتِی کُتِبَتْ عَلَیْکَ فَقَدْ وَجَدْتُھَا" "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں طاری نہیں کرے گا۔ جو موت آپ پر مقدر تھی وہ طاری ہو چکی اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دوسری موت طاری نہیں ہو گی" ۔ یہ فرمایا اور حجرۂ اقدس سے باہر تشریف لے آئے۔

حضرت سعید بن میسّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر مقدسہ کے قریب پہنچے یمنی چادر چہرہ اقدس سے ہٹائی اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اللہ کی بے شمار رحمتیں آپ پر ہوں پھر وہ آپ پر جھکے پیشانی مقدسہ کو بوسہ دیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "بِاَبِی اَنْتَ وَ اُمِّی طِبْتَ حَیًّا وَمَیِّتًا" "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ حیات مبارکہ میں بھی پاکیزہ رہے اور وصال میں بھی پاکیزہ رہے"

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وصال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بستر مقدسہ کے قریب گئے چہرہ اقدس سے یمنی چادر ہٹائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔

ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی خبر ملی تو وہ سخ سے گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ منورہ تشریف لائے۔ مسجد کے دروازے پر بڑی عجلت میں گھوڑے سے اترے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کی طرف غمگین چل پڑے۔ چلتے ہوئے پکار رہے تھے۔ "وَا مُحَمَّدَاہ" "وَا مُحَمَّدَاہ" تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین افسردہ و پریشان بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کسی کی طرف توجہ نہ کی۔ حجرہ اقدس میں پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے انور سے چادر اٹھا کر پیشانی مبارکہ کو بوسہ دیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے انہوں نے اپنا منہ حضور علیہ السلام کے منہ مبارک پر رکھا اور بوسہ دیا اور کہا" وَاصَفِیَّاہ" پھر سر اٹھایا اور آنکھوں سے سیل رواں جاری ہو گیا۔ پھر دوسری بار بوسہ دیا اور کہا "وَاخَلِیْلَاہ" پھر تیسری دفعہ بوسہ دیا اور کہا" وَانَبِیَّاہ" پھر کہا" میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ ہر حالت میں پاکیزہ اور خوش رہے زندگی میں بھی اور وصال میں بھی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں کبھی اکٹھی نہیں کرے گا۔ سوائے اس موت کے جو آپ پر لازم کر دی گئی اور اسے آپ نے بلاشبہ پا لیا۔ ہم جس قدر آپ کی صفتیں بیان کریں آپ ان سب سے زیادہ بزرگ و بالا ہیں اور جس قدر آپ پر رویا جائے آپ اس سے بھی بالا

تر ہیں۔ اگر ہمارے ہاتھ اختیار کی لگام ہوتی تو ہم آپ پر اپنی جانیں بھی قربان کر دیتے اور اگر آپ نے میت پر رونے سے بین کرنے سے ہمیں منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم اس قدر روتے کہ ہماری آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے جاری ہو جاتے۔ اے اللہ ہمارا سلام پہنچا دے۔ اے محمد صلی اللہ یہ وآلہ وسلم ہمیں اپنے رب کے نزدیک یاد رکھنا"

ایک ضروری وضاحت

مذکورہ حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ "لا تجمع اللہ علیک موتتین"۔ "اللہ آپ پر دو موتیں اکٹھی نہیں کرے گا"

اس کا کیا مطلب ہے۔ علماء محققین کی اس ارشاد کے بارے میں دو رائے ہیں یعنی اختلاف پایا جاتا ہے۔ جمہور علما کا خیال ہے کہ اس قول میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کے خیال کو رد کیا ہے جو یہ سمجھتے تھے کہ بہت جلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائیں گے اور لوگوں کے ہاتھ وزبانیں کاٹ ڈیں گے۔ کیونکہ اگر دوبارہ آنا سچ مان لیا جائے تو پھر آپ پر دو موتیں آنا لازم ہوگا مگر حضور علیہ السلام اس سے بہت بلند و بالا ہیں کہ آپ علیہ السلام پر دو موتیں جمع ہوں۔ جیسے ان لوگوں پر دو موتیں جمع ہوئی تھیں جو موت سے ڈر کر اپنے گھروں سے بھاگ گئے وہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو موت دی پھر دوبارہ ان لوگوں کو زندہ کیا۔ قرآن کریم میں ان لوگوں کی موت اور نبی کی دعا کے بعد دوبارہ زندگی اور پھر دوبارہ موت کا ذکر فرمایا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے سورۃ البقرآیت 243

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ
فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ

ترجمہ:۔ "کیا آپ (علیہ السلام) نے نہ دیکھا ان لوگوں کی طرف جو نکلے اپنے گھروں سے اور وہ کئی ہزار تھے، موت کے ڈر سے تو فرمایا انکو اللہ تعالیٰ نے مرجاؤ پھر انہیں زندہ فرمایا"

پھر اس آدمی کی طرح جو ایک بستی کے قریب سے گزرا تھا۔ اور اس نے کہا تھا اللہ تعالیٰ اس بستی کو ختم کر کے پھر کس طرح زندہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر موت طاری فرما دی اور سو سال تک مردہ رہنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا گیا۔ اس طرح حضرت عزیر علیہ السلام کی داستان بھی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دو موتیں اکٹھی نہیں فرمائے گا۔

بعض علماء اس قول سے یہ مراد لیتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اشارہ اس طرف تھا کہ اللہ تعالیٰ حضور رسول کریم صلی اللہ یہ وآلہ وسلم کو قبر انور میں دوبارہ موت نہیں دے گا۔ جیسے کہ دوسروں کو قبر میں منکر ونکیر کے سوالوں کے جوابات دینے کے لیے زندہ کیا جاتا ہے۔ اور پھر ان پر موت طاری کر دی جاتی ہے۔ کچھ کے نزدیک

اس قول سے یہ مراد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمیشہ زندہ رہنے والی شریعت۔ (واللہ اعلم)

از: سیرت النبی کامل از ابن ہشام جلد 2 صفحہ 655

از: طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 11 ,10 ,309

از: صحیح بخاری باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد 2 صفحہ 641

از: مشکوٰۃ شریف جلد 2 صفحہ 547

از فتح الباری جلد 3 صفحہ 91 کتاب الجنائز

از: زرقانی شرح مواہب جلد 8 صفحہ 278

از: شرح قسطلانی جلد 2 صفحہ 361

از: الوفا باحوال مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد اول صفحہ 16 ,15 ,814

از: البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 25 ,24 ,23 ,22 ,421

از: مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 95 ,94 ,93 ,692

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطاب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کرنے کے بعد حجرہ مقدسہ سے باہر تشریف لائے اور لوگوں سے خطاب فرمایا۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ بے کس پناہ میں حاضری دے کر باہر تشریف لائے اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا بیٹھ جاؤ مگر انہوں نے بیٹھنے سے عملاً انکار کیا پس حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ شروع فرمادیا۔ خطبہ کا آغاز فرمانا تھا کہ سب لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ کر ادھر متوجہ ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عالی عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک بھیجنے کے بعد ارشاد فرمایا۔

"اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّہٗ مَنْ کَانَ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَ مَنْ کَانَ یَعْبُدُاللہ فَاَنَّ اللہ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ۔"

ترجمہ:۔ "لوگو۔ جو لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عبادت و پرستش کرتے تھے تو وہ سن لیں۔ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تو وصال فرما چکے۔ اور جو لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو بے شک اللہ زندہ ہے اور کبھی مرنے والا نہیں"

اس کے بعد قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: سورۃ آلِ عمران آیت 144

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمہ:۔ ''اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اللہ کے رسول ہیں۔ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وفات پا جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔اور جو بھی الٹے پاؤں پھر جائے گا وہ اللہ کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔اور اللہ عنقریب شکرگزاروں کو انعام دے گا''

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیسے ہی آیات تلاوت فرمائیں ایک دم تمام لوگوں کی حیرت کا عالم دور ہو گیا اور غفلت کے پردے آنکھوں سے اٹھ گئے۔سب کو یقین آ گیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ بخدا گویا لوگوں کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ کو نازل فرمایا ہے۔جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو ہر شخص کی زبان پر یہ آیت کریمہ تھی اور ہر ایک اسکی تلاوت کر رہا تھا۔پھر فرماتے ہیں کہ میں جدھر بھی کان لگاتا ہر شخص کو اسی آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔خدا کی قسم لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ یہ آیت نازل ہو چکی ہے۔جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی تو سب لوگوں کے علم میں یہ آیت مبارکہ آ گئی۔پھر یہ آیت ہر ایک کی زبان پر تھی۔مزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔خدا کی قسم یہ وہ آیت ہے کہ میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی تلاوت کرتے سنا پھر مجھ پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ میرے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔اور یوں میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما چکے ہیں۔

حضرت سعید بن میسّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمایا کہ وہ فرماتے تھے کہ جب میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سُنا۔تو میرے پاؤں کو مجھے اُٹھانے کی سکت نہ رہی اور میں ناتوانی کی وجہ سے بیٹھ گیا۔مجھے وصال شریف کی خبر نے بے جان مجسمہ اور بے حس و حرکت ڈھانچہ بنا دیا۔

ابومحمد دارمی نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا میں نے جوں ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کی خبر سُنی تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ گویا میرے پاؤں کاٹ دیئے گئے ہیں حتیٰ کہ میرے پاؤں مجھے اُٹھانے سے عاجز آ گئے اور میں زمین پر گر پڑا۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت مبارکہ تلاوت فرمائی تو ہمارے چہروں کا حجاب دور ہو گیا اِس کے بعد مدینہ منورہ کے باشندوں کو یقین ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے ہیں۔ چنانچہ سب نے کہنا شروع کر دیا۔"اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن "۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے تعزیت کی انہیں تسلی دی اور فرمایا کہ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت ہو۔ آپ کو غسل دینا اور تجہیز و تکفین کرنا تمہارا کام ہے۔ اس کا بندوبست کریں۔

ایک ضروری وضاحت:

ابونصر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سابقہ قول وسابقہ حال منافقوں کے فتنے اور شوریدہ سری کی وجہ سے تھا۔ جب انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یقین اور قوت ایمانی دیکھی۔ تو ان کو بھی تسکین حاصل ہو گئی۔ اس بندہ ناچیز کا ایمان ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھی طرح جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک دن موت آنے والی ہے مگر اس وقت جو صورتحال پیش آئی ہے۔ وہ موت نہیں بلکہ وقتی طور پر ظاہری حواس مبارکہ معطل ہوئے ہیں۔ جیسا کہ نزول وحی کے وقت رسول کریم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کچھ وقت کے بعد پھر ہوش میں آ جائیں گے۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبہ مبارک کو سُن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ خیال جاتا رہا اور حقیقت حال کھل کر اُنکے سامنے آ گئی۔ اس لیے اُنہوں نے اپنے سابقہ خیال سے رجوع فرما لیا۔

1- از: سیرت النبی کامل، از ابن ہشام۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔804,805
2- از: طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔312,313,314
3- از: صحیح بخاری۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔640,641
4- از: تفسیر قرطبی۔ جلد۔ 4۔ صفحہ۔223
5- از: زرقانی۔ جلد۔ 8۔ صفحہ۔280
6- از: الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔816,817
7- از: مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔695,696 وغیرہ

سقیفہ بنی ساعدہ اور خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوشنبہ کے روز عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ اس خبر نے مدینہ منورہ میں تہلکہ برپا کر دیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ہوش وحواس اُڑ گئے۔ اکثر صحابہ کرام کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال نہیں ہوا۔ ان کا یہ کہنا فرط محبت کی وجہ سے تھا۔ پھر یہ اس قدر اچانک ہوا کہ وہ لوگ کچھ سمجھ ہی نہ سکے۔ اس لیے وفات کا انکار کیا۔ تاہم وہ لوگ اچھی طرح جانتے تھے کہ سابقہ پیغمبروں کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس فانی دنیا سے کوچ فرما کر مالک حقیقی کے پاس تشریف لے جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر قرآنی آیات کے حوالے سے خطاب فرمایا تو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین مطمئن ہو گئے۔ اور ان کو یقین آ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما چکے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گرد مسجد نبوی میں جمع تھے۔ انتہائی رنج وغم کے باعث وہ یہ سوچ بھی نہ سکتے تھے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وصال کے بعد مسلمانوں کی شیرازہ بندی کا کیا انتظام ہونا چاہیے۔ اُس وقت انصار کے ایک گروہ کو یہ رنج والم اس مسئلے کو حل کرنے سے نہ روک سکا کہ اب مسلمانوں میں سے اس سلطنت کا انتظام کون سنبھالے گا۔ اور کس خوش قسمت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کا فخر و اعزاز نصیب ہوگا۔

سقیفہ بنی ساعدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ علیہ السلام کی جانشینی کا فخر کسے حاصل ہوتا کہ اسلام جواب اطراف عرب میں پھیل کر سلطنت کی حیثیت اختیار کر چکا تھا اُس کی شیرازہ بندی کی جا سکے اس مسئلے کے حل کے لیے بعض انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہوئے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں ایک چبوترہ تھا۔ جہاں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اکٹھے ہو کر اجلاس وغیرہ کیا کرتے تھے۔ اُن اکٹھے ہونے والے انصار میں قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سعد بن عبادہ بن ولیم بن حارثہ بن حزام بن خزیمہ بن ثعلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج) بھی شامل تھے۔ وہ اُس وقت بیمار تھے اور کمبل اوڑھ رکھا تھا۔ جب لوگ اکٹھے ہوئے تو بحث شروع ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین کس کو بنایا جائے۔ ہر ایک اپنی عقل کے مطابق مشورہ دے رہا تھا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ دیر لوگوں کی باتیں سنتے رہے پھر اپنے بیٹے اور بعض روایات میں آتا ہے کسی خطیب کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو کہا کہ میں بیماری کی وجہ سے اپنی آواز لوگوں تک نہیں پہنچا سکتا اس لیے تم میری ہی باتیں سُن کر لوگوں تک پہنچاؤ۔ گویا دہرانے کے فرائض سرانجام دو۔ اُس کے بعد انہوں نے تقریر

شروع کی اور دہرانے والا وہی الفاظ بلند آواز سے لوگوں تک پہنچاتا رہا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمد وثنا کے بعد کہا۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطاب

اے انصار! تم لوگوں کو دین اسلام کی مدد کرنے اور اس میں سبقت حاصل کرنے کی جو فضیلت حاصل ہے وہ عرب کے کسی اور قبیلے کو حاصل نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم میں تیرہ برس تک دین حق کی دعوت دیتے رہے۔ مگر چند لوگوں کے سوا کسی اور نے اس دعوت حق کو قبول نہ کیا اور دعوت کو قبول کرنے والے بھی اتنی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدافعت کرتے۔ دین کو عزت بخشتے یا خود کو ہی کفار کے مظالم سے بچا سکتے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو اپنے انعامات کا وارث بنایا۔ تمہیں فضیلت عطا کرنے اور بزرگی سے سرفراز کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اور یوں تم لوگوں کو ایمان کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی تم لوگوں سے حفاظت فرمائی۔ اور دین کی عظمت قائم کرنے، اپنی جانیں اسلام پر قربان کرنے اور دشمنوں سے جہاد کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور تم لوگ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں پر سب سے زیادہ سخت ثابت ہوئے یہاں تک کہ تمام عرب حکم خداوندی کے سامنے جھک گیا۔ اسی طرح دور کے لوگ بھی مجبور ہو کر دین اسلام کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے بن گئے۔ اور تمہاری تلواروں نے تمام عرب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانبردار بنا دیا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما چکے ہیں۔ آپ علیہ السلام عمر بھر تم لوگوں سے راضی رہے۔ تم لوگ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے۔ اس لئے تم ہی اس منصب کو حاصل کرو کیونکہ تمہارے سوا خلافت کا کوئی اور مستحق نہیں ہے۔

حاضرین اس تقریر سے بہت متاثر ہوئے سب نے یک زبان کہا کہ اے سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ نے جو کچھ بیان کیا بالکل سچ ہے اس لیے ہم آپ کی رائے سے اختلاف نہیں کریں گے۔ ہم خلافت کی ذمہ داریاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے سپرد کر دیتے ہیں۔

انصار کی ابتدائی کمزوری کا مظاہرہ

سقیفہ بنی ساعدہ میں موجود انصار نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطاب سے متاثر ہو کر اُنکی خلافت کے بارے میں تو کہہ دیا مگر اُس پر زیادہ دیر قائم نہ رہ سکے۔ پیشتر اس کے کہ تمام لوگ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کے لیے آگے بڑھتے انہیں میں سے ایک شخص نے اُٹھ کر کہہ دیا۔ "لوگو میری بات سُنو اگر مہاجرین نے ہماری بیعت سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اولین صحابہ ہیں۔ ہم آپ علیہ السلام

کے خاندان میں سے ہیں۔ خلافت پر ہمارا حق ہے۔ اے انصار تم اس حق سے انکار نہیں کر سکتے اگر ایسا معاملہ پیش آ گیا تو پھر کیا ہوگا"۔

اس شخص کی یہ بات سُن کر وہاں موجود لوگوں پر سناٹا چھا گیا۔ کوئی بھی اس سوال کا جواب نہ دے سکا۔ کافی دیر کی خاموشی کے بعد ایک اور شخص کھڑا ہوا اور اُس نے کہا۔ اگر مہاجرین نے ہم سے یہ سوال کیا تو ہم اُن سے کہیں گے کہ پھر ایک امیر تم میں سے ہو جائے اور ایک امیر ہم میں سے۔ اس کے علاوہ ہم کسی اور بات پر ہرگز راضی نہیں ہوں گے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کی گفتگو سُن رہے تھے انہوں نے جب یہ تجویز سُنی تو کہا۔ "اے انصار تم نے تو ابتدا ہی میں کمزوری کا مظاہرہ شروع کر دیا ہے۔ یہ تجویز نا قابل عمل اور بے معنیٰ ہے۔ ہم اس تجویز سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اُٹھا سکتے"۔ اس طرح وہاں موجود لوگوں میں بحث وتکرار کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

ضروری وضاحت:

سقیفہ بنی ساعدہ میں موجود لوگوں نے حضرت سعد بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطاب سے مکمل اتفاق کا اظہار کیا تھا مگر جب ایک شخص نے یہ تجویز دی کہ انصار اور مہاجرین میں سے ایک ایک امیر منتخب کر لیا جائے تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تجویز کو پسند نہ کیا اس کی وجہ جاننے کیلئے ہمیں مختصراً بنوخزرج اور بنواُوس دونوں قبیلوں کی اسلام لانے سے پہلے تاریخ پر نظر ڈالنا ہوگی۔ جیسا کہ تاریخ عرب کا ہر طالب علم اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ دونوں قبیلے یمن سے آ کر یثرب میں آباد ہوئے تھے۔ اُس وقت یثرب مکمل طور پر یہودیوں کے زیر اثر تھا۔ اس لیے یہ دونوں قبیلے بھی عرصہ دراز تک یہود کے زیر اثر غلامانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ پھر ان لوگوں کی خاندانی غیرت نے جوش مارا اور یہ بغاوت کر کے یہود سے الگ ہو گئے۔ گو بظاہر تو یہود خاموش رہے مگر اندر ہی اندر اپنی ذلیل فطرت کے مطابق دونوں قبیلوں کو ایک دوسرے کے خلاف اُکساتے رہے۔ جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ ان قبیلوں کے درمیان نفرت اور اس قدر شدید دشمنی پیدا ہو گئی کہ دونوں اطراف سے ہزاروں لوگ مارے گئے۔ کشت وخون جب حد سے بڑھ گیا تو ان لوگوں نے مجبوراً آپس میں صلح کر لی۔ اور طے پایا کہ بنوخزرج کے عبد اللہ بن سلول (جسے سردار المنافقین عبد اللہ بن ابی کہا جاتا ہے) کو اپنا سردار بنا لیں انہیں دنوں کچھ لوگ حج کی غرض سے مکہ مکرمہ آئے وہاں قسمت نے ان کے مقدر کا ستارہ چمکا دیا انکی ملاقات فخر کونین، تاجدار عرب وعجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی۔ وہ لوگ دعوت اسلام قبول کر لینے کے بعد واپس یثرب آئے۔ دوسروں کو سارا حال بتایا اور کہا کہ اللہ کی قسم یہ وہی نبی ہیں جن کے بارے میں ہم یہودیوں سے سنتے چلے آ رہے ہیں۔ اس لیے ہم سب کو چاہیئے کہ انکی اطاعت کر لیں اس طرح بیعت عقبہ الکبریٰ کا واقعہ پیش آیا۔ اور پھر ان لوگوں کی دعوت پر ہی ہجرت مدینہ ظہور میں آئی۔

گو یہ قبیلے دائرہ اسلام میں داخل ہو کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت مبارکہ کی وجہ سے ایک

دوسرے کے بھائی بھائی بن گئے۔ اور اخوت مساوات و بھائی چارے کی وہ عملی مثالیں قائم کیں کہ تاریخ عالم قیامت تک اُسکی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ اس کے باوجود یہود اور منافقین کے اندرونی زہریلے بہکاوے (پروپیگنڈے) کے باعث دونوں قبیلوں کے دلوں میں پرانی دشمنی کے دھندلے دھندلے نقوش باقی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے وقت جب سقیفہ بنی ساعدہ میں یہ لوگ خلافت پر بحث کر رہے تھے۔ اور یہ تجویز پیش کی گئی جس کا اُوپر ذکر گزر چکا ہے تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا "اے انصار یہ پہلی کمزوری ہے جو ابتداء میں ہی تم لوگوں نے ظاہر کر دی"۔ انہوں نے یہ بات اس لیے کہی تھی کہ دونوں جماعتوں میں سے ایک ایک امیر منتخب کرنے والی تجویز جس شخص نے دی اُسکا تعلق قبیلہ اُوس سے تھا جبکہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔ یہاں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان دونوں قبیلوں کے درمیان پرانی رقابت کچھ نہ کچھ اثر باقی رکھتی تھی جس کا مظاہرہ اس موقعہ پر ہوا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں گفتگو

انصار مدینہ منورہ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلیفہ کے انتخاب کے بارے میں بحث وتکرار میں مصروف تھے۔ اُدھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و دیگر جید صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین مسجد نبوی میں سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر، حضرت علی، حضرت عباس، اور دیگر اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سرکار مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کے بارے میں سوچنے لگے۔ انکے فہم وادراک میں بھی یہ بات نہ تھی کہ انصار، سقیفہ بنی ساعدہ میں پہلے ہی اس مسئلہ پر بحث وتکرار میں مصروف ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ سوچ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (امین الامت۔ عامر (ابوعبیدہ) بن عبد اللہ بن جراح بن ہلال بن اُہیب بن ضبہ بن الحارث بن الفہر القرشی ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں فہر پر سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مل جاتا ہے) سے مخاطب ہوئے اور فرمایا "اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ میں آپ کی بیعت کروں۔ کیونکہ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "امین الامت" کا خطاب دیا ہے"۔ یہ سُن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ "اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسلام لانے کے بعد میں نے پہلی بار تمہارے منہ سے ایسی جہالت کی بات سُنی ہے۔ کیا تم میری بیعت کرو گے جبکہ ہم میں وہ ہستی موجود ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے "ثانی اثنین" اور "صاحب رسول"

کا خطاب مل چکا ہے۔ اور پھر خود تاجدار عرب وعجم فخر کونین محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو "صدیق" کا لقب عطا فرمایا ہے۔

یہ دونوں بزرگ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ کسی نے ان کو آ کر بتایا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار خلافت کے سلسلے میں جمع ہیں اور بحث وتکرار میں مشغول ہیں۔ یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر۔ اس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلام سے مل جاتا ہے) نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو اُس وقت سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ اقدس میں تھے پیغام بھیجا کہ باہر تشریف لائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب بھیجا کہ میں تجہیز وتکفین کے سلسلے میں مصروف ہوں باہر نہیں آسکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ پیغام بھیجا کہ ایک نہایت ہی اہم واقعہ پیش آ گیا ہے جس میں آپ کی موجودگی وشمولیت نہایت ہی ضروری ہے۔ دوسری دفعہ پیغام ملنے پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجرۂ اقدس سے باہر تشریف لائے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا "اے عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز وتکفین سے بھی زیادہ ضروری کیا واقعہ پیش آ گیا ہے جس کے لیے تم نے مجھے باہر بلایا ہے"۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم ہے کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اکھٹے موجود ہیں اور ارادہ رکھتے ہیں کہ سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خلیفہ بنا دیں"؟'' اس کے علاوہ وہاں موجود لوگوں میں سے ایک نے یہ بھی مشورہ دیا ہے کہ ایک امیر انصار میں سے ہو اور ایک امیر مہاجرین میں سے یعنی قریش میں سے لے لیا جائے"

حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سقیفہ بنی ساعدہ میں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سُنا تو وہ حضرت عمر وحضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہمراہ لے کر فوراً سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف چل پڑے۔ راستے میں حضرت معن بن عدی اور عویم بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (بن عائش بن قیس بن نعمان بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس) (66 برس کی عمر میں خلافت فاروقی میں انتقال فرمایا) ان تینوں بزرگوں کو ملے۔ وہ دونوں بزرگ سقیفہ بنی ساعدہ سے ہی آ رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا" کہ آپ لوگ وہاں نہ جائیں اور اپنا کام کریں" کیونکہ اُن لوگوں نے ہمیں اپنی مجلس سے یہ کہہ کر رخصت کر دیا ہے کہ جو تم لوگ چاہتے ہو وہ نہیں ہوگا۔ اُن دونوں کی بات سُن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

فرمایا ''یہ نہیں ہوسکتا ہم سقیفہ بنی ساعدہ میں ضرور جائیں گے''

یہ تینوں بزرگ جب سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچے تو انصار کی گفتگو و بحث ابھی جاری تھی۔ وہ لوگ ابھی تک کسی حتمی فیصلہ پر نہیں پہنچے تھے۔ انصار نے جب ان تینوں بزرگ ہستیوں کو دیکھا تو بڑے پریشان ہوئے اور یوں ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص کمبل اوڑھے اُن لوگوں کے درمیان لیٹا ہوا ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ شخص کون ہے۔ لوگوں نے جواب دیا یہ حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں جو کہ بیمار ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دونوں ساتھیوں کے ہمراہ انصار کے درمیان بیٹھ گئے۔ اب ہر شخص یہ سوچ رہا تھا کہ دیکھیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا یہ اجتماع کس فیصلہ پر متفق ہوتا ہے۔

ضروری وضاحت

اُوپر ہم ذکر کر چکے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دونوں ساتھیوں کے ہمراہ سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف تشریف لے جارہے تھے تو راستے میں دو صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہیں ملے اور کہا آپ لوگ اُدھر نہ جائیں بلکہ انصار کو اپنا کام کرنے دیں اور آپ لوگ اپنا کام کریں۔ ان دونوں صحابیوں کی بات سُن کر ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ انہوں نے ان بزرگوں کو کیوں روکا۔ آیا کہیں انکا یہ خیال تو نہیں تھا کہ انصار ان بزرگوں کے وہاں تشریف لے جانے پر اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔ اس لیے انہیں وہاں جانے سے روک دیا جائے۔ اس سوال کا جواب دینا اشد ضروری ہے تاکہ پڑھنے والے کا ذہن ان دونوں بزرگوں کی طرف سے صاف ہو جائے اور کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہے۔ کیونکہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کسی قسم کا شک وشبہ ایمان کی کمزوری ہے اللہ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

زہری کہتے ہیں کہ مجھے عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی القرشی الاسدی۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب قصی بن کلاب پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مل جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلاٰم کی پھوپھی تھیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُم المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھتیجے تھے) نے بتایا کہ انصار کے جو دو آدمی حضرت ابوبکر، عمر و ابوعبیدہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ملے اور اُن لوگوں نے ان بزرگوں کو وہاں جانے سے روکا اُن میں سے ایک عویم بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے حضرت معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جہاں تک حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق ہے۔ یہ وہی ہیں جن کے بارے میں ایک روایت میں آتا ہے کہ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ لوگ کون ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ

نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔سورۃ التوبہ آیت 108

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ

ترجمہ:۔ ''ان میں وہ لوگ ہیں جو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ پاک وصاف رہیں۔اور اللہ تعالیٰ زیادہ پاک وصاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے''

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب فرمایا" اُن لوگوں میں پہلا آدمی عویم بن ساعدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں"

اب رہا معن رضی اللہ عنہ بن عدی (بن الجد بن عجلان بن حارثہ بن ضبیعہ بن حرام بن جعل بن عمرو بن ودم بن ذبیان بن ہمیم بن ذہل بن بلی البلوی۔اِن کے بھائی عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عدی قبیلہ عجلان کے سردار تھے) کا معاملہ تو روایت میں آتا ہے کہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہوا تو لوگ رو رو کر کہہ رہے تھے خدا کی قسم ہم لوگ آپ علیہ السلام سے پہلے ہی مرجاتے کیونکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔اُس وقت معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مگر اللہ کی قسم میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں حضور علیہ السلام سے پہلے مرجاؤں جب تک آپ علیہ السلام کے وصال شریف کے بعد بھی آپ علیہ السلام کی تصدیق نہ کر دیتا۔جیسے میں نے آپ علیہ السلام کی زندگی میں تصدیق کی تھی۔مذکورہ روایت سے ان دونوں بزرگوں کے مرتبہ وشان کا اظہار ہوتا ہے۔اس لیے انکی نیت پر کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی اللہ ہم سب کو معاف فرمائے۔اس کے علاوہ یہ بھی یادر ہے کہ معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابی ہیں جو عہد صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔

تاریخ اسلام میں سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع کی اہمیت

سقیفہ بنی ساعدہ میں مسلمانوں کے اجتماع کی تشریح کتب سیر کے اسلوب کے مطابق تو شاید نہ ہولیکن یہ اجتماع تاریخ اسلام میں جس قدر اہمیت کا حامل ہے۔اس بارے میں کچھ تحریر کرنا اشد ضروری ہے تاکہ پڑھنے والے کو اندازہ ہو سکے کہ یہ عہدے یا خلافت کے حصول کا سبب نہیں تھا بلکہ اس موقعہ پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوراندیشی اور تدبر نے مسلمانوں کو ایک امتِ واحدہ (پلیٹ فارم) پر ہی اکٹھا رہنے دیا اور وہ کارنامہ سرانجام دیا جس سے ملت اسلامیہ پارہ پارہ ہونے سے بچ گئی۔حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ کو اسلام کی ابتدائی زندگی میں زبردست اہمیت حاصل ہے اگر اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوت ارادی، ذہانت، تدبر اور اصابت

رائے کو کام میں نہ لاتے تو اسلامی مرکز فتنہ وفساد کی زد میں آجاتا۔ جیسا کہ بعد میں عرب کے دوسرے علاقوں میں یہ فتنہ وفساد پیدا ہوئے مگر مرکز مضبوط ہونے کی وجہ سے قلیل عرصہ میں ہی تمام فتنوں پر قابو پالیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دینی وسیاسی بصیرت نے مرکز اسلام کو انتشار سے بچالیا ورنہ ایسے وقت پہ فتنے کی شدید آندھی ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ جبکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعش اطہر ابھی حجرہ اقدس میں ہی رکھی ہوئی تھی۔ نہایت ہی غور کا مقام ہے کہ اگر انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لیتے اور اس پر اڑ جاتے کہ یہ ہمارا ہی حق ہے جو ہمیں ملنا چاہیئے۔ دوسری طرف مہاجرین یعنی قریش انصار کے اس حق کو تسلیم نہ کرتے اور اپنی خلافت کے علاوہ کسی دوسرے کی خلافت پر رضا مند نہ ہوتے تو اس فتنے کا کیا انجام ہوتا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا یہ بات کسی تشریح کی محتاج نہیں ہے۔ پھر دوسری نہایت اہم بات یہ ہے کہ ادھر لشکر اسلام سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما (بن حارثہ بن شرجیل بن کعب بن عبدالعزیٰ بن امراء القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن دبرہ بن ثعلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ) (حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 128 احادیث مروی ہیں۔ 54 ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی) کی سربراہی میں کیل کانٹے سے لیس کوچ کے لیے تیار کھڑا تھا۔ اُس موقع پر اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مسلمانوں کو ایک ہی ملتِ اسلامیہ (پلیٹ فارم) پر اکٹھا نہ رکھتے تو وہی ہتھیار جو اسلام کے دشمنوں کے خلاف استعمال ہونے والے تھے کیا مسلمان ایک دوسرے کے خلاف ہی استعمال نہ کرتے؟

اس کے علاوہ نہایت غور طلب امر یہ بھی ہے کہ اگر سقیفہ بنی ساعدہ میں جانے والے مہاجرین حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت ابوعبیدہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے علاوہ کوئی دوسرے لوگ ہوتے جنہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشیر خاص ہونے کا شرف حاصل ہوتا اور نہ ہی امین الامت ہونے کا اعزاز تو کیا انصار مدینہ منورہ انکی بات مان لیتے ہرگز نہ مانتے۔ ان شخصیات کے علمی، سیاسی، غرض ہر مقام اور دربار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں انکی اہمیت کا پورا پورا اندازہ وعلم تھا یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطاب سُن کر نہ صرف خاموش ہو گئے بلکہ مکمل اتفاق کرتے ہوئے اُنہوں نے بیعت کر لی۔ اگر یہ حضرات اُس نازک موقع پر وہاں تشریف نہ لے جاتے تو مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی اسقدر وسیع خلیج حائل ہو جاتی جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ تاریخی حقائق اور واقعات پر گہری نظر رکھنے والوں سے یہ بات ہرگز پوشیدہ نہیں کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے اس اہم ترین اجتماع کو تاریخ اسلام میں بیعت عقبۃ الکبریٰ اور ہجرت مدینہ منورہ کے بعد نہایت درجہ اہمیت حاصل ہے پھر یہ بات بھی کسی سے مخفی نہیں ہے کہ اس نازک موقع پر سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کارنامہ سرانجام دیا اس نے واضح طور پر ثابت کر دیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین اسلام میں نہایت ہی بلند مرتبہ رکھنے کے علاوہ سیاست

اسلام کے بھی سمندر بے کراں تھے۔ وہ انتہائی دوررس نتائج پر نظر رکھنے والے۔ مدبر، دوراندیش، قوی قوت ارادی، ذہانت وفرزانگی (حکمت) واصابت رائے کے مالک تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ یہی کوشش فرماتے تھے کہ ہر معاملہ کے مسلمانوں کے حق میں بہتر نتائج برآمد ہوں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ ایسی بات سے خود بھی بچتے اور دوسروں کو بھی بچاتے تھے۔ جس سے کسی قسم کے شر وفساد پھوٹنے کا اندیشہ ہو۔ مذکورہ واقعہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صلاحیتوں کا عیاں ثبوت ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطاب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے احسن اور دلکش انداز سے خطاب فرمایا کرتے تھے کہ مدمقابل کے جذبات کو ٹھیس بھی نہ پہنچتی اور اس کو قائل بھی کر لیتے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی انداز اپنایا۔ اس قدر دلکش اور دلائل سے بھرپور تقریر کی کہ سب لوگ اُن کے قائل ہو گئے۔ اُس وقت کے حالات کو جس خوش اسلوبی کے ساتھ سلجھایا وہ آپ کا ہی طرہ امتیاز تھا۔

بہر حال جب یہ تینوں بزرگ نہایت سکون کے ساتھ محفل میں تشریف فرما ہوئے تو انصار کی پریشانی کچھ کم ہوئی۔ اُن لوگوں نے خاموشی کو توڑ کر گفتگو شروع کی اور کہنے لگے کہ خلافت صرف ہمارا حق ہے اور یہ ہمیں ملنا چاہیے۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے چند باتیں اس خاص موقعہ کے لیے سوچ رکھی تھیں۔ جنہیں میں اس محفل میں بیان کرنا چاہتا تھا۔ انصار کی گفتگو سن کر میں تقریر کرنے کی غرض سے اُٹھنا چاہا تو مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روک دیا اور فرمایا "اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پہلے مجھے انصار سے بات کر لینے دو۔ بعد میں تم بھی اپنی باتیں کر لینا"۔

اصل میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھے۔ انہیں اندیشہ تھا کہ کہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس موقع پر تیزی اور سختی سے گفتگو نہ کریں کیونکہ اُس وقت نرم اور بردباری سے گفتگو کرنے کی ضرورت تھی۔ اُدھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بزرگی اور سبقت فی الاسلام کا لحاظ کرتے ہوئے جو وہ ہمیشہ کیا کرتے تھے اپنی جگہ ہی بیٹھے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا:

> "تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہم میں اپنا ایک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث فرمایا۔ جو کہ اُمت کی نگرانی کرے تاکہ لوگ ایک اللہ کی عبادت کریں۔ اور یہ لوگ آپ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے پتھر اور لکڑی کے بنائے ہوئے بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ عربوں کے لئے اپنے آبائی دین کو چھوڑنا نہایت ہی شاق گزرا۔ وہ لوگ ایسا کرنے کو بالکل تیار نہ تھے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے

آپ علیہ السلام کی قوم میں سے مہاجرین اولین کو آپ علیہ السلام کی تصدیق کرنے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دل جوئی کرنے اور اپنی قوم کے مظالم کو صبر وسکون سے برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ہر شخص ان کا مخالف تھا۔ ان پر ظلم و ستم توڑے جاتے تھے۔ انہیں بدترین ایذائیں دی جاتی تھیں۔ لیکن وہ تعداد میں تھوڑے ہونے کے باوجود ہرگز خوفزدہ نہ ہوئے۔ اور نہ ہی آپ علیہ السلام کا ساتھ چھوڑا۔ پس مہاجرین تم سب لوگوں میں سے افضل ہیں جنہوں نے اس سرزمین میں اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی دولت لازوال حاصل کی۔ اور یوں ان کو اللہ کے حقیقی بندے بننے کی توفیق نصیب ہوئی۔ یہی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبّ اور رشتہ دار ہیں اس لیے یہی لوگ خلافت کے اصل حق دار اور مستحق ہیں۔ اس لیے اس بارے میں صرف ظالم ہی ان سے جھگڑا کر سکتے ہیں''

''اور اے گروہ انصار تم وہ لوگ ہو جن کی فضیلت دینی اور اسلام میں سبقت کا کسی کو انکار نہیں۔ اللہ نے تم لوگوں کو پسند فرما کر اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہاری طرف ہجرت کرائی۔ آپ علیہ السلام کی اکثر ازواج مطہرات اور بیشتر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین تمہیں میں سے ہیں۔ مہاجرین اولین کے بعد تمہارا ہی مرتبہ ہے۔ اس لیے ہم امیر ہوں گے اور تم وزیر اس لیے نہ تمہارے مشورے کے بغیر کوئی فیصلہ کیا جائے گا اور نہ ہی تمہیں شریک کئے بغیر کوئی کام سرانجام دیا جائے گا''

بعض انصار کی مخالفت

حقیقت کی نگاہ سے اگر دیکھا جاتا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وزنی دلائل کے بعد سب لوگوں کو انکی بات سے اتفاق کرنا چاہیے تھا۔ مگر انصار میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جن کو مہاجرین کی امارت سرے سے پسند ہی نہ تھی۔ اس لیے اُن لوگوں نے حق پر مبنی دلائل سُن لینے کے بعد بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیالات سے اتفاق نہ کیا۔ چنانچہ اُن میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

"ہم اللہ کے انصار اور لشکر اسلام ہیں جبکہ اے مہاجرین تم تعداد میں ہم سے تھوڑے قلیل ہو۔ تم لوگ ہمارا حق چھین کر ہمیں حکومت سے محروم کرنا چاہتے ہو۔ مگر یاد رکھو ایسا کبھی نہیں ہوگا''

اُس شخص کی بات سُن کر اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو شاید برداشت نہ کر سکتا مگر قربان جائیں اس تحمل اور بردباری کے کہ آپؓ نے اس شخص کی گفتگو سُن کر بڑے ہی دلکش انداز میں ان لوگوں سے

دوبارہ خطاب فرمایا۔

"اے لوگو! ہم مہاجرین اولین لوگ ہیں جو اسلام لائے۔حسب ونسب اور عزت وشرف کے اعتبار سے ہم تمام عربوں سے افضل ہیں۔ان تمام باتوں کے علاوہ ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ہم تم لوگوں سے پہلے ایمان لائے اور قرآن کریم میں ہمارا ذکر بھی تم لوگوں سے پہلے آیا ہے۔اللہ فرماتا ہے۔سورۃ التوبہ آیت 100

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

ترجمہ: ''اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی''

ہم مہاجرین ہیں اور تم انصار۔تم دین میں ہمارے بھائی،غنیمت میں ہمارے شریک اور دشمنوں کے مقابلے میں ہمارے مددگار ہو۔باقی تم لوگوں نے جو اپنی فضیلت کا ذکر کیا ہے اُس سے ہمیں انکار نہیں۔تم لوگ حقیقت میں اس کے حق دار ہو اور پوری روئے زمین پر سب سے زیادہ تعریف کے مستحق ہو۔مگر عرب اس بات کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے کہ حکومت قریش کے سوا اور کسی کے پاس رہے۔اس لیے تم لوگ امارت ہمارے سپرد کر دو اور قلمدان وزارت خود سنبھال لو۔" پس اے انصار اللہ سے ڈرو اور اسلام میں سب سے پہلے بدعت جاری کرنے والے نہ بنو"۔

حباب بن منذر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطاب

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے خطاب کے بعد انصار کے کچھ لوگوں کو تسلی نہ ہوئی ان کا جوش ٹھنڈا نہ ہوا۔انصار میں ہی حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن جموع بن زید بن حرام بن کعب بن غنم) جن کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا اُٹھے اور کہنے لگے "اے انصار امارت اپنے ہاتھ میں ہی رکھو سب لوگ تمہارے مطیع ہیں کسی میں اتنی جراٴت وطاقت نہیں کہ وہ تمہاری مخالفت کر سکے۔تم لوگ بہادر ہو عزت والے ہو اور پھر تعداد میں زیادہ ہو۔لوگوں کی نگاہیں تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں۔تم لوگ تجربے میں سب سے زیادہ ہو۔اس لیے آج یہاں ایک دوسرے کی مخالفت کر کے اپنا ہی معاملہ خراب نہ کرو۔ہم مہاجرین کے ساتھ زیادہ سے زیادہ یہ رعایت کر سکتے ہیں کہ ایک امیر ہم سے ہو اور ایک امیر ان میں سے ہو"۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطاب

حباب بن منذر کی تقریر ابھی جاری تھی کہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے۔ حمد وثنا کے بعد فرمایا "اے لوگو ایک میان میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں۔ ایک عورت کے دو شوہر نہیں ہو سکتے۔ اللہ کی قسم اہل عرب تم لوگوں کو اپنا امیر کبھی تسلیم نہیں کریں گے جبکہ تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں سے نہیں تھے۔ اگر امارت ان لوگوں کے ہاتھ میں آ جائے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تھے تو اہل عرب انکی امارت کو ضرور تسلیم کر لیں گے۔ اس لیے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی اور امارت کے سلسلے میں کون ہم سے جھگڑا کر سکتا ہے۔ جبکہ ہم آپ علیہ السلام کے جان نثار اور اہل بیت ہیں پھر ہمارے پاس ظاہری دلائل اور براھین قاطعہ موجود ہیں۔ اس کے باوجود ہمارے ساتھ جھگڑا کرنے والا وہی شخص ہو سکتا ہے جو باطل کا پیروکار، گناہ آلودہ، اور ہلاکت کے گہرے گڑھے میں گرنے کے لیے تیار ہو"۔ ایک اور روایت میں یوں آتا ہے کہ اس موقعہ پر سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ لوگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے جس میں ارشاد فرمایا ''امر خلافت قریش میں ہی رہے گا۔ جب تک یہ لوگ اللہ کی اطاعت کریں''۔ اس حدیث کو تم لوگ خود فخر دو عالم صلی اللہ علیہ علیہ وآلہ وسلم سے سُن چکے ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب عقلی تھا جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب منقول تھا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا صریح ارشاد مبارک نقل کر دیا تھا۔ یہ جواب سُن کر وہاں پر موجود لوگوں پر خاموشی طاری ہو گئی۔ اور ہر ایک اس ارشاد مبارک کو سُن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اتفاق کرتا نظر آ رہا تھا۔ (واللہ اعلم)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سُن کر بھی حباب بن منذرؓ اپنے خیال پر ہی قائم رہے۔ اور جواباً کہا۔ "اے انصار ہمت سے کام لو قریش کی بات نہ سنو۔ تم لوگوں نے ہی اپنی تلواروں سے اسلام کو شوکت بخشی ہے۔ تم لوگ ہی اسلام کو پناہ دینے والے ہو۔ اللہ کی قسم خلافت کے تم ہی سب سے زیادہ حقدار ہو۔ اب اگر تم چاہو تو اسلام کو اسکی شان وشوکت سے محروم کر سکتے ہو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فقرے سنے تو فرمایا۔ "اگر تم لوگوں نے اس قسم کی کوشش کی تو اللہ تمہیں ہلاک کر دے گا۔ "اس پر حباب بن منذر نے کہا۔ اللہ ہمیں نہیں تمہیں ہلاک کرے گا۔" (واللہ اعلم)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطاب

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اب تک خاموش بیٹھے سب کی باتیں سُن رہے تھے۔ یہ حالات

دیکھتے ہوئے وہ اُٹھے اور لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ انکا ارشاد نہایت ہی مختصر مگر اس قدر پُر اثر تھا کہ لوگوں کی کیفیت کو ہی یکسر بدل کر رکھ دیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

"اے انصار! تم ہی وہ لوگ تھے جنھوں نے دین اسلام کی نصرت وحمایت کے لیے سب سے پہلے اپنے آپ کو پیش کیا۔ اپنی جان ومال، اولاد دین پر قربان کرنے کو تیار ہوئے۔ اب تم لوگ ہی سب سے پہلے اس کو تباہ وبرباد کرنے پر تلے ہو۔"

حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مختصر تقریر جو بظاہر چند فقرے تھے انکا بنوخزرج کے سردار حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بے حد اثر ہوا۔ وہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور حاضرین سے یوں خطاب کیا۔

"اے انصار اللہ کی قسم اس میں شک نہیں کہ ہم لوگوں کو مشرکین سے جہاد کرنے اور دین میں سبقت حاصل کرنے کے سلسلے میں مہاجرین پر فضیلت حاصل ہے۔ مگر ہم نے یہ سب کچھ محض اللہ کی رضا حاصل کرنے اور اپنے نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور اپنے نفس کی اصلاح کے لیے کیا تھا۔ اس لیے اب ہمیں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ ہم ان باتوں کی وجہ سے فخر کا اظہار کریں۔ اور اُن دینی خدمات کے بدلے دنیا کے مال اور جاہ وحشمت کو طلب کریں۔ ہماری اس محنت کی جزا ہمیں اللہ ہی دے گا اور وہ ہمارے لئے کافی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش ہی میں سے تھے۔ اور آپ علیہ السلام کی قوم ہی اس منصب کی حق دار ہے۔ اللہ نہ کرے کہ ہم لوگ اس بارے میں ان سے جھگڑا کریں۔ اس لیے اے انصار تم اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ مہاجرین کی مخالفت مت کرو اور نہ ہی ان لوگوں سے جھگڑا کرو۔"

حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ بن خلاص بن زید بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج الانصاری) کی تقریر سُن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصار کی طرف گہری نظر سے دیکھا تاکہ معلوم کر سکیں کہ لوگوں پر اس تقریر کا کیا اثر ہوا ہے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ قبیلہ اوس کے لوگ آہستہ آہستہ ایک دوسرے کو کچھ کہہ رہے ہیں۔ اُدھر قبیلہ خزرج کے لوگوں کے چہرے بھی بتا رہے تھے کہ ان کے دلوں پر حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر نے بڑا اثر کیا ہے۔ اُن لمحات کو فیصلہ کن خیال کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا "اے انصار تفرقے سے خبردار رہو اور آپس میں اتحاد رکھو" پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن جراح یعنی ابوعبیدہ (عامر) بن عبداللہ بن الجراّح بن ہلال بن اُہیب بن ضبہ

بن الحارث بن فہر القرشی الفہری) جو وہاں تشریف فرما تھے۔ اُن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "ان دونوں میں سے جس کی چاہو بیعت کرلو، تمہارے لئے فائدہ مند ہوگی۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ سُن کر حاضرین میں شور بہت بڑھ گیا۔ ہر ایک کچھ نہ کچھ بولنے لگا۔ اصل میں وجہ یہ تھی کہ سب لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دینی فضیلت اور مقام ومرتبہ سے تو اچھی طرح واقف تھے مگر انکی سختی اور تیز مزاجی سے سب ڈرتے تھے۔ اس لیے ان کی بیعت کے معاملہ میں پس وپیش کر رہے تھے۔ دوسری طرف حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت میں گو اتنی سختی نہ تھی مگر دینی اعتبار سے ان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا مقام ومرتبہ حاصل نہیں تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور
حضرت ابوعبید بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرنا۔

مذکورہ حالات یقیناً انتہائی شدت اختیار کر جاتے۔ مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حالات کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے بلند آواز سے کہا "ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنا ہاتھ آگے بڑھایئے"۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً انکی بیعت کر لی اور کہا۔ "اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم نہیں فرمایا تھا کہ آپ مسلمانوں کی نماز میں امامت کریں۔ اس لیے آپ ہی ہمارے خلیفہ ہیں۔ ہم آپ کی بیعت اس لیے کر رہے ہے کہ آپ ہم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب تھے اور اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا"۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا "اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہاجرین میں سب سے برتر ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیر حاضری میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ اس لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ اور کوئی اس بات کا مستحق نہیں کہ اُسے خلافت کی اہم ذمہ داریاں سونپی جائیں۔ یہ کہنے کے بعد انہوں نے بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لی"۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیات بتانا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب انصار نے یہ کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر قریش میں سے تو اس کے جواب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "اے گروہ انصار تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کی امامت کریں اس لیے اب تم میں سے کون شخص ایسا ہے جو ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر پیش قدمی کرنا پسند کرے۔ انصار نے کہا اللہ کی پناہ کہ ہم ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر پیش قدمی کریں۔"

اسی طرح شمائل ترمذی میں روایت آتی ہے کہ جب انصار میں سے حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے۔ یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین خصوصیات بیان کیں۔ اور پھر فرمایا بتاؤ تم میں سے کسی شخص میں یہ تین خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ خصوصیات یہ بیان فرمائی۔

1- اللہ تعالیٰ نے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لیے قرآن کریم میں

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ

ارشاد فرمایا یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثانی اور یارِ غار فرمایا۔ (سورۃ التوبہ آیت 40)

2- پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صاحب خاص اور محبّ فرمایا۔ ارشاد ہوا۔

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ

(سورۃ التوبہ آیت 40)

3- اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے اپنی معیت خاصہ کا ذکر فرمایا۔ ارشاد ہوا۔

"اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا"۔ بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (سورۃ التوبہ آیت 40)

"اے گروہ انصار یہ تینوں خصوصیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے نص قرآن سے ثابت ہیں۔ اس لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے افضل اور خلافت کے مستحق ہیں"۔

حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر انصار کی بیعت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطاب کے بعد خود اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی 18ھ) نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لی۔ جیسے ہی یہ بزرگ بیعت سے فارغ ہوئے تو قبیلہ بنوخزرج کے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور جلدی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لی۔ بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیعت کرتا دیکھ کر حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا اور انہوں نے کہا۔ "اے بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم نے تو اپنے قبیلے اور قوم کو رسوا کر دیا۔ تمہیں بیعت کرنے کی اس قدر کیا جلدی تھی۔ اس طرح تم نے امارت کے معاملہ میں اپنے عم زاد (یعنی چچیرے بھائی سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بھی مخالفت کر دی ہے"۔

حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات سُن کر حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔ میں نے اپنے قبیلے کو رسوا نہیں کیا اور نہ ہی اپنی قوم کی ناک کاٹی ہے۔ میں یہ بات ہرگز برداشت نہیں کر سکتا کہ میں مہاجرین سے اُنکے اُس حق کے بارے میں جھگڑا کروں جو انکو کسی نے نہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن سماک بن عتیک بن رافع بن امرء القیس بن زید بن عبدالاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس) (المتوفی 16ھ) جو کہ قبیلہ اوس کے سردار تھے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری کارروائی کو بڑے غور سے دیکھ اور سُن رہے تھے۔ انہوں نے اپنا رخ قبیلہ اوس کی طرف پھیر کر اُن سے یوں خطاب کیا۔

"اے گروہ اوس اللہ کی قسم اگر بنوخزرج ایک بار خلافت پر فائز ہو گئے تو پھر اس اعزاز کی بدولت ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تم لوگوں پر سبقت حاصل ہو جائے گی۔ اس لئے آگے بڑھو اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لو اور یوں خزرج کو بیعت کے معاملہ میں کبھی حصہ دار نہ بننے دو"۔ اوس نے اپنے سردار کا کلام سُنا اور سب نے آگے بڑھ کر بیعت کرنا شروع کر دی۔ اُدھر قبیلہ خزرج کے لوگ اپنے سردار بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتوں سے بے حد مرعوب ہو چکے تھے۔ پھر جبکہ ان کے سردار بیعت کر چکے تھے۔ اس لئے اہل قبیلہ بھی آگے بڑھے اور انہوں نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لی۔ اس کے بعد حاضرین کو بیعت کرنے کی اس قدر جلدی تھی کہ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ یوں لوگوں کے اس رش میں ان کو سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی خیال نہ رہا۔ جو بیمار تھے۔ لوگ ان کو روند کر بیعت کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر کچھ لوگوں نے کہا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہارے پاؤں تلے روندے جاتے ہیں۔ اس طرح یہ مرحلہ خوش اُسلوبی کے ساتھ طے پا گیا۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعتراف

حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہوگیا تو اُس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر سنح میں تھے۔ اطلاع ملتے ہی فوراً حاضر ہوئے چہرہ اقدس سے چادر ہٹائی اور رخ پُرنور پر بوسہ دیا۔ پھر صحابہ کرام کو تسلی دی۔ بعد میں اُن کو خبر ملی کہ انصار مدینہ سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہیں۔ یہ خبر سُنتے ہی حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین تیزی سے سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچے۔ وہاں جا کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطاب فرماتے ہوئے۔ انصار کے فضائل ومناقب کے بارے میں جو نازل ہوا تھا سب تفصیلاً بیان فرمائے۔ اُن میں سے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ پھر مزید فرمایا کہ تم لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر لوگ ایک وادی سے چلیں اور انصار دوسری وادی سے چلیں تو میں انصار کی وادی سے چلوں گا''۔ خدا کی قسم اے سعدؓ تم موجود تھے یہ اچھی طرح جانتے ہو کہ ایک دفعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس میں تشریف فرما تھے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ''قریش ہی میری خلافت کے والی اور متولی ہوں گے۔ ان میں اچھے اچھوں کے تابع ہیں اور برے بُرے کے تابع ہیں'' اس پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سچ کہا ہم وزراء ہیں اور تم ہی امراء ہو۔"

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے جس میں صراحتاً موجود ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قسم دے کر فرمایا کہ تمہاری موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''امر خلافت کے حق دار قریش ہوں گے''۔ سعد رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا "لقد صدقت" اور یوں فرمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات کی تصدیق کی۔

ایک روایت میں آتا ہے جس کو محمد حسین ہیکل نے اپنی کتاب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تحریر کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ جب سقیفہ بنی ساعدہ میں موجود سب لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کے لئے ہجوم کر دیا تو اُس ہجوم میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاؤں تلے روندے گئے۔ بیعت کے بعد لوگ اُن کو اُٹھا کر اُن کے گھر لے گئے ۔ جہاں انہوں نے اپنی زندگی کے بقایا ایام خاموشی اور تنہائی میں گزارے۔ اُن سے کہا گیا کہ " آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لیں کیونکہ تمام مسلمانوں اور خود آپ کی قوم نے بھی اُن کی بیعت کر لی ہے "۔ مگر انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا۔

" خدا کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا جب تک میرے ترکش کا آخری تیر تم پر وار کرنے میں ختم نہ ہو

جائے۔ میرے نیزے کا پھل تمہارے خون سے سرخ نہ ہوجائے۔ میری تلوار کے جوہر نمایاں نہ ہوجائیں اور میں اپنے اہلِ خاندان اور پیروکاروں کے ہمراہ تم سے جنگ نہ کرلوں"۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس گفتگو کا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم ہوا تو اُس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "اب سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُس وقت تک نہیں چھوڑنا چاہیئے جب تک اُن سے بیعت نہ لے لی جائے"۔

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس خیال سے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اختلاف کرتے ہوئے عرض کیا۔ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار حد سے بڑھ چکا ہے۔ وہ لڑ کر مرجائیں گے۔ مگر بیعت نہیں کریں گے۔ پھر وہ اُس وقت تک قتل نہیں ہوسکتے۔ جب تک اُن کے بیٹے۔ اہل خاندان اور تمام مددگار اُن پر نثار نہ ہوجائیں۔ اس لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو چھوڑ دیں۔ انکو چھوڑنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ کیونکہ انکی حیثیت اب فردِ واحد سے زیادہ نہیں ہے"۔ روایت میں آتا ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ کے بعد نہ تو کبھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نمازوں میں شریک ہوئے اور نہ اُن سے کبھی بات کی یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوگیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام (دمشق کے قریب حوازن) چلے گئے اور 15ھ میں وہیں ان کا انتقال ہوا۔ "واللہ اعلم"

بیعت پر انصار کا ہمیشہ قائم رہنا۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں جب انصار نے قریش کے حق میں خلافت سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہوئے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تو پھر یہ لوگ ہمیشہ اس بیعت پر قائم رہے اور بعد میں کبھی بھی خلافت کی خواہش نہ کی۔ تاریخ شاہد ہے کہ خلفاءِ راشدین کے زمانہ میں ہر ایک کی بیعت کی پھر جب سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (40ھ۔61ھ) کے درمیان اختلاف ہوا تو انصار بیعت کے سلسلے میں کبھی دخیل نہ ہوئے۔ اس اختلاف کے موقعہ پر اگر وہ چاہتے تو حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انصار کی بیعت کا معاملہ اٹھا سکتے تھے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ ہمیشہ قریش کی خلافت پر ہی متفق رہے۔ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وَآلِہٖ وسلم کے اس ارشادِ گرامی اور وصیت پر عمل کرتے ہوئے مہاجرین کے زیرِ سایہ سکون کی زندگی بسر کرتے رہے۔

وصیت مبارکہ کے الفاظ شریفہ

ترجمہ:۔ ''اے مہاجرین انصار سے ہمیشہ اچھا سلوک کرنا کیونکہ عرب کے اور قبیلوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا

جائے گا لیکن انصار کی تعداد میں اضافہ نہیں ہوگا۔ میں نے ان لوگوں میں ہی پناہ لی تھی اس لیے تم بھی ان پر احسان کرنا اور انکی برائیوں سے درگزر کرنا"

بیعت عامہ

سقیفہ بنی ساعدہ میں موجود صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لی یہ دوشنبہ 12 ربیع الاوّل کی شام کا وقت تھا۔ اسی روز سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہوا تھا۔ دوسرے روز یعنی بروز منگل 11 ہجری 13 ربیع الاول تھی سب انصار و مہاجرین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین مسجد نبوی میں جمع ہوئے تاکہ سقیفہ بنی ساعدہ میں ہونے والی بیعت خاصہ کو اب بیعت عامہ کی شکل دی جا سکے۔ اس روز سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضرین سے مختصر مگر جامع خطاب فرمایا۔ اس دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش تشریف فرما رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطاب

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم بن موسیٰ نے ہمیں بتایا کہ ہشام نے معمر سے زہری کے حوالہ سے ہمیں بیان کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بتایا کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی میں منبر پر تشریف فرما ہوئے تو میں نے انکا خطبہ سنا یہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کا دوسرا دن تھا اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش تھے اور کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں چاہتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے آخری آدمی تک زندہ رہتے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال پا چکے ہیں اللہ تعالیٰ نے انکو تمہارے درمیان نور بنایا تھا۔ جس سے تم ہدایت پاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت دی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی اور دو میں سے دوسرے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہارے امور کے بارے میں سب مسلمانوں سے زیادہ حقدار ہیں۔ اور انہوں نے آکر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی۔ جبکہ ایک گروہ پہلے ہی بنی سقیفہ بنی ساعدہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر چکا تھا باقی عوام نے منبر پر انکی بیعت کی۔

دوسری حدیث میں محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ زہری نے مجھ سے بیان کیا کہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بتایا کہ جب سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت ہوئی تو دوسرے روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی میں خطاب کیا۔ حمد وثنا کے بعد فرمایا۔

"اے لوگو گزشتہ روز میں نے جو بات تم سے کہی تھی اس کا ذکر نہ تو قرآن کریم میں ہے اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم کی کوئی وصیت ہے۔ (اس بات سے انکا اشارہ گزشتہ روز اپنے اس بیان کی طرف تھا جب انہوں نے تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا تھا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما چکے ہیں میں اس تلوار سے اسکی گردن اڑا دوں گا۔) بلکہ وہ میرا ذاتی خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے آخری آدمی ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم میں اپنی آخری کتاب باقی رکھی ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت حاصل فرمائی۔ پس اگر تم اس کتاب کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو اللہ تمہیں ہدایت عطا فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے بہترین آدمی پر متفق کر دیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی اور غار میں دو کے دوسرے تھے۔ اس لیے کھڑے ہو جاؤ اور انکی بیعت کرو"۔ خطاب کے بعد لوگ اٹھے اور انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی۔ یہ بیعت عامہ تھی جبکہ سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت میں خاص خاص لوگ شامل تھے یعنی وہ بیعت خاصہ تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ منبر پر تشریف فرما ہوں۔ انہوں نے منبر پر بیٹھنے سے تامل فرمایا مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بار بار اصرار کرنے پر وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور پھر لوگوں نے انکے ہاتھ پر عام بیعت کی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلا خطبہ خلافت

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر رسول پر اُس جگہ نہ بیٹھے جہاں فخر کونین تاجدار عرب وعجم حضور سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوا کرتے تھے بلکہ اُس سے ایک درجہ نیچے والی سیڑھی پر تشریف فرما ہوئے۔ عام لوگوں سے بیعت لی اور پھر خطبہ ارشاد فرمایا۔

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ زہری نے مجھے بحوالہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتایا۔ وہ کہتے ہیں کہ بیعت عامہ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطاب فرمایا۔ حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا "اے لوگو! مجھے تمہارا والی بنایا گیا ہے۔ حالانکہ میں تمہارا بہترین آدمی نہیں ہوں۔ اس لئے اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر غلط کام کروں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ صدق۔ امانت ہے جبکہ جھوٹ خیانت ہے۔ اور تمہارا کمزور آدمی میرے نزدیک طاقتور ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کی امانت اس کو نہ دلا دوں۔ اور تمہارا طاقتور آدمی میرے نزدیک کمزور ہے جب تک اُسکے ذمہ جو حق ہے وہ وصول نہ کرلوں۔ انشاء اللہ۔ جو قوم اللہ کے راستے میں جہاد کو چھوڑ دیتی ہے اُس قوم پر اللہ ذلت ورسوائی اور خواری مسلط کر دیتا ہے۔ جس قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے اللہ تعالیٰ اُس پر مصیبت عام کر دیتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو۔ اور اگر میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت کرنا واجب نہیں۔ اب نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تم پر رحم فرمائے"

وضاحت طلب سوال

اس خطبہ مبارک میں ایک امر وضاحت طلب ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ "مجھے تمہارا والی بنادیا گیا ہے حالانکہ میں تمہارا بہترین آدمی نہیں" اس سے کیا مراد ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فقرہ عجز وانکساری کے لئے استعمال فرمایا تھا۔ ورنہ بلاشک وشبہ اس بات پر اجماع اُمت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل و بہترین آدمی ہیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے بارے میں ذاتی رائے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے بارے میں اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال آتا ہو کہ وہ ذاتی طور پر خلافت کو حاصل کرنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے یہ سب کچھ کیا۔ تو ہم یہاں انکی خلافت کے بارے میں یعنی خلافت کا عہدہ سنبھالنے کے بارے میں انہیں کی ذاتی رائے تحریر کررہے ہیں جو کہ سیرت کی مستند کتب اور مغازی وحدیث میں موجود ہے۔ اُمید ہے اس کو پڑھ کر جس کسی کے ذہن میں ایسا خیال آیا ہو نہ صرف وہ خیال ہی ختم ہوجائے گا بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اُسکی ذات محبت اور خلوص میں بھی اضافہ ہوگا۔ انشاءاللہ۔

حضرت امام حاکم اپنی مستدرک اور موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"خطب ابو بکر فقال واللہ ما کنت حریصا علی الا مارة یوما ولیلة قط ولا کنت راغبًا و لاسئالتھا اللہ فی سر وعلانیة ولکنیٰ اشفقت من الفتنة و مالی من الامارة من راحة لقد قلدت امرا عظیما مالی به من طاقة ولا یدالا بتقویة اللہ"

ترجمہ: ''حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خطبہ میں فرمایا۔ خدا کی قسم میں امارت اور خلافت کا کبھی بھی خواہشمند نہیں ہوا۔ نہ دن کے وقت اور نہ رات کو اور نہ ہی کبھی اس طرح مائل ہوا اور نہ ہی حق تعالیٰ سے اعلانیہ یا پوشیدہ طور پر میں نے کبھی امارت کی دعا مانگی۔ البتہ مجھے یہ ڈر ہوا کہ کوئی فتنہ نہ کھڑا ہوجائے۔ اس لیے بادل نخواستہ میں نے امارت کو قبول کرلیا۔ اور مجھے امارت میں کوئی راحت نہیں میری گردن پر ایک عظیم بوجھ ڈالا گیا جس کو اٹھانے کی اپنے اندر طاقت نہیں پاتا۔ مگر یہ کہ اللہ میری مدد فرمائے۔"

حضرت علی وحضرت زبیر رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی بیعت

مسجد نبوی میں جب سب لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر چکے۔تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پورے مجمع پر ایک گہری نظر ڈالی اور حضرت علی وحضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہاں موجود نہ پایا۔فرمایا میں اس جگہ علی اور زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو نہیں دیکھ رہا ان کو بلاؤ۔مسجد میں سے کچھ لوگ اُٹھ کر گئے اور حضرت علی و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلا کر لائے۔جب وہ تشریف لے آئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی وداماد اور پھوپھی زاد کیا آپ لوگ مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں۔"انہوں نے جواب دیا اے خلیفہء رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم مسلمانوں میں ہرگز تفرقہ نہیں ڈالنا چاہتے اور پھر فرمایا۔

"ہمیں اور کسی بات کا افسوس نہیں صرف اس بات کا رنج ہے کہ خلافت کے مشورہ میں ہمیں شریک نہیں کیا گیا۔باقی ہم یقین کے ساتھ یہ بات جانتے ہیں کہ خلافت کے سب سے زیادہ حق دار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں۔کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یار غار ہیں اور ہمیں ان کا فضل وشرف اور انکی بھلائی اچھی طرح معلوم ہے۔تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی زندگی مبارکہ میں ہی امام مقرر کیا تاکہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔"

علامہ علی ابن برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ''سیرۃ حلبیہ'' میں ''حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے فیاضانہ پیشکش کے عنوان سے تحریر کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا کہ اگر اس معاملے کو کچھ دیر ٹالا جاتا تو فتنے کا ڈر تھا اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:۔

''لوگو! یہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن ابوطالب موجود ہیں۔ان کے گلے میں بیعت کا طوق نہیں ہے اور یہ اپنے معاملے میں آزاد اور بااختیار ہیں۔تم سب بھی (اگرچہ بیعت کر چکے ہو مگر) اپنی بیعت کے معاملے میں آزاد ہو۔اگر خلافت کے معاملے میں تم لوگ میرے سوا کسی اور کو موزوں سمجھتے ہو تو میں پہلا آدمی ہوں گا جو اُس کے ہاتھ پر بیعت کروں گا۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیسے ہی یہ بات سُنی ان کے دل میں جو کچھ شکوہ تھا دور ہو گیا اور انہوں نے فوراً کہا ''ہرگز نہیں۔ہم آپ کے سوا دوسرے کسی شخص کو بھی اس منصب کے لئے موزوں نہیں سمجھتے۔اپنا ہاتھ بڑھائیے''

ایک روایت میں آتا ہے کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا" کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا پھر ہم کیوں نہ ان کو اپنی دنیا و دین کے لیے پسند کریں۔" یہ فرما کر ان دونوں بزرگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرلی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں بزرگوں سے فرمایا کہ "میں معذرت چاہتا ہوں خدا کی قسم مجھے امارت کی کبھی بھی ذرہ برابر نہ لالچ تھی۔ نہ کبھی دل میں اس عہدے سے پیار ہوا اور نہ ہی کبھی اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ یا ظاہری طور پر امارت حاصل کرنے کی دعا کی۔ مجھے صرف یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ اگر میں نے تمہاری آمد کے انتظار میں اس معاملہ کو تاخیر میں ڈال دیا تو کہیں اُمت محمدیہ (مسلمانوں) میں کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے۔"

ایک اور روایت میں آتا ہے جسے ابوحبان نے ابوسعید خدری کے حوالے سے صحیح کہا ہے۔ اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ "حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع ہی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرلی تھی"۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ دوسرے بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے بھی مروی ہے کہ حضرت علی و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ابتدا میں ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرلی تھی۔ ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی روایت کو حاکم نے مستدرک میں ابوداؤد۔ ابن سعد۔ ابن شیبہ۔ ابن جریر طبری۔ امام بیہقی۔ اور ابن عساکر وغیرہ نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے اگر تفصیلی مطالعہ کی ضرورت ہو تو مذکورہ کتب سے رجوع فرما سکتے ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھ ماہ بعد سیدہ خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہو گیا۔ اُنکے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرلی۔ یہاں علماء محققین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے بخاری کی روایت کو ترجیح دی ہے جیسے امام بیہقی نے ابن حبان والی روایت کو ترجیح دی ہے اور یوں بعض نے دونوں روایتوں میں اسطرح مطابقت پیدا کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بیعت تو ابتداء میں ہی کرلی تھی۔ مگر جب بعد میں وراثت کے مسئلہ پر باغ فدک کا واقعہ پیش آیا اور کچھ رنج و ملال پیدا ہوا پھر سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی علالت کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر مصروف ہو گئے کہ ان کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آنا جانا بہت ہی کم ہو گیا۔ یوں لوگوں کو یہ وہم و شبہ پیدا ہو گیا کہ شاید حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سے راضی نہیں ہیں۔ اس وہم و شبہ کو دور کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عام مجمع میں دوبارہ بیعت فرمائی جو درحقیقت اُنکی پہلی بیعت کی تجدید تھی۔

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایۃ میں لکھتے ہیں" کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع میں ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی وقت بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جدا نہیں ہوئے تمام نمازیں اُنہی کے پیچھے ادا فرماتے رہے"۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبی انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون میں فرماتے ہیں کہ ''ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے آپ کو خلیفہ بنائے جانے کے متعلق کچھ ارشاد فرمایا تھا اگر ایسا ہے تو ہمیں بتلائیے۔ ہمارے نزدیک آپ ہر طرح قابلِ اعتماد ہیں اور ہمیں آپ کے حافظہ اور یادداشت پر پورا بھروسہ ہے۔'' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''نہیں۔ خدا کی قسم! میں ان میں سے ہوں جنہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تصدیق کی۔ لہٰذا میں وہ ہرگز نہیں بنوں گا جو سب سے پہلے حضور علیہ السلام پر جھوٹ باندھے۔ اگر مجھے خلافت کے معاملے میں کوئی وعدہ اور عہد ملا ہوتا تو میں جنگ سے بھی گریز نہ کرتا چاہے میرے ساتھ اس چادر کے سوا کچھ بھی نہ ہوتا۔ اور میں بنی تمیم کے بھائی یعنی ابوبکر اور عمر ابن خطاب رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو اس طرح نہ چھوڑتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے بلکہ میں خود اپنے ہاتھ سے ان کے ساتھ جنگ کرتا''۔

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وحضرت ابوبکر صدیق رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے درمیان گفتگو

صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے " کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ میرے گھر تشریف لائیں مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیلے ہوں دوسرا کوئی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ نہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو اُنہوں نے عرض کیا خدا کی قسم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیلے مت جائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں اکیلا ہی جاؤں گا۔ کیونکہ مجھے یقین ہے وہ میرے ساتھ کچھ نہیں کریں گے۔ اسطرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیلے ہی سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا۔

"اے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل وشرف کو بڑی اچھی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اور جو خیر اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف لایا ہے ہمیں اس پر ذرہ برابر شک اور حسد نہیں (خیر سے اُن کی مراد خلافت تھی) مگر ہمیں اس بات کا شکوہ ہے کہ خلافت کا معاملہ ہم سے بغیر صلاح ومشورہ کے اکیلے ہی طے کرلیا۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی قرابت کی وجہ سے مشورہ میں ہمارا بھی حق ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قسم کے شکوے فرماتے رہے اُدھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری

ہو گئے انہوں نے جواب میں فرمایا۔ ''خدا کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابتوں کی مجھے اپنی ذاتی قرابتوں سے زیادہ پاس داری و احساس ہے۔اور یہ مجھے اُن سے زیادہ محبوب ہیں۔اور باغ فدک وبنی نضیر کے سلسلے میں جو باہمی اختلاف پیش آیا میں نے اُس معاملہ میں خیر اور بہتری ادا کرنے میں کسی قسم کی کمی نہیں رکھی۔اور یوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے طریقہ مبارک کو ترک نہیں کیا۔جس طرح حضور علیہ السلام ان احوال کا انتظام فرمایا کرتے تھے میں نے بھی اُسی طرح کیا ہے"۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو سُن کر کہا میرا یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وعدہ ہے کہ زوال کے بعد بیعت کے لیے حاضر ہوں گا۔ چنانچہ ظہر کی نماز کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسب وعدہ مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے بعد منبر پر جلوہ گر ہوئے خدا کی حمد وثناء کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان بیان کی اور پھر بیعت کرنے میں تاخیر کی وجہ بھی ارشاد کی پھر منبر شریف سے نیچے تشریف لے آئے۔

اس کے بعد سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور حمد وثنا کے بعد سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل اور حقوق بیان فرمائے اور پھر انکے ہاتھ پر بیعت کی اور یوں ارشاد فرمایا۔

"اے لوگو مجھے بیعت کرنے میں تاخیر معاذ اللہ اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ مجھے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خلافت پر کچھ شک تھا اور نہ ہی اس کی یہ وجہ تھی کہ مجھے انکی برتری یا فضیلت سے انکار تھا۔بس اتنی وجہ تھی کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہم سے بھی رائے لینی چاہیئے تھی جو ہمارا حق تھا۔مگر انہوں نے استبداد سے کام لیا اور ہمارے مشورہ کے بغیر ہی خلافت کا معاملہ طے کر لیا۔ اس وجہ سے ہم دلی طور پر رنجیدہ ہوئے''۔ ''مسلمانوں نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ گفتگو سُنی تو وہ خوش ہو گئے کہ اب تمام رنج وگلے جاتے رہے ہیں۔اور یوں خداوند کریم نے اپنے دین کو ان تمام بزرگوں کے ایک مطابقت رائے پر اکٹھے ہو جانے سے مزید تقویت عطا فرمائی''

مذکورہ روایات کو پڑھ کر یہ حقیقت نہایت وضاحت کے ساتھ کھل کر سامنے آجاتی ہے۔کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اور خلافت کے بارے میں ذرہ برابر کسی قسم کا شک وشبہ نہ تھا اور نہ ہی وہ خلافت صدیقی سے ناراض، حاسد یا رشک رکھتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت اپنی مرضی سے فرمائی۔ان پر کسی قسم کا کوئی دباؤ یا وزن نہیں تھا۔جو بھی شکوہ وشکایت تھی وہ صرف محبت اور تعلق کی بنا پر تھی۔کیونکہ یہ امر مسلم ہے کہ انسان کو اپنوں سے شکایت

ہوتی ہے غیروں سے نہیں جس کا ثبوت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیش کیا۔ مذکورہ روایت سے عیاں ہے کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت سے لبریز تھا اسی لیے انہوں نے فضیلت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیش نظر بیعت فرمائی۔ دوسرا بیعت سے الگ رہنا بطور ناز تھا نا کہ معاذ اللہ بطور حسد ورقابت۔ وہ ہستیاں حسد، بغض وعناد ورقابت وغیرہ سے نہایت ہی بالاتر تھیں ان کے لیے ایسا سوچنا اپنے ایمان کو برباد کرنا ہے۔ پھر حقائق کی نظر سے دیکھا جائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا سقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف لے جانا ہرگز ہرگز بیعت کی غرض سے نہ تھا۔ بلکہ اُن بزرگوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہاں لوگوں کے درمیان جو باہمی نزاع اور کھچاؤ پیدا ہوگیا تھا اس کو رفع کرسکیں۔ پھر سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود کو خلافت کے لیے پیش نہیں فرمایا تھا بلکہ وہاں موجود حاضرین نے اتفاق رائے سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کے لیے مجبور کیا اور پھر بیعت کی۔ اُس حالت میں اگر ایسا نہ کیا جاتا تو نہایت ہی شدید فتنہ وفساد کا اندیشہ تھا۔ یہ تو مسلمانوں کو قیامت تک اُن بزرگوں کا احسان مند رہنا چاہیے جنہوں نے ایسے نازک وقت میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے فیضان نبوی کی دولت کو استعمال کرتے ہوئے حالات کو قابو میں کرلیا۔ اگر یہ بزرگ اُس وقت خاموش تماشائی بن کر الگ تھلگ بیٹھے رہتے تو اسلام میں اتنا زبردست فتنہ وفساد پیدا ہوجاتا جس کا اندازہ آج کا مورخ کر ہی نہیں سکتا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلافت سے دستبرداری کا خیال

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت خاصہ اور بیعت عامہ میں خلافت کی ذمہ داری کو تو سنبھال لیا مگر اُس میں ان کا ذاتی ارادہ ہرگز شامل نہیں تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سب کچھ اُمت میں فتنہ وفساد اور اختلاف کو روکنے کیلئے قبول کیا۔ مگر دل میں بار بار خیال آتا رہا کہ تو نے اس گراں بار امانت کو کیوں قبول کرلیا اس خیال کے آتے ہی وہ رنجیدہ ہوجاتے۔ آخر وہ اپنے گھر میں ہی بیٹھ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دیکھ کر خدمت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضر ہوئے تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے فرمایا۔ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو نے مجھے اس مصیبت میں پھنسا دیا۔ لوگوں میں فیصلہ کرنا بہت دشوار ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو تسلی دی اور عرض کیا

"فقال له عمر رضی الله عنه اوماعلمت ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال ان الوالی اذا اجتهد فاصاب الحق فله اجران وان اجتهد فاخطأ الحق فله اجرو احد فكانه سهل علی ابی بكر رضی الله عنه .ابن راهويه وخيثمة فی فضائل الصحابة هب كنزالعمال . جلد. 3.صفحه.135. كتاب الخلافة"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد معلوم نہیں کہ اگر والی اجتہاد کرے اور صواب کو پہنچے تو اس کے لئے دواجر ہیں۔ اور اگر اجتہاد میں خطا ہو جائے تو اس لیے ایک اجر ہے۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بوجھ ہلکا ہوا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت کی بیعت لینے کے بعد تین روز تک گھر میں ہی دروازہ بند کر کے تشریف فرما رہے۔ نماز کے وقت مسجد میں تشریف لاتے۔ اور منبر نبوی پر بیٹھ کر فرماتے۔

"ايهاالناس قدا قتكم بيعتكم فبايعوامن اجبتم كل ذلک يقوم اليه علی بن ابی طالب فيقول لا والله لا نقيک ولاتستقيلک من ذالذی يوخرک وقد قدمک رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم"

''اے لوگو میں تمہاری بیعت واپس کرتا ہوں تم جس سے چاہو بیعت کرلو۔ بار بار فرماتے ہر بار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب کھڑے ہو جاتے اور جواب دیتے خدا کی قسم یہ ہرگز نہیں ہوسکتا ہم نہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس کریں گے اور نہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واپس لیں گے۔ کون ہے جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیچھے ہٹائے جبکہ حضور علیہ السلام نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگے کیا"۔

1- از: طبقات ابن سعد جلد۔2۔صفحہ 310,311,312,313,314,315
2- سیرت النبی کامل از: ابن ہشام۔جلد۔2۔صفحہ۔ 806 to 813
3- از: زرقانی۔جلد۔8۔صفحہ۔274
4- از: صحیح بخاری شریف۔جلد۔2۔باب بعد از وصال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
5- از: البدایہ والنہایہ۔جلد۔5۔صفحہ۔626 تا635
6- از: کنز العمال۔جلد۔3۔صفحہ۔ 13,135,139
7- از: کنز العمال۔جلد۔2۔صفحہ۔ 219
8- از: کنز العمال۔جلد۔3۔صفحہ۔ 137
9- فتح الباری۔جلد۔7۔صفحہ۔25

-10 انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون۔جلد۔2۔صفحہ۔360-358۔ جلد 4 صفحہ 535
-11 شرح الشمائل۔جلد۔2۔صفحہ۔221
-12 فتح الباری۔جلد۔7۔صفحہ۔379-378
-13 از: مدارج النبوت۔جلد۔2۔صفحہ۔698 - 697
-14 ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ از: ڈاکٹر محمد حسین ہیکل ۔جلد۔اول۔صفحہ۔90-70 وغیرہ

خلافت کے بارے میں کوئی نص موجود نہیں

گزشتہ صفحات میں مستند کتب کے حوالہ جات کی روشنی میں جو بیانات گزر چکے ہیں ان سے ہر ذی عقل کو آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ انصار و مہاجرین کا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر اجماع اصل میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان مبارکہ کی عیاں دلیل ہے۔جس میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا کہ "اللہ اور مومنین ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی کو قبول کریں گے"

یہ بات بھی واضح ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت میں سے کسی شخص کے بارے میں بھی خلافت کی وصیت نہیں فرمائی تھی۔نہ ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اور نہ ہی سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں۔البتہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ایک قوی اشارہ ضرور فرمایا تھا جس کا ہم اُوپر ذکر کر چکے ہیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہشام بن عروہ کی حدیث موجود ہے جو ان کے باپ کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔فرمایا جب سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا۔

"الا تستخلف یا امیر المومنین فقال ان استخلف فقدا ستخلف من ھو خیر منی یعنی ابابکر وان اترک فقد ترک من ھو خیر منی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

"اے امیر المومنین کیا آپ کسی شخص کو اپنا خلیفہ مقرر نہیں کریں گے؟ فرمایا اگر میں خلیفہ مقرر کروں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مجھ سے بہتر تھے انہوں نے وفات کے وقت کسی کو خلیفہ مقرر کیا تھا۔اگر میں کسی کو خلیفہ نہ بناؤں تو آپ (علیہ السلام) نے بھی خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

اسی طرح جب وصال کے وقت سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنا

خلیفہ مقرر فرمادیں تو انہوں نے ارشاد فرمایا:

"الا لستخلف علینا فقال ما استخلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فا ستخلف ولکن ان یرد اللہ باالناس خیرا فسیجمعهم بعدی علی خیر هم کما جمعهم بعد نبیهم علی خیر هم اخرجه البیهقی واسناده جید.

''اے امیر المومنین آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم پر کسی کو خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا پس میں کیوں بناؤں ۔ لیکن اگر اللہ کا ارادہ لوگوں کے ساتھ خیر کا ہوگا تو وہ میرے بعد لوگوں کو کسی بہتر آدمی پر متفق فرمادے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد لوگوں کو ایک بہترین خلق یعنی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر متفق کردیا''

''یہ حدیث امام بیہقی سے مروی ہے اور اس کی اسناد نہایت جید ہیں''

گو جو احادیث ہم بیان کرنے جارہے ہیں وہ اس سے پہلے بھی تفصیل کے ساتھ بیان ہوچکی ہیں مگر یہاں ان احادیث کا دوبارہ بیان کرنا ہماری اس دلیل کو بالکل واضح کردے گا کہ خلافت کے بارے میں کوئی نص موجود نہیں ہے۔

" صحیح بخاری نے زہری کی حدیث سے عبداللہ بن کعب بن مالک سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ''جب حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ شریف سے باہر نکلے تو ایک آدمی نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس حال میں صبح کی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا۔ خدا کے فضل سے آپ علیہ السلام نے اچھی حالت میں صبح کی ہے۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم تم تین دن بعد لاٹھی کے غلام ہوگے۔ اور میں بنی ہاشم کے چہروں سے موت کو پہچان لیتا ہوں۔ اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر موت کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ پس ہمیں آپ علیہ السلام کے پاس لے چلو اور ہم آپ علیہ السلام سے دریافت کرلیں کہ بعد میں کون خلیفہ ہوگا۔ اگر خلیفہ ہم میں سے ہو تو ہم اُسے جان لیں گے اور اگر غیروں میں سے ہو تو اُس کے بارے میں ہمیں حکم فرمادیں گے۔ اور ہمیں وصیت فرمادیں گے۔

"حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا خدا کی قسم اگر آپ علیہ السلام نے ہمیں اس سے روک دیا تو لوگ آپ علیہ السلام کے بعد ہمیں اسے کبھی نہیں دیں گے۔ اس لئے میں یہ بات دریافت نہیں کروں گا۔"

صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عون کی حدیث سے ابراہیم التیمی سے بحوالہ اسود مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا وصی مقرر فرمایا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں یہ بات کون کہتا ہے۔ آخری وقت میں حضور علیہ السلام کو میں اپنے سینے سے لگائے بیٹھی تھی کہ اسی حالت میں وصال شریف ہو گیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں وصیّت فرمائی۔

صحیح بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص یہ گمان کرے یا کہے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ کے علاوہ یا اس صحیفہ کے علاوہ جس میں دیت وغیرہ کے احکامات ہیں کوئی اور کتاب اور کوئی وصیت نامہ ہے تو وہ بالکل جھوٹ بولتا ہے"۔

ہم نے صحیح احادیث مبارکہ اُوپر بیان کر دی ہیں جس کی روشنی میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ خلافت کے بارے میں کوئی نص موجود نہیں ہے۔ پھر کسی کا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی وصیت کی تھی کیا معنی رکھتا ہے۔ اگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلافت کیلیے نامزد فرمایا ہوتا تو یہ بات قطعی ناممکن تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اس فرمان مبارک پر عمل نہ کرتے اور پھر صحابہ کرام بھی وہ جنہوں نے اپنا مال، اولاد، عزیز و اقارب اور اپنی جانوں تک کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابرو مبارک کے ایک اشارہ پر قربان کر دیا ایسی برگزیدہ ہستیوں کے بارے میں یہ بدگمانی کرنا کہ ان لوگوں نے جان بوجھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت مبارکہ کو قبول نہ کیا۔ اصل میں قرآن کریم فرقان حمید کی کھلی نافرمانی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا یہ پاک کلام ان بزرگ ہستیوں کی تعریف و توصیف سے بھرا ہوا ہے۔

اگر سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے بارے میں کوئی نص موجود ہوتی تو اس کو چھپا لینا ممکن ہی نہیں تھا۔ وہ نص مجلس میں ضرور پیش کی جاتی۔ اس کی عیاں مثال سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حدیث نبوی "لائمة من قریش" فرمانا ہے۔ جس کو سُن کر انصار خلافت کے دعویٰ سے فوراً رک گئے اور انہوں نے اطاعت کرتے ہوئے اپنی امارت کا خیال ہی ترک کر دیا پھر ہمیشہ اُسی پر قائم رہے۔

پھر عقلی بات ہے اگر خلافت پر کوئی نص ہوتی تو سقیفہ بنی ساعدہ کی مجلس میں کوئی تو اُٹھ کر یہ کہتا کہ تم لوگ آپس میں کیوں لڑ رہے ہو جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو حیات مبارکہ میں ہی فلاں شخص کو اپنا خلیفہ بنانے کی وصیت فرما چکے ہیں۔ کتب سیر، احادیث مبارکہ اور تاریخ اسلام اس بات کی گواہ ہیں کہ یہ جملہ کسی نے بھی نہیں کہا جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ خلافت کے بارے میں کوئی نص موجود ہی نہیں تھی۔ اس لئے کسی کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصی کہنا کُھلا جھوٹ اور فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف غلط بات منسوب کرنا ہے جو کہ بلاشک وشبہ ناقابل معافی ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلافت کے بارے میں اگر سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں وصیت فرمائی ہوتی تو انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں یہ تجویز ہرگز نہ دیتے کہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم

میں سے کیوں کہ وہاں تو جلسہ ہی خلیفہ کے چناؤ کے بارے میں ہو رہا تھا۔ مگر کسی وصیت کا ذکر نہ کیا۔ پھر اگر سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس اپنی خلافت کی کوئی نص یا وصیت موجود ہوتی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو مجلس میں ضرور پیش فرماتے۔ پھر اگر انکی بات کوئی نہ مانتا تو وہ منکرین سے جہاد کرتے وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے یا کوئی اور جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قتال کیا تھا۔ پھر خصوصاً جب ابوسفیان نے اُن سے کہا کہ ''اے علی اپنا ہاتھ بیعت کے لئے آگے بڑھاؤ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ اور اگر تم چاہو تو ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مقابلہ میں میدان سواروں اور پیادہ فوج سے بھر دوں گا"۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سُن کر نہایت سختی سے جواب دیا کہ ''جاؤ مجھے تمہاری نصیحت کی ہرگز ضرورت نہیں ہے تم مسلمانوں میں فتنہ وفساد برپا کرنا چاہتے ہو''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد پر غور کریں تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو حق پر مبنی سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی خلافت کے خلاف بولنے والے کو سختی سے یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ تم فتنہ اور فساد برپا کرنا چاہتے ہو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لقب اسد اللہ الغالب پر اجماع اُمت ہے۔ اگر اسد اللہ الغالب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو برحق نہ سمجھتے تو ہر حال میں اُنکے ساتھ جنگ کرتے جس طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جنگ کی۔ کیونکہ ناانصافی اور اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ حق حاصل کرنے کے لیے قتال کرنا ہی اسد اللہ الغالب کی شان ہے۔ اور اگر اعداء اللہ سے جنگ نہ کی جائے تو یہ بزدلی اور پرلے درجہ کی ایمانی کمزوری ہے۔ اب کتب سیر یا تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو کیا آپ کو کہیں ایسا کوئی واقعہ ملتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جنگ کی ہو۔ ہرگز ایسا نہیں ہوا۔

اس کے علاوہ اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلافت حضرت ابوبکر حضرت عمر وحضرت عثمان رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پر خاموش رہنا کسی خاص وجہ یا لاچاری اور مجبوری کی وجہ سے تھا۔ تو پھر لاچار اور مجبور انسان امارت و خلافت کا کسی بھی حال میں حقدار نہیں ہو سکتا۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان ہی کم نہیں کرتے بلکہ ایسی برگزیدہ ہستی کی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں جو یقیناً نہایت ہی قابل افسوس اور ناقابل معافی عقیدہ ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو ایسے بدعقیدہ سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قدرت وطاقت رکھتے ہوئے بھی اپنی خلافت کی نص یا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کو ظاہر نہیں کیا بلکہ تقیہ کیے رکھا تو یہ بزدلی کی نشانی ہے۔ اور نفاق بھی۔ کیا کوئی باشعور مسلمان اسد اللہ الغالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہستی سے ایسے عمل کی توقع رکھ سکتا ہے۔ تقیہ پر یقین رکھنے والے لوگوں کو جان لینا

چاہیے کہ بزدل اور منافق شخص کبھی خلیفہ ہو ہی نہیں سکتا تو پھر ان کا یہ عقیدہ کیا ہوا اور کہاں گیا۔

پھر اس سلسلے میں اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلے تینوں خلفاء کیساتھ رہ کر زندگی بسر فرمانا۔ مسجد میں اُن بزرگوں کے پیچھے نمازیں پڑھنا۔ ہر دینی معاملہ میں اُن بزرگوں کی مکمل پیروی کرنا یہ تمام اعمال تقیہ کی بنا پر سرانجام دے رہے تھے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد خلافت میں بھی خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی شان خطبہ دیتے وقت کیوں بیان فرمایا کرتے تھے۔ یہاں بھی اگر کوئی یہ کہے کہ وہ تقیہ کیا کرتے تھے تو عقل انسانی یقیناً حیران و پریشان ہوگی کہ خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے وصال کے بعد بھی ان کا اسقدر رعب اور خوف تھا کہ شیر خدا ان سے ڈرتے ہوئے انکی تعریف بیان کیا کرتے تھے۔ حالانکہ بادشاہت وحکمرانی وخلافت خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھی۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ شیر خدا کے لیے ایسی بات زبان سے نکالی جائے۔ معاذ اللہ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ تو بزدل تھے اور نہ ہی کمزور کہ سوال کرنے والے کی عقل ناقص اور یقین نامکمل کے مطابق عمل کرتے۔

حقیقت یہ ہے جس پر ہمارا الحمد اللہ ایمان کامل ہے کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقیقی اسد اللہ الغالب تھے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ظاہر و باطن شیشہ کی مانند صاف اور یکساں تھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پچیس سال تک خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے دست و بازو رہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں اُن بزرگوں کے ساتھ قدم ملا کر چلتے رہے۔ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ حیدر کرار صاحب ذوالفقار اسد اللہ الغالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں کے غلام بھی یہ شان رکھتے ہیں کہ جس کو دل سے قابل نفرت۔ منافق، بدعقیدہ، غاصب وخائن سمجھیں اس کو ظاہری طور پر سمجھیں۔ اس کی مخالفت سرعام کھل کر کریں۔ کسی قسم کی مصلحت دوراندیشی یا تقیہ وغیرہ سے کام نہ لیں۔ دعا ہے اللہ کریم اپنے حبیب علیہ السلام کے صدقے ہم لوگوں کو سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا سچا پکا عملی جان نثار اور ماننے والا بنائے " آمین ثم آمین "۔

1- از: البدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔436 تا 441
2- کنز العمال۔ جلد۔3۔ صفحہ۔135
3- ایضاً۔ جلد۔3۔ صفحہ۔140
4- انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون (سیرۃ حلبیہ) جلد 6 صفحہ 526 تا 529

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف کس روز ہوا

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بارے میں کہ وہ کب ہوا کسی قسم کا اختلاف نہیں پایا جاتا۔ ہمیں جس قدر احادیث مبارکہ۔ روایات اور تحریر کتب سیر سے دستیاب ہوسکی ہیں یہاں ان کا ذکر بیان کیا جاتا

ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 29 صفر 11ھ یوم چہارشنبہ کو بیمار ہوئے اور 12 ربیع الاول 11ھ کو حضور اکرم اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہوا وہ دوشنبہ کا روز تھا۔

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف 12 ربیع الاول 11ھ بروز دوشنبہ کو ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوشنبہ یعنی پیر (سوموار) کو پیدا ہوئے۔ پیر کو ہی اعلان نبوت ہوا۔ پیر کو ہی مکہ مکرمہ سے ہجرت کی۔ پیر کے روز ہی مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور پیر کو ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہوا۔ 11ھ۔

حضرت امام احمد اور امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور سفیان ثوری عن ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف کس روز ہوا۔ میں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف 11ھ بروز دوشنبہ ہوا۔ یہ سُن کر انہوں نے فرمایا کہ مجھے اُمید ہے میں بھی دوشنبہ (پیر) کو ہی فوت ہوں گا۔ پس حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پیر (سوموار) کے دن ہی فوت ہوئے۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اسود بن عامر نے ہم سے بیان کیا کہ حریم نے ہم سے بیان کیا کہ ابن اسحاق نے عبدالرحمان بن القاسم عن ابیہ عن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کیا وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا وصال شریف 11 ہجری بروز پیر (دوشنبہ) ہوا اور پھر آپ علیہ السلام کو بدھ کے روز دفن فرمایا گیا۔

حضرت ابی بن عباس رحمۃ اللہ علیہ بن سہل نے اپنے والد سے اور انہوں نے اُن کے دادا سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات دوشنبہ کو ہوئی آپ علیہ السلام کو دوشنبہ وسہ شنبہ یعنی (سوموار ومنگل) کا روز گزر جانے پر (بدھ یعنی چہارشنبہ) دفن کیا گیا۔

عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مغازی میں بیان کرتے ہیں۔ اور موسیٰ بن عقبہ نے بحوالہ ابن شہاب بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف زیادہ ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اور حضرت سیدہ خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف پیغام بھیجا اور وہ اکٹھے نہ ہوسکے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہوگیا۔ اُس وقت آپ علیہ السلام حضرت

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سینے کا سہارا لیے ہوئے تھے۔ وہ آپؐ (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی باری کا دن تھا اور یہ واقعہ اُس وقت رونما ہوا جب ربیع الاول کے چاند کیلئے سورج ڈھل جاتا ہے۔

ابویعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ابوخثیمہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعیینہ نے زہری سے بحوالہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے پیر (دوشنبہ یعنی سوموار) کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس پر آخری نگاہ ڈالی۔ آپ علیہ السلام نے حجرہ اقدس کا پردہ اٹھایا اُس وقت لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز ادا کر رہے تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھا گویا وہ مصحف قرآن کا ورق ہے۔ پس اسی روز آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہو گیا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال دوشنبہ کو ہوا۔ آپ علیہ السلام بقیہ روز اور ساری رات اور پھر دوسرے دن تک رکھے رہے یہاں تک کہ پھر اُس رات کو دفن فرمائے گئے۔

مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف 11ھ دوشنبہ کو ہوا اور آپ علیہ السلام چہارشنبہ (بدھ) کو دفن فرمائے گئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ دن ہوا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھا لیے گئے تو مدینہ منورہ کی ہر چیز تاریک ہوگئی۔ ہم نے آپ علیہ السلام کے دفن (کی گرد) سے اپنے ہاتھ بھی نہیں جھاڑے تھے کہ اپنے قلوب کو متغیر پایا (یعنی ہمارے دلوں میں وہ نور نہ رہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں تھا)

واقدی نے بیان کیا کہ کتب سیر میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری کا آغاز بدھ کے روز ہوا جبکہ صفر کی دو راتیں باقی تھیں اور 12 ربیع الاول کو پیر کے دن آپ علیہ السلام نے وصال فرمایا۔ اور اِسی پر محمد بن سعد نے جو اس کے کاتب ہیں جزم کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منگل کے روز دفن کیا گیا۔

محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا وصال شریف 11 ہجری 12 ربیع الاول کو ہوا۔ یہ وہی روز تھا جب آپ علیہ السلام مہاجر بن کر مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ اور یوں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہجرت کے دس سال مکمل فرمائے۔

یعقوب بن سفیان یحییٰ بن بکیر سے بحوالہ لیث بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیر کے روز وفات پائی جبکہ آپ علیہ السلام کو مدینہ منورہ میں ہجرت فرمائے پورے دس سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔

1- از: طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 317-318

2- البدایہ والنہایہ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 443-445

-3 از: مدارج النبوت۔جلد۔2۔صفحہ۔699-700

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل کا بیان

اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ پیر کا روز اور منگل کے دن کا کچھ حصہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت عامہ اور بیعت خاصہ میں گزارا۔ جب سب لوگ خلافت کے اہم ترین مسئلے پر مکمل اتفاق کر چکے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز میں مصروف ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیماری کے ایام میں ہی فرما دیا تھا کہ "مجھے میری اہل بیت میں سے ہی مرد لوگ غسل دیں"۔ اس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ارشاد فرما دیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دینا اہل بیت کرام سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ پھر حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا کہ حجرہ اقدس کا دروازہ غیر اہل بیت کے لیے بند کر دیا جائے۔

یہاں بھی ہم گزشتہ روایت کے مطابق احادیث مبارکہ اور بحوالہ کتب سیر روایات کی مدد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل کا بیان تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ دعا ہے خداوند کریم قبول ومقبول فرمائے۔آمین۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس طرح غسل دیا گیا؟ انہوں نے بتایا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چادر کی مدد سے ایک چھوٹا سا خیمہ تیار کیا یعنی پردہ کیا۔ پس ہم میت یعنی جسم اطہر کو اُس کلہ (خیمہ) کے اندر لائے۔ یاد رہے یہ کلہ (خیمہ) بنانا سنت طریقہ ہے۔ اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس کلہ کے اندر آئے پھر حضرت علی و حضرت فضل بن عباس وحضرت اُسامہ بن زید رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو اُس کلہ کے اندر بلایا۔ اس کے علاوہ حضرت صالح جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ حضور علیہ السلام کے غلام تھے اور شقران ان کا لقب تھا غسل دینے میں شامل تھے۔

عامر سے مروی ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دے رہے تھے جبکہ حضرت فضل بن عباس اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ علیہ السلام کو سنبھالے ہوئے تھے۔

شعبی رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں غسل دیا گیا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ علیہ السلام کو سینے سے لگائے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام کو اس طرح غسل دے رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کُرتا مبارک بدستور آپ علیہ السلام کے جسم مبارک پر ہی تھا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ

عنہما حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانی لا لا کر دے رہے تھے۔

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے والد عباد کے حوالے سے مجھے بیان کیا کہ میں نے سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرماتے سُنا کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل شریف دینے کا ارادہ کیا۔ تو وہ آپس میں کہنے لگے کہ معلوم نہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے مقدسہ بھی اسی طرح جسم اطہر سے الگ کر دیے جائیں جس طرح دوسرے لوگوں کے غسل کے وقت الگ کر دیئے جاتے ہیں یا نہیں یا پھر کپڑوں سمیٹ ہی غسل دیا جائے؟ ابھی اُن لوگوں کی یہ گفتگو جاری تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں پر نیند کو طاری کر دیا۔ اور انکی نیند نے یہ حالت کر دی کہ سب کی ٹھوڑیاں اُنکے سینوں سے آلگیں۔ پھر تھوڑی دیر بعد بیت اللہ شریف کی طرف سے ایک ندا آئی۔ آواز دینے والا کہہ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دیا جائے۔ اس کے بعد نیند کا غلبہ ختم ہو گیا وہ لوگ حضور علیہ السلام کے قریب گئے اور یوں آپ علیہ السلام کو کپڑوں سمیت اس طرح غسل دیا کہ کُرتہ مطہر کے اوپر پانی ڈالتے جاتے اور یوں آپ علیہ السلام کے جسم اطہر کو ہاتھ لگائے بغیر قمیض کے ساتھ ہی مل کر غسل دیتے جاتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اکثر فرمایا کرتی تھیں۔ اگر مجھے اپنے معاملے کا پہلے علم ہوتا تو میں جستجو نہ کرتی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی بیویوں نے غسل دیا ہے۔ روایت از ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ ابن اسحاق۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ بیوی خاوند کو غسل دے سکتی ہے تو پھر آپ علیہ السلام کو ازواج ہی غسل دیتیں)

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ یعقوب نے ہم سے بیان کیا کہ میرے والد نے ابن اسحاق سے بیان کیا کہ حسین بن عبداللہ نے عکرمہ سے بحوالہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مجھے بتایا کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دینے کے لیے اکٹھے ہوئے۔ جب غسل کی تیاری کر لی تو اُس وقت حجرہ اقدس میں اہل نبی علیہ السلام۔ حضرت عباس، حضرت علی، حضرت فضل بن عباس، حضرت قثم بن عباس، حضرت اُسامہ بن زید اور حضرت صالح رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ہی موجود تھے۔ (حضرت اسامہ بن زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان مبارک کے مطابق اہل بیت میں شامل تھے۔ جبکہ حضرت صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام تھے) جب غسل شروع کرنے کا ارادہ کیا تو حجرہ اقدس کے باہر سے بنی عوف بن خزرج کے ایک فرد حضرت اوس بن خولی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابن عبداللہ بن حارث بن عبید بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف بن خزرج بن الحارث ابن الخزرج) جو کہ بدری صحابی بھی تھے۔ انہوں نے پکار کر کہا۔ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ کے نام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا ہوں۔ یہ اپیل سُن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اندر آ جاؤ۔ حجرہ کا دروازہ کھول دیا گیا اور یوں وہ اندر داخل ہو گئے۔ غسل کے

وقت وہ بدری صحابی وہاں موجود رہے مگر انہوں نے غسل کے اعمال میں کوئی عملی حصہ نہ لیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے سینے کے ساتھ لگایا ہوا تھا جبکہ حضرت عباس، حضرت فضل، حضرت قثم رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مل کر جسم اطہر کو دائیں اور بائیں پہلو پر بدل رہے تھے۔ حضرت اسامہ بن زید اور حضرت صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہم پانی ڈال رہے تھے۔ کرتہ مبارک بدستور جسم اطہر پر ہی تھا اُسکو اُتارا نہیں گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی حالت میں غسل دے رہے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جسم اطہر سے ایسی کوئی چیز نہ دیکھی جو غسل دیتے وقت اکثر میت کے جسم سے خارج ہوتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما رہے تھے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر قربان ہوں حالت حیات ظاہرہ اور ممات دونوں میں کس قدر منزہ، طیب وطاہر اور پاکیزہ ہیں۔ یوں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غسل سے فارغ ہوئے۔ آپ علیہ السلام کو بیری کے پتے ڈال کر پانی سے غسل دیا۔ پھر جسم اطہر کو خشک کیا گیا۔ جسم اطہر کو تین کپڑوں میں لپیٹا گیا جن میں سے دو کپڑے سفید تھے اور تیسری یمنیٰ چادر تھی۔ راوی مزید بیان کرتا ہے کہ پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو آدمیوں کو بلا کر فرمایا کہ تم میں سے ایک حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ اور دوسرا حضرت ابوطلحہ ابن سہل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابن اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن مالک بن النجار۔ حضور علیہ السلام نے انصار کا نقیب تجویز فرمایا تھا جب انہوں نے مکہ مکرمہ میں حاضر ہو کر ہجرت سے پہلے بیعت کی) کے پاس جائے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ شریف میں اہل مکہ مکرمہ میں سے کسی کے فوت ہو جانے پر شق والی قبر کھودا کرتے تھے۔ جبکہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں لحد کھودنے میں ماہر تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے اللہ اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے بہتر بات کا انتخاب فرما۔ اس طرح جو شخص حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف گیا وہ اُنکو نہ پا سکا جب کہ دوسرے شخص کو حضرت طلحہ ابن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ مل گئے۔ یوں حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے لحد تیار کی۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ابوعمرو بن کیسان نے یزید بن بلال سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا۔ انہوں نے فرمایا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وصیت فرمائی کہ "میرے سوا انہیں کوئی غسل نہ دے۔ اس لیے کہ میرے اُن اعضا مبارکہ کو جنہیں شرم کی وجہ سے چھپایا جاتا ہے۔ اگر کوئی دیکھے گا تو اُسکی آنکھیں جاتی رہیں گی"۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم مجھے پردہ کے پیچھے سے پانی پکڑاتے تھے۔ جونہی میں کسی عضو مبارکہ کو پکڑتا مجھے یوں محسوس ہوتا کہ میرے ساتھ تیس آدمی اُسے الٹ پلٹ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ میں غسل دینے سے فارغ ہو گیا۔

روایت میں آتا ہے کہ جس وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دینے کی تیاری کی جارہی تھی تو اُس وقت کسی منادی نے آواز دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل کی حاجت نہیں ہے۔اس لیے غسل نہ دیا جائے۔لوگوں نے بڑی کوشش کی کہ آواز دینے والے کا پتہ چل جائے مگر پتہ نہ چل سکا۔خیال کیا گیا کہ آپ علیہ السلام کو غسل نہ دیا جائے اُس وقت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم اُس آواز کی وجہ سے جس کا ہم علم ہی نہیں رکھتے کہ کس نے دی اور کہاں سے آئی سنت مبارکہ کو کیسے ترک کر سکتے ہیں۔حجرہ اقدس میں موجود لوگوں پر نیند کا غلبہ ہو گیا۔اور پھر آواز آئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیں کیونکہ پہلی آواز دینے والا ابلیس تھا اور اِس وقت میں خضر علیہ السلام ہوں۔(واللہ اعلم)

یزید بن بلال سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ ''انہیں میرے سوا کوئی غسل نہ دے۔اور نہ ہی کوئی آنکھیں ڈھانکے بغیر میرا ستر دیکھے''۔چنانچہ حضرت فضل بن عباس اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم پردے کے پیچھے سے پانی دیتے تھے اُس وقت اُن دونوں کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔میں جب کسی عضو کو ہاتھ میں لیتا تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا تیس آدمی میرے ہمراہ اُسے اُلٹتے پلٹتے ہیں۔یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل سے فارغ ہو گیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل کی تیاری شروع کی تو سب لوگوں کو حجرہ مبارک سے باہر نکال کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔انصار نے ندا دی کہ ہم لوگ آپ علیہ السلام کے ماموں ہیں اور ہمارا مرتبہ اسلام میں وہ ہے جسے سب جانتے ہیں۔قریش نے ندا کی ہم آپ علیہ السلام کے جدی عزیز ہیں۔اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔اے گروہ مسلمین ہر قوم اپنے جنازے کی غیر سے زیادہ مستحق ہے۔اس لئے میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تم لوگ اندر جاؤ گے تو تم ان حضرت علی، حضرت عباس حضرت اُسامہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پرے ہٹا دو گے۔اس لیے واللہ آپ علیہ السلام کے پاس کوئی نہ جائے سوائے اُس کے جس کو بلایا جائے۔

وہ کنواں جس سے غسل کا پانی لیا گیا۔

واقدی بیان کرتے ہیں کہ عاصم بن عبداللہ الحکمی نے بحوالہ عمر بن عبدالحکم بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ غرس کا کنواں کیا ہی اچھا ہے۔یہ جنت کے چشموں میں سے ایک چشمہ ہے۔اور اس کا پانی بہترین پانیوں میں سے ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کنویں سے پانی منگوایا کرتے تھے۔آپ علیہ السلام کو غرس کے کنویں کے پانی سے غسل دیا گیا۔

ابن ماجہ میں جید سند سے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ''جس وقت مجھے غسل دیا جائے تو بیر (کنواں) غرس سے سات مشکیزے پانی منگوا کر مجھے اُس پانی سے غسل دیا جائے'' (غرس ایک کنویں کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے شمال کی طرف آدھے میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ ایک بڑا کنواں ہے۔ مدینہ منورہ کے سات مشہور کنوؤں میں سے ایک ہے یہ کنواں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ پاک سے لے کر آج تک موجود ہے اور انشاءاللہ قیامت تک موجود رہے گا۔ اس کنویں پر سبزہ غالب ہے۔ پھر اس میں اترنے کے لیے سیڑھیاں موجود ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کنویں کا پانی بھی پیا اور وضو بھی فرمایا۔ وضو شریف سے جو پانی بچ گیا اس کو دوبارہ کنویں میں ڈال دیا)۔

ابن حبان نے نہایت معتبر راویوں سے بیان کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ غرس کے کنویں سے پانی نکال رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ علیہ السلام نے اس کنویں سے پانی پیا اور وضو فرمایا۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''آج رات میں نے خواب دیکھا کہ بہشت کے مقامات سے ایک مقام پر میں نے صبح کی''۔ پس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیر (کنواں) غرس پر صبح فرمائی۔ اس کنویں کا پانی پیا وضو فرمایا۔ اور پھر اپنا لعاب دہن مبارک اس کنویں میں ڈالا۔ اُس وقت ہدیہ کے طور پر شہد آپ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس کو بھی کنویں میں ڈال دیا۔

ابن ماجہ نے سند کے ساتھ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ''جب میں اس عالم سے سفر کروں تو بیر (کنواں) غرس کے سات مشکیزوں کے پانی کے ساتھ جن کا دہانہ کھلا ہوا ہو مجھے غسل دیا جائے''

"سات کا عدد"

سات کا عدد ایک اپنا خاص اثر رکھتا ہے۔ حدیث کے شارحین میں سے چند نے بیان کیا ہے کہ جادو کو دفع کرنے میں سات کے عدد کا خاص اثر ہے اس طرح اگر کسی شخص کو دل کا عارضہ ہو یا زہر کا اثر ہو تو وہ مدینہ منورہ کی عجوہ کھجوریں سات عدد گن کر معہ گٹھلی کھالے تو انشاءاللہ تعالیٰ بہت فائدہ ہوگا اور آئندہ اس مرض سے بچا رہے گا۔ حدیث صحیح سے ثابت ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عباس، حضرت علی، حضرت قثم اور حضرت اُسامہ بن زید رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے غسل دیا۔ یہ غسل بیری کے پتوں کے اُبلے ہوئے پانی میں ڈال کر تین بار دیا گیا۔ غسل کے لئے جو پانی استعمال کیا گیا وہ بیر (کنواں) غرس سے لیا گیا جو سعد بن خثیمہ کا کنواں تھا۔ اس کنویں سے آپ علیہ السلام پانی پیا کرتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ غسل کا پانی جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

آنکھوں مبارکہ اور ناف شریف میں اکٹھا ہو جاتا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس پانی کو اپنی زبان سے چوس لیتے۔ فرماتے ہیں اس وجہ سے مجھے کثیر قوت حافظہ اور علم حاصل ہوا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما (المتوفی 11 ربیع الاول 50ھ مدینہ منورہ) ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جب وصال شریف ہوا تو آپ علیہ السلام کے کپڑوں میں سے نافہ ومشک دستیاب ہوا جس سے آپ علیہ السلام کے کپڑوں کو خوشبودار کیا گیا۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ سیرۃ حلبیہ میں تحریر کرتے ہیں کہ ''آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو پہلی مرتبہ خالص پانی سے غسل دیا گیا۔ دوسری بار بیری کے پتوں والے پانی سے اور تیسری مرتبہ کافور والے پانی سے غسل دیا گیا۔''

معارج النبوت میں بیان کیا گیا ہے کہ ''پہلے آپ علیہ السلام کو خالص پانی سے غسل دیا گیا دوسری مرتبہ بیری کے پتوں کے پانی سے اور تیسری دفعہ کافور کے پانی سے۔ کہتے ہیں کہ غسل کے پانی کے چند قطرے گوشۂ چشم اور ناف کے گڑھے میں جمع ہو گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب الارشاد اسے پی لیا جو ان کے علم وفضل کی زیادتی کا سبب ہوا اور اس وسیلہ سے علم لدنیہ کے چشمے آپ کے سینۂ بے کینہ میں جاری ہوئے۔''

ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشک اور دوسری خوشبو وعطر کی کچھ مقدار اپنے فرزندوں کو دی ہوئی تھی اور وصیت فرمائی تھی کہ یہ میرے کفن پر استعمال کرنا کیونکہ یہ خوشبو وعطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غسل کے بعد بچی ہوئی تھی۔

1- از: البدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔452 تا 455
2- از طبقات ابن سعد۔ جلد۔2۔ صفحہ۔320 تا 323
3- از مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔701 تا 703
4- سیرۃ النبی از ابن ہشام۔ جلد۔2۔ صفحہ۔813
5- معارج النبوت جلد 3۔ صفحہ۔511

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تکفین (کفن شریف)

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ولید بن مسلم نے ہم سے بیان کیا کہ اوزاعی نے بتایا کہ امام زہری نے قاسم سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے بیان کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یمنی کپڑے میں لپیٹا گیا پھر اُس کپڑے کو آپ علیہ السلام سے ہٹا لیا گیا۔ قاسم بیان کرتے ہیں کہ اس کپڑے کا بقایا حصہ ابھی تک ہمارے پاس ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دے چکے تو آپ علیہ السلام کا جسم اطہر خشک کیا گیا۔ اُس کے بعد تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ دو کپڑے سفید تھے اور تیسرا کپڑا ایک یمنی چادر تھی جس کے گرد حاشیہ بنا ہوا تھا۔

عبداللہ بن نمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک حلہ یعنی یمنی چادر خریدی گئی۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حلہ یا چادر میں کفن دیا جائے گا۔ مگر اس کپڑے میں کفن نہ دیا گیا اُسکی بجائے تین سفید سوتی کپڑوں میں آپ علیہ السلام کو کفن دیا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اُس حلے یا چادر کو حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لے لیا اور کہا میں اس کو حفاظت سے رکھوں گا تا کہ مرنے کے بعد مجھے اس کپڑے میں کفن دیا جائے۔ پھر اُنہوں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ اس حلے یا چادر کو اپنے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے پسند فرماتا تو ضرور اسے آپ علیہ السلام کے لیے کفن میں استعمال کیا جاتا مگر ایسا نہیں ہوا اس لیے انہوں نے وہ کپڑا فروخت کر دیا اور حاصل شدہ رقم کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں نہ کُرتہ تھا اور نہ ہی عمامہ شریف۔

یعقوب بن زید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں نہ کرتہ تھا اور نہ ہی عمامہ شریف۔

ابی قلابہ سے روایت آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین بے جوڑ سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں نہ کرتہ تھا اور نہ ہی عمامہ شریف۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں نہ کرتہ تھا اور نہ ہی عمامہ شریف۔

ابو اسحاق سے مروی ہے کہ مجھے حضرت عبدالمطلب کی اولاد کی طرف بھیجا گیا وہ سب ایک جگہ جمع تھے۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس چیز میں کفن دیا گیا انہوں نے جواب دیا کہ آپ علیہ السلام کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں نہ قبا تھی نہ کرتہ اور نہ ہی عمامہ مبارک۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ دو سحول کے قصبہ میں بنے ہوئے کپڑے تھے اور ایک یمنی چادر تھی۔

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا جو کہ سوتی تھے اور دھلے بھی۔ ان میں نہ قمیض مبارک تھی اور نہ ہی عمامہ شریف۔

سحول کی وضاحت

سحول عربی زبان کا لفظ ہے جس سے مراد یا معنی سفید کرتا۔ کپڑے دھونا۔ کوٹنا اور سحل سفید دھلا ہوا لباس کے ہیں۔ سحل یمن کے ایک شہر کا نام بھی ہے۔ اس کے علاوہ یہ لفظ سحول سحل کی جمع بھی ہے۔ یعنی سفید کپڑا جو روئی سے بنا ہوتا ہے۔

ترمذی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو حدیث مروی ہے با اجماع صحیح ہے۔ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین سفید سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا جس میں کرتہ اور عمامہ شریف شامل نہیں تھا۔ اس کے علاوہ امام بیہقی نے حاکم سے نقل کیا ہے کہ سیدنا حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے متواتر احادیث مبارکہ روایت ہوئی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ ان میں قمیض شریف اور عمامہ مبارک شامل نہیں تھا۔

انہی احادیث مبارکہ کی روشنی میں حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین کپڑوں میں جن میں عمامہ اور قمیض شامل نہیں ہے کفن دینا مستحب ہے۔ اگر قمیض اور عمامہ شامل کر دیا جائے تو یہ مکروہ ہے۔ مگر حضرت امام شافعی رحمتہ علیہ کا قول ہے کہ قمیض اور عمامہ جائز غیر مستحب ہے۔ "واللہ اعلم"۔

یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے پاس آئیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے پوچھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ انہوں نے جواب دیا تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت وصال نزدیک آیا تو میں حاضر خدمت ہوئی۔ اس وقت والد گرامی نے جو لباس زیب تن کیا ہوا تھا اس پر میری نظر پڑی۔ وہ لباس زعفران سے رنگ شدہ تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرے اس لباس کو دھو دینا اور مزید دو کپڑے لے کر ان تین کپڑوں میں ہی مجھے کفن دینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا ابا جان یہ لباس جو آپ رضی اللہ عنہ نے پہنا ہوا ہے پرانا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ''مردہ کی بجائے زندہ آدمی نئے کپڑے کے زیادہ حق دار و لائق ہیں''۔ سبحان اللہ کیا ہی ایمان افروز جواب ارشاد فرمایا۔

1 از: سیرۃ النبی کامل از: ابن ہشام۔ جلد۔2۔ صفحہ۔815

2 از: طبقات ابن سعد۔ جلد۔2۔ صفحہ۔323 تا 325

3 از: صحیح بخاری۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔169
4 صحیح مسلم۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔306
5 البدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔456 تا459
6 الوفا با احوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔823
7 از مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔704 تا705 وغیرہ۔
8 انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون (سیرۃ حلبیہ) جلد6 صفحہ516

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ کی کیفیت

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ شریف کی کیفیت کے بارے میں احادیث مبارکہ کتب سیر سے جو روایات ہمیں ملتی ہیں گزشتہ ترتیب کے مطابق تحریر کی جارہی ہیں تا کہ جس قدر تفصیل کتب سیر میں اصحاب سیر سے نقل کی ہے۔ اُن سب سے کماحقہٗ علم حاصل ہو سکے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کسی امام کی سربراہی یا کسی امام کے پیچھے نماز جنازہ ادا نہیں کی گئی۔ اس بات پر اجماع اُمت ہے۔ آپ علیہ السلام کی خدمت میں ایک ایک جماعت حاضر ہوتی اور بلا جماعت نماز گزار کر واپس چلی جاتی۔ ایک کے بعد دوسرا گروہ اور پھر دوسرے کے بعد تیسرہ گروہ حجرہ اقدس میں داخل ہوتا نماز ادا کرتا اور واپس چلا جاتا۔ اس طرح گروہ باری باری نماز گزارتے رہے یہاں تک کہ سب لوگوں نے نماز گزار لی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر اُس حجرہ اقدس میں ہی تھا جہاں پر وصال شریف ہوا پھر غسل دیا گیا اور اُسی جگہ نماز جنازہ بلا امامت ادا کی گئی۔ سب سے پہلے مرد اندر داخل ہوئے۔ جب تمام مرد فارغ ہو گئے تو عورتیں اندر داخل ہوئیں انہوں نے نماز گزاری۔ عورتوں کے بعد بچوں نے۔ سب لوگ صفوں کی ترتیب سے نماز گزارتے رہے۔ نماز جنازہ میں کسی نے امامت نہیں کرائی تھی۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ میں کسی شخص نے امامت نہیں کرائی تھی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر حیات مبارکہ میں بھی امام تھے اور بعد از وصال بھی امام ہیں۔ اس لیے گروہ در گروہ نماز ادا کرتے رہے امامت کسی نے نہیں کرائی۔ ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ جس گروہ نے سب سے پہلے نماز جنازہ ادا کی وہ اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین تھے۔ یعنی سیدنا امیر المومنین حضرت علی، حضرت عباس، اور بنو ہاشم۔ ان کے بعد تمام مہاجرین نماز ادا کرنے کے لئے آئے۔ پھر تمام انصار یہ سب گروہ در گروہ حجرہ اقدس میں آتے اور نماز ادا کر کے باہر تشریف لے جاتے۔ ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ دس دس کے گروہ نماز ادا کرتے رہے۔ واللہ اعلم۔

ابو حازم المدنی سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا وصال شریف ہوا غسل کے بعد مہاجرین گروہ در گروہ حجرہ اقدس میں داخل ہو کر نماز پڑھتے رہے اور باہر چلے جاتے پھر انصار اسی ترتیب سے نماز پڑھ کر باہر جاتے رہے۔ جب سب مرد فارغ ہو گئے تو عورتوں کی باری آئی۔ وہ بھی گروہ در گروہ حجرہ مقدسہ میں داخل ہو کر نماز پڑھتی رہیں۔ عورتوں کے ایک گروہ نے ایسے طریقے پر آوازیں نکالیں جس طرح وہ نکالتی ہیں یعنی با آواز بلند فریاد کی۔ تو انہوں نے حجرہ مقدس میں ایک دھماکے کی آواز سُنی جس سے وہ سب منتشر ہو گئیں اور اپنی اپنی جگہ ساکت ہو کر رہ گئیں۔ اچانک کسی کی آواز آئی۔ اللہ کے نام میں ہر مرنے والے کے لیے تسلی ہے۔ ہر مصیبت کا عوض ہے۔ ہر فوت ہونے والے کا بدلہ ہے۔ مجبور وہ ہے جس کا نقصان ثواب نے پورا کر دیا ہو۔ اور ہر مصیبت زدہ وہ ہے جس کا نقصان ثواب نے پورا نہ کیا ہو۔

ابن شہاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر ایک تابوت میں رکھا۔ مسلمان گروہ در گروہ حجرہ مبارک میں داخل ہوتے تھے۔ اور اس طرح آپ علیہ السلام پر نماز وسلام پڑھتے تھے۔ ان کا اُس وقت کوئی امام نہ تھا۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ "حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مشک تھا وہ کہتے تھے کہ یہ اس میں کا بچا ہوا ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جنازہ کو خوشبو لگائی گئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نماز جنازہ لوگوں نے جدا جدا پڑھی کسی نے امامت نہیں کی۔"

علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید تحریر کیا ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو کفنانے کے بعد ایک چارپائی پر رکھ دیا گیا اور اس کے بعد آپ علیہ السلام کی قبر انور کے کنارے چارپائی رکھ دی گئی۔ پھر لوگ اندر آ کر جدا جدا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھنے لگے کوئی امامت نہیں کر رہا تھا۔"

موسیٰ بن محمد بن ابرہیم بن الحارث التیمی سے مروی ہے میں نے یہ مضمون اپنے والد کے خط میں پایا جس میں تحریر تھا کہ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفن پہنا دیا گیا اور جسم اطہر ایک تابوت میں رکھ دیا گیا۔ اس وقت حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم حجرہ اقدس میں داخل ہوئے اور عرض کیا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَ بَرَکَاتُہٗ اُن کے ہمراہ مہاجرین وانصار کی اسقدر تعداد شامل تھی جو حجرہ اقدس میں سما سکتی تھی۔ اُن سب نے بھی عرض کیا۔ اسلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ پھر سب نے اس طرح صفیں بنالیں جس طرح نماز میں بنائی جاتی ہیں۔ مگر اُن کا امام کوئی نہیں تھا۔ حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جو پہلی صف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے تھے۔ عرض کیا۔ "اے اللہ ہم لوگ گواہی دیتے ہیں کہ تو نے جو کچھ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا انہوں نے وہ سب کچھ ہم تک پہنچا دیا۔ اُنہوں نے اپنی اُمت کی خیر خواہی کی۔ راہ خدا میں جہاد کیا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب فرما دیا اور اُس

کے کلمات پورے ہو گئے۔آپ علیہ السلام اُس پر ایمان لائے جو یکتا ہے۔کہ اُس کا کوئی شریک نہیں۔اے ہمارے معبود ہمیں بھی اُن لوگوں میں شامل فرما جو اس کلام کی پیروی کریں۔جو آپ علیہ السلام پر نازل ہوا۔اس طرح ہمیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمع فرما دے کہ وہ ہمیں پہچان سکیں۔اور ہم ان کو پہچان لیں۔بے شک آپ علیہ السلام مومنین کے ساتھ بڑے مہربان اور رحم کرنے والے تھے۔ہم ایمان کے عوض بدلہ نہیں چاہتے اور نہ ہی ہم کبھی اس کے عوض کوئی قیمت چاہتے ہیں۔"

وہاں موجود لوگ آمین آمین کہتے جاتے۔جب ایک گروہ باہر نکل جاتا تو دوسرا گروہ اندر داخل ہوتا۔یہاں تک کہ سب مردوں نے آپ علیہ السلام پر نماز پڑھ لی۔پھر عورتوں نے۔اور بچوں نے نماز پڑھ لی۔نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور رسول کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام قبر کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے درمیان گفتگو ہوئی۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز پڑھی وہ حضرت عباس بن عبدالمطلب اور بنو ہاشم تھے۔نماز کے بعد وہ باہر آئے اور مہاجرین وانصار حجرہ اقدس میں داخل ہوئے۔یہ لوگ گروہ در گروہ داخل ہوتے رہے۔جب مرد نماز پڑھ چکے تو بچے صفیں بنا کر اندر داخل ہوئے۔بچوں کے فارغ ہو جانے کے بعد عورتیں اندر داخل ہوئیں اور انہوں نے نماز پڑھی۔

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 148ھ مدینہ منورہ) اپنے والد گرامی سیدنا حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 114ھ مدینہ منورہ) سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امام کے بغیر نماز ادا کی گئی۔اہل اسلام گروہ در گروہ حجرہ اقدس میں داخل ہوتے تھے۔درود وسلام پڑھتے تھے اور باہر چلے جاتے تھے۔جب سب لوگ یہ سعادت حاصل کر چکے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ مقدسہ سے الگ ہو جاؤ اور آپ علیہ السلام کو دفن کر دو''

حضرت سہل بن سعد ساعدی سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہوا تو آپ علیہ السلام کو غسل کے بعد کفن شریفہ پہنا کر چار پائی پر رکھا گیا۔لوگ مختلف جماعتوں کی شکل میں حاضر ہوتے رہے۔اور امام کے بغیر نماز ادا کرتے رہے۔پہلے مرد حاضر ہوئے انہوں نے نماز پڑھی۔اُس کے بعد عورتیں حجرہ مقدسہ میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے نماز جنازہ پڑھی۔

معارج النبوت میں تحریر ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو غسل کی جگہ سے اٹھا کر تخت پر لٹا دیا اور اوپر سے ڈھانپ دیا اور اس وصیّت کے مطابق جو فرمائی تھی مکان میں تنہا چھوڑ دیا اور سب باہر چلے گئے یہاں تک کہ فرشتوں نے فوج در فوج حضور علیہ السلام پر نماز پڑھی پھر مسلمان گروہ در گروہ آئے اور ہر ایک نے بغیر اس بات کے کہ کوئی امامت کرائے نماز ادا کی۔کہتے ہیں کہ پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھر

بنو ہاشم اس سعادت سے سرفراز ہوئے پھر مرد صحابہ گروہ در گروہ حجرہ اقدس میں جاتے تھے اور ایک ایک سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ یعنی زیارت و درود کا شرف حاصل کرتا اسکے بعد عورتوں اور بچوں نے جدا جدا اسی طرح نماز ادا کی تا کہ ہر شخص کو کامل ثواب حاصل ہو اور یہ معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی وصیت پر مبنی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جنازہ میں کوئی شخص امامت نہ کرے کیونکہ حضور علیہ السلام زندگی کے دنوں میں بھی اور وصال کے اوقات میں بھی تمہارے امام ہیں۔ بعض فقہائے اسلام نے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام کی خصوصیات میں یہ بھی تھا کہ آپ پر جماعت کے ساتھ نماز نہ ادا کی جائے۔

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا۔ اُسکے بعد کفن دیا۔ اور حنوط (خوشبو) لگایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کو چارپائی پر لٹایا۔ اُس وقت اہل اسلام فوج در فوج حاضر ہوتے نماز ادا کرتے اور باہر نکل جاتے یہاں تک کہ سب نے نماز ادا فرمائی۔

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حسین بن عبداللہ بن عبید اللہ بن عباس نے عکرمہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے مجھے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہو گیا۔ تو جنازے کے لیے پہلے مردوں کو حجرہ اقدس میں داخل کیا گیا۔ انہوں نے امام کے بغیر نماز جنازہ پڑھی۔ جب وہ فارغ ہو گئے تو پھر عورتوں کو اندر داخل کیا گیا انہوں نے آپ علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر بچوں کو داخل کیا گیا تو انہوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ پھر غلاموں کو داخل کیا گیا تو انہوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھتے ہوئے کسی نے امامت نہیں کی۔

عمر بن محمد بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔ کہ سب سے پہلے جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ کی نماز سے فارغ ہوئے وہ بنو ہاشم تھے۔ پھر مہاجرین اور انصار پھر اور لوگ، یہاں تک کہ جب سب مرد فارغ ہو گئے تو پھر عورتوں اور بچوں نے نماز ادا کی۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو اپنے بیمار ہونے سے پہلے ہی وصال شریف کی خبر دے دی تھی۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کو غسل کون دے گا۔ فرمایا ''میرے اہل بیت میں سے وہ مرد جو میرے نزدیک ترین ہیں''۔ پھر عرض کیا گیا کن کپڑوں میں کفن دیا جائے فرمایا ''وہی کپڑے جو میں نے پہنے ہوں گے۔ یا پھر مصری کپڑوں میں یا حلہ یمانیہ میں یا سفید کپڑوں میں جس قسم کے بھی مل جائیں''۔ پھر عرض کیا گیا نماز جنازہ کون پڑھائے گا۔ اور سب موجود لوگ رونے لگے رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں مبارکہ سے بھی آنسو بہہ نکلے۔ فرمایا ''صبر کریں۔ اور جزع فزع (رونا یا آہ بکا وغیرہ کرنا) نہ کرنا اللہ تعالیٰ تم پر رحمت فرمائے۔ تمہارے گناہوں کو بخشے اور میری طرف سے جزائے خیر

دے''۔ پھر فرمایا'' جب مجھے غسل دو گے اور مجھے کفن پہناؤ گے تو پھر مجھے میری قبر کے کنارے رکھ دینا۔ پھر تم سب لوگ حجرہ سے باہر چلے جانا اور کچھ دیر مجھے اکیلے ہی اندر رہنے دینا۔ کیونکہ سب سے پہلے میری نماز جنازہ حضرت جبریل علیہ السلام پڑھیں گے۔ پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر عزرائیل علیہ السلام فرشتوں کے گروہ کے ہمراہ میری نماز جنازہ پڑھیں گے''۔ ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ'' سب سے پہلے میری نماز جنازہ میرا پروردگار گزارے گا۔ پھر مذکورہ فرشتے اور پھر تم سب لوگ گروہ درگروہ حجرہ میں داخل ہوکر مجھ پر نماز گزارنا۔ تم میں سے کوئی بھی ہرگز مجھ پر نوحہ نہ کرنا۔ اُمت میں سب سے پہلے میرے اہل بیت نماز پڑھیں، پھر اُن کی عورتیں اور بعد میں سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین''۔ صحابہ کرام نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کو قبر میں کون اُتارے گا۔ ارشاد فرمایا'' میرے اہل بیت۔ فرشتوں کی ایک بڑی جماعت کے ہمراہ۔ وہ لوگ تمہیں اُس جگہ دیکھتے ہیں جہاں تم ان کو نہیں دیکھ سکتے''۔ (واللہ اعلم)

علامہ ابن ماجشون رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتنی مرتبہ نماز جنازہ ادا کی گئی تو انہوں نے فرمایا حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے نافع کے حوالے سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ستر (70) مرتبہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ لوگوں نے پوچھا'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ کہاں سے پتہ چلا'' علامہ نے فرمایا'' اس صندوق سے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریر سے چھوڑا اور وہ نافع سے اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔'' (یہاں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ظاہر ہے کہ فرشتوں نے گروہ در گروہ جو نماز ادا فرمائی وہ اس کے علاوہ ہے۔ اور یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی خصوصیت سے ہے کہ نماز امام کے بغیر ادا کی گئی جس کی تعداد بھی ستر تھی)

روایت میں آیا ہے کہ جس وقت اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھنے لگے تو اُنہیں معلوم نہیں تھا کہ کیا پڑھیں اور کیا دعا کریں۔ اُنہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کریں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے ارشاد فرمایا یہ پڑھیں۔

"اِنَّ اللّٰہَ وَمَلائِکَتَہٗ یُصَلُّونَ عَلَی النَّبِیِّ یَاأَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ صَلُّوْ عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْ ا تَسْلِیْمًا. سلام علیک ایھا النبی ورحمة الله و بر کاته . اللھم انا نشھد ان قدبلغ ما انزل الله و نصع لا مة وجاھد فی سبیل الله حتی اعز الله دینه وتمت کلمة اللھم فاجعلنا فمن یتبع ما انزل الله الیه وثبتنا بعده واجمع بینا وبنیه".

"بے شک اللہ اور اُسکے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں یا بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی اُسی طرح درود اور خوب سلام پڑھو یا بھیجو۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام اور اللہ کی لاتعداد رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ اے اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ علیہ السلام پر جو کچھ

نازل کیا گیا وہ آپ علیہ السلام نے ہم تک پہنچا دیا۔ اور اپنی اُمت کی خیر خواہی کی۔ اللہ کے راستے میں یہاں تک جہاد کیا کہ اللہ نے اپنا دین غالب کر دیا۔ اور اُسکی بات پوری ہوگئی۔ اے اللہ ہمیں ان لوگوں سے کر کہ جو کچھ آپ علیہ السلام پر نازل کیا گیا وہ اُسکی پیروی کرتے ہیں۔ آپ علیہ السلام کے بعد ہمیں ثابت قدم رکھ اور آپ علیہ السلام اور ہمیں اکٹھا فرما دے''۔ اس پر لوگ آمین آمین کہہ رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام پر پہلے مردوں نے نماز پڑھی پھر عورتوں نے اور بعد میں بچوں نے۔

1- از: طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 327 تا 330
2- از: الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 823 تا 824
3- از: البدایہ والنہایہ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 459 تا 461
4- از: مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 705 تا 707
5- انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون (سیرۃ حلبیہ)۔ جلد۔ 6۔ صفحہ۔ 517
6- معارج النبوت جلد 3۔ صفحہ۔ 512

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جب نماز جنازہ پڑھ کر فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین کے بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اس اختلاف کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی سُنا کر ختم کیا۔ اس سلسلے میں احادیث مبارکہ اور روایات بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارکہ اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ جسم اطہر کو کہاں دفن کیا جائے۔ اُس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس ضمن میں کچھ سُنا وہ لوحِ قلب پر آج بھی اُسی طرح محفوظ و نقش ہے جس طرح کہ سماع کے وقت تھا۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی روح مبارک کو وہیں قبض کرتا ہے جہاں اُن کا مدفن ہونا اُسے پسند ہوتا ہے''۔ ''اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے مسند ناز یعنی جہاں روح مقدسہ قبض ہوئی اُسی جگہ قبر کھود کر دفن کیا جائے''

ابن جریج سے روایت آتی ہے۔ کہتے ہیں مجھے میرے والد گرامی نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کوئی فیصلہ نہ کر سکے کہ آپ علیہ السلام کا مزار اقدس کہاں ہونا چاہئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا۔ کہ ''ہر نبی اُسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں اُسکی روح قبض کی جاتی ہے'' چنانچہ آپ علیہ السلام کی مسند شریف کو الگ ہٹا کر اُسی جگہ قبر مقدسہ تیار کی گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دار آخرت کی طرف سفر فرمایا تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے باہمی صلاح ومشورہ کیا کہ ہم آپ علیہ السلام کو کہاں دفن کریں۔ اُس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس جگہ آپ علیہ السلام کا وصال ہوا ہے اُسی جگہ دفن کرو"۔

حضرت عروہ نے اپنے والد سے روایت کیا کہ ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہوا تو آپ علیہ السلام کے اصحاب نے باہمی مشورہ کیا کہ آپ علیہ السلام کو کہاں دفن کیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا" آپ علیہ السلام کو اُسی جگہ دفن کیا جائے جہاں اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات دی۔ چنانچہ اُسی جگہ فرش اُٹھایا گیا اور آپ علیہ السلام کو اُس فرش کی جگہ کھود کر دفن کیا گیا"۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب سہ شنبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل وکفن سے فراغت ہوئی تو آپ علیہ السلام کے جسم اطہر کو ایک تابوت میں رکھا گیا۔ مسلمانوں نے آپ علیہ السلام کے دفن میں اختلاف کیا۔ ایک شخص نے کہا کہ آپ علیہ السلام کو مسجد نبوی میں دفن کریں۔ دوسرے شخص نے کہا حضور علیہ السلام کو اپنے صحابہ کے ہمراہ جنت بقیع میں دفن کرو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ "جس نبی کی جہاں وفات ہوئی اُسے وہیں دفن کیا گیا" چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر مطہرہ اُٹھایا گیا جس پر آپ علیہ السلام نے وصال فرمایا تھا اور اُسی کے نیچے آپ علیہ السلام کی قبر تیار کی گئی۔

یحیٰی بن بہماۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے سے مروی ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" جسم وہیں مدفون ہوتے ہیں جہاں ارواح قبض کی جاتی ہیں۔"

حضرت عبدالرحمٰن بن سعید بن یربوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو قبر انور کس جگہ ہوگی اس سلسلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔ بعض نے کہا کہ آپ علیہ السلام کو جنت البقیع میں دفن کیا جائے کیوں کہ حضور علیہ السلام اہل بقیع کے لیے بہت زیادہ استغفار فرماتے تھے۔ بعض نے کہا منبر شریف کے قریب دفن کیا جائے۔ کچھ نے کہا آپ علیہ السلام کو مسجد نبوی

میں مصلیٰ کی جگہ دفن کیا جائے۔ اتنے میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے۔ انہوں نے فرمایا اس سلسلے میں میرے پاس ایک خبر ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ " کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزرا کہ جس کو اسی جگہ دفن نہ کیا ہو جہاں اُس کا وصال ہوا یعنی روح قبض کی گئی"۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وصال شریف کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے درمیان یہ اختلاف پیدا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس جگہ دفن کیا جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین کے اُس قطعہ سے زیادہ کرامت وعزت والا کوئی اور قطعہ نہیں ہے۔ جہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رُوح مبارکہ قبض کی گئی۔

سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا تین چاند میرے حجرہ میں آ کر گرے ہیں اور غروب ہو گئے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ خواب اچھا ہے۔ حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہوا اور آپ علیہ السلام کو سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ شریف میں دفن کیا گیا تو اُس وقت خلیفہ رسول (علیہ السلام) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "ھذا احدا قمارک "۔ جو چاند تم نے (اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) خواب میں حجرہ کے اندر گر کر غروب ہوتے دیکھے تھے۔ ان میں سے ایک چاند یہ ہیں جو قیامت تک اس حجرہ اقدس کو مرکز انوار برکات اور فرشتوں کے طواف وزیارت کی جگہ بنائے رہیں گے۔ اہل ایمان اسی چاند کے لیے قیامت تک اپنی زندگیاں وقف رکھیں گے"

موسیٰ بن داؤد سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک حصہ وہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور تھی اور دوسرا حصہ وہ تھا جس میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رہتی تھیں۔ دونوں حصوں کے درمیان ایک دیوار تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایسا کیا کرتی تھیں کہ اکثر قبر انور والی جگہ پر سونے کے کپڑوں میں ہی رات کے وقت تشریف لے جایا کرتیں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب دفن کیا گیا تو پھر بھی اُسی حالت میں رات کو چلی جاتیں۔ مگر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُسی حجرہ میں دفن کیا گیا تو پھر وہ کبھی پہلی حالت میں اندر نہ آئیں بلکہ اس حالت میں آتیں کہ پورا جسم کپڑوں سے ڈھانپا ہوتا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان بن ابراہیم سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والدین کو بیان کرتے سُنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُس مقام پر جہاں فخر رُسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہوئے نقاب اُتار کر تشریف لے جایا کرتیں۔ مگر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس جگہ دفن ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پھر کبھی نقاب اُٹھا کر اندر تشریف نہیں لے کر گئیں بلکہ نقاب ہمیشہ نیچے ہی گرایا

ہوتا تھا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لحد اقدس

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ مدفن کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں کچھ اختلاف پیدا ہوا مگر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ان کو سُنایا تو سب نے سر تسلیم خم کر لیا جس کی تفصیل ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اب قبر انور کی شکل کا مرحلہ آیا جسے لحد کہا جاتا ہے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے مشورہ دیا کہ لحد اقدس بغلی ہو کچھ نے کہا کہ لحد اقدس کی شکل شق والی ہو۔ اس وقت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہمارے پاس لحد بنانے کے دو ماہر موجود ہیں یعنی حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مکہ مکرمہ میں شق نما لحد بنانے میں بہت ماہر تھے۔ دوسرے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بغلی لحد بنانے میں مدینہ منورہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ ماہر ہیں۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو آدمیوں کو ان دونوں بزرگوں کی طرف روانہ کیا اور فرمایا ان میں سے جو بھی مل جائے ان کو بلا لائیں۔ پھر دُعا کی اے اللہ تو اپنے محبوب کے لیے جو پسند فرماتا ہے اسی کو اختیار فرما۔ اس طرح جو شخص حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلانے گیا وہ اُسے نہ مل سکے اور دوسری طرف حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مل گئے اس طرح قبر انور انہوں نے بغلی تیار کی۔

قربان جائیں فخر کونین کے ارشادات مقدسہ کے۔ آپ علیہ السلام نے بہت پہلے ہی ارشاد فرمایا دیا تھا۔ "حدیث شریف"۔ اَللَّحدُ لَنَا وَالشَقُّ لِغَيرِنَا "ہمارے لیے لحد ہے اور دوسروں کے لیے شق ہے" علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں لنا سے مراد مدینہ منورہ والے مراد ہیں جبکہ غیرنا سے مراد غیر مدینہ ہیں۔ یعنی مدینہ منورہ کے علاوہ دوسری جگہوں پر رہنے والے۔

اہل علم علماء کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی زمین سخت ہے جس میں لحد تیار کرنے (بغلی) قبر بنانے کی صلاحیت موجود ہے۔ جبکہ مکہ مکرمہ کی زمین نرم اور بھربھری ہے اس لیے وہاں سقوط کے احتمال کی وجہ سے شقی قبر تیار کی جاتی ہے۔ یہاں لحد یا شق طرز پر قبر تیار کرنا واجب نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہر جگہ پر زمین کی ساخت اور رسم ورواج کی بنا پر اپنی اپنی پسند کی بات ہے۔ مگر ایک اہم ترین بات ہمیشہ ذہن میں رہے کہ جو طرز قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اختیار کیا گیا وہ افضل و بہتر ہے۔ (از مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔707 تا 708)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اپنے موتیٰ (فوت ہونے والوں کے لیے) لحد کی شکل میں قبر بناؤ اور شق نہ بناؤ۔ کیونکہ لحد ہمارے لیے ہے اور شق دوسروں کے لیے"۔

حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے وصیت فرمائی تھی کہ "میرے لیے لحد کھودنا اور اُس کا منہ کچی اینٹوں سے بند کرنا۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لحد تیار کی گئی تھی۔ اور کچی اینٹوں سے اس کو بند کیا گیا"۔ "از: مسلم شریف"۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا "لحد ہمارے لیے ہے اور شق اغیار کے لیے" یعنی اہلِ مکہ کے لیے۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ مدینے میں دو آدمی قبر تیار کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔ اُن میں سے ایک لحد (بغلی) قبر تیار کیا کرتے اور دوسرے شق (سیدھی قبر) قبر تیار کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کون سی قبر تیار کی جائے۔ کسی نے کہا انتظار کریں ان دونوں بزرگوں میں جو سب سے پہلے آجائے وہی اپنی طرز پر قبر تیار کرے۔ چنانچہ پہلے وہی صاحب تشریف لائے جو لحد والی قبر تیار کیا کرتے تھے اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لیے بغلی قبر کھودی گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں دو قبر تیار کرنے والے تھے۔ ایک لحد والی قبر تیار کیا کرتے اور دوسرے شق۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے انتظار کیا کہ ان میں سے کون آتا ہے۔ پھر وہی صاحب آئے جو لحد تیار کرتے تھے۔ اس طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لحد والی قبر تیار کی گئی۔

علی بن حسین سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لحد کھودی گئی پھر آپ علیہ السلام کی لحد پر کچی اینٹیں نصب کی گئیں۔

قاسم بن محمد سے روایت آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لحد کھودی گئی پھر آپ علیہ السلام کی لحد کو کچی اینٹوں سے بند کر دیا گیا۔

سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم تینوں کی قبریں کچی اینٹوں سے تیار کی گئی ہیں۔ لحد میں تینوں قبلہ رخ آرام فرما رہے ہیں۔ یہ تینوں قبریں ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہیں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے سب راویوں کے اجداد اُسی روضہ میں دفن ہیں۔

حضرت ابی طلحہ سے مروی ہے کہ لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور لحد والی ہو یا شق والی اس بات پر کچھ اختلاف ہوا۔ مہاجرین نے کہا کہ قبر شق والی ہو جبکہ انصار کا کہنا تھا کہ قبر انور لحد والی ہو جیسا کہ اہل مدینہ بناتے ہیں۔ جب شک زیادہ بڑھ گیا تو اُنہوں نے دعا کی اے اللہ اپنے حبیب نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لیے قبر کا انتخاب فرما دے۔ یہ دعا مانگ کر اُنہوں نے دو آدمی حضرت ابوعبیدہ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف پیغام

دے کر روانہ کیئے اور فیصلہ یہ ہوا کہ جو ان میں سے پہلے آجائے گا اُسی پر عمل کیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے تشریف لے آئے۔ انہوں نے آ کر فرمایا واللہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ نے اپنے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لحد والی قبر کا ہی انتخاب فرمایا ہے کیونکہ آپ علیہ السلام خود لحد والی قبر کو دیکھتے اور اُسے پسند فرماتے تھے۔ اس طرح قبر انور لحد والی تیار کی گئی۔

ابن ماجہ بیان کرتے ہیں کہ محمود بن غیلان نے ہم سے بیان کیا کہ ہاشم بن القاسم نے ہم سے بیان کیا کہ مبارک بن فضالہ نے ہم سے کہا کہ حمید الطّویل نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا وصال شریف ہوگیا تو مدینہ کا ایک آدمی لحد تیار کرتا تھا اور دوسرا قبر کھودتا تھا۔ (یعنی شق)۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے کہا ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ علیہ السلام کے لیے قبر کا انتخاب فرمائے۔ پھر اُن دونوں کی طرف آدمی روانہ کیئے اور فیصلہ ہوا جو شخص ان دونوں میں سے پیچھے رہ گیا ہم اُس کو چھوڑ دیں گے۔ پس لحد تیار کرنے والا آگیا اور اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے لحد بنائی۔ اس حدیث مبارکہ کو حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالنضر ہاشم بن القاسم سے بھی روایت کیا ہے۔

ایک ضروری وضاحت

مذکورہ تمام احادیث مبارکہ اور روایات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور لحد (بغلی) تیار کی گئی۔ یہاں لحد اور شق کی مختصراً وضاحت عرض کر دیتا ہوں۔ لحد والی قبر سے مراد یہ ہے کہ پہلے زمین میں ایک گڑھا کھود کر دوبارہ قبلہ کی جانب ایک اور گڑھا کھودا جائے اور شق یہ ہے کہ بڑے گڑھے کہ درمیان میں ایک چھوٹا گڑھا کھودا جائے۔ ان دونوں طریقوں سے قبر تیار کرنا بلاشک وشبہ جائز ہے۔ مگر اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ لحد تیار کی جائے۔ یعنی وہ طرز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تیار کی گئی۔ اگر شق جائز ہی نہ ہوتی تو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرز پر ہرگز قبر تیار نہ کیا کرتے اور پھر نہ ہی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو قبر تیار کرنے کے لئے بلواتے۔ البتہ اللہ کریم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لحد کو ہی پسند فرمایا اس لیے افضلیت اور اولیت لحد کو ہی حاصل ہے۔" واللہ اعلم۔

قبر انور کا فرش

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یحیٰ بن شعبہ اور ابن جعفر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے روایت کیا کہ ابوحمزہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے بیان کہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قبر انور میں سرخ چادر رکھی گئی۔ (حضرت امام مسلم، حضرت ترمذی ونسائی نے اسی حدیث کو بحوالہ شعبہ سے اپنی

اپنی کتاب میں بیان کیا ہے) وکیع کہتے ہیں کہ یہ بات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کے ساتھ خاص ہے۔

ہشیم بن منصور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی قبرانور میں وہ سرخ چادر رکھی گئی جو آپ علیہ السلام کے حصہ میں غزوۂ حنین کے مال غنیمت میں آئی۔ پھر مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ چادر قبرانور میں اس لیے رکھی گئی کہ مدینہ منورہ کی زمین شور ہے۔

محمد بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حماد بن خالد خیاط بحوالہ عقبہ بن ابی الصہبام نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میری لحد میں میرے لیے میری چادر بچھانا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے اجسام پر زمین کو غالب نہیں کیا۔ یعنی زمین کے لیے یہ امر حرام ہے کہ وہ انبیاء علیہ السلام کے اجسام پر غالب آئے"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فخر دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار اقدس یں قبرانور کے اندر سرخ رنگ کی سوتی چادر بچھائی گئی۔ حضرت وکیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قبرانور کے اندر چادر بچھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی خصوصیت ہے۔ دوسروں کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرانور کے اندر سرخ چادر بچھائی گئی جو خیبر میں آپ علیہ السلام کو ملی تھی۔ اس چادر کو بچھانے کی وجہ یا حکمت یہ تھی کہ مدینہ منورہ کی زمین کلر والی تھی۔ (سیم والی) (اس لیے چادر کو قبرانور میں بچھایا گیا تا کہ جسم اطہر کو کلر نہ چھوئے)۔

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے قبرانور کے اندر چادر بچھائی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولیٰ (غلام) حضرت شقران رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

معارج النبوت میں بیان کیا گیا ہے کہ "حضرت علی۔ حضرت عقیل۔ حضرت فضل بن عباس، حضرت قثم بن عباس۔ شقران۔ اسامہ بن زید اور اوس انصاری رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین قبر میں اُترے اور شقران رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ چادر جو فتح خیبر میں آپ علیہ السلام کو ملی تھی اور کبھی خود پہنتے اور کبھی کندھے پر رکھتے تھے حضور علیہ السلام کی قبر کے نیچے ڈالی اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خصوصیات میں سے تھی اور کہتے ہیں کہ یہ بات حضور علیہ السلام کی وصیت کے مطابق تھی اور روایت ہے کہ حضور علیہ السلام کی لحد پر اینٹیں جو چنیں گئیں ان کی تعداد نو (9) تھی اور جو شخص آخر میں قبرانور سے نکلا وہ قثم بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرانور کے اندر پرانی سرخ چادر بچھائی گئی جسے آپ علیہ السلام اوڑھتے تھے۔

حضرت سلیمان بن یسار سے مروی ہے کہ شقران رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

غلام تھے جو خدمت اقدس کیا کرتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر انور میں اُتار را گیا تو اُس نے سرخ چادر کو قبر انور کے کنارے پڑا دیکھا۔ انہوں نے اُس چادر کو قبر کے نیچے بچھا دیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس چادر کو کوئی نہیں اوڑھے گا۔

ابن ماجہ بیان کرتے ہیں کہ عمر بن شعبہ نے عبیدہ بن یزید سے روایت کیا کہ عبید بن طفیل نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرحمان بن ابی ملیکہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے ہمیں بتایا وہ فرماتی ہیں کہ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہو گیا تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے لحد اور شق کے بارے میں اختلاف کیا۔ گفتگو کے دوران اُن لوگوں کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ حکماً ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس زندگی اور وصال دونوں صورتوں میں شور وغل کرنا منع ہے۔ یا پھر شاید اسی قسم کی کوئی اور بات فرمائی۔ لوگوں نے لحد اور شق بنانے والوں کی طرف آدمی بھیجے۔ اس طرح لحد بنانے والا آ گیا اور اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لحد بنائی پھر آپ علیہ السلام کو دفن کیا گیا"۔

1- از: سیرۃ النبی کامل از ابن ہشام۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 815 اور 816
2- از: طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 336 اور 337
3- از: البدایہ والنہایۃ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 465 اور 466
4- از الوفا با احوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 826
5- از: مدارج النبوت۔ جلد۔ 2 صفحہ۔ 707 اور 708 وغیرہ۔
6- از: معارج النبوت جلد 3 صفحہ 512، 513

قبر انور میں اُترنے والے

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اسمائے گرامی

واقدی نے ابن ابی سبرہ سے عن عبداللہ بن معبد عن عکرمہ عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر (سوموار) کے روز آفتاب ڈھلنے سے لے کر منگل کے آفتاب ڈھلنے تک اپنی چارپائی پر ہی پڑے رہے۔ لوگ گروہ در گروہ آپ علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ آپ علیہ السلام کی چارپائی قبر انور کے کنارے پر پڑی رہی پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کرنا چاہا تو پاؤں مبارک کی طرف سے چارپائی کی طرف آئے اور آپ علیہ السلام کو اُس طرف سے قبر انور میں اُتارا گیا۔ آپ علیہ السلام کی قبر انور میں سیدنا حضرت علی، حضرت عباس، حضرت قثم، حضرت فضل اور حضرت شقران رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین داخل ہوئے۔

امام بیہقی نے اسماعیل السدی کی حدیث میں حضرت عکرمہؓ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس، حضرت علی اور حضرت فضل رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر انور میں داخل ہوئے۔ اور آپ علیہ السلام کی لحد کو انصار کے ایک آدمی نے برابر کیا یہ وہی شخص ہے جس نے غزوہ بدر کے روز شہداء کی قبروں کو برابر کیا تھا۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ عن حسین بن عبداللہ عن عکرمہ عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو روایت کیا ہے اُس کا بیان اُوپر گزر چکا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر انور میں اُترنے والے سیدنا حضرت علی، حضرت فضل بن عباس، حضرت قثم بن عباس اور حضرت شقران رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین تھے۔ اور پانچویں اوس بن خولی انصاری تھے۔ انہوں نے اُس چادر کا واقعہ بھی بیان کیا ہے جسے شقران نے قبر انور میں بچھایا تھا"۔

بدھ کے روز (چہار شنبہ) سحر کا وقت تھا جب سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پائیں کی جانب سے قبر انور میں اُتارا گیا۔ حضرت علی، حضرت عباس، حضرت فضل بن عباس اور حضرت قثم بن عباس رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے جسم اطہر کو قبر شریف میں اُتارا۔ اس طرح قبر انور سے باہر نکلنے والے آخری شخص حضرت قثم بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔

حضرت قثم بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ "سب سے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرہ اقدس کی زیارت کرنے والا شخص میں تھا۔ جس نے قبر انور میں یہ سعادت حاصل کی۔ جب سب لوگ قبر انور سے باہر نکل گئے تو میں اکیلا رہ گیا میں نے دیکھا کہ فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لب مبارک جنبش کر رہے ہیں پس میں نے اپنا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دہن اقدس کے قریب کیا تو سنا فرما رہے تھے۔ رَب اُمّتِی. رب اُمّتِی۔ پھر میں باہر نکل آیا مزید فرماتے ہیں کہ سرخ رنگ کی چادر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اوڑھا کرتے تھے یہ چادر خیبر کے مقام پر آپ علیہ السلام کو ملی اُسے قبر انور کے نیچے بچھا دیا گیا۔ یہ فعل حضرت شقران رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرانجام دیا تھا۔ چادر بچھاتے وقت حضرت شقران رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ میں نہیں چاہتا کہ آپ علیہ السلام کے بعد کوئی دوسرا اس چادر کو استعمال کرے"۔ (واللہ اعلم)۔

معارج النبوت میں بیان کیا گیا ہے جو شخص آخر میں قبر انور سے نکلا وہ قثم بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مزار اقدس میں آپ علیہ السلام کی تدفین کے لیے سیدنا حضرت علی، حضرت عباس، حضرت عقیل بن ابی طالب، حضرت فضل بن عباس اور حضرت شقران رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اُترے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر انور میں حضرت علی،

حضرت فضل بن عباس، اور حضرت اُسامہ بن زید وایک انصاری خولی یا ابن خولی اُترے۔ حضرت خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس وقت کہا کہ تم لوگوں کو علم ہے کہ قبور شہداء میں میں ہی اترتا تھا۔ آپ علیہ السلام تمام شہداء سے افضل ہیں۔ یہ سُن کر اہل بیت کے لوگوں نے انکو اپنے ہمراہ قبر انور میں اترنے کی اجازت دے دی۔

حضرت ابوعسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ شریف کے وقت حاضر تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی جماعت ایک دروازے سے داخل ہوتی اور درود و سلام پڑھ کر دوسرے دروازے سے باہر نکل جاتی۔ جب آپ علیہ السلام کو لحد اقدس میں اتارا گیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ علیہ السلام کے پاؤں مبارک کی طرف سے لحد درست نہیں کی گئی۔ یہ سُن کر دوسرے حضرات نے فرمایا کہ تم قبر انور میں اُتر کر لحد کو درست کر دو چنانچہ وہ قبر شریف میں آترے اپنا ہاتھ لحد میں ڈال کر قدم مبارک مس کیئے۔ (لحد اقدس کو درست کیا) اور پھر فرمایا مٹی ڈالو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین مٹی ڈالتے رہے۔ جب آپ علیہ السلام کی پنڈلیوں تک مٹی ڈال دی گئی تو وہ باہر نکل آئے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں تمہاری نسبت تازہ نبی مکرم حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کو مس کرنے کی سعادت سے مشرف ہونے والا ہوں۔

موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن الحارث الیتمی نے اپنے والد سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور میں حضرت علی، حضرت فضل بن عباس بن عبدالمطلب، حضرت اُسامہ بن زید اور حضرت اوس بن خولی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اُترے تھے۔

امام عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ”آپ علیہ السلام کے مزار اقدس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین کے لئے حضرت علی۔ حضرت عباس۔ حضرت عقیل بن ابی طالب اور حضرت فضل بن عباس اور شقران خادم درگاہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اترے۔“

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور میں وہ خود۔ حضرت عباس۔ حضرت عقیل بن ابی طالب۔ حضرت اسامہ بن زید اور حضرت اوس بن خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُترے۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے آپ علیہ السلام کو کفن دیا تھا۔“

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت اوس بن خولی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا "اے ابوالحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ اور اپنے اسلامی مرتبے کا واسطہ دلاتا ہوں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور میں اُترنے کی اجازت دو۔ انہوں نے کہا اُترو۔ میں نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ قبر انور میں اُترنے والے کتنے لوگ تھے انہوں نے جواب دیا۔ حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت فضل بن عباس اور حضرت اوس بن خولی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور میں اُترنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی تعداد اور اسمائے گرامی کے بارے میں ہمیں جو احادیث مبارکہ مل سکیں ان کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ ممکن ہے اور بہت سی احادیث مبارکہ اس سلسلے میں موجود ہوں اگر ہم سب کا ذکر یہاں تفصیلی کریں۔ تو موضوع بہت ہی طویل ہو جائے گا۔ اس لیے یہاں ان پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ اللہ قبول فرمائے۔ آمین۔

1- از: سیرۃ النبی کامل از ابن ہشام۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 816

2- از: طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 337 اور 338

3- از: تاریخ طبری۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 543

4- از: البدایہ والنہایہ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 467 اور 468

5- از: الوفا باحوال مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 827 اور 828

6- از: مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 707 اور 708 وغیرہ۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور سے باہر آنے والا آخری شخص

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعویٰ کیا کرتے تھے۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنے والا آخری شخص تھا۔ وہ کہا کرتے تھے۔

''احدث الناس عهداً برسول الله ''۔ ''لوگوں میں سب سے زیادہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری حالات جاننے والا میں ہوں"۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں نے اپنی انگوٹھی جان بوجھ کر حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور میں گرا دی اور کہا میری انگوٹھی قبر انور میں گر گئی ہے۔ میرا مقصد یہ تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے مس کر لوں اور پھر'' احدث الناس عهدا برسول الله صلی الله علیه و آله وسلم '' ہو جاؤں۔ یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ حضور علیہ السلام کے حالات جاننے والا ہو جاؤں۔

شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ میں کوفہ میں لوگوں سے بیان کیا کرتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وقت گزارنے میں سب لوگوں سے آخری ہوں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر انور میں اُتار دیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی باہر نکل آئے تو میں نے اپنی انگوٹھی قبر انور میں ڈال دی اور پھر عرض کیا "اے ابوالحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری انگوٹھی، انہوں نے فرمایا اترو اور اپنی

انگوٹھی لے لو۔ چنانچہ میں قبر انور میں اُترا اپنی انگوٹھی حاصل کی اور قبر کی کچی اینٹ پھر اُسکی جگہ رکھ دی۔ پھر قبر انور سے باہر نکل آیا۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور میں سب لوگوں سے زیادہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ ہے جنہوں نے اپنی انگوٹھی آپ علیہ السلام کی قبر میں ڈال دی اور کہا میری انگوٹھی۔ پھر اُنہوں نے اُتر کر اُسے حاصل کیا اور کہا میں نے یہ صرف اس لئے کیا تھا کہ آخری شخص کہلاسکوں۔

حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے نکل آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور میں اپنی انگوٹھی ڈال دی تا کہ میں قبر انور میں اُتر سکوں۔ اس پر سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ”تم نے صرف اس لیے اپنی انگوٹھی قبر میں ڈالی ہے تا کہ تم اندر اُتر سکو اور یوں لوگ کہیں کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر میں اُترے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ تم اس میں کبھی نہیں اُتر سکو گے اور اُنہیں روک دیا“

واقدی بیان کرتے ہیں کہ عبد الرحمان بن ابی الزناد نے اپنے والد سے بحوالہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی انگوٹھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور میں پھینک دی۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ”تو نے اپنی انگوٹھی اس لیے پھینکی ہے کہ تو یہ کہہ سکے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور میں اُترا تھا“ پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود اُتر کر یا پھر کسی آدمی کو حکم فرما کر وہ انگوٹھی قبر انور سے نکالی اور اُسے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مغیرہ بن شعبہ بن ابی عامر بن مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن عوف بن قیس۔ طائف کے قبیلہ بنو ثقیف کے چشم و چراغ تھے) کے حوالہ کیا۔

ابن اسحاق نے بیان کیا کہ مجھ سے ابو اسحاق بن یسار نے مقسم ابو القاسم مولی (غلام) عبد اللہ بن حارث بن نوفل کے واسطے سے اپنے مولی (غلام) عبد اللہ بن حارث کی روایت بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ عمرہ کے لیے گیا۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ہمشیرہ حضرت اُم ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں ٹھہرے۔ جب عمرہ سے فارغ ہوئے تو واپس آ کر اپنی ہمشیرہ کے گھر غسل کے لیے پانی ڈالا اور پھر غسل فرمایا۔ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اہل عراق کی ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا۔ اے ابو حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں اس سلسلے میں باخبر فرمائیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تمہیں بتایا ہے کہ وہ ”احدث الناس عهدا برسول اللہ صلی اللہ

علیہ و آلہٖ وسلم ''ہیں (یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آخری حالات جاننے والے ہیں۔) لوگوں نے عرض کیا جی ہاں یہی سوال ہم پوچھنا چاہتے تھے۔ جس کے لئے خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ جھوٹ کہتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا ''اَحدث الناس عھدا برسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ''قثم بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں'' (یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آخری حالات جاننے والے حضرت قثم بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں)۔ اور اسی حدیث پر اجماع اُمت ہے۔

1- از: سیرۃ النبی کامل از ابن ہشام۔ جلد۔2۔ صفحہ۔816 اور 817

2- از: طبقات ابن سعد۔ جلد۔2۔ صفحہ۔388,40 اور 389

3- از: البدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔468 اور 469

4- از: معارج النبوت جلد 3 صفحہ۔517

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کب لحد مبارکہ میں اُتارا گیا

واقدی کا بیان ہے کہ ابن ابی سیرۃ نے عن حلیس بن ہشام عن عبداللہ بن وہب عن اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ہم اکٹھی وصال مطہرہ پر آنسو بہا رہی تھیں۔ اور سب جاگ رہی تھیں کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے گھروں میں پڑے ہوئے تھے۔ ہم حضور علیہ السلام کے جسم اطہر کو چارپائی پر پڑا دیکھ کر تسلی حاصل کر رہے تھے۔ کہ اچانک سحر کے وقت واپس آنے والوں کی آوازیں سُنیں۔ پس ہم اور مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگ چلا اُٹھے اور مدینہ منورہ ایک ہی آواز سے لرز گیا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی اور فجر کی اس اذان میں جب فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسم گرامی لیا تو وہ رو پڑے اور لمبے لمبے سانس لینے لگے۔ اور یوں انہوں نے ہمارے غم میں اضافہ کر دیا۔ پھر لوگ آپ علیہ السلام کی قبر انور میں داخل ہونے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ اُلجھنے لگے جسے بند کر دیا گیا۔ ہائے اس مصیبت کے کیا کہنے۔ جس کے بعد جو بھی مصیبت ہمیں پہنچی وہ آپ علیہ السلام کی مصیبت کے ذکر کرنے سے ہیچ ہو جاتی تھی۔

یونس حضرت ابن اسحاق سے بیان کرتے ہیں یعنی مروی ہے کہ فاطمہ بنت محمد زوجہ عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے عروہ سے بحوالہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دفن ہونے کا اُس وقت علم ہوا جب ہم نے بدھ کی نصف شب کو پیائش کرنے والوں کی آوازیں سنیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نماز جنازہ

پڑھنے میں منگل کا پورا دن گزر گیا۔ اور چہارشنبہ (بدھ) کی رات آ گئی۔ رات کے وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کو سپرد خاک کیا گیا۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین کا علم نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ہم نے بدھ کی رات کے درمیانی اوقات میں پھاوڑوں کی آواز سنی۔

ابن شہاب سے مروی ہے کہ دوشنبہ کو آفتاب ڈھلنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس وقت تک دفن نہ ہوئے جب تک کہ تہائی رات نہ گزر گئی۔ آپ علیہ السلام کے اقارب و دیگر لوگ انتہائی رنجیدہ تھے۔ بنی غنم نے جب قبر انور کھودی تو ہم نے پھاوڑوں کی آواز سُنی۔ اُس وقت لوگ اپنے گھروں میں تھے۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر انور میں قبلہ کی طرف سے داخل فرمائے گئے۔

نوح بن یزید سے مروی ہے کہ ابراہیم بن سعد سے پوچھا گیا کہ "کم نزل النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی الارض قال ثلثاً"۔

ترجمہ:۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زمین میں کتنی گہرائی تک دفن کیا گیا؟ اُنہوں نے جواب دیا تین ہاتھ گہرائی تک"۔

زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو دفن کیے گئے۔ بنولیث نے کہا ہم لوگ اس وقت پھاوڑوں کی آواز سُن رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات کے وقت دفن کیا جا رہا تھا۔

1- از: طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 340 اور 341
2- از: البدایہ والنہایہ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 468 اور 469
3- از: صحیح بخاری باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
4- از: صحیح مسلم باب وصال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
5- از: سیرۃ النبی کامل از ابن ہشام۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 649 اور 665، وغیرہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی شکل

احادیث مبارکہ اور تمام کتب سیر کی روایت سے اجماع ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں بنائی گئی۔ یہ حجرہ اقدس مسجد نبوی کے مشرق میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے مخصوص تھا۔ بعد میں اس حجرہ اقدس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی دفن کیا گیا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا کہ ابوبکر بن عیاش

نے بحوالہ سفیان الشمار ہم سے بیان کیا۔ کہ انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرانور کو کوہان نما دیکھا ہے۔

سفیان بن دینار سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبروں کو مسنم یعنی مرتفع و بلند (کوہان نما) شکل میں دیکھا۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرانور زمین سے کچھ اُونچی کردی گئی تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرانور ہے۔

ابوبکر بن حفص بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سعید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرانور وشیخین کی قبور مسنم تھیں جس پر سنگریزے تھے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرانور کچی اینٹوں سے بنائی گئی۔ پھر لحد پر مٹی ڈال دی گئی۔ بعد میں قبرانور پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی کا ایک مشکیزہ چھڑک دیا۔ پانی کا چھڑکاؤ سرہانے کی طرف سے شروع کیا گیا اور آپ علیہ السلام کی قبر شریف کو زمین پر بلند کیا گیا۔ جس کی اونچائی ایک بالشت تھی۔ ایک روایت میں اونچائی چار بالشت بھی آتی ہے۔ پھر قبرانور پر سرخ وسفید سنگ ریزے چن دئے گئے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیخین (حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے مزارات مقدسہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مقدسہ کے صفہ میں ہیں جن کی ترتیب کچھ یوں ہے۔

کہ پہلے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزار اقدس ہے۔ آپ علیہ السلام کے کندھوں مبارکہ کے مقابل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سراقدس اور ان کے کندھوں کے برابر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سراقدس (واللہ اعلم)۔

حضرت امام ابوداؤد بیان کرتے ہیں کہ احمد بن صالح نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی فدیک نے ہم سے بیان کیا کہ عمرو بن عثمان بن ہانی نے حضرت قاسم کے حوالہ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جاکر عرض کیا "اے میری ماں میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبور کو ظاہر فرمائیں۔ اُنہوں نے میرے لیے تینوں قبور کو ظاہر فرمایا۔ جو نہ تو اونچی تھیں اور نہ نیچی تھیں کہ زمین سے لگی ہوئی ہوں۔ تینوں قبور سرخ صحن کے نشیب میں بچھی ہوئی تھیں جن کی شکل یہ تھی

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہمارے خیال میں مذکورہ نقشہ ہی درست ہے۔ کیونکہ حدیث مبارکہ جن کا اُوپر ذکر ہو چکا ہے اس کے اعتبار سے مزارات مقدسہ کا یہی نقشہ صحیح ہے۔ اور اسی پر اُمت مسلمہ کا اجماع ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ فروہ بن ابی المغراء نے ہم سے بیان کیا کہ علی بن مسہر نے عن ہشام بن عروہ عن اُبیہ ہم سے بیان کیا کہ جب ولید بن عبدالملک (86-96ھ) کے زمانہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی دیوار گر پڑی اُس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم بن العاص بن امیہ بن عبد شمس اموی۔ والدہ حضرت امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند عاصم کی صاحبزادی تھیں) (زمانہ خلافت 99ھ-101ھ) مدینہ منورہ کے امیر (گورنر) تھے۔ انہوں نے فوری حکم دیا کہ اس کو از سر نو تعمیر کیا جائے۔ جب تعمیر شروع ہوئی تو قبر انور سے قدم مبارک نظر آئے وہ ڈر گئے اور خیال کیا کہ قدم مبارک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں۔ اُس وقت انہوں نے کوئی ایسا آدمی نہ پایا جو اس بات کا علم رکھتا ہو۔ پھر حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں تشریف لائے اُنہوں نے قدم مبارک دیکھ کر فرمایا خدا کی قسم یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک نہیں ہیں۔ بلکہ یہ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم مبارک ہیں۔

ایک یہودی قبرِ انور رسول علیہ السلام پر

معارج النبوت میں بیان کیا گیا ہے کہ:۔

”زہرۃ الریاض اور تاج المذکرین میں فقیہہ ابو مالک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ شام میں یہودی تھا شنبہ کے روز ہمیشہ توریت کی تلاوت میں مشغول ہوتا۔ ایک رات اس نے توریت کھولی اس میں اس نے چار جگہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نعت دیکھی اسنے اُسے پھاڑ دیا اور آگ میں جلا دیا۔ دوسری رات حضور علیہ السلام کی نعت آٹھ جگہ پر اس نے دیکھی اسے بھی اس نے پھاڑ کر جلا دیا۔ تیسری رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی منقبت بارہ جگہ پر ثبت تھی۔ یہودی حیران رہ گیا اس نے کہا میں جس قدر صفات کمال اور صفوت جمال محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو توریت سے مٹاتا ہوں اور زیادہ لکھی جاتی ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ تمام توریت نعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بھر جائے۔ پھر اپنے ساتھیوں کی طرف رجوع کر کے حضور علیہ السلام کے حالات دریافت کیے۔ انہوں نے کہا یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں جو حال ہی میں مبعوث ہوئے ہیں، نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں، کذاب (نعوذ باللہ) ہیں اور ان کا نہ دیکھنا بہتر ہے۔ یہودی نے کہا میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے منع نہ کرو تا کہ میں جا کر ان کی زیارت کروں۔ وہ وہاں سے نکلا اور اپنی سواری پر بیٹھ گیا اور مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ شب و روز مراحل طے کرتا ہوا مدینہ منورہ پہنچا۔ سب سے پہلے اس کی ملاقات حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(سلمان الخیر الفارسی الاصفہانی ابن مابہ بن بوذخشاں بن مورسلان بن بہیودان بن فیروز بن سہرک) سے ہوئی۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش وضع شخص تھے یہودی نے خیال کیا شاید پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہ ہے۔سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا ''انت محمد'' حالانکہ حضور علیہ السلام کو وصال فرمائے تین روز ہو چکے تھے۔ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے اور کہا ''میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نہیں ہوں لیکن میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا غلام ہوں۔'' یہودی نے کہا ''اب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کہاں ہیں'' سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوچ میں پڑ گئے کہ کیا جواب دے اگر میں کہتا ہوں کہ وصال فرما گئے ہیں تو طالب مطلوب تک پہنچے بغیر ناامید واپس ہو جائے گا اور اگر کہتا ہوں کہ زندہ ہیں تو خلاف واقع ہوگا۔ اس نے کہا ''آؤ تمہیں ان کے اصحاب تک پہنچادوں''۔ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودی کے ساتھ مسجد نبوی (علیہ السلام) کے دروازہ پر آئے تمام اصحاب مسجد میں غمگین بیٹھے ہوئے تھے۔ یہودی نے اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان میں ہیں کہا السلام علیک یا ابا قاسم السلام علیک یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ جب اجنبی آدمی نے حضور علیہ السلام کا نام لیا صحابہ سے یکدم شور وغوغا اٹھا اور گریہ وفغاں کی آواز اس مجلس سے بلند ہوئی۔ ان میں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکار کر پوچھا ''تو کون ہے جس نے ہمارے غم کو تازہ کر دیا اور زخموں پر نمک چھڑکا۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے تو اس ملک کا نہیں ہے اور حضور علیہ السلام کے وصال شریف کا تجھے علم نہیں تین روز کا عرصہ ہو گیا ہے کہ ماہِ فلک رسالت پردہ میں چلا گیا ہے اور دوستوں کے دل آتش فراق میں ہیں'' یہودی ٹھنڈی آہیں بھرتا تھا اور کہتا تھا'' و احسرتاہ وضاع سفری بالتینی لم تلانی امی ''''کاش میری ماں مجھے نہ جنتی اور اگر میں پیدا ہو گیا تو توریت نہ پڑھتا اور اگر میں نے اسے پڑھا تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نعت نہ پڑھتا اور اگر میں نے اس کی نعت دیکھ لی تو ان کے دیدار سے مشرف ہوتا۔'' اس کے بعد اس نے کہا ''یہاں کوئی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صورت وسیرت بیان کر سکے'' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ''ہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تعریف مجھ سے سنو''۔ یہودی نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا'' میرا نام علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے''۔ اس نے کہا ''بلاشبہ میں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کو توریت میں لکھا ہوا پایا ہے۔ اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تعریف کیجئے'' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صورت مبارک اس طرح تھی کہ آپ کا قد مبارک نہ بلند تھا اور نہ پست اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا سر مبارک گول تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیشانی کشادہ، آنکھیں شہلا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ابرو ہمایوں پیوستہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دندان مبارک ایک دوسرے سے جدا تھے جب تبسّم فرماتے آپ کے سامنے کے دانتوں پر ستاروں کی طرح نور چمکتا، اور گھر کے کام ہاتھ سے کرنے کی وجہ سے ہاتھوں کی ہتھیلیاں درشت اور کھردری ہوگئی تھیں اور شکم مبارک پشت کے ساتھ ملا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دونوں کندھوں کے درمیان گوشت، پوست اور خون کے درمیان قدرتی طور پر کلمہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' لکھا ہوا تھا اور اس کے اوپر ''توجہ حیث شیئت فانک

منصور'' لکھا ہوا تھا۔'' جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کی علامات اور نشانیاں اس طرح بیان کیں یہودی نے کہا'' صدقت یا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اس نے توریت میں اسی طرح پایا ہے جیسا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا۔ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لباس میں سے کوئی کپڑا چاہیئے جسے میں سونگھوں''۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا'' ہاں اے سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے گھر جاؤ اور ان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا جُبّہ مبارک طلب کر کے مجلس میں لاؤ''۔ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے دروازے پر آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رونے کی آواز سُنی جو حضور علیہ السلام کے فراق میں رو رہی تھیں۔ حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور رو رہے تھے۔ جب سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اندر سے آواز دی کہ یتیموں کا دروازہ کون کھٹکھٹاتا ہے کون ہے جو یتیموں کا حال پوچھتا ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا'' آستانہ اہل بیت کا خادم سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عُنہ نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے جُبّہ مبارک کی استدعا کے لئے بھیجا ہے'' حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ'' میرے پدر بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا جامہ کون پہنے گا اس خطرناک کام کرنے کی کس میں ہمت ہے''۔ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودی کے واقعہ کو بیان کر کے صورت حال بیان کی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیوند لگا ہوا خرقہ لائیں۔ سات جگہ پر اس کے کھجور کے چھلکے کا پیوند لگا ہوا تھا۔ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ مجمع میں بھیجا۔ پہلے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اسے سونگھا، بوسہ دیا اور سر اور آنکھوں پر مَلا پھر یہودی کے سپرد کیا یہودی نے سونگھا اور اس کی پاکیزہ خوشبو حاصل کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی قبر انور پر آیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا:۔

''اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً'' رَّسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم''

''خدایا میں نے تیری وحدانیت کا اقرار کیا اور اس قبر انور والے کی نبوت و رسالت کا اعتراف کیا''

''پھر کہا'' اللّٰهم ان قبلت اسلامي فاقبض روحي الساعة''

''خداوند! اگر تو نے میرے اسلام کو قبول کرلیا ہے تو میری جان کو اسی وقت قبض فرما''۔ یہ کہا گرا اور جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ اس کی تجہیز و تکفین کر کے جنّت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ولید بن عبدالملک کے حکم پر 86ھ میں جبکہ خود جامع مسجد دمشق کی تعمیر شروع کر چکا تھا اس نے اپنے عمزاد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جو اس وقت مدینہ منورہ کے نائب السلطنت (امیر یعنی گورنر) تھے مسجد نبوی کی توسیع کا کام شروع کیا۔ پس آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد نبوی کو مشرق کی

جانب تک وسیع کر دیا اور یوں حجرہ مبارک مسجد نبوی میں شامل ہو گیا۔

1- از: طبقات ابن سعد۔ جلد۔2۔ صفحہ۔ 341 اور 342

2- از: البدایہ والنہایۃ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔ 472 اور 473

3- از: الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 828

4- از مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔ 708 اور 709 وغیرہ۔

5- معارج النبوت۔ جلد۔3۔ صفحہ۔ 525

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو جدائی کا دُکھ اور رنج والم

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین سے فارغ ہوئے۔ تو ہر سمت حسرت ویاس، دکھ والم کی حکمرانی تھی۔ ہر ایک نہایت غمگین اور کرب انگیز لمحات سے دوچار تھا۔ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی ناقابل برداشت حد تک پہنچ چکی تھی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا اس حادثہ سے کیا حال ہو چکا تھا فرداً فرداً کیفیت لکھنا تو ممکن نہیں البتہ احادیث نبوی اور کتب سیر کے حوالوں کی مدد سے چند ایک چیدہ چیدہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی کیفیت تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ دعا ہے اللہ اس کوشش کو قبول فرمائے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ سلیمان بن حرب نے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہم سے بیان کیا کہ ثابت بن انس نے ہمیں بتایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض شدت اختیار کر گیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ ہائے میرے والد گرامی کی تکلیف۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ ’’آج کے بعد تمہارے والد کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی‘‘۔ پھر جب آپ علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ ہائے ابا جان جنکی دعا کا رب نے جواب دیا ہے۔ ہائے ابا جان جنت الفردوس جن کا ٹھکانہ ہے۔ ہائے ابا جان جن کے وصال کی خبر ہم جبریل علیہ السلام کو دیں گے۔ اور جب آپ علیہ السلام کو دفن کیا گیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اے انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا تمہارے دلوں نے اس بات کو گوارا کر لیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مٹی ڈالو؟

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ یزید نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کر دیا گیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ’’اے انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔ قبیلہ نجار۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا رشتے

میں حضور علیہ السلام کی خالہ ہوئی تھیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 2286 احادیث مروی ہیں) کیا تمہارے دلوں نے اس بات کو گوارا کرلیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مٹی میں دفن کردو اور واپس چلے آؤ''۔اس حدیث کو ابن ماجہ نے حماد بن زید سے مختصراً روایت کیا ہے۔حماد بیان کرتے ہیں کہ''جب حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کو بیان کرتے تو اس حد تک روتے کہ اُنکی پسلیاں ہلنے لگتی تھیں"

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ روئیں۔اُن سے پوچھا گیا کہ کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر روتی ہیں۔انہوں نے جواب دیا نہیں خدا کی قسم میں اس لئے روتی ہوں کہ میں یہ نہیں جانتی کہ آپ علیہ السلام ایسی چیز کی طرف تشریف لے گئے ہیں جو دنیا سے آپ علیہ السلام کے لیے بہتر ہے۔میں تو آسمان کی خبر پر روتی ہوں جو منقطع ہوگئی۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما (بن وائل بن ہاشم بن معبد بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی القرشی) (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی احادیث کی مرویات کی تعداد 700 ہے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فسطاط میں 65ھ میں وفات پائی) سے مروی ہے کہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے ہوئے سُنا کہ۔"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جب وصال شریف ہوگیا تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے بعض کو آپ علیہ السلام کے وصال شریف کا اس قدر غم ہوا کہ قریب تھا کہ ان کی عقل ہی جاتی رہتی۔میں بھی اُن میں سے ایک تھا۔جن کو آپ علیہ السلام کا غم تھا۔میں مدینہ منورہ کے قلعوں میں سے کسی ایک قلعہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرچکے تھے۔اُس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے قریب سے گزرے انہوں نے مجھے سلام کیا مگر مجھے آپ علیہ السلام کے وصال کا اسقدر غم تھا کہ مجھے علم ہی نہ ہوسکا وہ کس وقت میرے پاس سے گزرے ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوبکر رضی تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور انہوں ے عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعجب میں نہ ڈال دوں۔میں عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس سے گزرا انہیں سلام کیا۔مگر انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے۔انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور یوں دونوں میرے پاس تشریف لائے۔حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مجھ سے فرمایا''اے عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہارے بھائی تمہارے پاس آئے۔انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ تمہارے پاس سے گزرے اور سلام کیا مگر تم نے جواب نہیں دیا۔وہ کیا بات ہے جس نے تمہیں ایسا کرنے پر آمادہ کیا''۔میں نے عرض کیا اے خلیفہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے ایسا نہیں کیا۔حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کیوں نہیں اللہ کی قسم مگر اے بنی اُمیہ یہ تمہارا حصہ ہے۔میں نے جواب دیا واللہ مجھے خبر بھی نہ ہوئی کہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس سے گزرے ہیں اور نہ ہی مجھے یہ خبر ہوئی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے سلام کیا ہے۔

حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا تم سچ کہتے ہو۔ واللہ میں گمان کرتا ہوں کہ تم کسی ایسے کام میں مشغول تھے جو تم اپنے دل میں کہہ رہے تھے۔ میں نے جواب دیا جی ہاں۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا بات تھی، میں نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا میں نے اُمت کی نجات کے وسیلے کا آپ علیہ السلام سے نہ پوچھا کہ کیسے ہوگا۔ اسی چیز کو میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا۔ اور اپنی کوتاہی پر افسوس کر رہا تھا۔

یہ سُن کر حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا میں نے اس سلسلے میں حضور علیہ السلام سے عرض کیا تھا۔ آپ علیہ السلام نے مجھے اس بات کا جواب ارشاد فرما دیا۔ میں نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے دریافت کیا وہ ارشاد گرامی کیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ "جو شخص مجھ سے کلمہ کو قبول کرلے جو میں نے اپنے چچا (ابوطالب) کے سامنے پیش کیا تھا۔ مگر انہوں نے وہ مجھے واپس کر دیا وہ ان کے لیے باعث نجات تھا۔ وہ کلمہ شہادت جسے میں نے اپنے چچا پر پیش کیا یہ ہے"۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عفان نے ہم سے بیان کیا کہ جعفر بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا کہ ثابت نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی 93ھ) کے حوالے سے بیان کیا کہ جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو مدینہ منورہ پر ہر چیز روشن ہوگئی۔ اور جس روز آپ علیہ السلام کا وصال ہوا مدینہ منورہ کی ہر چیز تاریک ہوگئی۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہاتھ نہیں جھاڑے حتیٰ کہ ہمارے دل ہم سے بیگانہ ہوگئے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو صحیح بیان کیا ہے۔

حضرت اُم سلمہ بنت اُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جو نمازی نماز ادا کرنے کے لیے کھڑا ہوتا تو اُسکی نگاہ اُس کے قدموں کی جگہ سے آگے نہیں بڑھتی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہو گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا تو لوگ جب نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوتے تو کسی کی نگاہ اُسکی پیشانی کے مقام سے آگے نہ جاتی۔ اور پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا تو لوگ جب نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوتے تو کسی کی نگاہ قبلہ کی جگہ سے تجاوز نہ کرتی۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال پا گئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا اور فتنہ پیدا ہوا تو لوگ نماز ادا کرتے وقت دائیں بائیں دیکھا کرتے تھے۔

امام بیہقی بیان کرتے ہیں کہ سلیمان بن مغیرہ نے ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

ملاقات کو تشریف لے گئے میں بھی آپ علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کو مشروب پیش کیا۔ اُس وقت حضور علیہ السلام یا تو روزہ دار تھے یا پھر مشروب نوش نہیں فرمانا چاہتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے وہ مشروب واپس کر دیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مسکراتا ہوا آیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ چلیں حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس چلتے ہیں۔ ہم حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے تو وہ رو پڑیں۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اُن سے فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کس وجہ سے رو رہی ہیں۔ جو اللہ کے پاس ہے وہ اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بہتر ہے۔ انہوں نے کہا میں اس وجہ سے نہیں رو رہی کہ مجھے معلوم نہیں کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بہتر ہے۔ بلکہ میں اس لئے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی آنا منقطع ہو گئی ہے۔ اس طرح انہوں نے دونوں بزرگوں کو بھی رونے پر اُبھار دیا۔ صحیح مسلم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

مسلم اپنی صحیح میں بیان کرتے ہیں اور ابو اُسامہ سے بھی مجھے اطلاع ملی ہے اور جن لوگوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے ان میں ابراہیم بن سعید جوہری بھی شامل ہے۔ ابو اُسامہ نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن عبداللہ نے عن ابی بردہ عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے بیان کیا کہ ''جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی کسی جماعت پر رحمت کرنا چاہتا ہے تو اس سے پہلے اُن کے نبی کو وفات دے دیتا ہے اور یوں اُن کے لئے فرط وسلف بنا دیتا ہے جو ان کے لیے گواہی دیتا ہے (فرط آگے پہنچے والے اجر کو کہا جاتا ہے) اور جب اللہ کی جماعت کی ہلاکت کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے اس حال میں عذاب دیتا ہے کہ ان کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اس کی جماعت کو دیکھتے ہی دیکھتے ہلاک کر دیتا ہے۔ پس وہ لوگ جب اس کی تکذیب کرتے ہیں اور اُس کے احکام کی نافرمانی کرتے ہیں تو ان کی ہلاکت سے نبی کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتا ہے''

حافظ ابوبکر ابزار بیان کرتے ہیں کہ یوسف بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالحمید بن عبدالعزیز بن ابی داؤد نے عن سفیان عن عبداللہ بن السائب عن زاذان عن عبداللہ بن مسعود عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہر وقت چکر لگاتے رہتے ہیں جو مجھے میری اُمت کی طرف سے سلام پہنچاتے رہتے ہیں''۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ'' میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تم بیان کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے بیان کرتا ہے۔ اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ مجھ پر تمہارے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ پس جو بھلائی کی بات دیکھتا ہوں اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور جو بُری بات دیکھتا ہوں تو تمہارے لئے اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں''

کتب سیر میں آتا ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن

سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے اپنے حال کو دیکھتے ہوئے سر پر خاک وحسرت ویاس ڈالی اور محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق میں جلنے لگے۔ خصوصاً سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے زیادہ غمگین اور بے کس تر تھیں۔ سیدنا حضرت حسن وحسین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین پر نظر ڈالتی تھیں تو اپنی یتیمی اور فرزندوں کی حالت دیکھ کر آنسو بہاتی تھیں۔ دوسری طرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس حجرہ مقدسہ میں جہاں سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہوا اُداس وغمگین بیٹھی تھیں۔ وہ حجرہ مبارک اُن کے لئے بیت الحزن وفراق بن گیا تھا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ مستجاب الدعوات تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے خدا میری اس جہان کو دیکھنے والی آنکھ صلب کر لے کیونکہ میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخ انور اور جمال لازوال کے علاوہ کچھ نہیں دیکھنا چاہتا۔ پس وہ فوری طور پر ہی نابینا ہو گئے۔

اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک ایسی جماعت بھی تھی جس کو کسی صورت وحال میں سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار پاک اور رخ انور کی تابشیں دیکھے بغیر صبر واستقلال نہیں آتا تھا۔ اس جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد مدینہ منورہ چھوڑ کر دنیا کی مسافری اختیار کر لی تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اُسی جماعت میں شامل تھے۔ وہ ملک شام کی طرف چلے گئے۔ پورے چھ ماہ گزر جانے پر ایک رات خواب میں سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار ہوا۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم ہم پر کس لیے ظلم کر رہے ہو کہ ہماری زیارت کے لیے نہیں آتے ہو"۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوئے فوراً رخت سفر باندھا اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضور علیہ السلام کے وصال شریف کے بعد چھ ماہ کے عرصہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وصال پا چکی تھیں۔۔ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ منورہ میں پہنچے تو ان کی ملاقات حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہوئی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہزادوں سے پوچھا سیدہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کیا حال شریف ہے۔ دونوں شہزادے رو پڑے اور فرمایا "اَجرَکَ اللہ فی فاطمہ "یہ سنتے ہی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہا رو پڑے اور فرمایا "اے لخت جگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی قسم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت جلد اپنے والد گرامی سے جا ملیں"۔

ابو جعفر سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا۔ مگر شاید ان کے منہ مبارک کا کنارہ کبھی کھل گیا ہو۔

1- از: طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 344 تا 347

2- از: البدایۃ والنہایۃ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 474 تا 478

3- از: صحیح بخاری۔ باب وصال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

4- از: صحیح مسلم۔ باب وصال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

5- از: ابن ماجہ، ابوداؤد، بیہقی، حضرت امام احمد رحمہما اللہ علیہ۔
باب وصال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

6- از: مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔709 تا 711 وغیرہ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کا بیان

میراث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے میں کیونکہ کچھ اختلاف پایا جاتا ہے اور پھر اس اہم ترین مسئلہ کے بارے میں اہل اسلام کو علم ہونا چاہیئے تا کہ وراثت انبیاء علیہ السلام اور وراثت اُمت کا فرق اچھی طرح سمجھ سکیں اس لیے ہم یہاں اس مسئلے کی وضاحت تحریر کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔ دوسرا ہر سیرت نگار و صاحب سیر نے اس مسئلے پر روشنی ضرور ڈالی ہے کیونکہ یہ اہم ترین مسائل میں سے ایک ہے۔ دعا ہے اللہ کریم اس ناچیز و احقر کی اس کوشش کو اپنے حبیب پاک صاحب لولاک کے وسیلہ جلیلہ سے قبول و منظور فرمائے۔ آمین۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم، نہ کوئی غلام چھوڑا نہ کوئی لونڈی، نہ کوئی بکری چھوڑی نہ اونٹ اور نہ کوئی ایسی چیز چھوڑی جس کا کوئی وارث ہو۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری زمین کو اللہ کے لئے صدقہ کر دیا۔ بلاشبہ تمام دنیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ایسے ہی حقیر تر تھی جیسے کہ وہ اللہ کے نزدیک حقیر تر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے لائق ہی نہیں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لئے کوشش کرتے یا اسے اپنے بعد میراث چھوڑتے۔

قرآن کریم اور سیرت پاک کا مطالعہ کریں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام دنیاوی زندگی مبارکہ نہایت ہی سادہ اور ہر قسم کی بناوٹ سے پاک تھی۔ اکثر اوقات گزر بسر خالی پانی اور کھجور تناول فرما کر کرتے اور کچے حجروں مقدسہ میں کمبل پوش زندگی بسر فرماتے رہے۔ بوریا اور ٹاٹ بطور بچھونا استعمال فرماتے۔ ایسی حالت میں فخر دوعالم نور مجسم رحمت کل آقا دوجہان تاجدار عرب وعجم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس دنیا کا کوئی ظاہری مال ایسا تھا ہی نہیں جسے وراثت کے لیے چھوڑتے۔ جب وصال شریف ہوا تو ایک سفید خچر، ہتھیار، اور کچھ زمین وہ بھی مسلمانوں کے لیے وقف کر چھوڑی تھی۔ کیونکہ کوئی جائیداد ذاتی تھی ہی نہیں۔ اس لئے وراثت کا سوال کیا پیدا ہوتا۔ پھر آپ علیہ السلام کا فرمان ذی شان جس پر اجماع صحابہ کرام اور اُمت ہے کہ:۔

اِنَّا مَعَاشِرُ الاُ نْبِيَاءِ لاَ نَرِثُ وَلاَ نُوْرَثُ مَاتَرَ كْنَاهُ صَدَقَةٌ".

ترجمہ:۔ ''ہم نبیوں کی ایسی جماعت ہیں کہ کسی کی میراث نہیں لیتے اور نہ ہماری وراثت کوئی لیتا ہے۔ اور ہم جو ترکہ چھوڑتے ہیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے''

اس فرمان اقدس کی روشنی میں یہ مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے کوئی میراث نہیں چھوڑی تھی۔ یہاں ہم احادیث مبارکہ سے اس امر کی وضاحت وثبوت پیش کر رہے ہیں۔

صحیح بخاری ومسلم اور ابوداؤد میں حدیث شریف ہے کہ مالک بن انس نے ابی الازناد عبداللہ بن زکوان عن عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج عن ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (ابو ہریرہ عمیر بن عامر بن عبد ذی الشریٰ بن طریف بن غیاث بن لہنیہ بن سعد بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس۔ یمنی قبیلہ دوس) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ "میرے وارث باہم دینار تقسیم نہ کریں گے اور اس میں جو کچھ چھوڑوں وہ میری ازواج کے اخراجات اور میرے عامل کے خرچ کے بعد جو کچھ بچ جائے۔ وہ صدقہ (وقف) ہوگا''۔

صحیح بخاری شریف میں دوسری جگہ حدیث آتی ہے۔ جسے حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا۔ (یہ حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حارث، اُم المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی تھے۔ گویا اسطرح یہ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے(Brother in Law)سالے تھے۔ فرماتے ہیں۔ "واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وصال شریف کے وقت نہ کوئی درہم چھوڑا، نہ دینار نہ غلام نہ لونڈی، نہ کوئی اور چیز ماسوائے اپنے ایک سفید خچر، ہتھیار اور زمین کے جسے آپ علیہ السلام نے بطور صدقہ (وقف) چھوڑا''۔ از صحیح بخاری کتاب الوصایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اُن سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کے بارے میں بتائیں انہوں نے جواب دیا ''تمہارا باپ نہ ہو تم مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث پوچھتے ہو۔ حالانکہ آپ علیہ السلام نے اس حال میں وصال فرمایا کہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی دینار تھا نہ درہم، نہ غلام نہ لونڈی، اور نہ ہی بکری اونٹ''۔

علی بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال اس حالت میں ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ کوئی دینار چھوڑا۔ نہ درہم اور نہ غلام نہ لونڈی۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حال میں وصال فرمایا کہ نہ آپ علیہ السلام نے کوئی دینار چھوڑا، نہ درہم، نہ غلام، نہ لونڈی، نہ باندی، البتہ ایک زرہ چھوڑی کہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع (تقریباً دو من) جَو کے عوض رہن تھی''۔

صحیح بخاری میں حدیث شریف ہے کہ ''اسمٰعیل بن ابان، ابن مبارک، یونس، زہری، عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ''لَا نُوْرَثُ مَاتَرَکْنَاهُ صَدَقَةٌ'' ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہمارا کوئی وارث نہ ہوگا اور جو کچھ ہم نے چھوڑا صدقہ ہے۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسلمہ نے عن مالک عن ابن شہاب عن عروہ عن عائشہ (رضی

اللہ تعالیٰ عنہا) ہم سے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہو گیا تو آپ علیہ السلام کی بیویوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا تا کہ وہ اُن سے حضور علیہ السلام کی میراث کے بارے میں دریافت فرمائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ "ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا اور ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے"۔

مذکورہ احادیث مبارکہ میں حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث بیان کی گئی ہے۔ اُس میں جس زمین کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے تین الگ الگ جائیدادیں مراد ہیں۔ جنکی تفصیل یہ ہے:۔

1- مدینہ منورہ کی جائیداد

اس جائیداد سے مراد بنونضیر کی زمین ہے۔ یہ زمین اللہ جل شانہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور فیئے عطا فرمائی تھی۔ اس زمین کا قرآن کریم فرقان حمید میں ذکر موجود ہے۔ یہ زمین وصال شریف تک حضور علیہ السلام کے قبضہ میں رہی۔ یہاں سے حاصل ہونے والی آمدنی آپ علیہ السلام گھوڑے، زرہیں اور ہتھیار پر خرچ فرمایا کرتے تھے۔

2- خیبر کی زمین

یہ زمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور سہم (حصہ) میں ملی تھی۔ یہاں کی آمدنی ازواج مطہرات و اہل بیت کے نفقہ پر خرچ فرماتے۔

3- فدک کا باغ

فدک کی نصف زمین جو فتح خیبر کے بعد حضور علیہ السلام کو اہل خیبر سے صلح کے ذریعے ملی تھی۔ یہ کھجوروں کا باغ تھا۔ فدک سے حاصل ہونے والی آمدنی کو آپ علیہ السلام وقتی اور ناگہانی ضروریات کے لیے استعمال فرمایا کرتے تھے اور اسے سبیل ومسافروں کے لیے خرچ کرتے۔

مذکورہ زمین سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیال کی جاتی تھیں۔ اور وصال شریف تک آپ علیہ السلام کے قبضہ میں ہی رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ علیہ السلام کو اختیار حاصل تھا۔ کہ جس طرح چاہیں یہاں سے حاصل شدہ آمدنی کو استعمال کریں خرچ میں لائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان زمینوں سے حاصل شدہ آمدنی کو ضرورت کے مطابق اپنے اہل وعیال کے لیے استعمال فرماتے۔ باقی آمدنی حقدار وضرورت مند مسلمانوں پر خرچ فرمایا کرتے تھے۔ ظاہری طور پر تو ان زمینوں سے حاصل ہونے والی آمدنی اور زمینوں پر تصرف بحیثیت مالک تھا مگر حقیقت میں تصرف بطور متولی تھا۔ ان زمینوں کا مالک اللہ تعالیٰ تھا جسے وقف کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضور علیہ السلام اس جائیدا کے متولی تھے۔ اور اُسی کے حکم پر خرچ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ ان زمینوں کی آمدنی سے اپنے اہل وعیال کا سالانہ نفقہ پورا فرمایا کریں۔ اسی لئے آپ علیہ السلام نے خیبر کی

جائیداد سے ازواج مطہرات کا سالانہ نفقہ مقرر فرما رکھا تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے۔ ہم جو چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

1- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

2- حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

3- امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

4- امیر المومنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

5- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

6- حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

7- سیدنا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا"۔ "ہم کسی کو وارث نہیں بناتے۔ ہم جو چھوڑیں وہ صدقہ ہے اس سے مراد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی ذات گرامی تھی"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "میرے وارث دینار و درہم تقسیم نہ کریں۔ میں جو کچھ چھوڑوں وہ میری ازواج کے نفقہ اور میرے عامل کی تنخواہ ہے (یعنی وقف ہے)"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد اہل بیت نے خیال کیا کہ جو زمین و جائیداد حضور علیہ السلام کی ملکیت ذاتی تھی وہ اُن میں بطور وراثت تقسیم ہونی چاہیے۔ چنانچہ سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خیبر، فدک اور بنو نضیر کی جائیدادوں میں سے اپنا حصہ حاصل کرنے کے لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا میں نے خود سرکارِ دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا کہ۔ "اِنَّا مَعَاشِرُ الاَنبِیَاءِ لَا نَرِثُ وَنُوْرَثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃ" "ہم گروہ انبیاء نہ کسی کا مال لیتے ہیں اور نہ ہی کوئی ہمارا وارث ہمارا مال لیتا ہے اور ہم جو ترکہ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے"۔ "اس لیے میں بھی اس مال کو اُسی طرح خرچ کروں گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرچ فرماتے تھے۔ یعنی ازواج مطہرات اور آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مال میں سے اُسی طرح کھائے گی جس طرح حضور علیہ السلام کے زمانہ میں کھاتی تھی۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے ساتھ سلوک اور احسان مجھے اپنی قرابت کے سلوک اور احسان سے بھی کہیں زیادہ محبوب و عزیز ہے"۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب سے سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراض ہوگئیں۔ گو اس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو سیدہ فاطمہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا کے والد گرامی قدر فخر کونین تاجدار مدینہ سرور سینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی انکو سُنایا تھا۔(واللہ اعلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کسی کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ میراث طلب کی جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو بغیر کسی خون ریزی کے غنیمت میں دی تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ صدقہ جو مدینہ منورہ میں تھا۔ فدک میں تھا اور خمس خیبر کا بقیہ بھی طلب فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے سُنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ''ہم کسی کو وارث نہیں بناتے۔ ہم جو چھوڑیں وہ صدقہ ہے''۔ آپ علیہ السلام کے گھر والے اُس میں سے صرف کھا سکتے ہیں مالک نہیں بن سکتے بخدا میں حضور علیہ السلام کے صدقات میں جس طرح وہ عہد نبوی میں تھے کوئی تبدیلی نہیں کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح عمل فرمایا میں اسے خوب جانتا ہوں۔ اس طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کوئی چیز بھی دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراض ہو گئیں۔ اور بات چیت تک بند کر دی۔ یہاں تک کہ اُنکی وفات ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وہ چھ ماہ زندہ رہیں۔

روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جب وصال شریف ہوا تو آپ علیہ السلام نے ترکہ میں ایک سفید خچر، اسلحہ، ایک قمیض مبارک، چادر مبارکہ اور اسی طرح چند اور ملبوسات و بنو نضیر، فدک اور خیبر کی زمینیں چھوڑیں۔ فدک کی آمدنی ازواج مطہرات کے نان ونفقہ اور مسلمان حاجت مندوں کے لئے جو درِ دولت پر حاجت لے کر آتے انکی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے خرچ ہوتی۔ آپ علیہ السلام کے وصال شریف کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت شروع ہوا تو سیدہ خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائیں اور میراث کا مطالبہ فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وراثت دینے سے معذرت چاہی معذوری کا اظہار فرمایا۔ اس پر خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصال پا جائیں گے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وارث کون ہوگا۔ انہوں نے فرمایا میری اہل اور اولاد۔ پھر خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ پھر کس وجہ سے میں اپنے والد گرامی کی میراث کی وارث نہ بنوں۔ یہ سُن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا "ہماری میراث نہیں ہوگی" میں کیونکہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں اس لئے جن جن کی عیالداری حضور علیہ السلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے میں بھی اُنکی عیالداری کروں گا۔ اس طرح حضور علیہ السلام نے جو اموال چھوڑے ہیں وہ میں بھی اُسی جگہ ضرور خرچ کروں گا

جہاں آپ علیہ السلام خرچ فرمایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کسی نبی کو جو عطا فرماتا ہے وہ عطا اُس کے واسطے بھی ہوتی ہے جو اُس نبی کے بعد نبی کے معاملات کو چلاتا ہے۔ ایسے بہت سے لوگ تھے جن کو دینے کا آپ علیہ السلام نے وعدہ فرمایا تھا۔ وصال شریف کے بعد وہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے انہوں نے حضور علیہ السلام کے وعدہ کے مطابق تمام چیزیں آنے والوں کو عطا فرمائیں۔ اس لیے یہ ہرگز نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ حکم صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ہی مخصوص تھا۔

کتب سیر میں حدیث آتی ہے کہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد میں نے بھی بنونضیر، فدک اور خیبر کے ترکہ میں سے وراثت کا مطالبہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے کوئی چیز عطا نہ کی بلکہ مجھے وہی جواب دیا جو انہوں نے سیدہ خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیا تھا۔ اس طرح دوسری ازواج مطہرات کا بھی یہی حال تھا۔ یہ بات صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں کہ اُنہوں نے حدیث نبوی کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ "نبی کی کوئی وراثت نہیں ہوتی وہ جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ جاریہ ہوتا ہے"۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اس بات کی شہادت اور اپنے اپنے طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل سے متفق ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''میں حضور علیہ السلام کا یہ اموال آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر آپ علیہ السلام کی طرح خرچ کروں گا۔ مجھے خداوند قدوس کی قسم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت مجھے اپنی قرابت سے بھی عزیز تر ہے" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد نبوی کے مطابق فیصلہ فرمادیا۔ مگر سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رنج و ناراضگی کی وجہ سے خود بے چین رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسی حکم پر عمل کیا جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا تھا۔ اس لیے جائیداد میں سے کسی کو بطور وراثت کچھ نہیں دیا۔ نہ خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہ اپنی بیٹی سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور نہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے کسی اور کو۔ البتہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے جا کر انکو راضی کرلیا اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔

حافظ ابوبکر بیہقی بیان فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ محمد بن یعقوب نے ہمیں بتایا کہ محمد بن عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا کہ عبدان بن عثمان العتکی نے نیشاپور (خراسان۔ایران) میں ہم سے بیان کیا کہ ابوحمزہ سے اسماعیل بن ابی خالد سے شعبی کے حوالہ سے بیان کیا کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علیل ہوئیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس تیمارداری کے لئے تشریف لے گئے اور دروازے پر کھڑے ہوگئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

فرمایا "اے فاطمہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازے پر کھڑے اندر آنے کی اجازت طلب فرمارہے ہیں کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ بات پسند ہے کہ ان کو اجازت عطا کردوں''۔ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ''کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات پسند ہے کہ میں ان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت عطا کردوں''۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''ہاں مجھے یہ بات پسند ہے''۔ اس پر خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اجازت دے دی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجازت مل جانے پر اندر تشریف لائے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رضامندی حاصل کرنے لگے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ ''خدا کی قسم میں نے اپنا گھر بار، مال، اہل وعیال اور خاندان کو صرف اللہ اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے چھوڑا''۔ یہ سب کچھ سُن کر سیدہ خاتون جنت حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راضی ہوگئیں۔

اموال نبی علیہ السلام کی تقسیم

محمد بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محمد بن سہل بن ابی خیثمہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ اموال بنوالنضیر تھے جن کی تعداد اور نام یہ تھے۔

1- اعراف 2- دلال 3- مثیب
4- برقہ 5- حُسنی 6- مشربہ اُم ابراہیم

''مشربہ اُم ابرہیم'' کے اس نام کی وجہ یہ ہے کہ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لخت جگر نور نظر حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ سیدہ حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہاں تشریف رکھتی تھیں۔ یہ تمام باغات اور علاقہ اسلام بن مشکم نضیری کے تھے جو اُس نے سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دیئے تھے۔

امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین علاقے اپنے لئے مخصوص فرمالئے تھے اور ہر علاقہ سے حاصل شدہ رقم کو الگ الگ طریقہ اور جگہوں پر خرچ فرمایا کرتے تھے۔

1- بنونضیر: اس علاقے سے حاصل شدہ آمدنی کو جنگی ضروریات اور ہنگامی اخراجات پورے کرنے کے لئے استعمال فرماتے۔
2- فدک: اس علاقہ کی آمدنی سبیل اور مسافروں کے لیے وقف تھی۔
3- خیبر کا علاقہ: اس علاقے سے حاصل ہونے والی آمدنی اہل بیت اور ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) کے

نان ونفقہ کے لئے استعمال کی جاتی۔ اس طرح خمس کے تین حصے فرما دیئے تھے۔ دو حصے اہل اسلام کی ضروریات پر خرچ فرماتے جبکہ تیسرا حصہ اہل وعیال کے خرچہ پر صرف ہوتا۔ اگر ان اخراجات کے بعد رقم بچ جاتی تو اُسے مہاجرین اور فقراء پر خرچ فرماتے تھے۔

ہم اُوپر بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کو بحکم حضور علیہ السلام تقسیم فرمانے سے انکار کر دیا تھا۔ بعد میں شاید سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی ہو کہ فدک اور خیبر کی زمینوں کا بندوبست سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد فرما دیں تا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جائیداد کی نگرانی فرماتے رہیں۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کرنے سے بھی انکار کر دیا اور فرمایا ان زمینوں کا تمام بندوبست اُسی طرح خود کرتا رہوں گا۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرمایا کرتے تھے۔

جس وقت خلیفہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا تو انہوں نے بھی دو سال تک ان اموال کو اسی طرح خرچ کیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خرچ فرمایا کرتے تھے۔ دو سال بعد حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس سلسلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو کی۔ امیر المومنین نے سابقہ طریقے کا حوالہ دیتے ہوئے میراث کی تقسیم سے معذرت چاہی البتہ تالیف قلب (قلوب) کے لیے یہ صورت نکالی کہ جائیداد مدینہ منورہ یعنی بنونضیر کو ان دونوں بزرگوں کے حوالے کر دیا تا کہ وہ مشترکہ طور پر اس جائیداد کا نظام چلائیں۔ ساتھ ہی دونوں سے یہ حلف بھی لیا کہ اس جائیداد سے حاصل شدہ آمدنی کو انہی جگہوں اور طریقوں سے خرچ فرمائیں گے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خرچ فرمایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ان دونوں بزرگوں پر یہ بات بھی واضح فرما دی کہ جائیداد میراث نہیں بلکہ وقف ہے اور آپ حضرات اس جائیدا کے متولی اور ناظم ہوں گے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس صورت حال کے ساتھ مکمل اتفاق کیا اور منظور فرمایا۔ خیبر اور فدک کی جو زمینیں تھیں ان کا انتظام حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پاس ہی رکھا۔ یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متروکہ جائیداد کو دو حصوں میں تقسیم فرما دیا۔

1- اموال بنونضیر کی تقسیم

مدینہ منورہ کی جائیداد یعنی بنونضیر والی زمینیں جنکی آمدنی سے اہل بیت اور ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا نان نفقہ پورا کیا جاتا تھا۔ یہ جائیداد حضرت علی وحضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سپرد کر دیں اور فرمایا کہ

بطور متولی و ناظم ان کی دیکھ بھال کریں دوسرا یہ بزرگ حاصل ہونے والی آمدنی کے مصارف سے اچھی طرح واقف تھے اور ذوی القربیٰ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اقربا) ہونے کا حق اُن کے پاس تھا۔ پھر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین فرمان نبوی "لاَ نُوْرَثُ مَاتر کنَا" سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے۔ اس لیے یہ اندیشہ باقی نہیں رہ گیا تھا کہ لوگ اس جائیداد کو میراث میں دینا خیال کریں گے۔

-2 اموالِ خیبر وفدک

خیبر اور فدک جائیداد جس سے حاصل ہونے والی آمدنی کا انتظام بحیثیت خلیفہ اپنے ہاتھ میں ہی رکھا۔ اور اس آمدنی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سُنت کے مطابق خرچ فرماتے رہے۔

سیدنا حضرت علی و حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بنونضیر والی جائیداد کا بطور متولی انتظام چلاتے رہے مگر کچھ عرصہ بعد ان دونوں بزرگوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا جیسا کہ ایک جائیداد کے دو متولیوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو جایا کرتا ہے۔ دونوں بزرگوں نے فیصلہ کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رابطہ کیا اور درخواست کی کہ ہمارے درمیان اس تولیت کو تقسیم فرمادیں یعنی مدینہ منورہ کی جائیداد کے نصف پر سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ منتظم ہوں۔ جبکہ نصف زمین کا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متولی بنا دیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس درخواست کو قبول فرمانے سے انکار فرمادیا اور فرمایا ''اگر ہر ایک کی تولیت کا حصہ الگ الگ کر دیا گیا تو یہ تقسیم میراث کی شکل بن جائے گی اس لئے میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ اور نہ ہی کوئی بھی قیامت تک ایسا کر سکتا ہے''۔ پھر مزید ارشاد فرمایا ''اگر آپ بزرگ اس جائیداد کی تولیت کا کام سرانجام نہیں دے سکتے تو یہ جائیداد مجھے واپس کر دیں میں خود ہی اس کا انتظام کرلوں گا''

صحیح بخاری کے باب الفرائض میں حدیث بیان کی گئی ہے کہ ''امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں جس کے حکم سے زمین وآسمان قائم ہیں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ہمارا کوئی وارث نہ ہو گا اور جو ہم نے چھوڑا وہ صدقہ ہے'' اور اس سے مراد آپ علیہ السلام کی ذات تھی۔ اُس وقت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود تھے۔ اس جماعت نے فرمایا کہ ''آپ علیہ السلام نے ایسا فرمایا ہے''۔ پھر حضرت علی و حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ آپ دونوں جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہے۔ ان دونوں نے جواب دیا ''ہاں آپ نے یہ فرمایا ہے''۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اب میں آپ لوگوں سے اس کے متعلق بیان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس فئی (فیئے) میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخصوص کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علاوہ کسی کو نہیں دیا۔ چنانچہ اللہ بزرگ و برتر نے فرمایا'' مَآ

اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ ''(سورۃ الحشر آیت 6) تو یہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے تھا۔ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم اس بات کو جانتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا ہاں۔ پھر حضرت علی وعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں آپ دونوں کو خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ دونوں اس بات کو جانتے ہیں؟ ان دونوں نے کہا ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نبی ختم الرسل علیہ السلام وصال فرما گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح کرتے رہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کیا تھا''۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ سفیان نے عن عمرو عن زہری عن مالک بن اوس ہم سے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) سے فرماتے سنا، میں تم سے اس اللہ تعالیٰ کے نام پر استدعا کرتا ہوں جس کے حکم سے زمین وآسمان قائم ہیں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا اور ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے''۔ انہوں نے کہا ہاں'' (یہ روایت صحیحین کی شرط کے مطابق ہے)۔ میں کہتا ہوں ان دونوں نے نگرانی کی سپردگی کے بعد جو بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھی تھی وہ یہ تھی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کے درمیان نگرانی تقسیم کر دیں اور دونوں میں سے ہر ایک جس قدر زمین کا مستحق ہے اس کی نگرانی کرے گا اور ان دونوں نے اپنے سے پیشتر صحابہ (کرام) کی ایک جماعت بھیجی تھی جن میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) شامل تھے۔ ان دونوں کے درمیان مجموعی نگرانی کے باعث تنازعہ ہوا تھا اور جن صحابہ کرام کو انہوں نے اپنے سے پیشتر بھیجا تھا۔ انہوں نے کہا یا امیر المومنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیجئے یا ایک کو دوسرے سے راحت پہنچایئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کے درمیان نگرانی کی تقسیم سے بچتے تھے۔ کیونکہ یہ بھی تقسیم میراث کے مشابہ تھی خواہ ظاہری صورت میں ہی تھی تا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام کے قول کہ ''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا اور ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔'' کی نگہبانی کریں۔ پس آپ نے ان کی بات ماننے سے سختی سے انکار کر دیا۔ پھر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک مسلسل ان اموال کی نگرانی کرتے رہے۔ پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اموال پر غالب آ گئے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مشورے سے ان اموال کو چھوڑ دیا۔ جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے۔

سیدنا حضرت علی وحضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہرگز یہ مطالبہ نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس جائیداد کو میراث کے طور پر نصف نصف تقسیم کر دیا جائے بلکہ وہ چاہتے تھے کہ ان کے برابر برابر حصوں پر متولی کی

حیثیت سے تقسیم کا حق لاگو کر دیا جائے۔ بالفاظ دیگر یہ بزرگ تولیت کی تقسیم چاہتے تھے۔ نہ کہ میراث کی تقسیم۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تقسیم کو اس لیے منظور نہ فرمایا کہ مبادا آگے چل کر لوگ اس تولیت کی تقسیم کو کہیں میراث کی تقسیم ہی نہ خیال کر لیں۔

اس کے بعد کچھ عرصہ تک تو تولیت کا یہ کام مشترکہ طور پر چلتا رہا مگر بعد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جائیداد سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبضہ ختم کر کے تمام جائیداد اپنی تولیت میں لے لی اور یوں جائیداد سے حاصل شدہ آمدنی کو تنہا اپنی مرضی کے مطابق استعمال فرماتے رہے۔ یہاں ایک امر نہایت ہی قابل غور ہے۔

اہم نکتہ:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پوری جائیداد اپنی تولیت میں فرما کر اس کا نظم نسق اور تنہا اپنی صوابدید پر آمدنی خرچ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مال و جائیداد وقف تھی نہ کہ میراث وملکیت۔ کیونکہ بعض اوقات دو متولیوں کے درمیان کسی مصلحت کے تحت ایک کا تولیت سے قبضہ اُٹھا دینا کسی قسم کی زیادتی یا ظلم نہیں ہے۔ البتہ میراث میں کسی قسم کی مصلحت کے تحت بھی دوسرے کے حصہ پر قبضہ کر لینا ناجائز اور ظلم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات مقدسہ سے ناجائز یا ظلم کا ارتکاب ماننا ناممکن ہے ایسا سوچنا بھی کہ وہ پاک ہستی کسی کی ملکیت یا میراث کو غصب کر لیں گے گویا اپنے اعتقاد وایمان سے ہی ہاتھ دھو لینے کے مترادف ہے۔ اس کے علاوہ شرعی طور پر اگر اس جائیداد کو میراث مان لیا جائے تو پھر اُس پر صرف حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی حق تسلیم نہیں کیا جائے گا بلکہ اُس میں تمام ازواج مطہرات بھی شامل ہیں ان کو حصہ دینا بھی لازمی ہے۔ جبکہ تاریخی شواہد اس امر کا ثبوت ہیں کہ حضرت علی، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم دیگر اہل بیت یا ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے کسی ایک نے بھی اس جائیداد کو نہ کبھی میراث سمجھا اور نہ ہی کبھی اپنے حصہ کا مطالبہ کیا (واللہ اعلم)۔

فدک کی حقیقت کا بیان

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ میں بنو نضیر کی زمینیں جو کہ مدینہ منورہ میں تھیں ان کا مکمل بیان پہلے گزر چکا ہے اس کے علاوہ خیبر کے علاقے میں جو زمینیں تھیں ان کے بارے میں بھی تفصیل گزر چکی گو ہم نے فدک کا بیان بھی کر دیا ہے مگر یہاں خاص طور پر فدک کی تشریح بیان کر رہے ہیں۔ اس تفصیل کو حقائق اور تاریخی شواہد و عقلی دلائل کی روشنی میں بیان کرنے کا مقصد صرف اور صرف ان بے بنیاد الزامات کی تردید کرنا ہے جن کی وجہ سے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اسلام میں سب سے بلند درجہ رکھنے والی شخصیات کے بارے میں گستاخیوں کے مرتکب ہو کر خود ہی اپنے ایمان کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مجھ احقر کی اس کوشش کو قبول فرمائے۔

آمین۔

فدک خیبر کے علاقہ میں ایک مختصر سا کھجوروں کا باغ تھا۔ اس باغ سے حاصل ہونے والی مختصر سی آمدنی سے سرکار مدینہ سرور سینہ مختار کل سید المرسلین حضور پرنُور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل وعیال کا سالانہ نفقہ پورا فرمایا کرتے تھے یا پھر کسی وقتی ضرورت پر خرچ فرماتے اس کے بعد اگر کچھ بچ جاتا تو مالک دو جہان وحبیب خدا ہونے کے باوجود اخراجات میں سادگی کا یہ حال تھا کہ اس مختصر سی آمدنی سے بھی جو کچھ بچ جاتا اس کو حاجت مندوں فقراء اور مساکین میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام کے وصال شریف کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ علیہ السلام کے خلیفہ و جانشین مقرر ہوئے۔ اُس وقت خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی ''مجھے وراثت میں سے حصہ دیا جائے''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواب میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود سُنا فرمایا:

"اِنَّا مَعَاشِرُ الْاَنْبِيَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ"

ترجمہ:۔ "ہم گروہِ انبیاء کا نہ کوئی وارث ہوتا ہے اور نہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ اور وقف ہوتا ہے"۔

سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراض ہوگئیں اور پھر اس سلسلے میں کچھ مزید ارشاد نہ فرمایا۔

یہ بات ہر عاقل اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ باغ فدک ایک مختصر سا کھجوروں کا باغ تھا کوئی لاکھوں کروڑوں درہم و دینار کی ملکیت نہ تھی۔ جس کے بارے میں یہ خیال کیا جائے کہ شاید نعوذ باللہ خلیفہ وقت اس کثیر مالیت کو ہڑپ کرنا چاہتے تھے۔ تاریخ اسلام، تاریخ عالم اور کتب سیر اُٹھا کر مطالعہ کریں کہ کسی بھی اہل اسلام یا غیر اسلام نے اپنی اپنی ان تصنیفات میں کہیں اشارۃً بھی اس چیز کا ذکر کیا ہے کہ خلفائے راشدین میں سے کسی ایک نے بھی باغ فدک سے حاصل ہونے والی آمدنی کو اپنی ذات یا پھر اپنے خیال ومرضی کے مطابق خرچ کیا ہو ہرگز نہیں ہر جگہ جواب نفی میں ہی ملے گا۔ بلکہ اُن برگزیدہ ہستیوں نے تو حاصل شدہ اموال کو ہمیشہ اُسی طرح ہی خرچ کیا جس طرح سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں باغ فدک کی سابقہ صورت کو بحال رکھا۔ تو یہاں کیا نعوذ باللہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بھی وہی الفاظ استعمال کیے جائیں گے جو پہلے تینوں خلفاء کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس سوال کا جواب پہلے تینوں خلفاء پر اعتراض کرنے والے حضرات دیں۔

پھر تاریخ اسلام و تاریخ عالم اس بات پر گواہ ہے جس کو لکھنے والے دنیا کے ہر مذہب سے تعلق رکھتے ہیں کہ خلفاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی زندگیاں سادگی اور درویشانہ طرز پر ضرب المثال کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اُن

بزرگوں نے اہل بیت کے ساتھ ہمیشہ فیاضانہ رویہ رکھا۔ مال غنیمت اور بیت المال میں سے خانوادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افراد کو بیک وقت پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ ہزار درہم و دینار بطور عطیہ دیتے رہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لخت جگر سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ ہمیشہ شہزادوں والا سلوک روا رکھا۔ تاریخ اسلام ان واقعات کا کھلا ثبوت ہے۔ مذکورہ تمام شواہد اور تاریخی واقعات و حقائق کی روشنی میں جو عقلی ثبوت تحریر کیے ہیں ان کے تحت خلفائے راشدین کے بارے میں ایسی قابل مذمت تحریر یا عقیدہ رکھنے والوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ اپنے ان خیالات سے رجوع کریں دعا ہے اللہ کریم اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سیدہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ناراضگی پر سوال اور اس کا جواب

جیسا کہ ہم بیان کرتے چلے آ رہے ہیں کہ سیدہ خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متروکہ جائیداد میں سے اپنا حصہ میراث طلب کیا تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا انبیاء علیہ السلام کے متروکہ میں وراثت نہیں ہوتی بلکہ وہ جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ اور وقف ہوتا ہے۔ یہ جواب سُن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ناراض ہو گئیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بات چیت چھوڑ دی ترک تعلق کر لیا یہاں تک کہ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہو گیا۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک "لَانُوْرَثُ مَاتَرَکْنَاہُ صَدَقَہ" سُن لیا تو پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیوں ناراض ہوئیں۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ارشاد نبوی کے تحت حصہ نہ دینے پر مجبور و معذور تھے۔ پھر والد گرامی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا جانکاہ پیش آیا ہوا اور سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بے وقعت اور فانی چیز کا قصہ اس انداز سے شروع فرما دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یار غار، خسر اور جانشین یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراض ہو کر بات چیت ہی ترک کر دیں۔ یہ سب کچھ سیدہ خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان کے خلاف اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عصمت کے بالکل برعکس ہے۔ اس سوال کا حقائق کی روشنی میں جواب دینا اس لیے ضروری ہے کہ مبادا خوارج یا دشمن اسلام کہیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں یہ گستاخی نہ کر دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کا دنیا تاریک کر

دینے والا واقعہ گزرے دیر نہیں ہوئی کہ اس مشکل ترین موقعہ پر سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے میراث کا مطالبہ فرما دیا جو کہ ان کی شان زہد وتقویٰ کے خلاف تھا۔ پھر جب انہوں نے ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی سن لیا تو اس پر بجائے سر تسلیم خم کرنے کے غصہ کرنے کے کیا معنیٰ تھے۔ اس سوال کا جواب دینا تو اُس گروہ پر بھی فرض ہے جو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے ایسے خیالات رکھتے ہیں اور ہم پر بھی جواب دینا فرض ہے جو ان بزرگ ہستیوں کی شان وعصمت پر اپنا تن من دھن قربان کر دینا عبادت وسعادت سمجھتے ہیں۔ ہم کسی اور کے ذمہ دار تو نہیں البتہ اپنی طرف سے جواب عرض کر رہے ہیں۔ جو انشااللہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت اور عصمت ثابت کرے گا۔

بخاری کی روایت میں جو انہوں نے باب فرض الخمس میں بیان کی ہے حضرت خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہ الفاظ بیان کئے ہیں فرمایا:۔

''قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَاللهِ لَا اَدَعُ اَمْرًا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ فِيهِ اِنَّا صَنَعْتُهُ قَالَ فَهَجَرَتْهُ فَاطِمَةُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حتّٰى مَاتَتْ''

ترجمہ:۔ ''حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو جو کام کرتے ہوئے دیکھا ہے اس کو نہیں چھوڑتا ہوں'' "اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہو گئیں اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ دیا اور پھر اُسی ترک تعلق پر قائم رہیں یہاں تک کہ ان کا وصال شریف ہو گیا۔''

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میراث کا حصہ طلب فرمایا اور انہوں نے سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی خاتون جنت کو سُنا کر معذرت چاہی تو عجب نہیں کہ خاتون جنت کو اپنی اس طلب پر ندامت اور رنج ہوا ہو۔ کیونکہ انبیاء، اولیا اور کاملین کا یہ طریقہ اور عادت شریفہ ہوتی ہے کہ اگر اُن سے ذرہ برابر سہو، بے اعتدالی یا غفلت کا ظہور ہو جائے تو وہ خود ہی نادم ہو جاتے ہیں۔ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کا بھول کر گیہوں کھالینا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا اپنے بیٹے کے لئے نجات طلب کرنے پر نادم ہونا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قتل پر نادم ہونا وغیرہ تو خود قرآن سے ثابت ہے۔ اسی طرح عین ممکن ہے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی اس لاعلمی کی طلب میراث پر ندامت ہوئی ہو۔ انہوں نے سوچا ہو کہ مجھے اگر "لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَه" " کی اگر پہلے خبر ہوتی تو میں ہرگز میراث کا سوال نہ کرتی۔ پھر اسی وجہ سے ان کی بیماری کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کی وجہ سے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رابطہ نہ رکھ سکیں اور ملنے جلنے کا سابقہ دستور قائم نہ رہ سکا اس میں فرق آ گیا۔ اس کے علاوہ والد گرامی حضور اکرم تاجدار مدینہ ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کا صدمہ کسی وقت بھی دل سے جدا نہیں ہوتا تھا۔ خدانخواستہ ایسی نوبت نہیں آئی تھی کہ سلام و کلام کا سلسلہ ہی ختم ہو گیا ہو۔ کیونکہ فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق تین دن سے زیادہ بول چال بند

رکھنا حرام ہے کے حکم کو اُن برگزیدہ ہستیوں سے زیادہ کون جانتا تھا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے محرم نہ تھے جن کے ساتھ ہمیشہ سلام وکلام کا سلسلہ جاری رہتا۔ غیر محرم سے تو بغیر اسلامی ضرورت کے ویسے ہی کلام کرنا جائز نہیں ہے یا اچھا نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا الگ ہو جانا علیحدگی اختیار فرمالینا اصل میں ان کی علالت اور والد گرامی کے صدمہ مفارقت اور ندامت کی وجہ سے تھا۔ ظاہری طور پر دیکھنے والوں نے یہ سمجھ لیا کہ شاید اُنکا یہ عمل ناراضگی یا غصہ کی وجہ سے ہے۔ ان کا فرمانا اصل میں غصہ یا ناراضگی کے سبب نہ تھا بلکہ یہ تو بشری تقاضوں اور طبعی رنج وآزردگی تھی جو سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کمال بزرگی اور مرتبے کی دلیل ہے۔ وقتی رنجش کا اثر بہت جلد ختم ہو جاتا ہے بلکہ بسا اوقات وقتی رنجش زیادہ محبت کا سبب بن جاتی ہے۔ اور یوں رنجش رکھنے والے باہمی شیر وشکر ہو جاتے ہیں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ وقتی رنجش کے سلسلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا واقعہ ہمارے سامنے ہے کیا اس کو جھگڑا کہا جا سکتا ہے ہرگز نہیں کیونکہ وہ ہستیاں ان چیزوں سے پاک ہیں۔ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام پر غصہ فرمانا ناراض ہو جانا قرآن کریم میں مذکور ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دونوں اس سلسلے میں بے قصور ومعذور تھے۔ بالکل اُسی طرح میراث کے اس معاملہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے قصور ومعذور تھے۔ واللہ اعلم۔

پھر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ وصال شریف سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راضی ہو گئی تھیں۔ چنانچہ خلیفہ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گھر جا کر راضی کر لیا تھا۔ اس سلسلے میں احادیث مبارکہ اور روایات کا سلسلہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا میراث میں حصہ طلب کرنا کسی لالچ یا خدانخواستہ خود غرضی کی بنا پر نہ تھا اور نہ ہی مال ومتاع حاصل کرنے کی غرض شامل تھی بلکہ ان کے پیش نظر صرف یہ بات تھی کہ اس طرح والد گرامی کی یادگار مل جائے گی۔ جس سے رزق حلال میسر آئے گا۔ یاد رہے رزق حلال کی طلب وجستجو اولیاء واتقیا کا ہمیشہ مقصود ہوتا ہے۔ پھر متروکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر دنیا میں کوئی اور مال زیادہ حلال وطاہر ہو سکتا ہے؟ اس لئے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے والد گرامی کی نشانی اور دل کی تسکین کے لیے میراث میں سے حصہ طلب فرمایا تھا اس کے علاوہ ان کی اور دوسری غرض ہرگز کوئی نہیں تھی۔ "واللہ اعلم"۔ دعا ہے اللہ کریم ہماری اس تشریح کو قبول فرماتے ہوئے ہمارے سب گناہ معاف فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العلمین"۔

یہ بات بھی خاص طور پر ذہن میں رہنی چاہیے کہ انبیاء علیہ السلام کا ترکہ ورثاء میں تقسیم نہیں ہوتا یہ فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں جو تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

1- انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مُسلَّمہ امر یہ ہے کہ وہ زندہ ہیں مگر خلق خدا کی نگاہ سے پوشیدہ ہیں۔ حیات انبیاء کرام قرآن مجید فرقان حمید اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے اور اس مسلّم امر پر اجماع اُمت ہے جب انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں تو پھر زندہ کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں آئندہ چل کر انشاء اللہ ہم تفصیلی گفتگو کریں گے۔

2- اگر نبی کا ورثہ تقسیم ہوتو اندیشہ ہے کبھی کسی وارث کے دل میں انکے وصال کا خیال پیدا ہو جائے۔ تا کہ وہ ورثہ جلد حاصل کر سکے یا وارث کو نبی کے فوت ہونے کی لالچ کی غرض سے خوشی ہو۔ اگر ایسا ہو جائے تو وارث کفر کا مرتکب ہو کر واصل جہنم ہو جائے گا۔ اس خطرے کے پیش نظر خالق کائنات نے اس چیز کو ہی ختم کر کے وارثان پر احسان عظیم فرما دیا اور یوں وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس کفر سے محفوظ ہو گئے۔ "سبحان اللہ"

3- اگر انبیاء علیہم السلام کا ترکہ ورثا میں تقسیم ہوتو غیروں کو اعتراض کی گنجائش مل سکتی ہے کہ یہ ہستیاں اپنے عزیز و اقارب اور اہل وعیال کو غنی بنانے اور دنیوی جاہ وحشمت و وجاہت کے لیے نبوت کو بہانہ بنا کر جائیداد اکٹھی کرتے ہیں اصل میں ان کو نبوت حاصل نہیں ہے۔ یا یہ اللہ کے نبی ہی نہیں ہیں۔ قربان جائیں خالق ارض وسماوات کے کہ اُس نے لوگوں کا ہمیشہ کے لیے منہ بند کرنے کے لیے اس بنیاد کو ہی ختم کر دیا۔ تا کہ اپنے ان مقربین کی عزت لوگوں کے اس بے ہودہ طعن کے گرد وغبار سے محفوظ رہے۔ اور کسی نالائق کو اس قسم کی بات کرنے کی جرأت وہمت نہ ہو۔

4- سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و دیگر تمام انبیاء علیہم السلام صاحب فقر ہیں۔ صوفیہ حضرات کے نزدیک صاحب فقر کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنا سارے کا سارا مال اللہ تعالیٰ کی ہی ملکیت جانتا ہے۔ اور خود کو اس مال سے دور رکھتے ہوئے اس سے دستبردار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ صاحب فقر کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ امانت ہوتی ہے۔ وقف ہوتا ہے یا صدقہ۔ اس لیے اُس کے وصال کے بعد اس مال وجائیداد پر کسی وارث کا کوئی حق نہیں ہوتا۔

5- اس بات پر اجماع اُمت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اُمت کے باپ ہیں۔ پھر یہ اُصول ہے کہ روحانی رشتہ ہمیشہ جسمانی رشتے سے افضل ومقدم ہوتا ہے۔ اس لئے روحانی اولاد پر جسمانی اولاد کو ترجیح حاصل نہیں ہے۔ بلکہ ساری اولاد کی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے انبیاء علیہم السلام کی جائیداد کو اُمت و اولاد کے لیے وقف کر دیا گیا ہے۔

6- سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام حاکم ہوتے ہیں۔ اور یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ حاکم کی ملکیت اصل میں قومی ملکیت ہوتی ہے۔ پھر یاد رہے قومی ملکیت میں وراثت نہیں ہوتی۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سارا ترکہ ناقابل تقسیم تھا۔ کسی کو بھی اس کا وارث نہیں مانا جائے گا اور نہ ہی کسی کو

اس میں سے وراثت مل سکتی ہے یہ ترکہ تو وقف ہوتا ہے۔

7- اگر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائیداد میں اہل بیت کے لیے وراثت کا حق تسلیم کرتے ہوئے اُس کو حصہ داروں میں تقسیم کردیا جاتا تو پھر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لیے اس جائیداد میں سے نفقہ مختص نہ کیا جاتا بلکہ ان کا بھی حق وراثت تسلیم کرتے ہوئے انہیں وراثت دی جاتی جسے وہ جس طرح چاہتیں استعمال کرتیں۔ اس مسئلہ پر اجماع اُمت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اس لیے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا نان ونفقہ تاحیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مال وجائیداد سے جو آپ علیہ السلام کے استعمال میں تھا اُسی سے ادا کرنا لازمی وواجب تھا۔

8- بخاری شریف میں حدیث شریف (باب الفرائض) بیان کی گئی ہے کہ:۔

حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اَبَانَ اَخبَرَ نَا ابْنُ الْمُبَارَکِ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃٌ''

ترجمہ:۔ ''اسماعیل بن ابان، ابن مبارک، یونس، زہری، عروہ رحمۃ اللہ علیہا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ ''ہمارا کوئی وارث نہ ہوگا اور جو کچھ ہم نے چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے''

قرآن کریم میں فوت ہوجانے والے کی بیوہ کے لئے متوفی کی جائیداد اور مال میں سے آٹھویں حصہ کا حکم موجود ہے یعنی بیوہ کو آٹھواں حصہ دیا جائیگا۔ یہ حکم اُن بیواؤں کے لئے ہے جن کو خاوند کے مرجانے کے بعد حسب منشا کسی دوسرے سے نکاح کر لینے کی اجازت ہے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اس دنیا اور آخرت میں بھی آپ علیہ السلام کی بیویاں ہیں اور ان کو کسی دوسرے سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ قرآن کریم میں اس کا حکم موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، سورۃ الاحزاب آیت 53

وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا

ترجمہ:۔ ''اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو۔''

پس ثابت ہوا کہ ازواج مطہرات کے لیے ترکہ کا آٹھواں حصہ نہیں ہوسکتا بلکہ اُن کے لئے تاحیات نفقہ بیت المال سے ہی ادا کیا جانا لازمی ہے۔ تاکہ وہ اپنی بقایا حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ سے حاصل شدہ رقم خرچ کرکے زندگی عزت وآبرو سے بسر کرسکیں۔ اگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن آپ علیہ السلام کے ترکہ میں سے بحثیت وارث کچھ نہیں لے سکتیں اور نہ ہی ان کا کوئی شرعی حق ہے تو پھر اہل بیت کے لیے بھی یہی حکم واجب ہوگا اور یوں دوسرے ورثاء بھی اس ترکہ سے کسی قسم کی وراثت نہیں لے سکتے۔ "واللہ اعلم"۔

اہم نکتہ:

ایک نہایت ہی اہم نکتہ کی طرف آپ حضرات کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کچھ علماء اس مسئلے کی طرف گئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے قبور مبارکہ میں زندہ ہونے پر اجماع اُمت ہے۔ اور یہ زندہ ہونا ہی میراث کی تقسیم نہ ہونے کا سبب وجہ ہے۔ اب جب سرکاردوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ابدی کو مان لیا تو پھر وراثت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وراثت تو مُردوں کی ہوا کرتی ہے زندوں کی نہیں۔ واللہ اعلم۔

1- از: طبقات ابن سعد۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 347 تا 350
2- صحیح بخاری شریف۔ کتاب المغازی۔
3- از: صحیح بخاری شریف۔ کتاب التفسیر سورۃ حشر۔ صفحہ۔ 725
4- از: بخاری شریف۔ باب الفرائض۔
5- از: صحیح بخاری شریف۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 609 باب غزوہ خیبر
6- از: صحیح مسلم شریف باب کتاب المغازی۔
7- از: مسند امام احمد وابوداؤد۔ بیہقی، نسائی، وغیرہ۔
8- از: البدایہ والنہایہ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 491 تا 499
9- از: الوفا باحوال مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 819 تا 821
10- از: راجع اشعۃ اللمعات۔ جلد۔ 3۔ صفحہ۔ 480
11- از: مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 713 تا 717
12- از: ریاض النضرہ۔
13- از: مرقات۔ جلد۔ 11۔ صفحہ۔ 256 وغیرہ۔

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت

سرکاردوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ انور اور مسجد نبوی کی زیارت کرنا عظیم ترین عبادت اور درجات کی بلندی کا سبب اعظم ہے۔ کچھ علماء کرام کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت کرنا ہر صاحب مال مسلمان پر واجب ہے جسے صاحب استطاعت بھی کہا جاتا ہے۔ علماء نے واجب سے مراد سنت موکدہ بیان کی ہے جس کا مرتبہ واجب کے برابر ہے۔ احادیث مبارکہ اس بات کی شاہد ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنے روضہ مبارک کی حاضری پر کس قدر حکم فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

فرمایا جس مسلمان نے حج کیا اور میرے وصال شریف کے بعد میری قبر انور کی زیارت کی تو وہ اس طرح ہو گیا جیسے اُس نے میری زندگی اور حیات ظاہرہ میں زیارت کی۔حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''مَنْ زَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ حَیَاتِیْ''

ترجمہ'جس مسلمان نے میری قبر کی وصال کے بعد زیارت کی اُس نے گویا میری ظاہری حیات میں زیارت کی''

حضرت ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس کے مقابل کھڑے ہونے کی خواہش رکھتا ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ قبلہ کی جانب نصب قندیل کو جو روضہ انور اور مزار پرنور کے قریب ہے اُسے اپنے سر کے مقابل رکھ کر کھڑا ہو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا''جس نے مدینہ منورہ میں ثواب کی خاطر اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرنے کے لیے میرے مزار انور کی زیارت کی تو میں قیامت کے روز اس کے لیے شفاعت کروں گا''۔حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

''مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ''۔

ترجمہ:"جس نے میرے روضہ انور کی زیارت کا شرف حاصل کیا اُس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگی۔"

ابن ابی فدیک سے مروی ہے کہ جن اکابر بزرگوں کی زیارت کرنے کا مجھے شرف حاصل ہوا۔اُن میں سے بعض نے مجھے بتایا کہ ہم تک یہ روایت پہنچی ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس کے سامنے کھڑا ہو کر یہ آیت مقدسہ تلاوت کرے۔سورۃ الاحزاب آیت 56

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٥٦﴾

ترجمہ:۔ ''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی (علیہ السلام) پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والوان پر درود اور خوب سلام بھیجو''

اور اس کے بعد ستر (70) مرتبہ "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّد" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)'' کہے تو اُس کو فرشتہ پکار کر کہتا ہے کہ''اے فلاں اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت نازل فرمائے۔تیری تمام حاجتیں پوری ہو گئی ہیں اور کوئی بھی حاجت باقی نہیں رہ گئی''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت سے مشرف ہونے والے بعض خوش قسمت عشاق کا یہ کلام ہے جو ترجمہ کے ساتھ ہدیہ کے طور پر تحریر کر رہا ہوں۔

اَتَیتُکَ رَاجِلاً وَ وَرِدْتُ انّی مَلَکتُ سَوَادَ عَینِی اُمتَطِیه

وَمَالِی لا اَسِیرُ عَلَی المآتِی اِلٰی قَبرِ رَسُولُ اللّٰہِ (صلی اللّٰہ علیہ و سلّم) فیہِ

ترجمہ: (1) ''میں پیدل چلتا ہوا آپ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ مگر دلی خواہش یہ تھی کہ کاش آنکھوں کی پتلیوں پر اختیار ہوتا اور ان کو سواری بنا کر حاضر خدمت ہوتا"۔

ترجمہ (2) "میں آنکھوں کے بل اس قبرانور کی طرف کیوں نہ چلوں جس میں اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما ہیں"۔

ایک حدیث میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''مَنْ وَجَدَ سَعَۃً وَّلَمْ یَعُدْ اِلَیَّ فَقَدْ جَفَانِیْ.

"جسے میرے پاس آنے کی استطاعت حاصل ہوئی اور وہ میرے پاس نہ آیا تو اُس نے مجھ پر ظلم کیا"

مولف مواہب الدنیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ ''جس مسلمان نے استطاعت ہوتے ہوئے میری قبرانور کی زیارت نہ کی اُس نے مجھ پر ظلم کیا''۔ اس لیے ترک زیارت حرام ہے۔ کیونکہ ترک زیارت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم ہوتا ہے۔ اور آپ علیہ السلام پر جفا اور ایذا کا ارتکاب کرنا باجماع اُمت حرام ہے۔ پس اس جفا کا ازالہ اسی طرح ممکن ہے جو کہ واجب کا حکم رکھتا ہے کہ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت کی جائے۔

1- از: الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 819 تا 821

2- از: مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 712

3- از: مواہب الدنیہ۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات پاک

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کا ممکنہ حد تک تفصیلی ذکر بیان کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ تدفین کے بارے میں بھی تشریح ہدیہ کے طور پر تحریر ہو چکی ۔ وصال شریف اور تدفین کی نسبت سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے کی گئی ہے۔ ایسا بیان کرنا صرف اور صرف وقتی ضرورت سے ہے اور بحالت مجبوری ان الفاظ کو استعمال کیا گیا ہے کیونکہ ان الفاظ کو استعمال کئے بغیر مفہوم بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر جملہ انبیاء علیہم السلام کی برزخی حیات جس کو ہم نہ تو محسوس کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس کا ادراک ہماری عقل وفہم میں آسکتا ہے۔ یہ حیات مبارکہ بلاشک وشبہ حیات حسی اور جسمانی ہے

جس کو ہم یہاں انشاء اللہ احادیث مبارکہ اور روایات کتب سیر سے بیان کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں دعا ہے اللہ کریم ہماری اس کوشش کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے قبول ومقبول فرمائے۔آمین۔اس کے علاوہ عرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔(سورۃ الانبیاء آیت 35)

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

اس حکم خداوندی کے مطابق ہم سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی موت کا ذائقہ چکھنا کہہ سکتے ہیں مگر اس کے بعد سراپا زندگی ہی زندگی یعنی حیات ہی حیات ہے۔کتب سیر میں روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کے لیے جو لفظ میت یا موت استعمال کیا گیا ہے یا کیا جاتا ہے یہ لفظ بڑا بھاری اور ثقیل ہے۔اگر اس لفظ کی بجائے وصال شریف۔وصال النبی یا پھر کوئی اور طریقہ بیان اختیار کیا جائے تو بہت بہتر ہے اور بلندی درجات کا سبب بھی۔

اس سلسلے میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (93ھ میں پیدا ہوئے اور 179 ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔جنت البقیع میں مدفون ہیں) کا قول جسے سُن اور پڑھ کر دلوں کو تازگی اور ایمان کو تقویت حاصل ہوتی ہے ضرور تحریر کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔اور ساتھ ہی دعا گو ہوں اللہ کریم ان پر اپنی ہزاروں رحمتیں وبرکتیں نازل فرمائے اور ان کے درجات میں مزید بلندی عطا فرمائے آمین۔فرماتے ہیں۔"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کے لیے اگر کوئی شخص یہ الفاظ استعمال کرے کہ میں نے حضور علیہ السلام کی قبر کی زیارت کی ہے تو ایسا کہنا مکروہ ہے۔بلکہ اُس کو ایسا کہنا چاہیے کہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں"۔ سبحان اللہ کیا ہی ایمان افروز عقیدت محبت وعظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لبریز عقیدہ ہے۔از مدارج النبوت۔جلد۔2۔صفحہ۔527

حیات انبیاء علیہم السلام

اُمت محمدیہ کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام وصال شریف کے بعد اپنی قبور انوار میں زندہ ہیں۔یہ جلیل القدر ہستیاں وہاں نماز ادا فرماتے ہیں اور عبادت وریاضت میں مصروف ہیں۔انکی برزخی حیات اگرچہ ہم دنیا والوں کی نظروں سے پوشیدہ اور محسوسات سے بلند ہے۔لیکن یہ چیز کسی شک وشبہ کے بغیر حق ہے کہ ان کی حیات مبارکہ جسمانی ہے۔اگر ایسا تسلیم نہ کیا جائے اور صرف یہ کہہ دیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام تو صرف روحانی اور معنوی اعتبار سے حیات ہیں نا کہ حسی اور جسمانی اعتبار سے تو پھر انبیاء علیہم السلام کا اس میں کیا خاصا یا کمال ہوا کیونکہ روحانی اور معنوی اعتبار سے تو عام مومنین بلکہ مشرک اور کفار کی ارواح کو بھی یہ حیات حاصل ہے۔پھر یہ بات خاص طور پر ذہن میں رہنی چاہیے کہ شہداء اور اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے لوگوں کی زندگیوں سے بھی زیادہ انبیاء علیہم السلام کی

حیاتِ مبارکہ کامل و افضل ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ شہیدوں کی حیات معنوی اور اُخروی ہے جبکہ انبیاء علیہم السلام کی حیاتِ پاک حسی اور دنیاوی ہے۔ اس بات کے ثبوت میں بے شمار صحیح احادیث مبارکہ اور روایات موجود ہیں جن میں سے چند ایک کی تفصیل یہ ہے۔

اس سلسلے میں احادیث مبارکہ کا بیان۔

غزوہ بدر کے بیان میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ سرکارِ دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مقتولین بدر سے خطاب فرمایا تھا۔ اس حدیث کی یہاں تفصیل عرض کرنا مقصود نہیں کیونکہ تفصیلی ذکر پہلے گزر چکا بتانا یہ ہے کہ اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ مردے سنتے ہیں تمہارے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں مگر تم زندہ لوگ اس کو سُن نہیں سکتے۔ جیسا کہ قبرستان میں جاتے ہوئے یا داخل ہوتے ہوئے ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرْ '' کہنے کا حکم ہے۔ یہ حکم تو عام فوت ہونے والے مسلمانوں کے لئے ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے درجات و مقامات کا احاطہ کرنا تو عقل انسانی کے لیے ممکن ہی نہیں ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ اس حدیث کو حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

"جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر پر سے گزرے جسے موت سے پہلے وہ دنیا میں جانتا تھا تو اس کو السلام علیکم کہے۔ وہ مرنے والا بھی اس کو پہچانتا ہے۔ اُس کے سلام کا جواب دیتا ہے"۔ حافظ عبدالبر اس حدیث کے راوی ہیں شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث شریف کو صحیح بتایا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"تحقیق میت اُس شخص کو پہچانتی ہے جو اس کو غسل دیتا ہے۔ اس کو اٹھاتا ہے اور اُسے قبر میں اُتارتا ہے"۔ از زرقانی۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 334

مسند ابی یعلیٰ نے معتبر راویوں کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یَعْلُوْنَ۔ "

"انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز ادا کرنے میں مشغول ہیں"

حضرت شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ حدیث کو حسن فرمایا ہے۔ اس طرح علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ فیض القدیر میں فرماتے ہیں کہ حدیث شریف صحیح ہے۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کی اپنی اپنی قبور میں حیات مبارکہ قطعی علم اور یقین سے ثابت ہے۔ کیونکہ حیات انبیاء علیہم السلام دلائل اور متواترہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے"۔

اس حدیث شریف سے صرف یہ بات ثابت کرنا ہی مقصود نہیں کہ حیات انبیاء علیہم السلام حق ہے بلکہ یہ بھی بتانا ہے کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام دنیاوی ظاہری حیات شریف میں ریاضت وعبادت میں مشغول تھے اُسی طرح حیات برزخ میں بھی ریاضت وعبادت میں مشغول ہیں۔ ظاہری طور پر گوان ہستیوں کے اجسام مبارک عالم برزخ میں تشریف فرما ہیں منتقل ہو چکے ہیں۔ مگر وہی اجسام مبارک اُس عالم میں بھی عبادت و ریاضت میں مشغول ہیں۔ یہاں نماز کا خاص طور پر اس لئے ذکر کیا گیا کہ فرائض میں دوسرے شمار پر اس کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے۔

نسائی میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے ایسے فرشتے پیدا فرمائے ہیں جو ہر وقت زمین پر گشت کرتے رہتے ہیں۔ جو اُمتی مجھ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتا ہے۔ وہ فرشتے اُس صلوٰۃ وسلام کو میرے حضور پیش کرتے ہیں''۔ یہ اُن لوگوں کے صلوٰۃ وسلام کے بارے میں فرمان ہے جو دنیا کے کسی کونے میں بھی یہ عمل کر رہے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو رُوضہ اقدس پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہیں اُن کے حق میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود پہلے سلام کرنے میں سبقت فرماتے ہیں۔ جیسے دنیا کی ظاہری زندگی مبارکہ میں عادت شریفہ تھی۔

بزاز حدیث صحیح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے بعض فرشتوں کو مقرر فرما رکھا ہے۔ کہ وہ زمین پر پھرتے رہتے ہیں۔ اور میری اُمت کے اعمال میرے حضور پیش کرتے ہیں۔ اچھے اعمال دیکھ کر میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہوں اور برے اعمال پر میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کرتا ہوں''۔

امام بیہقی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ''انبیاء علیہم السلام چالیس روز تک اپنی قبور میں اپنے حال پر نہیں رہتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور نماز پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اسی حال میں ہوں گے جبکہ صور پھونکی جائے گی (یعنی جب قیامت قائم ہوگی)''

اسی طرح امام بیہقی نے جید اسناد کے ساتھ حدیث نقل کی ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ یہ حدیث پاک صحیح ہے۔ گو ہم اس حدیث کا ذکر واقعۂ معراج مبارکہ میں کر چکے ہیں مگر یہاں اس کا متن مختصراً یاددہانی کے لیے تحریر کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب مسجد الحرام سے معراج شریف کے سفر پر روانہ ہوئے تو مسجد اقصیٰ جاتے ہوئے راستے میں دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سرخ ٹیلے پر اپنی قبر انور میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ "اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں حیات ظاہری کے ساتھ مصروف نماز وعبادات ہیں''۔

مرقاۃ میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے

درود شریف وصلوٰۃ وسلام بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود اور صلوٰۃ وسلام میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے" اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام تو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہوں گے پھر کس طرح ہمارا درود وسلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے زمین پر اس بات کو حرام فرما دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے"۔ یہ حدیث مبارکہ اس بات کا عیاں ثبوت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی زندگیاں مبارکہ حسی اور دنیوی ہیں۔ اس لیے جو مال یا جائیداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت تھی وہ آج بھی اُنکی ہی ملکیت ہے۔ اس لیے وہ مال وراثت میں تقسیم نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ دوسرے مرنے والوں کا مال تقسیم ہوجاتا ہے۔

مذکورہ حدیث شریف پر غور کریں تو حیات انبیاء علیہم السلام کی حسی اور دنیوی حیات کا مسئلہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا یہ سوال کرنا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کا جسم اطہر تو ہم سے پوشیدہ ہوگا۔ پھر حضور علیہ السلام کا یہ جواب ارشاد فرمانا کہ "اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارک کھانا حرام فرما دیا ہے"۔ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حیات انبیاء کرام سے مراد حیات جسمانی ہے۔ کیونکہ درود وسلام پیش ہونے کے لیے اگر محض روح کا ہونا ہی ضروری ہوتا تو پھر اس ارشاد مبارک کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ کہ "زمین پر اجساد انبیاء کا کھانا حرام ہے"۔ آپ علیہ السلام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے پھر یہ فرما دیتے کہ تم لوگوں کو جسم سے کیا مطلب تمہارے اعمال اور درود وسلام تو میری روح کو پیش کیا جاتا ہے۔ مگر ایسا نہیں فرمایا کیونکہ آواز کا سننا یا اعمال کا پیش کیا جانا صرف انبیاء علیہم السلام کے لیے ہی مخصوص نہیں بلکہ احادیث سے ثابت ہے کہ مردے کلام وسلام سنتے ہیں اور بعض اوقات اُن کے عزیز واقارب کے اعمال بھی اُن کے پیش ہوتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور اُمتی کا درود وسلام اور اعمال کا پیش کیا جانا اس طرح ہے جیسے آپ علیہ السلام کی ظاہری دنیوی حیات مبارک میں تھا"۔ (واللہ اعلم)۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج) (حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 96 سال کی عمر میں 91ھ میں وفات پائی 188 احادیث روایت کی ہیں) سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے جہاں اتفاقاً حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر تھے آپ علیہ السلام ٹھہر گئے انہوں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر فدا ہوں! آج میں بہت ہی خوشی اور مسرت کے اثرات چہرہ اقدس میں دیکھ رہا ہوں۔ اس کا موجب وباعث کیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا "ہاں مجھے بہت بڑی خوشی اور فرحت حاصل ہوئی ہے اور اس کا باعث یہ ہے کہ ابھی جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ جو شخص آپ (علیہ السلام) پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے

نامہ حسنات میں دس نیکیاں درج فرمائے گا۔ اس کے دس گناہ معاف فرمائے گا اور دس درجے اسکے بلند فرمائے گا"۔
محمد بن حبیب راوی فرماتے ہیں مجھے یہی یقین ہے کہ اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ "سب فرشتے اس پر دس مرتبہ درود بھیجیں گے"

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں آپ علیہ السلام نے فرمایا "آخر وجہ کیا ہے کہ میرے نفس وقلب میں اس قدر فرحت وانبساط نہ ہو اور میرا بدن فرحت وسرور سے بارونق نظر نہ آئے حضرت جبریل علیہ السلام ابھی یہ مژدہ مجھے سُنا کر گئے ہیں "اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جو اُمتی آپ کی خدمت اقدس میں ایک مرتبہ نذرانہ درود وسلام پیش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کی دس نیکیاں نامہ اعمال میں لکھوائے گا دس گناہ معاف فرمائے گا اور دس درجے بلند فرمائے گا اور فرشتہ بھی اس پر اس کے درود وصلوٰۃ کی مانند درود وصلوٰۃ بھیجے گا"

سنن ابن ماجہ میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود وسلام پڑھا کرو۔ کیونکہ جمعہ کا روز یوم مشہودُ ہے۔ جس میں ملائکہ بکثرت حاضر ہوتے ہیں"۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ علیہ السلام کے وصال شریف کے بعد بھی۔ ہمارا درود وسلام پیش ہوگا"؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا" تحقیق اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کھائے۔ پس اللہ کا ہر نبی قبر میں زندہ ہے اور اللہ کی طرف سے اس کو رزق دیا جاتا ہے"۔

حضرت امام تاج الدین سبکی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلیفہ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی میں آواز بلند کرنے کو ناپسند اور منع فرمایا کرتے تھے۔ جو شخص مسجد نبوی میں آواز بلند کرتا اُسے فرماتے۔

"لَقَدْ أذِيتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم فِي قَبْرِه.

ترجمہ:۔ "تحقیق تم نے آواز بلند کرکے قبرانور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تکلیف پہنچائی ہے"۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ ارشاد گرامی حیات نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کھلا ثبوت ہے کیونکہ ان بزرگوں سے بڑھ کر انبیاء کرام کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات اور مقام سے کون زیادہ واقف ہوسکتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ الحجرات آیت 2۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا
أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ
بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٢﴾

ترجمہ: "خبردار تم میں سے کسی کی آواز میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آواز سے اُونچی نہ ہو۔ ورنہ تمہارے

سارے اعمال ختم ہو جائیں گے اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہوگی"

اب ان بزرگوں کا آپ علیہ السلام کے وصال شریف کے بعد بھی یہ فرمانا کہ بلند یا اونچی آواز میں مت کلام کرو اس طرح حضور علیہ السلام کو ایذاء پہنچتی ہے اس بات کا عیاں ثبوت ہے کہ اُن کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ حسی اور دنیوی تھی۔ کیونکہ ایذاء کا تعلق جسم سے ہوتا ہے نہ کہ روح سے۔ (واللہ اعلم)۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حیات نبی کو جسم کے ساتھ مانتی تھیں۔ یعنی وہ حسی اور دنیوی حیات مبارکہ پر یقین رکھتی تھیں۔ کتب سیر میں آتا ہے کہ اگر مسجد نبوی کے ساتھ ملے ہوئے مکانات میں سے کسی مکان کا مالک دیوار میں کیل یا میخ بھی ٹھوکتا جس کی آواز حجرہ اقدس تک پہنچتی تو سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوراً اُسے پیغام پہنچاتیں۔ " کیل یا میخ ٹھوکنے کی آواز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف مت پہنچاؤ"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "جو شخص میری قبر انور کے پاس مجھ پر درود وسلام پڑھتا ہے۔ اُسے میں خود سنتا ہوں۔ اور جو دور سے مجھ پر درود وکلام پڑھتا ہے وہ مجھے فرشتے پہنچاتے ہیں "۔ یہاں بھی یہ نکتہ قابل غور ہے کہ قریب اور دور کا تعلق جسم سے ہوتا ہے روح سے نہیں۔ پھر سننے کا تعلق بھی جسم کے کانوں سے ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے حیات جسمانی مراد ہے حیات روحانی نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث شریف کی علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی عمدہ اور ایمان افروز تشریح فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارکہ کو آپ علیہ السلام کے جسم مبارک کے ساتھ تعلق ہے اور یوں یہ تعلق آپ علیہ السلام کی قبر انور کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم مبارک کے مطابق زمین پر اجساد انبیاء کرام کھانا حرام ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال شریف ایسا ہے جیسے سونے والے کا۔ کیونکہ سونے والے کی روح کو عروج ہوتا ہے۔ پھر جس کا جس قدر اللہ کے ہاں مقام ہوگا اس کو عالم ملکوت میں بھی اسی درجہ ومقام کے اعتبار سے عروج حاصل ہوگا۔ باوجود اس کے کہ اس کی روح کو جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو میری قبر کے قریب مجھ پر درود وسلام پڑھے گا اس کو میں خود سنوں گا۔ اور جو دور سے مجھ پر درود وسلام پڑھے گا وہ فرشتے مجھ تک پہنچا دیں گے "۔ اس حدیث مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ ''بار بار میری قبر انور پر حاضری دینے سے جو تمہیں مشقت اٹھانا پڑے گی۔ اگر تم دور سے بھی مجھ پر درود وسلام بھیجو گے تو وہ مجھ تک پہنچ جائے گا''۔ یہاں سے ایک مسئلہ معلوم ہوا کہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر درود وسلام پیش کرنا دور سے درود وسلام بھیجنے سے افضل ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ''حضرت عبد اللہ بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت

کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب سفر کا ارادہ کرتے یا سفر سے واپس آتے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی قبر انور کے قریب درود پڑھتے، دعا کرتے پھر واپس ہوتے۔''

حدیث شریف میں آتا ہے کہ مومن کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے۔ اور اُسے جنت کا باغ بنا دیا جاتا ہے۔ اب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کو اللہ کریم نے کس قدر کشادہ بنایا ہوگا۔ ساری جنت فردوس سے بھی زیادہ کشادہ بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہے کہ قبر انور کی کشادگی انسانی عقل میں آ ہی نہیں سکتی اور نہ ہی مخلوق خدا میں سے کوئی اس چیز کا ادراک حاصل کرسکتا ہے۔ (واللہ اعلم)۔

حدیث میں آتا ہے کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ اپنے مکان کا دروازہ (کواڑ) بنانے کا ارادہ فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کواڑ بنانے والوں کو حکم دیا کہ ان کواڑوں کو بنانے اور جوڑنے کا کام مدینہ منورہ سے باہر جا کر کیا جائے تا کہ آواز مسجد نبوی میں نہ آئے کیونکہ اگر آواز مسجد نبوی میں آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر انور میں ایذاء پہنچے گی۔

حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب واقعہ حرہ پیش آیا (حرہ مقام کا نام ہے جہاں اہل مدینہ اور یزید کی فوج کے درمیان مقابلہ ہوا۔ حرہ کا واقعہ یہ ہے کہ اموی خلیفہ یزید کے زمانہ (60ھ۔64ھ) میں شامیوں نے مدینہ منورہ کو ظلم کا نشانہ بنایا یہاں تک کہ چند روز مسجد نبوی میں نماز باجماعت بھی ادا نہ کی جاسکی)۔ تو سب لوگ مسجد نبوی کو چھوڑ گئے یعنی شامیوں کے ظلم و بربریت کی وجہ سے لوگوں نے خوف کے مارے مسجد نبوی میں آنا چھوڑ دیا۔ مگر حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ برابر مسجد نبوی میں تشریف لے جاتے رہے، فرماتے ہیں جب نماز کا وقت آتا تو میں قبر انور سے اذان سنتا اور یوں اُس اذان کے مطابق نماز ادا کرتا۔ یہ سلسلہ تین روز تک جاری رہا۔ اس طرح میں بلاخوف مسجد نبوی میں حاضری دیتا رہا۔ اذان کی آواز آتی اور میں یہ آواز سن کر نماز ادا کرتا۔

مذکورہ روایات اور احادیث مبارکہ سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر جملہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور مقدسہ میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام مبارکہ بوسیدہ ہونے سے پاک ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین ان اجسام کو کھانے اور بوسیدہ کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتی۔ انبیاء کرام دنیوی حیات مبارکہ کی مانند وصال شریف کے بعد بھی نماز ادا فرماتے ہیں۔ عبادات میں مصروف ہیں اور ان کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔ پھر جو قبور انوار پر جا کر درود وسلام پیش کرے اس کو سماعت بھی فرماتے ہیں۔ حضور علیہ السلام پر اُمت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ امر اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات مبارکہ جسمانی ہے روحانی نہیں۔ اب انبیاء علیہم السلام کے وصال شریف کے بعد جسمانی حیات ثابت ہو جانے کی صورت میں اگر کوئی یوں کہے کہ اللہ کریم نے تاجدار مدینہ سرور سینہ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر کو یہ طاقت وقدرت

عطا فرما رکھی ہے کہ آپ علیہ السلام جہاں چاہیں جس وقت چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔ آسمانوں پر تشریف فرما ہونا پسند فرمائیں یا اللہ رب العزّت کی بنائی ہوئی کسی جگہ پر بھی تشریف لے جانا چاہیں تو جاسکتے ہیں مگر قبر انور کے ساتھ نسبت بدستور قائم رہے گی۔ انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کا تعلق اجسام مبارکہ کے ساتھ قبروں میں ہی ہے۔ کیونکہ جب اُمت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو یہ قبر انور میں ہی پیش ہوتے ہیں نہ کہ آسمانوں پر اس طرح روح مبارکہ کو زمین اور آسمان دونوں کیساتھ تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ معصوم ہستیاں جہاں چاہیں تشریف لے جائیں اب اگر ہم ناقص عقل مخلوق آخرت کے اموراور امور برزخ کو دنیا کی زندگی پر قیاس کریں تو یہ ہماری نادانی۔ کم عقلی اور اذن خداوندی کو نہ جاننا ہوگا۔

حضرت علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام اُمت جس میں سلف اور خلف تمام شامل ہیں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر انور میں اسی طرح حیات جسمانی کے ساتھ تشریف فرما ہیں جیسے سابقہ جملہ انبیاء علیہم السلام خداوند کریم کے نزدیک زندہ ہیں۔ ان ارواح مبارکہ کو ایک ہی وقت میں عالم برزخ اور عالم دنیا یعنی عالم عُلوی اور عالم سُفلی دونوں سے تعلق حاصل ہے۔ وصال کے بعد بھی ان کو اسی طرح دونوں جہانوں سے تعلق قائم ہے۔ قلب کے اعتبار سے فرشی ہیں۔ اللہ کریم خالق کون ومکاں ہی ارباب کمال کے اموال کو خوب جاننے والا ہے۔

جسمانی حیات انبیاء کرام کے ثبوت میں قول حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تحریر کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔ جب سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باغیوں نے گھیرے میں لے رکھا تھا اور متواتر چالیس روز اسی حالت میں گزر گئے کہ ان ظالموں نے زندگی کی ہر سہولت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بند کر رکھی تھی۔ اس حالت میں کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اسی چیز میں بہتری و بھلائی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل شام کے ساتھ مل جائیں۔ تا کہ اس مصیبت وتکلیف سے نجات حاصل ہو سکے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ''میں اس بات کو ہرگز کسی قیمت پر پسند نہیں کرتا کہ اپنا دار ہجرت چھوڑ دوں اور یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمسائیگی اور مجاورت سے محروم ہو جاؤں''۔

حضور علیہ السلام کا خواب میں
سلطان نورالدین زنگی کو فرمان اقدس

تاریخ اسلام کا وہ مشہور واقعہ جس پر سب کا اتفاق ہے جسمانی حیات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلیل قطعی ہے۔ تاریخ کا طالب علم ہی نہیں بلکہ اہل اسلام کی اکثریت اس واقعہ سے خوب واقف ہے۔ 557ھ میں سلطان سعید نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ سلطان

متواتر تین روز تک زیارت سے مشرف ہوتا رہا۔ خواب میں اس کو دو نصرانیوں کی شکل (شکلیں) دکھا کر خبردار کیا گیا کہ اُن خبیثوں کا کیا ارادہ ہے۔ یہاں تفصیل بیان کرنا مقصود نہیں اس سے ہر ایک اچھی طرح واقف ہے۔ بہرحال ان خبیثوں کا بدارادہ قبرِ انور میں جسمِ اطہر کے ساتھ ہی منسوب تھا۔ خواب کے بعد سلطان اپنے چند فوجیوں کو ہمراہ لے کر مدینہ منورہ پہنچا اور وہاں اُن دونوں نصرانی ملعونوں کو ڈھونڈ نکالا جن کی شکلیں خواب میں اس کو دکھائی گئی تھیں۔ ان دونوں کو سلطان نے وہیں قتل کر دیا اور ایک روایت کے مطابق آگ میں ڈال کر زندہ جلا دیا اور یوں زمین ان کے ناپاک وجود سے پاک ہوگئی۔ اس کے بعد سلطان نے روضہ اقدس کے چاروں طرف گہری خندق کھدوا کر اس کو سیسہ سے بھروا دیا جسے ''خندق رصاص'' کہا جاتا ہے۔ تاکہ آئندہ کوئی اور بدبخت اس قسم کی حرکت کرنے کا سوچ بھی نہ سکے۔ مدینہ منورہ کی تاریخ میں یہ واقعہ صراحت کے ساتھ درج ہے۔ مختصراً یہ ایمان افروز واقعہ تحریر کرنے کی سعادت کر رہا ہوں۔

حضرت نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کو زیارتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

557ھ (1161ء) میں سلطان نورالدین زنگی والئی مصر کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند میں زیارت نصیب ہوئی۔ بیدار ہوا دوگانہ نوافل شکرانہ ادا کرنے کے بعد سویا ہی تھا کہ پھر زیارت ہوئی۔ دوبارہ نوافل شکرانہ ادا کر کے لیٹا ہی تھا کہ تیسری بار پھر زیارت سے مشرف ہوا۔ ہر مرتبہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو چہرے سلطان کو دکھا کر ان کے شر کے دفعیہ کی ہدایت فرمائی۔ متفکر و پریشان ہو کر رات میں ہی اپنے وزیر جمال الدین موصلی کو بلا کر مشورہ کیا۔ وزیر نے رائے دی کہ کوئی بہت ہی اہم واقعہ مدینہ منورہ میں ہو رہا ہے لہٰذا آپ فوراً مدینہ منورہ روانہ ہو جائیں صبح ہونے کے بعد میں اہل مدینہ طیبہ کے لئے تحائف اور تقسیم کے لئے خزانہ سے رقم لے کر حاضر خدمت ہو جاؤں گا۔

چنانچہ سولہ (16) شبانہ روز سفر کے بعد سلطان مدینہ منورہ جا پہنچا۔ اس کے بعد جلد ہی وزیر جمال الدین موصلی معہ زر کثیر و سوغات پہنچ گیا۔ سلطان سارے اہلِ مدینہ طیبہ کی بہت بڑی دعوت کا انتظام کر کے خود ایسی جگہ بیٹھ گیا جہاں سے ہر آنے جانے والے کو بہ آسانی دیکھ سکے۔ مگر رسول کریم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگاہ کئے گئے چہرے نظر نہ آئے۔ امیر مدینہ سے دریافت کیا گیا کہ کوئی آدمی باقی تو نہیں رہا تو پتہ چلا کہ صرف دو درویش باقی رہ گئے ہیں جو روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجنت البقیع کی زیارت کے علاوہ کسی سے واسطہ نہیں رکھتے اور ہر وقت عبادت میں مصروف رہتے ہیں اہل مدینہ منورہ ان کے معتقد اور وہ ہر شخص کی اعانت کرتے رہتے ہیں۔

سلطان کے حکم پر وہ دونوں حاضر کئے گئے جو شامی لباس پہنے ظاہری طور پر درویش معلوم ہوتے تھے۔ سلطان

نے ان دونوں کو وہیں روک کر اِن کے حجرہ رہائش (باب جبریل کے سامنے، مشہد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب، رباط العجم کے نام سے مشہور عمارت) پہنچ کر ان کے حجرے کا کل سامان باہر نکلنے کا حکم دیا۔ سامان میں چند مذہبی کتابیں۔ مصلّی۔ غلّہ اور سکّوں کے ڈھیر کے علاوہ دو تکیہ نما مشکیزے برآمد ہوئے چٹائیوں کا فرش ہٹانے پر حجرہ کے اندر سرنگ برآمد ہوئی جو زیرِ زمین راستہ کے نیچے سے حجرہ مقصورہ تک پہنچ چکی تھی۔

سلطان نے ان دونوں کو وہیں طلب کرلیا ان دونوں کا سامنا ہوتے ہی سلطان غضب ناک ہوکر بے اختیار حملہ آور ہوگیا اور کہا:۔

''ملعونو! میں تمہاری وضع قطع سے بالکل متاثر نہ ہوں گا مجھے آقائے دو جہاں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمہارے چہرے دکھادیئے تھے بلاکم وکاست صحیح صحیح حال بتادو۔ ورنہ ہر قسم کی اذیت پہنچائی جائے گی۔''

دونوں نے اعتراف کرلیا کہ ہم نصرانی ہیں اور عیسائی حکمرانوں نے زرِ کثیر دے کر ہمیں یہاں اس لئے بھیجا ہے کہ ہم ''جسد اطہر'' نکال کر حکمرانوں کو پہنچادیں تو وہ ہم کو مالا مال کردیں گے چنانچہ ہم کئی برس سے سرنگ کھود رہے ہیں اور مٹی مشکیزوں میں بھر کر بقیع (جنت البقیع) پھینک آتے ہیں (ایک دوسری روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس حجرہ میں کنواں سا کھدا ہوا تھا اور سرنگ کی مٹی اس میں ڈالی جاتی تھی) وہ ملعون نہیں جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ السلام کا محافظ و مددگار رہے جہاں ستّر ہزار فرشتے درود وسلام پر مامور ہیں۔ بھلا کس کی مجال ہے کہ سوئے ادبی کر سکے۔

خندق رصاص

سلطان نے ان لوگوں کو وہیں قتل کردیا اور حجرۂ اقدس (علیہ السلام) کی مخمس دیواروں سے فاصل پر اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا اور اس میں سیسہ پگھلا کر زمین تک بھر دیا۔ اسی کو ''خندق رصاص'' کہا جاتا ہے۔

557ھ میں سیسہ کی اس بنیاد پر صندل کی جالی لگائی گئی۔ مختلف سلاطین اپنے اپنے عہد حکومت میں زیادہ سے زیادہ استحکام وتحفظ کے لئے تبدیلیاں کرتے رہے۔ 667ھ میں سلطان ظاہر رکن الدین بیبرس (625 تا 676ھ) نے سلطان نور الدین زنگی کے جنگلہ صندل کی جگہ ایک مقصورہ (جالی دار آہنی احاطہ) دو قد آدم اونچا بیت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اندر لیتے ہوئے، محراب تہجد تک قائم کردیا اور جنوب، مشرق ومغرب میں تین دروازے بھی قائم کئے۔ 694ھ میں العادل زین الدین کتغانی نے اسی جالی کو بلند کرکے مسجد کی چھت سے ملادیا۔

حجرہ اقدس (علیہ السلام) کی چھت اور پہلے قبہ کی تعمیر

678ہجری (1280عیسوی) میں سلطان قلادون صالحی (678ہجری تا 689ہجری) نے سنگ رخام

کے ستونوں اور محرابوں کا ایک حصار، مخمس سنگی دیوار سے پانچ ہاتھ (تقریباً آٹھ فٹ) کے فاصلے پر قائم کر کے اس حصہ کو مسقّف کر دیا اور انہی نو تعمیر شدہ ستونوں پر ''سب سے پہلی مرتبہ چھوٹا قبہ'' تعمیر کر دیا۔

ناصر حسن بن قلادون (689ھ تا 737ھ) نے قبہ کی تجدید کی۔ 765ھ میں ملک اشرف نے سیسہ کی چادریں بدل دیں۔ ظاہر چقمق (841ھ تا 854ھ) نے قبہ کی تجدید کی۔ نئے سرے سے نئی طرز کا قبہ بنایا۔

خندق رصاص
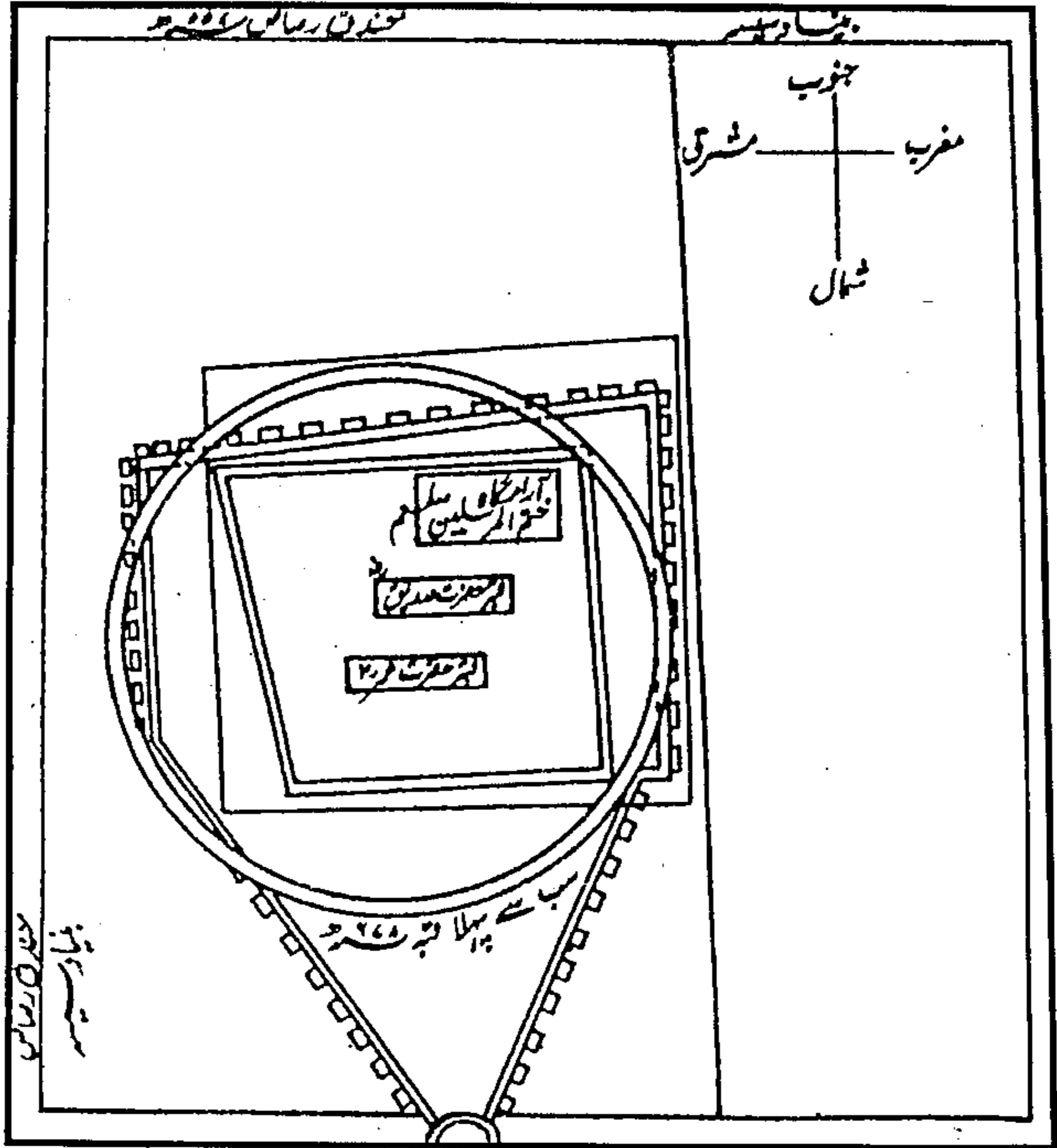
دوسرے قبہ کی تعمیر

886ھ میں ملک الاشرف ابونسر قائتبائی نے جو قبہ اس وقت موجود تھا اس سے بلند ایک اور قبہ سنگ سفید و سنگ سیاہ کا بنوایا۔ اس طرح یہ دوسرا قبہ بھی تیار ہو گیا۔

مقصورہ شریف

892ھ (1487ء) میں سلطان قائتبائی نے ''مخمس دیوار'' کے اردگرد ستونوں اور محرابوں کا ایک احاطہ سنگ مرمر کا بنوایا۔ اس عمارت کو ''مقصورہ شریف'' کہا جاتا ہے۔ حجرۂ مقصورہ پر سب سے پہلے عباسی خلیفہ ہارون رشید (170 تا 193ھ 785 تا=808ء) کی والدہ ماجدہ نے غلاف (پردہ) چڑھایا تھا اس وقت سے سلاطین اپنی اپنی جانشینی کے دن نیا غلاف پیش کرتے رہے ترکی حکومت عثمانیہ نے اپنے عہد میں چند مواضعات بطور نذرانہ وقف کر دیئے۔

اسی مقصورہ شریف کے اردگرد فولادی جالیاں لگادی گئیں۔ ''باب توبہ'' جو ''استوانہ حرس'' اور ''استوانہ وفود'' کے درمیان ''ریاض الجنۃ'' کی جانب واقع ہے اس پر سلطان قائتبائی کا نام تعمیر کا سن (888ھ) کچھ وقت پہلے تک موجود تھا شائد اب بھی موجود ہو کیونکہ بہت ردّ و بدل ہوئے ہیں۔ حجرہ مقصورہ سے ''بیتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا'' جدا اور اس کی فولادی جالی کا احاطہ نسبتاً چھوٹا ہے۔

تیسرا قبہ نیلگوں رنگ کا تعمیر ہوا

اس وقت کے موجودہ قبہ کو اندر لیتے ہوئے ایک اور قبہ سنگ جس کا بنوایا۔ پتھر کا رنگ سفید تھا اور اس پر آگ اثر انداز نہ ہو سکتی تھی یہ آگ سے محفوظ پتھر مصر سے منگوائے گئے تھے اس تیسرے قبہ پر نیلگوں رنگ چڑھایا گیا۔

گنبد خضراء

1233ھ (1817ء) میں سلطان محمود بن عبدالحمید خاں ثانی (1233ھ تا 1255ھ) نے قائتبائی قبہ کو از سر نو بنوایا۔

1255ھ (1839ء) میں سبز رنگ چڑھایا یہی گنبد خضراء آپ کی نظروں کے سامنے ہے۔ اندر کے دونوں قبے نظروں سے مستور ہیں۔

کتب سیر میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، تابعین واُمت کے علماء صلحاء کی یہ عادت شریفہ ہے کہ جب کوئی مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے جاتا ہے۔ تو اس سے فرماتے ہیں کہ ہماری طرف سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ہدیہ سلام ضرور پیش کر دینا۔ اس کے علاوہ بہت سے اولیاء اللہ ایسے گزرے ہیں اور اب بھی ہیں جنہوں نے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر درود وسلام خدمت آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کیا تو حجرہ مقدسہ سے وعلیکم السلام کی آواز مبارکہ کو انہوں نے اپنے ظاہری کانوں سے سُنا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسمانی حیات مبارکہ کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے آواز

مبارکہ سُن کر دین و دنیا کی دولت سے اپنے دامن بھرے۔

جسمانی حیات انبیاء کرام علیہم السلام اور حیات شہدا میں فرق۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔سورۃ الانبیاء آیت 35

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

ترجمہ:''ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی موت کا ذائقہ چکھا مگر تھوڑی دیر کے لیے پھر اللہ کریم نے آپ علیہ السلام کو زندہ فرما دیا اور یوں زمین پر حرام کر دیا کہ وہ جسم اطہر کو کسی قسم کا نقصان پہنچائے۔آپ علیہ السلام اب جسمانی حیات کے ساتھ قبر انور میں تشریف فرما ہیں۔حضور علیہ السلام کی یہ حیات مبارکہ کائنات کے تمام شہدا سے افضل واکمل ہے۔شہدا کی حیات جس کے بارے میں قرآن کریم میں ذکر آتا ہے اُس کو حیات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ نسبت بھی حاصل نہیں جو ایک قطرہ کو کروڑوں سمندروں سے حاصل ہوتی ہے۔

"امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ''انبیاء علیہم السلام کی روح مقدسہ ایک مرتبہ قبض ہونے کے بعد دوبارہ ان کے جسم اطہر میں واپس کر دی جاتی ہے۔یوں انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے پاس شہدا کی طرح بلکہ اُن سے بھی کہیں بڑھ کر زندہ ہیں"۔

حضرت علامہ آلوسی اپنی مشہور تصنیف روح المعانی میں حیات شہدا کے سلسلے میں بیان کرتے ہیں کہ شہدا کی حیات کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے ایک گروہ شہداء کی حیات جسمانی یعنی جسم اور روح کے ساتھ زندگی کو مانتا ہے جبکہ کچھ محض روح کی زندگی کے قائل ہیں۔جمہور علماء اور سلف کا مسلک یہ ہے کہ شہدا جسم اور روح دونوں کے ساتھ زندہ ہیں۔اس خیال کا ثبوت وتائید اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان ہے جس میں فرماتا ہے۔سورۃ آلِ عمران آیت 169۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ﴿۱۶۹﴾

ترجمہ:۔ ''اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا۔بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں''۔

اور یہ بات حقیقت ہے کہ رزق جسم کے لیے ہوتا ہے روح کے لیے نہیں۔پھر روحانی زندگی صرف شہدا کے لیے ہی مخصوص نہیں کیوں کہ روحانی حیات تو تمام مُردوں کو بھی حاصل ہے۔چاہے وہ مرنے والے مسلمان ہوں یا مشرک وکافر۔اس لیے "بَلْ اَحْيَآءٌ" "(سورۃ البقرآیت 154) کی آیت سے مراد جسمانی حیات ہے۔اگر اس

سے مراد روحانی حیات لی جائے تو پھر شہداء کی خصوصیت یا امتیاز کیا ہوا۔ جب کہ اس آیت مبارکہ کا مقصد ہی شہداء کا امتیاز اور خصوصیت بیان کرنا ہے۔ پھر یہ امتیاز اور خصوصیت صرف شہدا کے ساتھ ہی مخصوص ہے کسی اور دوسرے میں یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی۔ جسمانی حیات ہی شہدا کا طرۂ امتیاز ہے۔

اب جب کہ شہدا کی حیات جسمانی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی تو انبیاء علیہم السلام جو کہ شہدا کی نسبت ایسے بلند پایہ مقام کے مالک ہیں جس کا ادراک عقل انسانی میں آ ہی نہیں سکتا ان کی حیات جسمانی مبارکہ شہدا کی حیات جسمانی سے بدرجہ اتم افضل واعلیٰ ہے۔ پھر شہدا کو تو یہ مقام ہی انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اب ظاہر ہے جس کی وجہ سے شہدا زندہ کہلاتے ہیں اُس کی حیات جسمانی کس قدر بلند افضل واعلیٰ ہوگی۔

علامہ امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ شفا السقام میں فرماتے ہیں کہ "یہ بات ناممکنات میں سے ہے کہ شہید کو نبی سے بڑھ کر اعلیٰ وافضل مقام حاصل ہو کیونکہ شہید کو تو جسمانی حیات کا یہ مقام ہی نبی علیہ السلام کی شریعت مبارکہ اور اُمت کی حفاظت کے لئے سرفروشی اور جانبازی کے صلہ میں ملتا ہے۔ اس طرح قیامت تک جو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش کرے گا اس شہید کی شہادت کا اجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال مبارکہ میں شامل ہوتا رہے گا۔ اس لئے حیات مبارکہ کے اعتبار سے حضور علیہ السلام کا مقام ومرتبہ شہید کے مقام سے نہایت ہی بلند وبالا اور افضل ہوگا۔ کیونکہ شہید نے یہ مقام دین حق کی سربلندی کے لیے حاصل کیا اور اس دین حق کی بنیاد رکھنے والے اس کو ہم تک پہنچانے والے حضور علیہ السلام پرنور شافع یوم نشور علیہ السلام ہی تو ہیں۔ اس لیے سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کائنات کے تمام شہداء کی حیات سے بلند تر افضل واعلیٰ ہے"۔ آفرین ان بزرگان دین کے اور خاص طور پر اس مسئلہ میں امام سبکی رحمۃ اللہ کے جنہوں نے اس قدر مدلل طریقے سے حیات جسمانی حضور علیہ السلام کے مقام کی وہ وضاحت فرمائی ہے جس کی تعریف کرنا احاطہ قلم سے باہر ہے۔ دعا ہے اللہ کریم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ شریف سے امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے درجات مزید بلند فرمائے۔ آمین۔

حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

"انبیاء علیہم السلام اور شہداء یہ دونوں گروہ اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ مگر انبیاء علیہم السلام کی حیات مبارکہ شہدا کی حیات سے بہت زیادہ قوی ہے اور جب زمین کو انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ پر مسلط نہیں کیا اور انبیاء علیہم السلام کے اجساد مقدسہ اپنی اصل حالت میں محفوظ ہیں۔ تو سمجھ لینا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام اس سونے والے کی طرح ہیں جو نیند کی حالت میں جواب دینے سے بری ہے جب تک کہ وہ کسی سننے والے کی طرف خود متوجہ نہ ہو"

یہاں ایک اہم نکتہ بھی عرض کر رہا ہوں تا کہ انبیاء علیہم السلام اور عام مومنین اُمتی کی نیند کا فرق واضح ہو جائے۔ جس طرح حیات نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حیات مومن اُمتی میں فرق ہے بالکل اسی طرح سرکار

دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نیند مبارکہ اور ایک مومن اُمتی کی نیند میں بھی وہی فرق ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث مبارکہ پیش کی جاتی ہے جس کی روشنی میں یہ فرق عیاں ہو جائے گا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح بخاری شریف میں یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

" تَنَام عَلَيْنَاى وَلا يَنَامُ قَلْبِى وَكَذٰلِكَ الْاَنْبِيَاءُ تَنَامُ اَعْلَيْهِمْ وَلا تَنَامُ قُلُوْبُهُمْ "

ترجمہ:۔ ''تمہاری آنکھیں اور دل دونوں سوتے ہیں جبکہ انبیاء کرام کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتے ہیں"۔

''كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلا يَنَامُ قَلْبُهُ رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَبِىِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ''

ترجمہ:۔ ''نیند کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی آنکھیں سو جاتیں اور دل بیدار رہتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اس حدیث کو سعید بن میناء نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا''۔

عام مومن اُمتی جب خواب دیکھتا ہے تو اس کا شعور وادراک معطل ہوتا ہے جبکہ انبیاء علیہم السلام جب خواب دیکھتے ہیں تو ان کا شعور وادراک معطل نہیں ہوتا۔ ان کے خواب اور وحی میں کوئی فرق نہیں ہوتا کیونکہ شعور وادراک کا تعلق دل ودماغ سے ہوتا ہے اور مذکور حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ ''ہماری آنکھیں سوتی ہیں مگر دل جاگتا ہے''۔ پھر سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام جب سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے گئے تو ان کو قربانی کا یہ حکم خواب میں دیا گیا تھا حالت بیداری میں نہیں۔ قرآن کریم (سورۃ صافات آیات 99 تا 109) اس پر شاہد ہے پس اگر نبی کے خواب اور بیداری میں فرق ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لخت جگر کو کبھی قربانی کے لیے نہ لے جاتے کیونکہ خواب میں دیا جانے والا حکم واجب العمل نہیں ہوتا مگر اُمت پر، لیکن نبی پر اس کے حکم کی تکمیل واجب ہوتی ہے۔ اس لیے ثابت ہو گیا کہ نبی کا خواب اور بیداری ایک ہی چیز ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔

آخر میں حضرت امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ایمان افروز نکتہ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کرنے کے بعد اس موضوع کو سمیٹنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ یہ موضوع اس قدر دلچسپ اور حقائق سے لبریز ہے کہ اگر اس پر دفتر کے دفتر لکھ دیئے جائیں تب بھی کلام ختم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ ناچیز امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے ساتھ ہی اس موضوع کو تشنہ تکمیل چھوڑنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ دعا ہے۔ اللہ کریم اپنے حبیب علیہ السلام کے صدقے میری اس کوشش کو شرف مقبولیت بخشے اور جو جو غلطیاں میں یہاں کر چکا ہوں اپنی صفت عفوو درگزر کے تحت معاف فرمائے آمین۔

حضرت امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بلکہ یوں کہنا زیادہ بہتر ہو گا کہ خود سے سوال کیا کہ "ہم جنت کے کسی حصہ کو نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر انور سے افضل یا اس پر فضیلت دے سکتے ہیں؟'' پھر خود ہی جواب میں فرماتے ہیں کہ ''اصل میں قبر انور تمام مقامات مقدسہ سے بلند اور افضل ہے۔ چاہے اُن مقامات

میں جنت ہو یا کوئی اور دوسرا مقام"۔اس کے بعد فرماتے ہیں اگر سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کو عرش عظیم پر بھی ترجیح دی جائے تو کسی بھی مومن صادق کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ سب کچھ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ہی تو ہے۔خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اے میرے پیارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو کسی چیز کو نہ پیدا فرماتا"۔"گویا سب کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی فخر کونین تاجدار عرب عجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کیا ہے"

1- از: زرقانی۔جلد۔5۔صفحہ۔334
2- زرقانی۔ جلد۔5۔صفحہ۔336اور337
3- زرقانی۔ جلد۔5۔صفحہ۔332
4- فیض القدر شرح جامع صغیر۔جلد۔3۔صفحہ۔184
5- فیض القدر شرح جامع صغیر۔جلد۔3۔صفحہ۔87
6- فیض القدر شرح جامع صغیر۔جلد۔3۔صفحہ۔170
7- از: مرقاۃ۔جلد۔2۔صفحہ۔210
8- از: العلامۃ القاری فی شرح المشکوۃ۔جلد۔2۔صفحہ۔209
9- از: جذب القلوب۔جلد۔اول۔صفحہ۔204
10- علامہ قاری شرح شفاء شریف۔ جلد۔2۔صفحہ۔142
11- از: شرح بخاری۔جلد۔3۔صفحہ۔262
12- از: وفا الوفا۔جلد۔2۔صفحہ۔406
13- از: شرح المواہب۔جلد۔5۔ص۔333
14- از: وفا الوفا۔جلد۔2۔صفحہ۔405
15- از: فتح الباری۔فی الفتح۔جلد۔3۔صفحہ۔329
16- از: روح المعانی۔جلد۔2۔صفحہ۔17 حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ
17- از: مدارج النبوت۔جلد۔2۔صفحہ۔317 تا323

درود وسلام کے فضائل مبارکہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات جسمانی بعداز وصال کے بارے میں ممکنہ حد تک تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں۔اسی باب میں حضور علیہ السلام کے ارشادات کا بھی ذکر ہو چکا جس میں امتی کے درود وسلام اور ان

کے اعمال خدمت اقدس میں پیش کئے جانے کے ذکر میں احادیث مبارکہ نقل کی ہیں۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر درود وسلام بھیجنے والے کو اللہ کریم آپ علیہ السلام کے صدقے کن کن نعمتوں، برکتوں اور بلند مقامات سے نوازتا ہے ان کا احادیث مبارکہ کی روشنی میں حتی المقدور ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ السلام کے صدقے قبول فرمائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ "سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں درود وسلام کا ہدیہ پیش کرنا غلام آزاد کرنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، راہ خدا میں جہاد کرنے اور دشمنان اسلام پر تلوار چلانے سے ہزار درجہ بہتر وافضل ہے۔"

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ۔ "جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا۔ جب تک وہ درود شریف کے ورد میں مصروف ومشغول رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے سارے فرشتے اُس پر درود بھیجتے رہیں گے۔ اب اُس کی مرضی کہ وہ مجھ پر تھوڑا درود بھیجے یا زیادہ" (کیونکہ تھوڑا درود بھیجے گا تو فرشتوں کے درود سے تھوڑی دیر فیض یاب ہوگا اور اگر زیادہ درود پاک بھیجے گا تو فرشتوں کے زیادہ درود سے فیض یاب ہوگا۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص یعنی اُمتی مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اُس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا"۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو مجھ پر ایک مرتبہ درود وسلام بھیجے گا اللہ تعالیٰ اُس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف فرمادے گا۔"

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صبح ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت ہی خوش وخرم دیکھا۔ آپ علیہ السلام کے چہرہ انور پر مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ آج آپ علیہ السلام بہت ہی خوش وخرم ہیں۔ چہرہ انور فرط مسرت سے چمک رہا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "آج میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خوشخبری سنانے والا فرشتہ آیا اور اُس نے کہا۔ "جو شخص آپ علیہ السلام پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں شامل فرمائے گا۔ اُس کے دس گناہ معاف فرمائے گا۔ اور اسے درجہ بلندی وسرفرازی عطا فرمائے گا۔"

حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما (بن سہل بن اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن مالک بن النجار۔ قبیلہ نجار کی شاخ عمرو بن مالک سے ہیں حضور علیہ السلام کے وصال شریف پر لحد والی قبر منورہ کھودنے

کا شرف ابی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاصل کیا۔ حضرت اُمِ سلیم کی دوسری شادی ابی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی جن سے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک کے اخیافی بھائی ہیں) اپنے والد گرامی سے ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز اپنے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے تو چہرہ انور پر مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ ہم نے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ "میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اُس نے مجھے یہ مژدہ سنایا کہ آپ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کا رب ارشاد فرماتا ہے۔ کہ کیا آپ علیہ السلام کو یہ بات اچھی نہیں لگتی اور یہ بات آپ علیہ السلام کی رضا وخوشی کا باعث نہیں کہ۔ اُمت کا جو فرد آپ علیہ السلام پر درود وسلام بھیجے میں اللہ اس پر، دس مرتبہ درود ورحمت نازل کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا" میں نے عرض کیا کیوں نہیں"۔ (یعنی اے اللہ تعالیٰ میں اس انعام پر راضی ہوں، خوش ہوں)۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبد جوف بن عبد بن الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ القرشی الزہری) (المتوفی 31ھ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز اپنے حجرہ انور سے باہر تشریف لائے۔ مسجد نبوی کی طرف متوجہ ہوئے مسجد میں قدم رنجہ فرمایا اور قبلہ رو ہو کر سجدہ میں گر گئے۔ آپ علیہ السلام نے اس قدر طویل سجدہ فرمایا کہ ہم لوگوں کو گمان گزرا کہ شاید آپ علیہ السلام وصال فرما گئے۔ حقیقت معلوم کرنے کے لیے میں قریب حاضر ہوا۔ تو اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ سے اپنا سر اقدس اُٹھایا۔ اور فرمایا ''کون ہے؟'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عبد الرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا'' تجھے کیا ہوا؟'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ علیہ السلام نے اس قدر طویل سجدہ فرمایا کہ ہم لوگوں کو گمان ہوا شاید آپ علیہ السلام کی روح مبارکہ قبض ہو گئی ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ'' جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے تھے۔ اور انہوں نے مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مژدہ سُنایا کہ'' جو شخص آپ علیہ السلام پر درود وسلام بھیجے گا۔ میں اللہ بھی اُس شخص پر درود وسلام بھیجوں گا۔ یہ سُن کر اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا شکرادا کرنے کے لئے میں اس کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجالایا"۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی 51ھ - 92 احادیث مروی ہیں) فرماتے ہیں کہ ایک روز فخر کونین سید المرسلین تاجدار عرب وعجم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ میں نے آپ علیہ السلام کے چہرۂ انور پر مسرت کے نمایاں آثار دیکھے۔ جو پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ میں نے اس کی وجہ جاننے کے لیے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے پہلے آپ علیہ السلام پر ایسی سرور، رونق اور فرحت نہیں دیکھی جو آج چہرہ انور سے ظاہر ہو رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' میں مسرت و فرحت کا اظہار کیوں نہ کروں؟ کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام ابھی ابھی میرے پاس حاضری دے کر گئے ہیں۔ انہوں نے مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مژدہ پہنچایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم آپ علیہ السلام کا جو اُمتی ایک مرتبہ آپ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں درود وسلام کا ہدیہ پیش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے سارے فرشتے اُس شخص پر دس مرتبہ درود بھیجیں گے"

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے۔ اُس وقت اتفاقاً باہر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر تھے۔ آپ علیہ السلام ٹھہر گئے اور اُن سے ملاقات فرمائی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر فدا ہوں۔ آج میں چہرۂ پُر نور پر نہایت ہی مسرت کے اثرات دیکھ رہا ہوں۔ اس کی کیا وجہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم نے سچ کہا آج مجھے بڑی ہی مسرت اور فرحت حاصل ہوئی ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے کہا کہ جو شخص آپ (علیہ السلام) پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اُس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں درج فرمائے گا۔ اُس کے دس گناہ معاف فرمائے گا۔ اُس کے دس درجے بلند فرمائے گا"۔ یہاں حضرت محمد بن حبیب روایت بیان کرتے ہیں کہ مجھے یقین ہے اللہ تعالیٰ نے اُس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ "سب فرشتے اُس شخص پر دس دفعہ درود بھیجیں گے۔"

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں بارگاہ بے کس پناہ ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ علیہ السلام کے چہرہ مبارک کی سلوٹوں سے انوار تجلیات بجلی کی مانند چمک رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر فدا ہوں۔ میں نے آج کے دن سے بڑھ کر کبھی آپ علیہ السلام کو اتنا خوش مزاج نہیں دیکھا جتنا آج دیکھ رہا ہوں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ فخر دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "آخر وجہ کیا ہے کہ میرے نفس وقلب میں اس قدر مسرت وراحت نہ ہو میرا بدن سرور حاصل نہ کرے کیونکہ ابھی حضرت جبریل علیہ السلام مجھے یہ مژدہ سُنا کر گئے ہیں۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں جو ایک مرتبہ درود وسلام پیش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس کے بدلے اُس کو دس نیکیاں نامہ اعمال میں درج کرے گا۔ اُسکے دس گناہ معاف فرمائے گا۔ اور اُس کے دس درجے بلند فرمائے گا۔ اور فرشتہ بھی اُس شخص پر اس کے درود وسلام کی مانند درود وسلام بھیجے گا"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا "وہ کونسا فرشتہ ہے جو درود وسلام پڑھنے والے شخص پر درود بھیجتا ہے"۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی تخلیق کے وقت ہی قیامت تک کے لئے اُس فرشتے کو اس کام پر مقرر فرما دیا ہے۔ اس لئے جو شخص بھی آپ علیہ السلام پر درود وسلام بھیجے گا۔ یہ فرشتہ اس کو جواب میں کہے گا۔ "وانت صلی اللہ علیک" تجھ پر بھی اللہ تعالیٰ سلام بھیجے"۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس بن الحصین بن الودیم بن ثعلبہ بن عوف بن حارثہ بن عامر بن یام بن عنس بن مالک العنسی القحطانی) (حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ

صفین میں 36ھ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر 91 برس تھی) سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ کہ ''اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں سے ایک ایسا قوی کان والا فرشتہ پیدا فرمایا ہے۔ جو ساری مخلوق کی آواز سن سکتا ہے اور اُسے محفوظ وضبط کر سکتا ہے۔ اس فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک میری قبر پر کھڑا کر دیا ہے۔ جو شخص کہیں سے بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ فرشتہ اس درود بھیجنے والے اور اُس کے باپ کا نام لے کر کہتا ہے فلاں ابن فلاں نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام پر درود بھیجا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ میری طرف سے اس امر کا کفیل اور ضامن بن گیا ہے کہ اُس شخص پر ہر درود کے بدلے میں دس مرتبہ درود بھیجے گا''۔

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اُس کے عوض اُس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ اور دو فرشتے ایک دوسرے پر سبقت کی جدوجہد کرتے ہیں کہ کون درود وسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہلے پہنچاتا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "جب موذن اذان کہے اور اس کو تم سنو تو جو جو کلمات موذن ادا کرے تم بھی اسی طرح کہو۔ اذان ختم ہو جائے مجھ پر درود وسلام بھیجو کیونکہ جو شخص ایک دفعہ مجھ پر درود وسلام بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ پھر میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کی دعا کیا کرو۔ جو شخص میرے لیے وسیلے کی دعا کرے گا۔ اُس پر میری شفاعت حلال ہو گئی اور وہ یوں شفاعت کا مستحق ہو جائے گا۔''

1- الوفا باحوال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 832 تا 834
2- صحیح بخاری
3- صحیح مسلم
4- سنن ابی ماجہ
5- موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ
6- ابوداؤد وغیرہ۔

جن جن لوگوں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرثیے کہے

سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف پر جن جن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے مرثیے کہے احادیث مبارکہ اور روایت کتب سیر سے ان کا ذکر رقم کیا جا رہا ہے۔ ہم ان مرثیوں کو عربی اصلی

متن اور پھر اردو ترجمے کے ساتھ یہاں تحریر کر رہے ہیں دعا ہے اللہ کریم اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ہماری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومقبول فرمائے آمین ثم آمین۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مرثیہ

محمد بن عمر الواقدی نے اپنے رجال یعنی رواۃ (بیان کرنے والوں سے نقل کیا ہے) روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف پر یہ مرثیہ کہا تھا۔ فرمایا:۔

یا عین ذابکی ولا تسائی = اے آنکھ گریہ کر اور اس سے ملول نہ ہو۔

وحق البکاء علی السید = ایسے سردار کے شایان شان ہے کہ اس پر روئیں

علی خیر خندف عندالبلا = ایسے سردار پر جو آزمائش کے وقت بہترین ثابت ہوئے

وامسیٰ لیغیب فی الملحد = آج اُنکی شام اس طرح ہوئی کہ قبر میں دفن ہو گئے

فصلی الملیک ولی العباد = وہ مالک جو بندوں کا والی اور شہروں کا

ورب البلاد علی احمد = پروردگار ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے

فکیف الحیاۃ لفقد الحبیب = اب زندگی کی کیا صورت ہے وہ محبوب تو اوجھل ہو گیا جو تمام۔

وزین المغا شرفی المشهد = حاضرین صحبت کے لئے زینت کا موجب تھا وہ چلا گیا

فلیت الممات لنا کلنا = اے کاش ہم سب کو موت آجاتی

وکنا جمیعًا مع المهتدیٰ = اور سب کے سب اُسی ہدایت یافتہ کے ساتھ ہوتے

لمارایت نبینّا متجدّہ = جب میں نے اپنے پیغمبر کو جو سب کے پیغمبر تھے۔ زمین کے اندر جاتے دیکھا۔

ضاقتَ علّی بعر ضمن الدُور = تو مکانات باوجود اپنی وسعت کے مجھ پر تنگ ہو گئے۔

وارتعتُ رَوعةَ مستهام واله = میں اُس شیدائی کی طرح خوف زدہ ہو گیا جو گھبرایا ہوا حیران و پریشان

والعظم منی واهن مکلسور = پھر رہا ہو۔ میری ہڈی کمزور وست وشکستہ ہو گئی

اعتیقؓ انّ حِبکَ قد ثوی = اے عتیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تیرا محبوب تو دفن ہو گیا۔ اب تو اکیلا رہ گیا۔

وبقیت منفرداً وانت حیسر = تکان اور تعجب تجھ پر طاری ہے۔

یا لیتنی من قبل مهلک صاجی = اے کاش میں اپنے صاحب کی وفات سے قبل ہی۔ کسی قبر میں

غُیّبتُ فی جَدَث علّی صغور = اس طرح دفن ہو جاتا کہ مجھ پر پتھر ہوتے۔

فلتعدثن بدایح" من بعده = آپ علیہ السلام کے بعد ایسے نئے نئے حوادث پیش آئیں گے۔

تصیی البّهد جوائخُ وصدور = جن کی گراں باری سے پسلیاں اور سینے تھک جائیں گے۔

"بـاتـت هـمـوم "تـاونـبـى خشـرا = متل الضحو رنا مست هدت الجسدا

يـا ليتنـى حيـثُ بـنـت الـغدة بـه = قـالـو الـرسـول قـدامسـىٰ ميتـا فقدا

ليت الـقيـامة قـامـت بعد مهلكـه = ده نـرىٰ بـعـده مـالاً ولا ولـدا

والله اثـنـى عـلـى شيءٍ فـقـدت بـه = مـن البـريّـه حتـىٰ ادخـل الـلـحـدا

كـم لِـى بـعـد ک مـن هـم يـنـصبـى = اذا تـذكـرّت انّـى لا ادا ک ابـدا

كان المصفاء في الا خلاق قد علموا = و فـى الـصـفـاف فـلـم نعدل بـه احدا

نـفسـى فـداؤک مـن ميت ومن بدن = مـا اطيب الذكر و الاخلاق و الجسدا

ترجمہ: "غم والم کے گروہ رات پھر لوٹ لوٹ کر میرے پاس آتے رہے۔ وہ پتھر کی مانند اس قدر سخت تھے کہ تمام رات میرے جسم کو توڑتے رہے۔ اے کاش اُس وقت میں بھی مر گیا ہوتا۔ جس وقت دن کو مجھے خبر ملی اور لوگوں نے کہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے۔ کاش آپ علیہ السلام کے بعد قیامت قائم ہو جاتی۔ تاکہ ہم آپ علیہ السلام کے بعد نہ اولاد کو دیکھتے اور نہ ہی مال ودولت کو۔ اللہ کی قسم مخلوق میں سے جو چیز مجھ سے کھوئی جا چکی ہے۔ میں ہمیشہ اُس کی صفت وثنا کیا کروں گا۔ یہاں تک کہ قبر میں چلا جاؤں گا۔ آپ علیہ السلام کے بعد غم والم مجھے کیا کیا تکلیف پہنچاتے رہیں گے۔ جب میں یہ یاد کروں گا کہ اب مجھے دنیا میں آپ علیہ السلام کا دیدار نصیب نہیں ہوگا۔ سب کو معلوم تھا کہ آپ علیہ السلام کیسے پاکیزہ اخلاق والے تھے۔ پرہیز گاری اور عفت میں ہم سب کسی کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ میری جان آپ علیہ السلام پر قربان کیا تابوت تھا۔ کیسا جسم اطہر تھا۔ آپ علیہ السلام کی یاد کتنی پاکیزہ تھی۔ اخلاق کیسے اچھے تھے۔ بدن مبارک کیسا لطیف تھا"

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرثیہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف پر حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مرثیہ بیان کیا وہ عربی عبارت اور اُردو ترجمہ کے ساتھ تحریر کیا جا رہا ہے:۔

تـطـاول لیـلـی دا عترتنی القوارع = وخـطـب ُجـلـیـل ُلـلـیـلّیة جـامـع

غـداةُ لـفـى الـنـاعـى الينا محمدًا = وتلک التى تستک منها المسامع

نلورڈ میتا قتل نفسی قتلھا = ولکنة لا یرفع الموت دافع

فآلیتُ لا اثنی علٰی ھُلک ھالکٍ = من الناس ما اوفی ثبیئر و فارع

ولکننی باکٍ علیہ و متبع = مصیبة انی الی اللہ راجع

وقد قبض اللہ النبیین قبلہ = وعادُ میبت بالازیٰ و القبابع

خیالیث شعری من یقوم بامرنا = وھل فی قریشٍ فی امامٍ یُنازع

ثلاثہ وھط من قریش ھم ھم = ازمّة ھذا الامر واللہ صانع

علیؓ اوالصدّیق او عمرؓ لھا = ولیس لھا بعد الثلاثة رابع

فان قال منّا قائل، غیر ھذہٖ = ابنیا و قلنا اللہ راءٍ وسامع

فیا لقریش قلدوا الامر بعضھم = فانّ صحیح القول للناس نافع

ولا تبطئُوا عنھا فواقًا فانّھا = اذا قطعتُ لم یُمنَ فیھا المطامع

ترجمہ: میری رات بڑی طویل ہوگئی مجھے عظیم حادثات اور مشکلات شدید پیش آئے جو کہ بلیات (الابلا) کا مجموعہ تھے۔ موت کی خبر دینے والے نے ہمیں صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی خبر دی یہ وہ خبر تھی جس سے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ خود کو قتل کر دینے سے اگر کسی کی زندگی واپس آسکتی تو میں اپنے آپ کو قتل کر ڈالتا۔ لیکن موت کو کوئی دفع کرنے والا دفع نہیں کرسکتا۔ میں نے قسم اٹھائی تھی کہ کسی مرنے والے انسان کی موت پر اُس کی مدح و ثنا نہیں کروں گا۔ جب تک کوہ ثبیر اور کوہ فارع اپنا سر بلند کئے موجود ہیں۔ لیکن میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پر خوب روؤں گا۔ اور آپ علیہ السلام کی جدائی پر خوب روؤں گا۔ کیونکہ اصل میں مجھے اللہ کے ہاں ہی واپس جانا ہے۔ اللہ نے سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے بھی اور انبیاء علیہم السلام کی روحیں قبض فرمائیں۔ قوم عاد پر بھی مصیبت نازل ہوئی اور قوم تبّع پر بھی۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ کون ہمارا انتظام کرے گا۔ اور کیا قریش میں کوئی ایسا امام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقابلہ کر سکے۔ اہل قریش میں تین ہیں جو اس امر میں عنان اقتدار رکھتے ہیں۔ اور سب کام بنانے والا اللہ ہی ہے۔ حضرت علی میں، یا حضرت ابوبکر صدیق میں یا حضرت عمر (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) میں جو اس کام کے لیے موزوں ہیں۔ ان تین کے بعد چوتھا کوئی نہیں ہے۔ اگر ہم میں سے کہنے والے نے ان کے علاوہ کچھ کہا تو۔ ہم ان کو نہ مانیں گے۔ اور کہیں گے کہ دیکھنے والا سننے والا اللہ ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ قریش اپنا معاملہ انہیں میں سے کسی ایک کے سپرد کر دیں۔ کیونکہ صحیح بات ہی لوگوں کے حق میں مفید ہوتی ہے۔ اس کام میں ایک گھڑی بھی دیر نہ کرو۔ اس لیے کہ جب اس کا استقرار ہوگیا تو پھر لالچی اور طمع پسند اس کی آرزو نہیں کرسکیں گے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار یا مرثیہ

سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف پر شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج) (حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ کے زمانہ خلافت میں 120 سال کی عمر میں وفات پائی) نے آہ وبکا کرتے ہوئے اشعار لکھے۔ ابن اسحاق وابن ھشام نے ان اشعار کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سب سے بڑا قصیدہ وہ ہے جو عبدالملک بن ہشام نے ابوزید انصاری سے روایت کیا ہے۔ یہ قصیدہ نہایت ہی فصیح و بلیغ ہے۔ اور کیوں نہ ہو اہل عرب کے ہاں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فن شاعری میں نہایت بلند مقام رکھتے ہیں۔ پھر جب سے ان کا تعلق دربار رسالت سے ہوا تو ان کے فن میں بحیثیت نعت گو شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار چاند لگ گئے۔ اور یوں ان کو کائنات میں سب سے پہلے نعت گو شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

بِطَیْبَةَ رَسْم" لِلرَّسُوْلِ وَمَعْهَدُ = مُنِیْرٌ" وَ قَدْ تَعْفَرَ الرَّسُوْمُ وَ تَهْمَدُ

وَلَا تَمْتَحِیْ الْاٰیَاتُ مِنْ دَارِ حُرْمَةٍ = بِهَا مِنْبَرُ الْهَادِی الَّذِیْ کَانَ یَصْعَدُ

وَوَاضِعُ اٰثَارٍ وَ بَاقِیْ مَعَالِمِ = وَرَبْعٌ" لَهُ فِیْهِ مُصَلًّی وَ مَسْجِدُ

بِهَا حُجُرَاتٌ" کَانَ یَنْزِلُ وَسْطَهَا = مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ" یَسْتَضَاءُ وَ یُوْقَدُ

ترجمہ: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ میں ہمیشہ رہنے والے منزل ومقام کے آثار ہیں۔ جب دوسرے لوگوں کے نام ونشان پرانے ہو کر نیست ونابود ہو جاتے ہیں۔ مگر اس نہایت محترم ومکرم دار الحرم کی نشانیاں کبھی نہیں مٹ سکتیں جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منبر مقدس موجود ہے۔ وہ منبر مبارک جس پر تشریف فرما ہو کر آپ علیہ السلام خطاب فرماتے تھے جس میں حضور علیہ السلام کے کھلے ہوئے اثرات اور ہمیشہ باقی رہنے والی یادگاریں ہیں۔ اور آپ علیہ السلام کا وہ مقدس گھر ہے جس میں آپ علیہ السلام کی نماز پڑھنے کی جگہ اور آپ علیہ السلام کی سجدہ گاہ ہے۔ جس میں حضور علیہ السلام کے وہ مکانات مقدسہ موجود ہیں۔ جن کے اندر اللہ تعالیٰ کا نور نازل ہوتا تھا۔ جسے بھڑکا کر خوب روشنی حاصل کی جاتی تھی۔

مَعَارِفُ لَمْ تُطْمَسَ عَلَی الْعَهْدِ اٰیُهَا = اَتَاهَا الْبِلٰی فَلَاٰیُ مِنْهَا تَجَدَّدُ

عَرَفْتَ بِهَا رَسْمَ الرَّسُوْلِ وَعَهْدَهٗ = وَقَبْرًا بِهَا وَارَاهُ التُّرْبِ مُلْحِدُ

ظَلَلْتُ بِهَا اَبْکِی الرَّسُوْلُ فَاَسْعَدَتْ = عُیُوْنٌ" وَمِثْلَاهَا مِنَ الْجُفْنِ تُسْعِدُ

ترجمہ: یہاں وہ علوم ومعارف رہ چکے ہیں جن کی آیات کبھی نہیں مٹائی جا سکتیں یا جا سکیں۔ ان میں کہنگی (پرانا ہو

جانا) آتی تو یہ آیات اس سے تروتازہ ہوکر آنے لگتیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نشانات کو وہاں پہچانتا ہوں۔ وہاں ایک قبرانور ہے جس میں لحد میں اُتارنے والوں نے حضور علیہ السلام کو چھپا دیا ہے۔ میں اب اس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رو رہا ہوں۔ اور میری آنکھوں نے اس کام میں میری مدد کی ہے۔ اور آنکھوں سے بھی دو مثل پلکیں میرا ساتھ دے رہی ہیں۔

يُذَكِّرْنَ آلآءَ الرَّسُوْلِ وَمَا اَرٰى = لَهَا مُحْصِيًا نَفْسِيْ فَنَفْسِيْ تَبَلَّدُ

مُفَجَّعَةً قَدْشَفَّهَا فَقْدُاَحْمَدُ = فَظَلَّتْ لِاٰلَآءِ الرَّسُوْلِ تُعَدِّدُ

وَمَا بَلَغَتْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ عَشِيْرَهٗ = وَلٰكِنَّ لِنَفْسِيْ بَعْدُ مَا قَدْ تَوَجَّدُ

اَطَالَتْ وَ قُوْفًا تَذْرِفُ الْعَيْنِ جُهْدَهَا = عَلٰى طَلَلِ الْقَبْرِ الَّذِيْ فِيْهِ اَحْمَدُ

ترجمہ: عورتیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعمتوں اور برکتوں کو یاد دلا رہی ہیں۔ اور میرا یہ حال ہے کہ میں دیکھتا ہوں میری ذات آپ علیہ السلام کی نعمتوں اور برکتوں کو شمار نہیں کر سکتی۔ میں سخت حیران و ششدر رہ رہا ہوں۔ میں سخت دردمند ہوں۔ اور مجھے احمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرما جانے نے بالکل نڈھال کر دیا ہے۔ اس حالت میں ان نعمتوں اور برکتوں کو شمار کر رہا ہوں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ میری ذات ان نعمتوں میں سے ایک نعمت کے ذرہ تک کو نہیں پہنچ سکتی۔ مگر آنحضور علیہ السلام کے بعد مجھے تو سخت رنج والم لاحق ہو گیا ہے۔ میرا دل طویل مدت سے کھڑا میری آنکھوں کے ساتھ پوری طاقت استعمال کرتے ہوئے احمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار اقدس کے نشان کو دیکھ کر آنسو بہا رہا ہے۔

فَبُوْرِكْتَ يَا قَبْرَ الرَّسُوْلَ وَ بُوْرِكَتْ = بَلاَد" ثَوٰى فِيْهَا الرَّشِيْدُ الْمُسَدَّدُ

وَبُوْرِكَ لَحْد" مِنْكَ ضُمِّنَ طَيِّبًا = عَلَيْهِ بِنَآء" مِنْ صَفِيْحٍ مُنَضَّدُ

تَهِيْلَ عَلَيْهِ التُّرْبَ اَيْدٍ وَاَعْيُن" = عَلَيْهِ وَقَدْ غَارَتْ بِذَالِكَ اَسْعَدُ

لَقَدْ غَيَّبُوْ احِلْمًا وَ عِلْمًا وَرَحْمَةً = عَشِيَّةَ غَلَّوْهُ الثَّرٰى لاَيُوَسَّدُ

ترجمہ: اے روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے برکت حاصل ہو گئی ہے۔ اور اس شہر کو برکت حاصل ہو گئی ہے جس میں ہادی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹھکانا فرمایا۔ اے قبرانور تیری لحد مبارک کہ بابرکت ہو گئی ہے جس میں ایک پاک وطیب ہستی تشریف فرما ہے۔ اور اس قبرانور کو چوڑے چوڑے پتھروں کو تہہ در تہہ رکھ کر بنایا گیا ہے۔ اور جس پر لوگوں کے ہاتھ مٹی ڈال رہے تھے۔ سب کی آنکھیں اُس قبرانور پر لگی ہوئی تھیں جس میں اس طرح نیک بختیاں دفن ہو رہی تھیں۔ لوگوں نے علم و بردباری کو، علم ومعرفت کو، اور رحمت و برکت کو اُس رات غائب کر دیا جس وقت لوگ قبرانور پر مٹی کا ڈھیر چڑھا رہے تھے۔ جس میں کوئی فرش تک نہیں بچھایا گیا تھا۔

وَرَاحُوْا بِحُزْنٍ لَيْسَ فِيْهِمْ نَبِيُّهُمْ = وَقَدْ وَهَنَتْ مِنْهُمْ ظُهُوْرُ وَاَعْضُدُ

يُبكُّونَ مِنْ تبكِي السَّمٰواتِ يَوْمَهٗ = وَمَنْ قَدْ بَكَتْهُ الْاَرْضُ فَالنَّاسُ اَكْمَدُ
وَهَلْ عَدَلَتْ يَوْمًا رَزِيَّةُ هَالِكٍ = رَزِيَّةَ يَوْمٍ مَاتَ فِيْهِ مُحَمَّدُ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ)
تَقَطَّعَ فِيْهِ مَنْزَلُ الْوَحْيِ عَنْهُمْ = وَقَدْ كَانَ ذَانُوْرٍ يَغُوْرُ وَيَنْجِدُ

ترجمہ: اور یہ غم زدہ لوگ اس حالت میں ہو گئے کہ اب ان کے پاس ان کے نبی نہیں اور اب ان کی کمریں اور بازو بالکل کمزور ونحیف ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ اُس ہستی پر رو رہے تھے جن کے وصال شریف پر آسمان بھی رو رہے تھے اور زمین بھی رو رہی تھی۔ اور لوگ اس سے بھی زیادہ اُداس وغمگین تھے۔ اور کیا کسی بھی فوت ہونے والے کی مصیبت کا دن اس دن کی مصیبت کے برابر ہو سکتا ہے۔ جس روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال شریف فرمایا۔ یہ وہ دن تھا جس میں لوگوں سے وہ ہستی جدا ہو گئی جن پر وحی نازل ہوتی تھی اور اس کا نور ہر پست و بالا (اونچے نیچے) مقامات کو منور کرتا تھا۔

يَدُلُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ مَنْ يَقْتَدِيْ بِهٖ = وَيُنْقِذُ مِنْ هَوْلِ الْخَرَّ ايَاوَيُرْشِدُ
اِمَامٌ لَهُمْ يَهْدِيْهِمُ الْحَقَّ جَاهِدًا = مُعَلِّمُ صِدْقٍ اِنْ يُّطِيْعُوْهُ يُسْعِدُوْا
عَفُوٌّ عَنِ الذَّلَّاتِ يَقْبَلُ عُذْرَهُمْ = وَاِنْ يُّحْسِنُوْا فَاللّٰهُ بِالْخَيْرِ اَجْوَدُ
وَاِنْ نَابَ اَمْرٌ لَمْ يَقُوْمُوْا بِحَمْلِهٖ = فَمَنْ عِنْدِهٖ تَيْسِيْرُ مَا يَتَشَدَّدُ

ترجمہ: اس کے نور کی جو پیروی کرتا اُسے خدا کے راستے پر گامزن کر دیتا۔ اور ذلت ورسوائی اور خواریوں کی ہولناکیوں سے نکال کر عزت وشرف کے راستے پر چلا دیتا تھا۔ وہ ان کے ایک ایسے مقتدی ورہنما تھے جو ان کو حق کے راستے کی نشاندہی پوری کوشش سے فرما دیا کرتے تھے۔ سچائی کا سبق دینے والے تھے۔ جب لوگ اُن کی اطاعت کرتے تو وہ نیک وپارسا بنا دیئے جاتے۔ وہ لوگوں کی خطاؤں کو معاف کر دینے والے اور ان کے عذر قبول کرنے والے تھے۔ اور لوگ جب اچھے کام کرتے تو اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ بھلائی کرنے میں بے حد سخی ہوتا تھا۔ اور اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آجاتا جس کے لوگ متحمل نہ ہو سکتے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہر ایسے معاملے میں جو دشوار ہوتا آسانی اور سہولت پیدا کر دی جاتی تھی۔

فَبَيْنَا هُمْ فِيْ نِعْمَةُ اللّٰهِ بَيْنَهُمْ = دَلِيْلٌ بِهٖ نَهْجُ الطَّرِيْقَةِ يُقْصِدُ
عَزِيْزٌ عَلَيْهِ اَنْ يَجُوْرُوْا عَنِ الْهُدٰى = حَرِيْصٌ عَلٰى اَنْ يَسْتَقِيْمُوْا وَيَهْتَدُوْا
عَطُوْفٌ عَلَيْهِمْ لَا يُثَنِّيْ جَنَاحَهٗ = اِلٰى كَنَفٍ يَحْنُوْ عَلَيْهِمْ وَيَمْهَدُوْا
فَبَيْنَا هُمْ فِيْ ذٰلِكَ النُّوْرِ اِذْ غَدَا = اِلٰى نُوْرِهِمْ سَهْمٌ مِنَ الْمَوْتِ مُقْصِدُ

ترجمہ: پھر اس وقت جب انکے درمیان اللہ کی یہ نعمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کی شکل میں موجود تھی جو ایک ایسے رہبر تھے جن کے ذریعے سے صاف اور عیاں راستہ نظر آتا تھا اور اُس پر لوگ چل پڑتے تھے۔ جن

کے لئے یہ بات ناگوار تھی کہ لوگ ہدایت کے راستے سے بہک جائیں۔ جو اس بات کے بڑے حریص تھے کہ لوگ ٹھیک ہو کر صحیح راستے پر لگ جائیں۔ لوگوں پر اسقدر مہربان تھے کہ اُن سے کسی طرح بے رُخی نہیں برتتے تھے۔ ان پر اسقدر شفیق تھے کہ ان کے لئے راستہ ہموار کرتے رہتے تھے۔ غرض اسی دوران جب وہ اُس نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے دلوں کو چمکا رہے تھے۔ اچانک اجل کا ایک تیر ان کے اس نورِ مجسم پر آ کر لگ گیا۔

فَـاَصْبَـحَ مَـحْـمُـوْدًا اِلَـى اللهِ رَاجِـعًـا = يُبَـكِّـيْـهِ حَـقُّ الْـمَـرْسَلَاتِ وَيُحْمَدُ

وَاَمْسَـتْ بَلَادًا لُـحَرْمِ وَحْشَـا بَقَـاعِهَـا = لَـغِيْبَةِ مَـاكَـانَـتْ مِـنَ الْـوَحْيِ تُعْهَدُ

قِـفَـارًا اسَوٰى مَـعْـمُـوْرَةَ اللَّحْدِ مَـا فِهَـا = فَـقِـيْـد" يُـبَـكِّيْـه بَلَاطَ" وَ غَـرْقَـدُ

وَمَسْـجَـدُهٗ فَـالْـمُـوْحِشَـاتِ لِـفَـقْـدِهٖ = خَلَاءً" لَـهٗ فِيْـهِ مَـقَـامُ مَـقْـعَـدُ

ترجمہ: اور یہ نور لوگوں کی مدح وثنا لیتا ہوا اللہ کی طرف لوٹ گیا۔ اُس وقت برحق فرشتے اُن پر رو رہے تھے اور ان کی مدح وثنا میں مصروف تھے۔ اور مکہ اور مکہ کے قرب وجوار کے تمام مقامات سنسان ہو گئے اس وحی کے غائب ہو جانے سے جس کے یہ علاقے (بلاد) عادی ہو گئے تھے۔ یہ سب ویران ہو گئے سوائے اُس لحد کے جس میں ہم سے تشریف لے جانے والی ہستی ٹھہری ہے۔ جن پر شجر وحجر رو رہے ہیں اور آپ علیہ السلام کے پردہ فرمانے سے سخت پریشان ہیں۔ اور آپ علیہ السلام کی مسجد آج خالی ہے۔ جہاں آپ علیہ السلام کی نشست وبرخاست ہوتی تھی۔

وبِا لُحَمِيْرَةِ الْكُبْرٰى لَهٗ ثُمَّ اَوْحَشَتْ = دِيَار" وَ عَرْصَات وَ رَبْع" وَ مَوْلَدُ

وَمَالَكَ لَا تَبْكِيْنَ ذَا النِّعْمَةَ اللَّتِى = عَلَى النَّاسِ مِنْهَا سَابِغ" يُتَغَمَّدُ

فَبَكِّىْ رَسُوْلَ اللهِ يَا عَيْنُ عَبْرَةً = وَلَا اَعْرَفُنْكَ الدَّهْرَ دَمُعكَ يَجْمَدُ

فَجُوْدِىْ عَلَيْهِ بِالدَّ مُوْعِ وَاَعوِلِى = لَفَقَدَ الَّذِىْ لَا مِثْلُهُ الدَّهْرَ يُوْجَدُ

ترجمہ: اور حمیرہ کبریٰ میں آپ علیہ السلام کے لئے وہاں کے تمام مقامات سنسان ہو گئے۔ تمام میدان اور آپ علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ سب متوحش ہو رہے ہیں۔ پس اے آنکھ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ کہ تو ایسی نعمت کے مالک پر نہیں روتی جس کا ایک حصہ بھی لوگوں کے لئے پورا ہوتا تھا۔ ایسے مالک پر جواب ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ پس اے آنکھ تجھے کیا ہو گیا ہے تو ایسی نعمت والے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خوب رو اور بڑے بڑے آنسو بہا۔ اور میں کبھی نہ دیکھوں کہ تیرے آنسو خشک ہو گئے ہیں۔ پس تو ان پر اچھی طرح آنسو نچھاور کر۔ اور اس ہستی کے تشریف لے جانے پر چیخیں مار مار کر رو۔ جنکی مثال زمانہ بھر میں نہیں پائی جا سکتی۔

وَمَـا فَـقَـدَ الْـمَـاضُـوْنَ مِثْلَ مُـحَـمَّـدٍ = وَلَا مِثْـلُـهٗ حَتّٰـى الْـقِيَـامَةُ يُفْـقَـدُ

اَعَـفَّـهٗ وَ اَوْفٰـى ذِمَّةً بَـعْـدَ ذِمَّةٍ = وَاَقْـرَبَ مِـنْـهُ نَـائِلًا لَا يُـنْـكَـدُ

وَاَبْـذَلَ مِـنْـهُ لِـلـطَّـرِيْفِ وَتَـالِـدٍ = اِذَا ضَـنَّ مِـعْـطَـاءٌ" بِـمَـا كَـانَ يُتْـلَـدُ

وَاَکْرَمَ صِیْتًا فِی الْبُیُوْتِ اِذَا انْتَمٰی = وَاَکْرَمَ جَدًّا اَبْطَحِیًّا یُسَوَّدُ

ترجمہ: اور گزری ہوئی اُمتوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم جیسی ہستی کو گم نہیں کیا اور نہ ہی قیامت تک انکی مثل کو گم کیا جا سکتا ہے۔ وہ سب سے زیادہ عفیف (عفّت مآب) تھے۔ وہ ایک کے بعد ایک ذمہ داریوں کو پورا کرنے والے تھے۔ وہ سب سے زیادہ ایسی بخشش کرنے والے تھے جس کا احسان نہیں جتایا جاتا تھا۔ اور اس وقت جب بڑے سے بڑا اعطاو بخشش کرنے والا شخص بھی اپنی موروثی وقدیم دولت کو بچا کر رکھتا اور بخل کرتا تھا تو آپ علیہ السلام اپنی کمائی ہوئی نئی دولت کو اور پرانی موروثی دولت کو خرچ کرنے میں سب سے آگے تھے۔ اور جب انتساب کیا جاتا تو گھروں میں شرافت کے لحاظ سے آپ علیہ السلام کی ہی سب سے زیادہ شہرت تھی۔ اور آپ علیہ السلام اپنے آبا واجداد کے اعتبار سے سب سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ وہ لوگ مکہ اور بطحاء کے رہنے والے مانے ہوئے سردار تھے۔

وَاَمْنَعَ ذِرْوَاتٍ وَاَثْبَتَ فِی الْعُلاَ = دَعَائِمِ عِزٍّ شَاهِقَاتٍ تُشَیَّدُ

وَاَثْبَتَ فَرْعًا فِی الْفُرُوْعِ وَ مَنْبَتًا = وَعُوْدًا اَغْذَاۃَ الْمُزْنِ فَالْعُوْدِ اَغْیَدُ

ترجمہ: اور بلندیوں کے سب سے زیادہ محافظ اور نہایت بلندی پر قائم ہونے والے عزت اور وقار کے وہ ستون جنہیں نہایت مضبوط طور پر بنایا گیا ہو۔ اُن پر سب سے زیادہ مستقل مزاجی سے جمے رہنے والے تھے۔ تمام شاخوں میں شاخ اور جڑ دونوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ مضبوط اور اس لکڑی کے اعتبار سے بھی سب سے زیادہ مضبوط تھے۔ جسے بادلوں نے اپنے پانی سے غذا پہنچائی ہو پھر وہ لکڑی سب سے زیادہ نرم اور لچک دار ہوگئی ہو۔

رِبَاهُ وَلِیْدًا افَاسْتَتَمَّ تَمَامُهٗ = عَلٰی اِکْرَمِ الْخَیْرَاتِ رَبٌّ مُمَجَّدُ

تَنَاهَتْ وَصَاۃَ الْمُسْلِمِیْنَ بِکَفِّهٖ = فَلاَ الْعِلْمُ مَحْبُوْس" وَلاَ الرَّایِ یُفْنَدُ

اَقُوْلُ وَلاَ یُلْقٰی لِقَوْلِیَ عَائِبُ = مِنَ النَّاسِ الْاِعَازِبَ الْعَقْلُ مُبْعَدُ

وَلَیْسَ هَوَایَ نَازِعًا عَنْ ثَنَاءِہٖ = لَعَلِّیْ بِہٖ فِیْ جَنَّۃِ الْخُلْدِ اَخْلُدُ

مَعَ الْمُصْطَفٰی اَرْجُوْ بِذَاکَ جِوَارَہٗ = وَفِیْ نَیْلِ ذَاکَ الْیَوْمَ اَسْعٰی وَاَجْهَدُ

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ بزرگ وبرتر نے آپ علیہ السلام کے بچپن میں ہی آپ علیہ السلام کی بہترین ساخت پرداخت فرمائی تھی۔ اس لئے آپ علیہ السلام تمام اعلیٰ واشرف خیر وفلاح کی صلاحیتوں میں کامل ومکمل ہو گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے مسلمانوں کی لکڑی نہایت مضبوط ہوگئی تھی۔ اس لئے نہ تو آپ علیہ السلام کا علم محدود تھا اور نہ ہی رائے مبارکہ میں کوئی خرابی یا نقص نکالا جا سکتا تھا۔ میں جو یہ دعویٰ کر رہا ہوں لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو اس دعویٰ کو غلط ثابت کر سکے۔ ہاں ان کے علاوہ جو عقل و دانش ہی نہیں رکھتے۔ اور آپ علیہ السلام کی جو میں یہ مدح وثنا کر رہا ہوں اس میں میرا نفس کسی طرح معارض نہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ میں اپنی اس مدح وثنا کی بدولت جنت الفردوس میں ہمیشہ ہمیشہ رہوں گا۔ میں اپنی اس مدح وثناء کی وجہ سے محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

جوار رحمت میں حضور علیہ السلام کے ساتھ رہنے کی توقع کرتا ہوں۔ اسی حال و موقعہ کو حاصل کرنے کے لیے میں یہ ساری جدوجہد اور کوشش کر رہا ہوں۔

اس کے علاوہ درجہ ذیل دوسرا مرثیہ بھی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف پر کہا تھا۔

مَابَالَ عَیْنِکَ لَا تَنَامُ کَاَنَّمَا = کُحِلَتْ مَا قِیْهَا بِکُحْلِ الْاَرْمَدِ

جَزْعًا عَلَی الْمَهْدِیْ اَصْبَحَ ثَاوِیًا = یَا خَیْرَ مَنْ وَطِیءَ الْحَصَی لَا تُبْعَدِ

وَجْهِیَ یَقِیْکَ التُّرَابِ لَهْفِی لَیْتَنِی = غُیِّبْتِ قَبْلَکَ فِی بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ

بِاَبِی وَ اُمِّی مَنْ شَهِدْتُ وَفَاتَهٗ = فِیْ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ النَّبِیَّ الْمُهْتَدِیْ

فَظَلِلْتُ بَعْدَ وَفَاتِهٖ مُتَبَلِّدًا = مُتَلَدِّدًا یَا لَیْتَنِیْ لَمْ اُوْلَدِ

ترجمہ: تیری آنکھ کو کیا ہو گیا کہ اُسے نیند ہی نہیں آتی گویا کہ اس آنکھ کے کناروں میں تنکوں کا سرمہ لگا دیا گیا ہے۔ اس ہادی و مہدی کی وجہ سے آہ و بکا کرنے پر تیری نیند اُڑ گئی ہے جو اب لحد اقدس میں تشریف فرما ہیں۔ اے وہ ہستی عظیم جس نے زمین کے سنگریزوں کو چل کر بار بار روندا ہے۔ مجھ سے دور نہ ہو۔ میرا چہرہ آپ علیہ السلام کو مٹی سے بچائے کاش میں آپ علیہ السلام سے پہلے ہی مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع میں دفن کر دیا جاتا۔ اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برحق ہدایت یافتہ پر میرے ماں باپ قربان جن کا وصال شریف دوشنبہ کو میرے سامنے ہی ہوا۔ اس لیے میں آپ علیہ السلام کے وصال شریف پر حیران و پریشان ہوں اور ادھر اُدھر دیکھتا پھر رہا ہوں۔ اے کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا۔

اَاُقِیْمُ بَعْدَکَ بِالْمَدِیْنَةِ بَیْنَهُمْ = یَا لَیْتَنِیْ صُبِّحْتُ سَمَّ الْاَسْوَدِ

اَوْحَلَّ اَمْرُ اللّٰهِ فِیْنَا عَاجِلًا = فِیْ رَوْحَةٍ مِنْ یَوْمِنَا اَوْمِنْ غَدِ

فَتَقُوْمُ سَاعَتِنَا فَنَلْقَی طَیِّبًا = مَحْضًا ضَرَائِنُهٗ کَرِیْمَ الْمُحْتَدِ

یَا بِکْرَ اٰمِنَةَ الْمُبَارِکَ بِکْرُهَا = وَلَدَتْهُ مُحْصَنَةٌ لِبَسْعَدِ الْاَسْعُدِ

نُوْرًا اَضَاءَ عَلَی الْبَرِیَّةِ کُلِّهَا = مَنْ یُهْدَ لِلنُّوْرِ الْمُبَارَکِ یَهْتَدِیْ

ترجمہ: کیا میں آپ علیہ السلام کے بغیر مدینہ منورہ میں لوگوں کے درمیان رہ سکوں گا۔ اے کاش مجھے صبح سویرے کالے ناگوں (سانپوں) کا زہر پلا دیا جاتا۔ یا آج کی شام یا کل کی شام میں جلدی سے اللہ تعالیٰ کا امر نازل ہو جائے۔ پھر ہمارا وقت آجائے پھر ہم اس پاک وطیب ہستی سے جا کر مل جائیں۔ جس کی فطرت خالص اور جس کی اصل شریف ہے۔ اے آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لال ایسا لال جو مبارک ثابت ہوا۔ اور آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے وہ لال جسے ہزار نیک بختیوں کے ساتھ ایک عفیفہ والدہ نے جنا۔ جو ایسا نور تھا جس نے سارے عالم کو منور کر دیا اور جو بھی اس مبارک نور سے ہدایت کے راستے پر لگایا جا سکتا تھا وہ سیدھے راستے پر لگ گیا۔

يَارَبِّ فَاجْمَعْنَا مَعًا وَنَبِيَّنَا = فِيْ جَنَّةٍ تُثْنِيْ عُيُوْنَ الْحُسَّدِ
فِيْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ فَاكْتُبْهَا لَنَا = يَا ذَوالْجَلَالِ وَذَا الْعُلَا وَ السُّوْدَدِ
وَاللّٰهِ اَسْمَعُ مَابَقِيْتُ بِهَالِكٍ = اِلَّا بَكَيْتُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ
يَا وَيْحَ اَنْصَارَ النَّبِيِّ وَرَهْطِهٖ = بَعْدَ الْمُغَيَّبِ فِيْ سَوَاءِ الْمَلْحَدِ
ضَاقَتْ بِالْاَنْصَارِ الْبِلَادَ فَاَصْبَحُوْا = سُوْدًا وُجُوْهُهُمْ كَلَوْنَ الْاَثْمَدِ

ترجمہ: یارب تو ہم سب کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس جنت میں ایک جگہ جمع فرمادے جس سے حاسدوں کی آنکھوں کو ہٹا دیا جائے۔ اس جنت الفردوس میں جمع فرمادے پھر وہ جنت الفردوس ہم لوگوں کے لئے لکھ دے۔ اے جلالت و جبروت والے حقیقی بلندی اور سرداری کے مالک۔ خدا کی قسم زندگی میں جب کبھی کسی مرنے والے کا حال سنوں گا تو مجھے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رونا آتا رہے گا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لحد انور میں تشریف فرما ہونے کے بعد انصار نبی (علیہ السلام) اور گروہ نبی (علیہ السلام) کا کتنا برا حال ہو گیا ہے۔ انصار مدینہ کے لیے تمام علاقے (شہر) تنگ ہو گئے اس لئے اب ان کے چہرے سرمے کی مانند سیاہ ہو گئے ہیں۔

وَلَقَدْ وَلَدْنَاهُ وَفِيْنَا قَبْرُهٗ = وَفُضُوْلَ نِعْمَتِهٖ بِنَا لَمْ نَجْحَدِ
وَاللّٰهِ اَكْرَمْنَا بِهٖ وَهَدٰى بِهٖ = اَنْصَارَهٗ فِيْ كُلِّ سَاعَةٍ مَشْهَدِ
صَلَّى الْاِلٰهُ وَمَنْ يَحُفُّ بِعَرْشِهٖ = وَالطَّيِّبُوْنَ عَلَى الْمُبَارِكِ اَحْمَدِ

ترجمہ: اور آپ علیہ السلام کو ہم لوگوں نے ہی جنا تھا (کیونکہ آپ علیہ السلام کے ماموں آپ علیہ السلام کے آباء کی طرف سے مدینہ منورہ کے مشہور قبیلے بنو النجار سے تھے) اور ہم لوگوں میں ہی آپ علیہ السلام کی قبر انور بنی۔ اور آپ علیہ السلام کی افضل نعمتوں کا جو ہمارے لئے ہوئیں ہم انکار نہیں کر سکتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے وسیلہ و ذریعہ سے ہمیں شرف عطا فرمایا اور آپ علیہ السلام کے ذریعے انصار مدینہ منورہ کی ہدایت فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابرکت ہستی پر اللہ کریم اپنی نعمتیں اور رحمت نازل فرمائے۔ اور پاک وطیب لوگ اور وہ ملائکہ جو عرش الٰہی کو گھیرے رہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے لئے دعائے رحمت فرمائیں۔

تیسرا مرثیہ

ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مرثیہ بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف پر کہا تھا۔ عربی اشعار اور ترجمہ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

نَبَّ الْمَسَاكِيْنَ اِنَّ الْخَيْرَ فَارَقَهُمْ = مَعَ النَّبِيِّ تَوَلّٰى عَنْهُمْ سَحَرًا
مَنْ ذَالَّذِيْ عِنْدَهٗ رَحْلِيْ وَ رَاحِلَتِيْ = وَرِزْقُ اَهْلِيْ اِذَالَمْ يُوْنِسُوا الْمَطَرَا

اَمْ مِنْ نُعَاتِبُ لَا نَخْشَى جَنَادَعَهُ = اِذَا اللِّسَانِ عَتَا فِى الْقَوْلِ اَوْ عَشَرَا
كَانَ اَيْضَاءَ وَكَانَ النُّوْرُ نَتْبَعُهُ = بَعْدَ الْاِلٰهِ وَكَانَ السَّمْعَ وَالْبَصَرَا

ترجمہ: ''مساکین کو یہ خبر دے دو کہ ان کے لئے خیر وفلاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی رخصت ہو گئی۔ جنہوں نے صبح کے وقت اُن سے اپنا چہرا اقدس پھیر لیا تھا۔ اب وہ کون ہے جس کے لئے میرے سامان سفر اور سواری کا انتظام کیا جائے گا۔ اور جن سے میرے اہل خانہ کو اُس وقت رزق ملتا تھا جب لوگ بارش کو محسوس بھی نہیں کرتے تھے۔ (قحط سالی کے حال میں) یا اب وہ کون ہے جس سے اگر ہم روٹھ جائیں تو فتنہ وشر کا اس وقت ہمیں اندیشہ نہ ہو۔ جب ہماری زبان سے کچھ غلط کلمات نکل جائیں یا کوئی لغزش ہو جائے وہ روشنی تھے نور تھے جن کی اللہ تعالیٰ کے بعد ہم اتباع کرتے تھے۔ وہ ہمارے کان اور ہماری آنکھیں تھے۔''

فَلَيْتَنَا يَوْمَ وَارَوْهُ بِمُلْحِدِهٖ = وَغَيَّبُوْهُ وَاَلْقَوْا فَوْقَهُ الْمَدَرَا
لَمْ يُتْرَكِ اللّٰهُ مِنَّا بَعْدَهٗ اَحَدًا = وَلَمْ يُعِشْ بَعْدَهٗ اُنْثٰى وَلَا ذَكَرَا
ذَلَّتْ رِقَابُ بَنِى النَّجَّارِ كُلِّهِمْ = وَكَانَ اَمْرًا مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ قُدِرَا
وَاقْتُسِمَ الْفَئْىُ دُوْنَ النَّاسِ كُلِّهِمْ = وَبَدَّدُوْهُ جِهَارًا بَيْنَهُمْ هَدَرَا

ترجمہ: ''پس کاش جس روز لوگوں نے آپ علیہ السلام کو لحد منور میں اُتارنے والے کے ذریعے اُتار دیا۔ اور آپ علیہ السلام کو ہماری آنکھوں سے پوشیدہ کر دیا۔ اُسی روز اللہ تعالیٰ ہم میں سے کسی مرد وعورت کو آپ علیہ السلام کے بعد نہ چھوڑتا اور کسی مرد وعورت کو زندہ نہ رکھتا۔ اس روز بنو النجار کے تمام افراد کی گردنیں جھک گئیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا حکم تھا جو مقدر میں لکھا جا چکا تھا اور اس دن مال غنیمت تمام لوگوں کے بغیر تقسیم کیا گیا اور ان لوگوں نے اپنے درمیان علی الاعلان اس چیز کو لغو قرار دے کر تتر بتر کر دیا۔ اُسے چھوڑ دیا۔

چوتھا مرثیہ

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف پر یہ اشعار بھی کہے جنہیں اصحاب سیر نے چوتھا مجموعہ مرثیہ کا نام دیا ہے۔ ان اشعار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی پر آہ وبکا کا عنصر غالب ہے۔

اَلَيْتُ مَا فِى جَمِيْعِ النَّاسِ مُجْتَهِدًا = مِنِّى اِلَيْهِ بَرٍّ غَيْرَ اِفْنَادِ
تَاللّٰهِ مَا حَمَلَتْ اُنْثٰى وَلَا وَضَعَتْ = مِثْلَ الرَّسُوْلِ نَبِىِّ الْاُمَّةِ الْهَادِىْ
وَلَا بَرَا اللّٰهُ خَلْقًا مِّنْ بَرِيَّتِهٖ = اَوْفٰى بِذِمَّةِ جَارٍ اَوْ بِمِيْعَادِ
مِنَ الَّذِىْ كَانَ فِيْنَا يُسْتَضَاءُ بِهٖ = مُبَارَكَ الْاَمْرِ ذَا عَدْلٍ وَاِرْشَادِ

ترجمہ: جو چیزیں تمام لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ میں نے ان کو پورا کرنے کا عزم کرلیا ہے اور سلسلے میں قسم اُٹھالی ہے۔ خدا کی قسم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا آج تک کسی ماں نے نہ کوئی بچہ حمل میں رکھا ہے اور نہ ہی کوئی ایسا بچہ جنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آج تک اپنی ساری مخلوق میں کوئی ایسا انسان پیدا نہیں کیا جو آپ علیہ السلام جیسا، پڑوسیوں کا حق ادا کرنے والا اور اپنا عہد پورا کرنے والا ہو۔ ایسا انسان جس کے ذریعے روشنی حاصل کی جاتی ہو۔ جن کا ہر معاملہ برکت والا تھا۔ جو رشد و ہدایت اور عدل و انصاف کا سرچشمہ تھے۔

اَمْسَى نِسَاءُ کَ عَطَّلْنَ الْبُيُوْتَ فَمَا = يَضْرِبْنَ فَوْقَ قَفَا سِتْرٍ بِاَوْتَادِ

مَثْلَ الرَّوَاهِبِ يَلْبَسْنَ الْمُبَاذِلَ قَدْ = اَيْقَنَّ بِالْبُؤْسِ بَعْدَ النِّعْمَةِ الْبَادِي

يَا اَفْضَلَ النَّاسُ اِنِّي كُنْتُ فِي نَهْرٍ = اَصْبَحْتُ مِنْهُ كَمَثَلِ الْمُفْرَدِ الصَّادِيْ

ترجمہ: ''آپ علیہ السلام کی ازواج مطہرات نے اپنے گھروں کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اب وہ اپنے پردوں کے پیچھے کیل نہیں لگاتیں۔ یہ ازواج مطہرات اب معمولی اور عام سے کپڑے زیب تن فرماتی ہیں۔ انہوں نے نعمت کے بعد کھلی مصیبت کا عقیدہ قائم کرلیا ہے۔ اے وہ ہستی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جو تمام انسانوں سے افضل ہے۔ میں پہلے دریا میں تھا اور اب اُس دریا سے اس شخص کی مانند دور ہو گیا ہوں جو تنہا اور پیاسا ہو۔''

پانچواں مرثیہ

یہ پانچواں مرثیہ بھی حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی منسوب ہے۔ اس میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال شریف کے بعد اپنی حالت زار اور حضور علیہ السلام کے اخلاق حسنہ کا تذکرہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

یا عینِ جو دی بدمعِ منکِ اَسیال = وہ تَمَلَنَّ من سَلّع و اعموال

لا ینیفدن لی بعد الیوم دمعکما = انی مصاب'' وانّی لست بالسال

فان منمکما من بعد بذلکما = ایا ی مثل الذی قد عر بالال

لکن افیضی علی صدری باربعۃٍ = ان الجوانح فیھا ھا جس'' مالی

ترجمہ: ''اے آنکھ اس طرح فیاضی سے آنسو بہا کہ سیلاب آجائے۔ اور پھر تو پے درپے آنسوؤں کے سیلاب سے کبھی نہ اکتائے۔ آج کے بعد تمہارے آنسو میرے لیے ختم نہ ہو جائیں۔ کیونکہ میں مصیبت زدہ ہوں۔ اور تسلی پانے والا نہیں۔ اشکباری کے بعد اب تم دونوں کا مجھے روکنا ایسا ہی ہے جیسے سراب سے کسی کو دھوکہ ہوا ہو۔ اے آنکھ تو میرے سینے پر چار چار آنسو بہا (ہمارے ہاں اردو محاورے میں آٹھ آٹھ آنسو بہنا استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ عربی زبان میں چار چار آنسو بہنا محاورے میں استعمال ہوتا ہے اس لئے عربی محاورے کو سامنے رکھتے ہوئے چار چار آنسو بہانا استعمال کیا

گیا ہے)۔ کیونکہ پسلیوں کے اندر جلا دینے والا سوز پوشیدہ ہے۔

سَحّ الشعیب وماء الفرب یمنعه = ساق بجملہ ساقٍ باز لال
علی رسولٍ لنا محضٍ ضریلته = سمع الخلیقة عَفٍّ غیر مجهال
حامی الحقیقة نسّال الود یقة فکان = الصناة کریم ماجد'' هال
کشاف مکرمةٍ مطعام مغبةٍ = وهاب عانیةٍ وجناء شملال

ترجمہ: ''چشمے اور مشک (مشکیزہ) کے پانی کی طرح آنسو بہا۔ ایسا پانی جسے نالے سے لے کے نتھار کے سقا (پانی لانے والا) اُٹھائے پھرتا اور پلاتا ہو۔ ایسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر روجو ہمارے تھے۔ خالص ومخلص تھے۔ ساری مخلوق خدا میں سب سے زیادہ بڑے روادار تھے۔ عفیف (عفت مآب) تھے۔ اور نادان نہ تھے۔ جونہایت ہی سخی اور حقیقت وحق کے حامی تھے۔ مصیبت زدوں کو رہائی دلانے والے تھے۔ شریف تھے بزرگ تھے اور سر بلند تھے۔ انتہا درجے کے علانیہ اور کھلی ہوئی مکرمت والے بھوکوں کو کثرت سے کھانا کھلانے والے اور جرم کے بڑے ہی بخشنے والے تھے۔

عفٍّ مکاسبه جزلٍ مواهبه = خیر البریّة سمح غیر نکّال
واری الزّناد و قواد الجیادالی = یوم الطراداذ اشبت با جذال
ولا أذ کیّ علی الرحمٰن ذالبشر = لکّن علمک عند الواحد العالی
انّی اری الدهر والا یام لفجعنی = باالصالحین واقبی ء ناعم البال
یا عین نابکی رسول اللہ اذ ذکرت = ذات الا لّه فنعم القائد الوالی

ترجمہ: ''انکی کمائی نہایت پاک اور بخشش بہت بڑی تھی۔ تمام مخلوق میں سب سے اچھے تھے۔ روادار تھے۔ مگر سست وضعیف نہ تھے۔ جہاد کی آگ بھڑکاتے سواریوں کی راہ نمائی فرماتے ہوئے معرکہ میں لے جاتے۔ آتش جنگ مشتعل ہوتی تو سب سے آگے بڑھ جاتے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور اس انسان کا میں تزکیہ نہیں کرتا۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ علیہ السلام کو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ آپ علیہ السلام کیسے تھے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ زمانہ مجھے اچھے اچھے بزرگوں کے غم میں مبتلا کر رہا ہے۔ جبکہ میں فارغ البال باقی ہوں۔ اے آنکھ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رو۔ جو بہترین سرخیل اور بہت ہی اچھے والی تھے۔

حضرت اروی رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عبدالمطلب کا مرثیہ

طبقات ابن سعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف پر حضرت اروی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مرثیہ روایت کیا گیا ہے۔ جو ہم یہاں عربی اشعار اور اس کے ترجمہ کے ساتھ رقم کرنے کی سعادت حاصل کر رہے

ہیں۔

الا یا عین و لحیک اسعدینی = بدمعک ما بقیت وطاو عینی
الا یا عین و لحیک و استھلی = علی نور البلا دوا سعدینی
فان عذلتکِ عاذلۃ" فقُولی = علام وفیلم و لجک تعذ ینی
علی نور البلاد معاجمیعا = رسول اللہ احمد فاتر کینی

ترجمہ: اے آنکھ تیرا بُرا حال ہو جب تک تو باقی ہے اپنے آنسوؤں سے میری مدد کر اور میری بات مان۔ اے آنکھ تیرا بُرا حال ہو جو ملک بھر کے حق میں نور تھے۔ اے آنکھ میری مدد کر۔ کوئی نصیحت کرنے والا تجھے نصیحت کرے۔ تو کہہ دے تیرا بُرا ہو کس بات اور کس امر پر تو مجھے نصیحت کر رہا ہے۔ میں گریاں ہوں تو اُن پر جو تمام ملک میں سب کے لئے نور تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ اس لئے مجھے میرے حال پر چھوڑ دے۔

فاِلّا تقصری بالعذل عنّی = فلومی مابدا لک اودعینی
لا مرٍ ھدّنی واذل رکسنی = وشیّب بعد جدّ تھا قُرونی
الا یا رسول اللہ کنت رجاء نا = وکنت بنا برّا ولم تک جافیا
وکنت بناوؤنا رحیما نبیّنا = لیبک علیک الیوم من کان باکیا

ترجمہ: اگر تو مجھے نصیحت کرنے میں کمی نہیں کرتی۔ تو جو تیرے دل میں آئے مجھے ملامت کر یا اگر دل چاہے تو رہنے دے۔ یہ ایسی مصیبت ہے جس نے مجھے پست کر دیا۔ میری عظمت سست کر ڈالی اور مجھ کو بوڑھا کر دیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام ہماری اُمید گاہ تھے۔ ہمارے ساتھ مراعات فرماتے تھے۔ خشک مزاج اور بدسلوک نہ تھے۔ آپ علیہ السلام ہمارے حق میں مہربان تھے۔ رحیم تھے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ آج جس کو رونا ہو آپ علیہ السلام پر روئے۔

لَعَمرُکَ ما ابکی النّبی لموته = ولکن لھرج کان بعدک ایتا
کان علی قلبی لذکر مُحمّدٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) = وما خِفتُ من بعد النّبی المکا ویا
افاطم صلی اللہ رب مُحمّد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) = علی جَدَثٍ امسٰی بیثرِبَ ثاویا
ابا حسنٍ فادقتہٗ وترکته = فبکٗ بحزن آخرالدھر شاجیا

ترجمہ: تیری حیات کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف پر میں نہیں روتی۔ میں تو اُس فتنہ وہنگامہ پر روتی ہوں جو آپ علیہ السلام کے بعد برپا ہونیوالا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کر کے اور آپ علیہ السلام کے بعد پیش آنے والے حادثے (حادثوں) سے ڈر کر۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ دل پر داغ لگ رہے

ہیں۔اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پروردگار ہے۔اس روضہ اقدس پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو مدینہ منورہ میں ہے۔اے ابوالحسن (علی بن ابی طالب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہو گیا ہے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو چھوڑ دیا ہے۔ اب آخر زمانے تک دردناک رنج وغم سے حضرت علیہ السلام پر روتے رہیں۔

فدا الرسول الله امی وخالتی = وعمّی ونفسی قُصَرَة ثم خالیا

صبرت وبلغت الرسالة صادقًا = وقمت صلیب الدین ابلج صافیا

فلواُنّ رب الناس ابقاک بیننا = سعدنا ولکن اُمرنا کان مافیا

علیک من الله السلام تحیّةً = واذخِلتَ جَناتٍ من العدن راضیا

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میری ماں، خالہ اور چچا اور ماموں سب فدا ہوں۔اور خود میری اپنی جان آپ علیہ السلام پر قربان ہو جائے۔آپ علیہ السلام نے صبر فرمایا۔ثابت قدم رہے۔اللہ تعالیٰ کے پیغام کو راستی کے ساتھ پہنچایا۔دین کو استوار فرمایا اور اُسے روشن وصاف بنایا۔انسانوں کا پروردگار اگر آپ علیہ السلام کو ہمارے درمیان ظاہری طور پر رہنے دیتا تو ہمیں فلاح نصیب ہوتی۔مگر ہمارا معاملہ تو چلنے والا ہی تھا۔یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام پر اللہ کا سلام ہو۔اور آپ علیہ السلام بخوشی جنت الفردوس میں تشریف فرما ہوں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف پر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عقبہ ثانیہ میں مدینہ منورہ سے 70 آدمیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ آکر بیعت کی۔تقریباً 50ھ میں 77 سال کی عمر میں وفات پائی۔ 80 احادیث روایت کیں شجرہ نسب: حضرت کعب بن مالک بن ابی کعب عمرو بن قیس بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن یزید بن خشم بن خزرج) نے جو اشعار کہے بمعہ ترجمہ تحریر کئے جا رہے ہیں۔

یا عین فابکی بدمعٍ ذَریٰ = لخیر البریّة والمصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

وبکیِّ الرسولَ وحقّ البکاء = علیه لدی الحرب عند اللِّقا

علی خیر من حملت ناقةُ = واتقی البرّیة عندالتقی

علی سید ماجد محفل = وخیر الانام و خیر اللّھا

ترجمہ: اے آنکھ اچھی طرح اشکبار ہو۔اُن وصال شریف فرمانے والے کے لئے جو ساری مخلوق میں سب سے اچھے اور برگزیدہ تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے رو۔اور جب لڑائی سر پر آگئی تو حضور علیہ السلام پر رونا ہی چاہیے۔اُن پر رو جو اونٹنی پر سوار ہونے والوں میں سب سے اچھے اور سب سے زیادہ پرہیزگار تھے۔وہ جو سردار

تھے۔ بزرگ تھے۔ اور تمام کائنات میں سب سے بڑھ چڑھ کر تھے۔

لـه حَسَبُ فوق كُلّ الانـا = م من هاشم زلك المرتحجى

نخصُّ بما كان من فضله = وكان سراجاً لنا فى الدُّجا

وكان بشيرًا لنا منذراً = ونورًا لنا صنوؤه قداضا

فانقذنا الله فى نوزه = ونجى برحمته من نجا

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کردار اور مناقب سب پر فائق تھے۔ ہاشم کی یادگار تھے۔ جن پر سب کی لوگی ہوئی ہے۔ اُن کی فضیلت پر ہم خاص طور پر سب افسردہ، غمگین اور اُداس ہیں۔ وہ تاریکی میں ہمارے لئے چراغ تھے۔ ہمارے حق میں وہ بشیر بھی تھے۔ نذیر بھی تھے۔ اور ایسا نور تھے جس کی شعاع نے ہم سب کو روشن کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس نور کی وجہ سے ہم سب کو بچایا۔ اور رحم فرماتے ہوئے جہنم کی آگ سے ہمیں نجات عطا فرمائی۔

حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اشعار

عينى جو د اطوال الدهروانهمرا = سَكبًا وسحا يه مع غير تعذير

يا عين فاسعنفرى بالد مع واحتفلى = حتى الممات بسجلٍ غير منزور

يا عين فانهملى بالد مع واجتهدى = للمصطفى دون خلق الله بالنور

بمستهلٍ من الشوبوب ذى سَيَل = فقد رزئتُ نبى العدل والخير

ترجمہ: اے میری آنکھو جب تک دنیا قائم ہے۔ روؤ اور خوب دل بھر کر آنسو بہاؤ جس میں کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے۔ اے میری آنکھ۔ خوب اچھی طرح اشکبار ہو مرتے دم تک اتنا روؤ اتنے اشک بہا جس میں کسی قسم کی کمی واقعہ نہ ہو۔ اے میری آنکھ اشکبار ہو۔ اور کوشش کر کے اشکبار ہو۔ ان کے لئے جو برگزیدہ تھے۔ نور لے کے آئے تھے۔ اُن کے علاوہ خلق خدا میں سے کسی پر نہ روؤ۔ ایسا روؤ کہ سیلاب آجائے۔ کیونکہ عدل وخیر والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کی وجہ سے مجھ پر مصیبت نازل ہوئی ہے۔

وكنت من حذر للموت شفقةً = وللّذى خُطّ من تلك المقادير

من فقداز هر ضافى الخلق ذى فخرٍ = صافٍ من العيب والماهات والذور

فاذهب حميدًا جزاك الله مغفرةً = يوم القيامه عندلنفح في الصور

ترجمہ: موت سے میں بچتی تھی۔ ڈرتی تھی اور تقدیر میں جو لکھا جا چکا ہے۔ اُس سے خوف زدہ تھی۔ اس لئے کہ اُس عظیم ترین ہستی کو کہیں کھو نہ بیٹھوں۔ جن کے اخلاق بلند ترین وسیع ہیں۔ وہ فخر کے لائق ہیں ہر قسم کے فریب۔ دھوکہ، عیب وامراض سے انکا دامن اعلیٰ پاک وصاف ہے۔ اب آپ علیہ السلام قابل تعریف اوصاف کو دامن اقدس میں

لئے اپنے اللہ کے پاس تشریف لے جائیں۔ قیامت کے روز جب صُور پھونکا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کو جزائے خیر عطا فرمائے گا اور آپ علیہ السلام پر مغفرت نازل فرمائے گا۔

یا عین جو دی مابعیت بجبرة = سَمًا علی خیرالبرّیه احمد

یا عین فاحتفلی وسجی واسجمی = وابکی علی نور البلاد محمد

(صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلم)

انّی لک الویلات مثل محمد = فی کلّ نائبة تنوب و مشهد

صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلم

فابکی المبارک والموفق زوالتقی = حامی الحقیقة ذالرَّشاد المرشد

ترجمہ: اے میری آنکھ تو جب تک باقی ہے احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر فیاضی سے آنسو بہاتی رہے۔ اے میری آنکھ تو اس بات پر آمادہ ہو جا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر رو جو پورے ملک کے نور تھے۔ تجھ پر افسوس ہے۔ ہر ایک معرکہ زندگی اور ہر ایک حادثہ میں تجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسی افضل ترین ہستی کہاں ملے گی۔ اُن پر آنسو بہا جو برکت والے تھے۔ توفیق والے تھے۔ صاحب تقویٰ تھے۔ حق کے حامی تھے۔ ہدایت والے راہنما تھے۔

من ذالُفیکُ عن المُحلّل غُلّه = بعد المغیب فی الفریح الملحد

أُم من لکلّ مُد فع ذی حاجةٍ = ومسلسل یشکو الحدید مقیّد

ام من لوحی اللہ یترک بیننا = فی کلّ مَمسٰی لیلةٍ اوفی غدٍ

فصلیک رحمةُ ربنا و سلامُهٗ = یا ذا الفوا ضل والندواسودد

هَلّا فلاکَ الموت کلُّ ملَعَّنٍ = شکسُ خلائُقه یسُم المحتَد

ترجمہ: وہ جو قبرانور میں تشریف فرما ہیں ان کے علاوہ کون ایسا رہ گیا ہے۔ جو قیدیوں کو آزاد کرائے۔ اب اُس حاجت مند کے کون کام آئے گا جو ہر طرف سے نکل نکل کر خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تھے۔ ان حاجت مندوں کا کون کام کرے گا جسے دھکے دیئے جاتے ہوں۔ وہ پابہ زنجیر ہوں اور لوہے کی بندش کا گلہ کر رہے ہوں۔ اب ہر شام و سحر وحی خداوندی کس پر آیا کرے گی۔ وہ وحی جو ہمارے درمیان ہی رہ جایا کرتی تھی۔ اے فضیلتوں والے، فیاض، سردار، تجھ پر ہمارے پروردگار کی رحمت وسلام ہو۔ آپ علیہ السلام کے بدلے ان سب کو موت کیوں نہ آئی جو لعنتی ہیں۔ بدخلق ہیں اور اصل ونسل کے کمینے ہیں۔

أُعینی جوّدُ بالدموع السواجم = علی المصطفے بالنور من آل هاشم

علی المصطفے بالحقّ والنورو الهدی = وبالرشد بعد المُندَبات العظام

وسُمِا علیه وابکیا مابکتیما = علی المرتضےٰ للمحکمات العزائم

علی المرتضے للبرّ ولعدل والتقی = وئلدین والاسلام بعد المظام

علی الطاھر المیمون ذی الحلم اولندی = وذی الفضل والداعی لخیر التراحم

اُعینی ماذا بعد ماقد فجعتما = بہ تبکیان الدھر من ولد ادم

فجود البجلٍ واتد باکلّ شارقٍ = ربیع الیتامی فی السینن البوازم

ترجمہ: اے میری آنکھوان برگزیدہ کے لئے آنسوؤں کی جھڑی لگادو جو خاندان بنوہاشم کے نور کے ساتھ فرد تھے۔ اُس ہستی پر روؤ جو بڑے بڑے سخت حوادث کے بعد برگزیدہ ہو کے تشریف لائے۔ وہ جو حق ونور جو ہدایت ورشد لائے تھے۔ اے میری دونوں آنکھو تم سے جس حد تک ہو سکے اُس پسندیدہ برگزیدہ ہستی پر روؤ جو عزّ استوار کے ساتھ محکم تھے۔ ان پر روؤ جو مظالم کے بعد نیکی وعدل وتقویٰ دین واسلام کے پسندیدہ تھے۔ وہ پاک تھے۔ فیاض تھے۔ تحمل مزاج تھے۔ برکت والے تھے۔ صاحب فضیلت تھے۔ آپ میں بہترین رحم وکرم کے ساتھ رہنے سہنے کی دعوت فرمایا کرتے تھے۔ اے میری دونوں آنکھو جب تمہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غم اُٹھانا پڑا پھر تم اولاد آدم میں سے کس پر روؤ گی۔ اچھی طرح روؤ اور ہر صبح اُس عظیم ترین ہستی پر رویا کرو جو یتیموں کے والی وارث تھے۔

ہند بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اشعار

ہند بنت الحارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف پر چند اشعار کہے تھے۔ جو بمعہ ترجمہ تحریر کئے جارہے ہیں۔

یا عین جو دی بدمع منک ابتدری = کما تنزل ماء الغیث فانثعبا

اوفیض غربٍ علی عادیة طویت = فی جدولٍ خرقٍ بالماء قد ذھبا

لقد امتنی من الابناء مصفلة" = انّ ابن آمنة المامون قدذھبا

انّ المبارک والمیمون فی جدثٍ = قد الحفوہ تراب الارض والحدبا

الیس اوسطلکم بیتًا واکرم محکم = خالاً وعمًا کریما لیس موتشبا

ترجمہ: اے آنکھ ایسی فیاضی کے ساتھ آنسو بہا جیسے ابر باراں مینہ برساتا ہے۔ ایسا پرانا کنواں جو اُوپر سے بند ہوگیا ہو۔ اور جس کی نالی کا اندر ہی اندر سے پانی بہتا ہو اس طرح تو بھی آنسو بہا۔ مجھے ایک کلیجہ ہلادینے والی خبر پہنچی ہے کہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند سرکار مدینہ سرورِ سینہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برکت وفیض والی ہستی رخصت ہوگئی ہے۔ وہ صاحب یمن وبرکت اب لحد مطہرہ میں تشریف فرما ہیں اور ان پر مٹی کا لحاف ڈال دیا گیا ہے۔ کیا تم سب میں سے زیادہ وہ شریف گھرانے والے نہ تھے۔ کیا ننھیال اور ددھیال میں کوئی ایسی شرافت رکھتا ہے یا رکھتا تھا۔ جو ہر قسم کی آمیزش اور آلائش سے پاک وصاف ہو۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عبدالمطلب کے اشعار

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف پر جہاں اور بہت سے لوگوں نے اشعار کہے وہاں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے حقیقی بھائی تھے۔ رسول کریم علیہ السلام کی پھوپھی تھیں۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ تھیں۔ 20ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی) نے بھی اشعار کہے۔ ان اشعار کی تعداد کافی ہے۔ یہاں ہم یہ عربی اشعار ترجمہ کے ساتھ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

لھف نفسی و بت کالمسلوب = ارق اللیل فعلۃ المحروب

من ھموم و حسر ۃٍ ردفلتی = لیت انّی سقیتھا بشعوب

حین قالو ا ان الرسول قدامسی = وافقۃ منیّۃ المکتوب

اذرأینا ان النبی ؐ صریع" = فاشاب القدان ایّ مشیب

اذرائینا بیوتہ موحشاتٍ = لیس فیھن بعد عیش جیلبی

ترجمہ: مجھے اپنی جان پر افسوس ہے۔ میں نے اُس شخص کی طرح شب گزاری جس سے سب کچھ چھن گیا ہو۔ اور وہ اس رنج وغم میں ساری رات جاگتا رہا ہو۔ میری یہ حالت اس رنج و یاس کی وجہ سے ہوئی جنہوں نے مجھے متواتر گھیرے میں لے رکھا ہے۔ اے کاش یہ رنج والم آہستہ آہستہ مجھ پر نازل ہوتے۔ یہ تمام رنج والم مجھ پر یکدم اس وقت ٹوٹ پڑے جب لوگوں نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے الٰہی سے داغ مفارقت فرما چکے ہیں۔ جب ہم نے دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ وآلہ وسلم وصال فرما چکے ہیں تو ہمارے سر کے بال کیسے تھوڑے سے سفید ہوگئے۔

اورث القلب ذاکعزنا طویلا = خالط القلب فھو کالمرعوب

لیث شعری و کیف امسی صحیھاً = بعد أن بین بالرسول القریب

اعظم الناس فی البریۃ حقاً = سیّد الناس حبّہ فی القلوب

فانی اللہ ذاک امشکو وحسبی = یعلم اللہ جوبتی و نحیبی

أفاطمہ بکیّ ولا تسأمی = بصبحک ماطلع الکواکب

ترجمہ: اس حادثہ عظیم نے دل کو اسقدر طویل رنج والم پہنچایا ہے کہ دل بیٹھ رہا ہے۔ اور اب مرعوب جیسے ہورہے ہیں۔ کاش مجھے خبر ہوتی۔ اب میں کیسے صحیح وتندرست رہ سکتی ہوں۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ علیہ السلام تمام مخلوق سے افضل اور سب سے بڑے تھے۔ آپ علیہ السلام سب کے سردار

تھے۔ان کی محبت ہر دل میں جلوہ فگن ہے۔میں اس امر کی اللہ ذوالجلال ہی سے شکایت کرتی ہوں۔اور وہ ہی مجھے کافی ہے۔اللہ تعالیٰ میری گریہ زاری اور تکلیف کو خوب جانتا ہے۔اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خوب روئیں۔اُس وقت تک جب تک ستارے طلوع ہوتے رہیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی صبح کو رونے سے تھک نہ جانا۔

هو المثر يبكى وحقّ البكاءُ = هو الماجد السيّد الطّيّب

فاؤ حشت الارض من فقده = وأىّ البرّية لاينكب

فمالى بعدك حتى لمما = ت الا الجوى الداخل المنصب

فبكى الرسول وحققت له = شهو د المدينة والغيب

لبتكيك شمطاء مفرودته = اذاحجب الناس لا تحجب

ترجمہ: وہ بزرگ سردار اور پاک ہستی تھے اُن کے لئے رونا واجب ہے۔آپ علیہ السلام کے تشریف لے جانے سے یہ زمین ویران ہوگئی ہے۔اور مخلوق میں سے کون ہے جس پر مصیبت نازل نہ ہوئی ہو۔یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتے دم تک میں اس درد دل میں مبتلا رہوں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے آنسو بہانا مدینہ منورہ میں حاضر اور یہاں سے غائب سب لوگوں کے لئے بنتا ہے۔وہ بدشکل عورت بھی آپ علیہ السلام پر روئے گی۔ جس کی بینائی (بصارت) جاتی رہی ہو۔یہاں تک کہ جہاں پر حجاب کا موقعہ ہو وہاں بھی وہ حجاب نہ کر سکے۔

ليبليك شيخ ابو ولدة = يطوف بعقوته اشهب

ويبليك ركب اذا ارملوا = فلم يلف ماطلب الطلّب

وتبكى الا باطح من فقده = وتبكيه مكة والاخشب

وتبكى وعيرة من فقده = بحزنٍ ويسعد ها الميثب

فعليني مالك لاتد معين = وحقّ لدمعك يستسكب

ترجمہ: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف پر وہ پیر مرد روئے گا۔جس کے چھوٹے چھوٹے بیٹے ہوں اور وہ اُنہیں لے کر پھر رہا ہو۔سوار جب ریگستان طے کرتے ہوئے اپنے مقصد میں ناکام ہو جائیں تو وہ آپ علیہ السلام کے وصال شریف پر روئیں گے۔آپ علیہ السلام کے تشریف لے جانے پر مکہ مکرمہ روئے گا۔بطحہ روئے گا اور حجاز روئے گا۔تمام قبائل آپ علیہ السلام کے تشریف لے جانے پر درد بھرا گریہ کریں گے۔اور اُن کی بے تابی اس میں اضافہ کرے گی۔اے میری آنکھ تو کیوں نہیں روتی جبکہ تجھے تو دل کھول کر آنسو بہانے چاہیں۔

عينى جودا بدمع سجم = يبادرغربابما منهدم

اعينى فاسخنفر اوا سكبا = بوجد و حزن شديد الالم

على صفوةالله رب العباد = وربّ السماء وبارى النّسم

عِلی المرتضٰے للھدی و لتقی = وللرُشد و النّور بعد الظلم

علی الطاھر المرسل المجتبیٰ = رسولٍ تخیرہ ذوالکرم

ترجمہ: اے میری دونوں آنکھو جی بھر کر روؤ۔ اچھی طرح روؤ۔ اے میری دونوں آنکھو اس طرح روؤ کہ بجائے آنسو کے بے تابی اور سخت دردناک رنج سے تر ہو جاؤ۔ آنکھو تم اس عظیم ہستی پر آنسو بہاؤ جو اللہ تعالیٰ کے منتخب شدہ تھے۔ اللہ تعالیٰ جو تمام بندوں کا پروردگار اور مخلوق کا فریادرس ہے۔ اُس نے آپ علیہ السلام کو ہی انتخاب فرمایا تھا۔ اُن پر روؤ جو ہدایت وتقویٰ وارشاد اور تاریکی کے بعد روشنی کے مرتضٰی تھے۔ اس ہستی پر روؤ جو پاک تھی۔ اللہ کے فرستادہ تھے۔ مقبول تھے۔ وہ ایسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جنہیں اللہ کریم نے ہی منتخب فرمایا تھا۔

ادقت فیت لیلی کا لسیلب = لوجد فی الجوانح ذی دییب

فشبّنی وما شابت لداتی = فامسی الداس متی کالعیب

لفقد المصطفےؐ بالنور حقًا = رسول اللہ مالک من ضریب

کریم الخلیم ادوع مضرحیّی = طویل الباع منتخب نجیب

ثمال المعدمین و کلّ جارٍ = وماکلّ مضطھدٍ غریب

ترجمہ: میں نے رات بھر ایسے شخص کی طرح جاگ کر گزاری جس کا سب کچھ چھن گیا ہو۔ یہ حالت اُس درد کی وجہ سے تھی جو رگ وپے میں سما گیا ہو۔ اس درد نے وقت سے پہلے ہی مجھے بوڑھا بنا دیا۔ میرا سر ایسے سفید ہو گیا جیسے برف کے گالے سے پہاڑ کی چوٹی سفید ہو جاتی ہے۔ یہ درد اُس عظیم ہستی حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے جانے کی وجہ سے تھا۔ جو کہ نور ہی نور تھے۔ حقیقت میں آپ علیہ السلام اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھے۔ آپ علیہ السلام کا کوئی نظیر نہ تھا۔ عادت مبارکہ کے اعتبار سے نہایت ہی شریف۔ بڑے سردار، بڑے بہادر۔ بڑے طاقتور نہایت ہی منتخب شریف انسان۔ نادار، بے نواؤں اور تمام ہمسایوں کے والی وارث تھے۔ جس پردیسی یا اجنبی پر ظلم ہوا اُس کے حامی ومددگار تھے۔

فَامّا تمسِ فی جدثٍ مقیما = فقدِما علشت ذاکرم و طیب

وکنت موفقاً فی کل امرٍ = وفیما ناب من حدث الخطوب

عین جو دی بد معۃٍ تسکاب = للنبی المطھر الاواب

واندبی المصطفےٰ فصی و خصّئ = بل موعٍ غزیرۃ الاسراب

عین من تذ بین بعد نبیّ = حصہ اللہ ربنا بالکتاب

ترجمہ: اب اگر آپ علیہ السلام قبر انور میں تشریف لے جارہے ہیں تو کیا ہوا۔ آپ علیہ السلام نے تمام زندگی بزرگی وبہتری میں بسر کی۔ ہر امر میں توفیق آپ علیہ السلام کی ساتھی ہوتی۔ ہمیں جو بھی حادثہ پیش آیا آپ علیہ السلام

کے صدقے ہی وہ مشکل مرحلہ حل ہوا۔ اے آنکھ اُن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے آنسو بہا جو پاک تھے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں نہایت ہی رجوع رکھنے والے تھے۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سوگوار ہو اور بڑی ہی فیاضی کے ساتھ عام وخاص آنسوؤں سے حضرت علیہ السلام کا سوگ منا۔ اے آنکھ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کون سی ہستی ہے جس کے لئے تو روئے گی۔ آپ علیہ السلام وہی تو تھے جن کو ہمارے خالق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب سے مخصوص فرمایا تھا۔

فاتح خاتمٍ رحیمٍ رؤوفٍ = صادق القیل طیب الاثواب

مشفق . ناصح شفیق علینا = رحمةٍ من الھنار الوھاب

رحمة اللہ والسلام علیه = وجداہ الملیک حسن التواب

عین جودی بدمعة و سھود = واندبی خیر ھالکٍ مفقود

واندبی المصطفیٰ بحزن شدید = خالط القلب فھو کا مسمود

ترجمہ: آپ علیہ السلام فاتح تھے۔ خاتم الانبیاء تھے۔ رحیم تھے۔ مہربان تھے۔ بات کے سچے اور نہایت پاک لباس والے تھے۔ مشفق تھے۔ ناصح تھے۔ شفیق تھے۔ ہمارے نہایت ہی شفقت فرمانے والے پروردگار کی طرف سے ہم پر رحمت تھے۔ اللہ تعالیٰ کا آپ علیہ السلام پر سلام ورحمت ہو۔ اور وہ مالک الملک آپ علیہ السلام کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔ اے آنکھ ایسے گزر جانے والے اور بیدار رہنے والے پر آنسو بہا جو ساری مخلوقات سے افضل اور سب سے اچھے تھے۔ ایسے شدید رنج کے ساتھ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سوگ منا جو دل میں اترتا جاتا ہے۔ اور دل اس رنج سے ایسا ہو گیا ہے گویا کہ جیسے ہلاک ہو رہا ہو۔

کدت اقضی الحیاة لما اتاہ = قدرُخط فی کتاب مجید

فلقد کان بالعباد رؤوفا = ولھم رحمةً وخیر رشید

رضی اللہ عنه حیًا و میتا = وجزاہ والجنان یو م الخلود

آب لیلی علّی بالستھاد = وجفا الجنب غیر وطیٔ الوساد

واعترفی الھموم جدًا بوھن = لامور نزلن حقًا شداد

ترجمہ: قریب تھا میں خود کو ہلاک کر دیتی اپنی زندگی کا خاتمہ ہی کر لیتی جب آپ علیہ السلام پر وہ تقدیر نازل ہوئی جو کتاب الٰہی میں مرقوم ہو چکی تھی۔ حضور علیہ السلام تمام بندوں پر مہربان۔ اُن کے حق میں رحمت اور بہترین رہنما تھے۔ زندگی اور وصال شریف ہر حالت میں اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام سے راضی رہے۔ اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ علیہ السلام کو جنت الفردوس عنایت فرمائے۔ میری رات پھر آئی جس میں بیدار ہوں گی۔ بے قراری سے پہلو بستر پر نہیں لگنے پایا۔ مجھے سخت امور لے کر اُترنے والے غموں نے گھیر رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے میں کمزور ہو گئی

ہوں۔

رحمتہ کان للبرّیۃ طراً	=	فھدی من اطاعہ للسّداد
طیب العود والضریبۃ والشیلم	=	محض الانساب واری الزّناد
ابلج صادق السجیۃ عف	=	صادق الوعد منتھی الروّاد
عاش ما عاش فی البرّیۃ برّاً	=	ولقد کان نھبۃ المرتاد
ثم ولّی عنّا فقیدًا حمیداً	=	فجراہ الجنان رب العباد

ترجمہ: میری رات بیداری کے ساتھ پھر آئی۔ بے چینی سے میں بستر پر پہلو نہیں بدل سکتی۔ ایسے غموں نے مجھے گھیر رکھا ہے۔ کمزور کر رکھا ہے۔ جو حقیقت میں سخت امور لے کر آتے ہیں۔ آپ علیہ السلام زندگی کے ہر امور و معمولات میں مخلوق کے حق میں رحمت تھے۔ جس نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی اس کو راہ راست دکھائی اور سیدھی منزل پر پہنچایا۔ آپ علیہ السلام پاک سرشت۔ فیاض، شریف النفس، نہایت پاکباز اور پاکیزہ منش تھے۔ روشن خو، عفیف، عادات کے سچے، راستی کے ساتھ وعدہ وفا فرمانے والے۔ طلب گاروں کے انتہائی مقصود تھے۔ آپ علیہ السلام جب تک ظاہر حیات مبارکہ میں دنیا میں تشریف فرما رہے مخلوق خدا کے ساتھ نیکی ہی فرماتے رہے۔ فیض حاصل کرنے والوں کے لئے حقیقت میں آپ علیہ السلام کا فیض مال غنیمت ہی تھا۔ آپ علیہ السلام نہایت ہی قابل تعریف حالت میں ہم سے پردہ فرما گئے۔ انسانوں کا پالنے والا جزا میں آپ علیہ السلام کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اشعار

سیدہ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ماجدہ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زوجہ محترمہ تھیں۔ انہوں نے سرکار دوعالم صلی علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک پر جو اشعار کہے اُردو ترجمہ اور عربی عبارت کے ساتھ تحریر کئے جا رہے ہیں۔

عین جو دی فان بذلک للدمع	=	شفاء فاکثری ملبکاء
حین قالو الرسول امسی فقیدا	=	میّتا کان ذاک کل البلاء
وابکیا خیر من رزیناہ فی الدنیا	=	و من خصّہ بوحی السماء
یدموع غزیرۃِ منک حتیٰ	=	یقضی اللہ فیہ خیر القضاء
فلقد کان ما علمت وصولا	=	ولقد جاء رحمۃً بالضیاء
ولقد کان بعد ذلک نوراً	=	وسرا جاً یُضئی فی الظلماء

طبیب لعود و الضریبة و المعدن = والخلیم خاتم الانبیاء

ترجمہ: اے آنکھ اچھی طرح رو کیونکہ رونا ہی شفا ہے اس لئے اس میں کمی نہ کر۔ جب لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تو اُس وقت ہر قسم کی آزمائش تھی۔ اے میری دونوں آنکھوں روؤ جس کی مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے۔ وہ دنیا میں سب سے اچھے تھے۔ اور آپ علیہ السلام کے لئے وحی آسمانی مخصوص تھی۔ یہاں تک روؤ کہ اللہ تعالیٰ اپنی بہترین قضاء وقدر سے کام لے۔ میں جانتی ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحم فرماتے تھے۔ رحمت بن کر اور روشنی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تھے۔ صرف اسی قدر ہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے نور اور چراغ تھے۔ جو تاریکی میں روشن ہو۔ پاک خصلت۔ پاک منش۔ پاک خاندان۔ پاک عادات اور آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت زید بن عمرو کے اشعار

امست مراکبه اوحشت = وقد کان یرکبها زینها

وامست تبکی علی سیّد = تردّد عبرتها عینها

وامست نساء ک ماتستفیق = من الحزن یعتاد هادینها

وامست شواهب مثل النصّا = لِ قد عطلت و کبالونها

یعالجن حزناً بعید الذهاب = و فی الصدر مکتنا جبینها

یضرّ بن بالکف حرا لوجوه = علیٰ مثله جادها شیونها

هو الفاضل السید المصطفیٰ = علی الحق نجتمع دینها

فکیف حیاتی بعد الرسول = وقد حان میته حینها

ترجمہ: شام ہی سے سواریوں پر وحشت طاری ہے۔ جن پر آپ علیہ السلام سوار ہوتے کیونکہ اُن سواریوں کی آپ علیہ السلام سے زینت بڑھ جاتی تھی۔ شام ہی سے سردار کو رو رہی ہیں۔ آنکھ سے رہ رہ کر آنسو آتے جاتے ہیں رنج وغم کی اس قدر زیادتی ہے کہ آپ علیہ السلام کی بیویوں (ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کو افاقہ نہیں ہے۔ رہ رہ کر رنج والم بڑھتا ہے جس کی وجہ سے وہ زرد ہوگئی ہیں۔ اُس سوفار (سوئی کا ناکہ) سی حالت ہوگئی ہے جو بے کار ہو گیا ہے اور اُس کا رنگ جاتا رہا ہے۔ وہ رنج وغم جو دیر سے جانے والا ہے اُس کی وجہ سے سینے میں درد ہو رہا ہے۔ ہتھیلیوں سے چہرے بگاڑ رہی ہیں۔ کیونکہ ایسے وقت میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ آپ علیہ السلام فاضل تھے۔ برگزیدہ تھے۔ سردار تھے۔ آپ علیہ السلام کی وجہ سے ہی دین حق پر جمع تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد میں کس طرح زندہ رہوں۔ آپ علیہ السلام تو وصال فرما چکے ہیں۔

1- سیرۃ النبی کامل از: ابن ہشام۔ جلد۔2۔ صفحہ۔352 تا379

2- طبقات ابن سعد۔ جلد۔2۔ صفحہ۔819 تا829

3- البدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔485 تا487

امہات المومنین

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کا تفصیلی بیان ہم کر چکے ہیں۔ اس کے بعد سیرت پاک کی تکمیل کے لئے تاجدار عرب وعجم حبیب خدا نور مجسم احمد مرسل فخر موجودات آقاء کل ختم الرسل فخر کونین جناب احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جس جس ہستی اور چیز کو نسبت تھی اس کا حتی المقدور ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ذکر سے ابتداء کر رہا ہوں۔ دعا ہے اللہ کریم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ مبارک سے مجھے حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور میری اس کوشش کو شرف مقبولیت عطا فرماتے ہوئے مجھ ناچیز حقیر کی سب خطائیں معاف فرمائے اور میرا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کے غلاموں کے غلام ابن غلام کی فہرست میں شامل فرمائے۔ " آمین"

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن وہ جلیل القدر شخصیات تھیں جن کی فضیلت وعظمت کے بارے میں قرآن کریم فرقان حمید گواہی دیتا ہے۔ اور کیوں نہ دے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ سے اگر ذرہ کو نسبت ہوگئی تو آفتاب بن گیا۔ ناچیز کو نسبت کا شرف حاصل ہوگیا تو کائنات اُسکے در کی سوالی نظر آنے لگی۔ جو آپ علیہ السلام کے در کا سگ تو کیا اگر اس در کے سگ سے اُس کی نسبت ہوگئی تو دنیا کی بادشاہت اُس کی نظروں میں ناچیز بن گئی۔ نابینا آیا تو بینا ہوگیا۔ جابر، مغرور چاہے قیصر ہو یا کسریٰ حضور علیہ السلام کے دامن کرم سے وابسطہ ہونے والوں کی نظروں میں تنکے کے برابر حیثیت نہیں رکھتے۔ یہ عظیم الشان حکومتوں کے مالک اور بادشاہ اُس گلی سے جس کو حضور علیہ السلام سے نسبت ہوگئی دبے پاؤں گزر کر عبور کرتے ہیں۔ اگر اسی طرح لکھتا جاؤں تو دفتر کے دفتر درکار ہیں پھر موضوع طویل ہو جائے گا اس لئے انہیں حروف پر اکتفا کرتا ہوں۔ ذکر ہو رہا تھا نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن جنہوں نے اس ذات مقدسہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شب وروز بسر فرمائے جن کے لئے خداوند کریم نے سب کچھ بنایا اُنکی عظمت قرآن کریم نے بیان فرما کر قیامت تک آنے والوں کو خبردار کر دیا کہ اگر کسی نے ان ہستیوں کے بارے میں کسی قسم کی گستاخی کی تو وہ راہ حق سے ہی نہ ہٹ گیا بلکہ ایمان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ پھر کتنا بدبخت ہوگا وہ شخص جو اپنی اُس ماں کے لئے جس کے

پیٹ سے وہ پیدا ہوا۔ کسی قسم کا نازیبا کلمہ تو برداشت نہ کرے مگر اُس ماں کے لئے جو روحانی ہے۔ جس کے صدقہ اُس کی جنم دینے والی ماں کو یہ درجہ نصیب ہوا ہے کوئی نازیبا کلمہ کہے۔ دعا ہے اللہ کریم ہم سب کو امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا مقام پہچاننے کی عقل عطا فرمائے اور ان کی گستاخی کرنے سے محفوظ فرمائے آمین ثم آمین۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے فرمایا۔ سورۃ الاحزاب آیت 6

اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَ اَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ ؕ

ترجمہ:۔ اللہ فرماتا ہے کہ "یہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اہل ایمان کے ساتھ انکی جانوں سے بھی زیادہ مالک ہے۔ اور پیغمبر (علیہ السلام) کی بیبیاں (ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن) مومنین کی محترم مائیں ہیں"۔

ہر مومن کا وجود ایمانی اور اُسکی روحانی زندگی سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق پاک کی وجہ سے ہی ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنین کے روحانی باپ اور آپ علیہ السلام کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن عزت، شرف اور مقام میں سب مومنین کی روحانی مائیں ہیں۔ قرآن کریم سورۃ احزاب کی آیت 32 میں ارشاد فرمایا۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسۡتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ
اتَّقَیۡتُنَّ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ فَیَطۡمَعَ الَّذِیۡ فِیۡ قَلۡبِہٖ
مَرَضٌ وَّ قُلۡنَ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا ﴿ۚ۳۲﴾

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی مثل نہیں ہو۔ اگر تم پرہیز گاری رکھو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو۔ جس سے وہ شخص جس کے دل میں بیماری ہے لالچ کرے اور تم نیک بات کہا کرو۔

قرآن کریم سورۃ الاحزاب آیات 33، 34 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَ قَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاہِلِیَّۃِ الۡاُوۡلٰی
وَ اَقِمۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتِیۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ اَطِعۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ ؕ
اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ
وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ﴿ۚ۳۳﴾ وَ اذۡکُرۡنَ مَا یُتۡلٰی فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ
مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَ الۡحِکۡمَۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیۡفًا خَبِیۡرًا ﴿٪۳۴﴾

ترجمہ: ''اور تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم کرو زکوٰۃ ادا کرو۔ اور خدا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی فرمانبرداری کرو۔ اے اہل بیت نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم) خدا تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور کر دے اور تم کو خوب پاک کر دے۔ اور تمہارے گھروں میں جو اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور حکمت کی باتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ان کو یاد کرو۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ لطف فرمانے والا ہر باریکی جانتا خبردار ہے"۔

اہم وضاحت

سورۃ احزاب کی آیات مذکورہ بالا میں جو امور قابل غور اور نہایت ہی اہمیت کے حامل ہیں۔ یہاں ان کا ذکر و تشریح کر دینا اشد ضروری ہے۔ تا کہ ان آیات مبارکہ میں اللہ کریم نے جو ارشاد فرمایا ہے اس کا مطلب و مقصد اچھی طرح واضح ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ انکو امہات المومنین کا عظیم الشان لقب عطا فرمایا۔ یہ لقب صرف اُن ازواج کے ساتھ ہی مخصوص ہے جو سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں رہیں۔ اس کے علاوہ جن عورتوں کے ساتھ آپ علیہ السلام نے نکاح تو فرمایا مگر عروسی سے پہلے ہی طلاق فرما دی اُن کے ساتھ یہ لقب امہات المومنین استعمال نہیں کیا جا سکتا اس ارشاد باری تعالیٰ میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لئے ثواب وعذاب کی وجہ بیان فرما دی کہ تم دوسری عام عورتوں جیسی نہیں ہو کیونکہ تم میں وہ خوبیاں اور اوصاف ہیں جو دوسروں میں نہیں ہیں۔ تم عزت واحترام کے اعتبار سے تمام مومنین کی مائیں ہو۔ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد کسی شخص کا بھی تم سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ تم تو زوجات احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو۔ مزید ارشاد فرمایا اگر تم اللہ کے حکم سے ڈرتی ہو اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کا خوف رکھتی ہو تو پس پردہ مردوں کے ساتھ نرم آواز میں کلام نہ کرو۔ گو ایسا کرنا اگرچہ فاسق وفاجر مومن کے دل میں بھی کسی لالچ کا سبب نہیں بن سکتا مگر منافق کے لئے بن سکتا ہے۔ تم ایسی نیک بات کیا کرو جو تہمت وغیرہ سے پاک ہو۔ یعنی سنجیدگی وخشونت سے گفتگو یا کلام کیا کرو۔ پھر مزید فرمایا تم اپنے گھروں میں ہی رہا کرو۔ کیونکہ تمہارا گھروں سے باہر آنا بھی اشد تر ہے۔ تم نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ ادا کیا کرو۔ اور تمام اوامر و نواہی میں خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کیا کرو۔ کیونکہ اے اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور فرمائے۔ اور تم کو اس طرح پاک وصاف بنائے جیسا کہ پاک وصاف بنانے کا حق ہے۔ جو آیات تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہیں ان کو تم یاد کر لیا کرو تا کہ اُن پر خود عمل کرو اور دوسروں کو بھی عمل کرنے کے لئے بتاؤ۔

مذکورہ آیات قرآنی میں آیہ تطہیر بھی شامل ہے۔ یہ آیت اصل میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حق میں نازل ہوئی۔ جو اس بات کا عیاں ثبوت ہے کہ ازواجمطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اہل بیت ہیں۔ کیونکہ اہل

بیت ہونے کی وجہ سے ہی ان ہستیوں کے ساتھ مطہرات استعمال کیا جاتا ہے۔ پھر آیت کا سیاق وسباق اس بات کا شاہد ہے جس میں کسی قسم کی تاویل یا توجیہہ کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی کہ ان آیات مبارکہ میں اول سے لے کر آخر تک ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے ہی خطاب باری تعالیٰ ہے۔ سرکاردوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدنا حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی اس حکم میں شامل فرمالیا اور یوں دعا فرمائی۔

''اللّٰھُمَّ ھولاَءِ اھل بیتی اذھب عنھم الرّجس وطھرھم تطھیرا''

ترجمہ:۔ ''اے اللہ یہ بھی میرے اہل بیت ہیں۔ان سے بھی تو گندگی کو دور فرما اور ان کو پاک فرما''

یہ تو رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مختار کل اللہ کے اذن سے ہونے کا ثبوت ہے کہ۔ مذکورہ چاروں عظیم الشان ہستیوں کو اہل بیت میں شامل فرمالیا ورنہ ان آیات میں ان بزرگوں کا ذکر نہیں ہے۔ یہ بالکل اُسی طرح ہے جیسے سورۃ التوبہ آیت 108۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ

ترجمہ:۔ ''بے شک وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن تقویٰ پر رکھی گئی''

یہ آیت مسجد قبا کے بارے میں نازل ہوئی تھی مگر فخر کونین مختار کل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی کو بھی اس حکم میں شامل فرمادیا۔ کیونکہ مسجد نبوی یقیناً اس بات کی مستحق ہے کہ اُسے اس حکم میں شامل کیا جاتا۔ اسی طرح یہ آیت تطہیر دراصل ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حق میں نازل ہوئی مگر چونکہ سرکاردوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل واولاد بدرجہ اتم اس بات کی مستحق ہے کہ اس کو اہل بیت میں شامل کیا جاتا اس لئے حضور علیہ السلام نے آل واولاد کو اہل بیت میں شامل فرمایا۔ پھر ازواج مطہرات تو پہلے ہی اہل بیت میں شامل ہیں جس کا ثبوت گزر جانے والی آیت مبارکہ ہے اس کے علاوہ قرآن کریم میں دوسری جگہ پر بھی ازواج نبی علیہ السلام کو اہل بیت شمار کیا گیا ہے۔ ذیل کی آیت اس کی شاہد ہے۔ اس طرح ازواج کا اہل بیت میں شامل ہونا نص قرآن سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ ہود آیت 70 تا 73۔

قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿٧٠﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿٧١﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ﴿٧٢﴾

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾

ترجمہ: فرشتے (ابرہیم علیہ السلام) سے بولے ڈریئے نہیں۔ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔اوران کی (بی بی) بیوی (سارہ) کھڑی تھیں۔وہ ہنس پڑیں۔تو ہم نے اس کو اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت دی۔وہ کہنے لگیں۔ہائے میری خرابی۔کیا میرے اولاد ہوگی جبکہ میں تو بڑھیا ہوں۔اور یہ میرا شوہر بوڑھا ہے۔بے شک یہ عجیب بات ہے۔فرشتے بولے کیا تو اللہ کے امر سے تعجب کرتی ہے۔اے اہل بیت بے شک وہ تعریف کیا گیا سب خوبیوں والا عزت والا"۔

مذکورہ آیات میں فرشتوں نے حضرت سارہ کو بیٹا اور پوتا پیدا ہونے کی بشارت دی۔حضرت سارہ نے اس بات پر تعجب فرمایا۔یہاں فرشتوں نے کلام الٰہی کے مطابق حضرت سارہ کو لفظ اہل بیت سے خطاب کر کے کہا یہ تعجب کی بات نہیں ہے۔تم پر خدا کی رحمت اور برکتیں ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔مذکورہ آیات کو بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ازواج کو اہل بیت ہی کہا جاتا ہے جس کو ہم نے نص قرآنی سے بیان کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ قبول فرمائے۔اسی طرح سورۃ احزاب کی آیات میں اول تا آخر ازواج مطہرات سے ہی خطاب ہے۔اس خطاب میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اصالتاً داخل ہیں جبکہ ذریت آل و الاد تبعاً ۔کیونکہ لغت کے اعتبار سے اہل بیت گھر والوں کو کہتے ہیں اور اس میں بیوی سب سے پہلے شامل ہوتی ہے۔حاصل کلام جو لوگ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو اہل بیت میں شامل نہیں کرتے بلکہ اہل بیت سے مراد صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل واولاد ہی لیتے ہیں۔ان کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ ان کا یہ عقیدہ نص قرآنی کے خلاف ہے۔اللہ کریم ہدایت عطا فرمائے۔

ازواج مطہرات کی تعداد اور نکاح کی ترتیب کا بیان

سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔جو ازواج حضور علیہ السلام سے پہلے وصال فرما گئیں۔جنہوں نے حضور علیہ السلام کے وصال شریف کے بعد انتقال کیا۔وہ ازواج جن کو عروسی سے پہلے فارغ فرما دیا۔وہ جن کو عروسی کے بعد فارغ فرمایا اور وہ جن کو نکاح کا پیغام بھیجا مگر نکاح نہ فرمایا اور وہ جنہوں نے خود خدمت اقدس میں درخواست نکاح کی۔غرض ان سب کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔ان سب میں سے گیارہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے بارے میں سب کا اتفاق ہے۔ان میں سے دو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں ہی وصال فرما گئیں جبکہ نو بیبیاں حضور علیہ السلام کے

وصال شریف کے بعد فوت ہوئیں۔ان گیارہ ازواج مطہرات میں سے چھ کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا جبکہ چار کا تعلق غیر قریش خاندان سے تھا اور ایک زوجہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غیر عربیہ بنی اسرائیل سے تعلق رکھتی تھیں۔ان گیارہ ازواج مطہرات کے اسمائے گرامی یہ تھے۔

1- حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ

2- حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم

3- حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن ابی قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی

4- حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن رباع بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن لوی بن فہر بن مالک

5- حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی

6- حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن قیس بن عبدشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی

(ان مذکورہ بالا چھ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا۔)

7- حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن رباب بن یعمر بن صبرۃ بن مرۃ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ (والدہ کا نام امیمہ تھا جو حضرت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔اس بنا پر آپ رسول کریم علیہ السلام کی پھوپھی زاد تھیں۔قریش کے خاندان اسد بن خزیمہ سے ہیں۔)

8- حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن حزن بن بجیر بن ہزم بن رویبۃ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمۃ بن قیس بن عیلان بن مضر

9- حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن عبداللہ بن عمر بن عبدمناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ

10- حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جذیمہ (مصطلق) بن سعد بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو

(یہ چاروں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن عربیہ غیر قریش ہیں)

11- حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن سعید بن عامر بن عبید بن خزرع بن ابی حبیب بن نضیر بن تحام بن سیخوم

(یہ غیر عرب زوجہ تھیں ان کا تعلق بنی اسرائیل کے قبیلہ بنو نضیر سے تھا)

ذیل میں ان تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے مختصراً حالات زندگی اور سرکار دو عالم رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ترتیب تزوج کا بیان تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے نہ اپنا اور نہ اپنی کسی بیٹی کا اسوقت تک نکاح کیا جب تک حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر میرے پاس نہیں آئے"۔

1- حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ بنت خویلد۔

ام المومنین سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اجماع اُمت کے مطابق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ ہیں۔آپ علیہ السلام نے سب سے پہلے انہیں سے نکاح فرمایا۔اُس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت نہیں فرمایا تھا۔آپ علیہ السلام کی عمر مبارکہ 25 سال جبکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر 40 سال تھی۔اسلام لانے والی تمام عورتوں اور مردوں میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام ہی سر فہرست ہے۔سیدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سلسلہ نسب یوں ہے۔

سلسلہ نسب

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی ابن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر۔قصیٰ پر پہنچ کر ان کا نسب مبارک فخر کونین سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملتا ہے۔سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصیٰ کی نسل میں سے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ اور سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ کسی اور عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔یہ عزت و شرف اور مقام و مرتبہ صرف ان دونوں ہستیوں کو ہی نصیب ہوا۔حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت ام ہند تھی۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ فاطمہ بنت زاہدہ بن الاصم کا تعلق بنی عامر بن لوی سے تھا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایام جاہلیت میں بھی تمام غیر اخلاقی و غیر شرعی رسوم و رواج سے ہمیشہ الگ رہیں وہ پاک تھیں۔اس لئے بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہی طاہرہ کے نام سے مشہور تھیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح ابو ہالہ بن نباش بن زرارہ تمیمی (ابو ہالہ کا نام مالک تھا اور ایک قول سے زرارہ اور دوسرے سے ہند تھا) سے ہوا۔جن سے دو بیٹے ہند اور ہالہ پیدا ہوئے۔یہ دونوں بیٹے مشرف باسلام ہوئے۔اور یوں انہوں نے صحابی ہونے کا شرف پایا۔ہند بن ابی ہالہ تو نہایت ہی فصیح و بلیغ تھے حلیہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مفصل روایت انہیں سے ملتی ہیں۔

ابو ہالہ کے انتقال کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عتیق بن عایذ مخزومی سے دوسرا نکاح کر لیا۔اُن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام بھی ہند رکھا گیا۔یہ ہند اسلام کے دامن سے وابستہ ہو کر صحابیت کے

درجہ پر فائز ہوئیں۔ ان کا نکاح اپنے چچازاد بھائی صیفی بن اُمیہ بن عایذ مخزومی سے ہوا۔ (عرب میں لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے ہند نام رکھا جاتا تھا۔ اسی لئے ابو ہالہ سے پیدا ہونے والے لڑکے کا نام بھی ہند تھا اور عتیق سے ہونے والی لڑکی کا نام بھی ہند تھا۔)

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت ہی عاقلہ اور فاضلہ عورت تھیں جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا ہے اہل عرب کے ہاں وہ طاہرہ کے نام سے مشہور تھیں۔ ابو ہالہ اور عتیق کی وفات کے بعد بیوہ کی زندگی بسر کر رہی تھیں۔ عرب کے اکثر شرفا ان سے نکاح کے متمنی تھے۔ بہت سے لوگوں نے خواستگاری کی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے ساتھ نکاح کر لیں۔ مگر انہوں نے کسی بھی درخواست کو شرف مقبولیت نہ بخشا۔ نفیسہ بنت منیبہ سے روایت ہے کہ "حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی شریف، مال دار، پاکباز عورت تھیں۔ قریش کے اکثر شرفا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کرنے کے خواہشمند تھے مگر انہوں نے کسی کے پیغام کو قبول نہ کیا۔ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کا مال تجارت لے کر شام تشریف لے گئے اور عظیم نفع کے ساتھ مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے۔ یہ دیکھ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف راغب ہوئیں یعنی آپ علیہ السلام سے نکاح کی تمنا ان کے دل میں پیدا ہوئی۔ نفیسہ کہتی ہیں کہ اُنہوں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا تا کہ میں آپ علیہ السلام کی مرضی مبارک پوچھوں۔ نفیسہ مزید کہتی ہیں کہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا آپ علیہ السلام کو کونسی چیز نکاح نہ کرنے سے روک رہی ہے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اس وقت میں کسی کی کفالت کرنے کی حالت میں نہیں ہوں''۔ میں نے عرض کیا اگر آپ علیہ السلام کو مال و جمال کے ساتھ دعوت نکاح دی جائے تو قبول فرمالیں گے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''وہ کون ہے۔'' میں نے عرض کیا وہ دعوت دینے والی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں حضور علیہ السلام نے یہ دعوت قبول فرمالی"۔

جیسا کہ ہم سیرت کی اس کتاب میں ذکر کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال تجارت لے کر جاتے اور کثیر نفع کے ساتھ واپس تشریف لایا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غلام میسرہ آپ علیہ السلام کے ہمراہ ہوتا۔ واپسی پر شام کے سفر اور بحیرہ راہب کا قصہ اپنی مالکہ کو سُنا چکا تھا۔ اس کے علاوہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچازاد بھائی حضرت ورقہ بن نوفل جو کہ انجیل کے زبردست عالم تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دیدار سے مشرف ہو کر نبوت کی انجیل میں مذکور نشانیاں دیکھ چکے تھے۔ یہ مفصل حال پہلے گزر چکا ہے۔ یہ واقعات وحالات دیکھ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ السلام کے ساتھ شادی کا ارادہ کیا۔ اس کے علاوہ دور جاہلیت میں ہی عید کے موقعہ پر مکہ کی عورتیں ایک جگہ اکٹھی ہوئیں اور وہاں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کے بعد شادی کے شوق میں مزید اشتیاق پیدا ہو گیا اور انہوں نے حضور علیہ السلام کو پیغام بھیجا۔ واقعہ یہ تھا کہ جب مکہ مکرمہ کی سب عورتیں عید کے موقعہ پر اکٹھی خوشیوں میں مصروف تھیں اچانک ایک شخص نمودار ہوا اور اُس

نے اُونچی آواز میں یہ ندا کی جسے سب عورتوں نے سُنا۔

"انه سیکون فی بلدکن نبی یقال له احمد فمن استطاع منکن ان تکون زوجة له فلتفعل فحصبنه الاخدیجه فاغصت علی قوله رواه المدائنی عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه"

اے عورتو! تمہارے شہر میں عنقریب ایک نبی ظاہر ہوگا۔ جس کا نام احمد ہوگا۔ جو عورت یہ طاقت رکھتی ہے کہ اُسکی بیوی بن سکے تو وہ ضرور ایسا کر گزرے۔ سب عورتوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ اس شخص کو سنگریزے مارے "۔" یہ روایت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔"

سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب اس ہاتف غیبی کی آواز سُنی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں حصول سعادت وتمنا کا شوق عروج کو پہنچ گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ طاہرہ کے نام سے مشہور تھیں ایسی طاہرہ کا میلان نکاح کسی طاہر ومطہر ہستی کی طرف ہی ہوسکتا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تمام اشراف اور رؤساء مکہ کو ان کی تمنا وآرزو کے بغیر نکاح کا پیغام رد کردینا اور سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راغب ہونا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طہارت وپاکیزگی کی روشن دلیل کے ساتھ ساتھ ان کے فہم وفراست کا عیاں ثبوت ہے۔ کیونکہ پیغمبر علیہ السلام کی زوجیت کی تمنا کرنا معمولی عقل کا کام نہیں ہے۔ بلکہ یہ نہایت ہی دوربین، دوراندیشی اور عقل کی نمایاں دلیل ہے۔ کیونکہ یہ اظہر من الشمس ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی زوجیت میں آنے کا مطلب دنیا کی تمام نعمتوں، آرام وآسائش سے کہیں افضل ہے۔ فقر وفاقہ کا یہ لطف جو پیغمبر علیہ السلام کی زوجیت میں حاصل ہونے والا تھا کائنات کی تمام راحتوں سے افضل وبہتر ہے۔ پھر سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خوب سمجھتی تھیں کہ اپنا سارا مال ودولت اللہ کی راہ میں قربان کر کے فقر وفاقہ اور مصائب وآلام کو اختیار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ درجات کی بلندی حاصل کرنا مقصود ہو تو اللہ کی راہ میں سب کچھ قربان کرنے کے بعد ہی ایسا ہونا ممکن ہے۔ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ اس نیک خاتون اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ سب کچھ عملی طور پر فرما کر قیامت تک مثال قائم فرما دی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خواب

کتب سیر میں آتا ہے کہ سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک رات خواب دیکھا کہ آفتاب اُن کے گھر اُترا ہے۔ اس آفتاب کا نور اطراف میں پھیل گیا۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ کا ہر گھر اُس نور سے چمک اُٹھا۔ خواب سے بیدار ہوئیں اور سیدھی اپنے چچازاد بھائی حضرت ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل نہ صرف انجیل کے ہی بڑے عالم تھے بلکہ خوابوں کی تعبیر بتانے میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا خواب ورقہ بن نوفل کو سُنایا اور تعبیر دریافت کی۔ انہوں نے بتایا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے

کہ ''تمہارا نکاح نبی آخر الزمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوگا''۔ بعد میں حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ ورقہ بن نوفل کی بتائی ہوئی تعبیر حرف بحرف سچ ثابت ہوئی۔

نکاح مبارک

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے ملنے والے پیغام نکاح کا ذکر اپنے شفیق چچا حضرت ابو طالب سے کیا۔ اور یوں ان کے مشورہ سے اُس پیام کو قبول فرمالیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد گرامی خویلد کا پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔ مگر ان کے چچا عمر بن اسد اس وقت حیات تھے۔ نکاح کی اس کائنات میں بے مثل تقریب میں وہ بھی شریک ہوئے۔ نکاح کی مقررہ تاریخ پر حضرت ابو طالب اپنے اہل خاندان کے ہمراہ جن میں سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمراہ لے کر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے۔ نکاح کے وقت حضرت ابو طالب نے خطبہ پڑھا جس کا مفصل ذکر حیات مقدسہ کی مکّی زندگی کے باب میں گزر چکا ہے۔ یوں رسم شادی ادا کرنے کے بعد سیدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں داخل ہوگئیں۔ اس تقریب میں ورقہ بن نوفل بھی شامل تھے۔ نکاح کے بعد انہوں نے مختصر سی تقریر کی جو زرقانی میں تحریر ہے۔ متلاشی علم زرقانی میں یہ تحریر دیکھ سکتے ہیں۔

از: زرقانی۔ جلد۔ 3۔ صفحہ۔ 221

حق مہر

نکاح کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جو حق مہر مقرر کیا گیا اس کے بارے میں مختلف روایات کتب سیر میں آتی ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حق مہر میں انتیس (29) جوان اونٹ باندھے گئے تھے۔ جبکہ ایک اور روایت میں بارہ اوقیہ سونا مقرر کرنا آتا ہے۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ سو (500) درہم حق مہر مقرر فرمایا۔ (واللہ اعلم)

1- از مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 449

2- از زرقانی۔ جلد۔ 3۔ صفحہ۔ 220

دعوت ولیمہ

سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد کے بعد دعوت ولیمہ میں کیا انتظام کیا گیا۔ اس سلسلے میں بعض روایات میں مذکور ہے کہ ایجاب وقبول کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک گائے ذبح

کرائی اور کھانا پکوا کر مہمانوں کو کھلایا۔اسی طرح حضور علیہ السلام نے بھی مہمانوں کی دعوت ولیمہ میں تواضع فرمائی۔

از: زرقانی۔جلد۔3۔صفحہ۔221

حضور علیہ السلام کے اعلان نبوت کا انتظار

شادی کے بعد سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی زندگی کی آرزوؤں اور تمناؤں کا ایک مرحلہ مکمل کر چکی تھیں مگر سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت کا بڑی بے چینی سے اندر ہی اندر انتظار کر رہی تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ انشاء اللہ اُن کے شوہر نامدار ہی اللہ کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے اس لئے اُمید و کشمکش کی یہ کیفیت بدستور جاری تھی پھر ان کو یقین تھا کہ غائب سے ندا دینے والا جس ہستی کی خوشخبری دے گیا ہے وہ ہستی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی ہیں۔ایک روز سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر حسب دستور تشریف لائے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دیکھتے ہی حضور علیہ السلام کے سینہ اقدس سے لپٹ گئیں اور عرض کیا۔

"بابی وامی واللہ ما افعل ھذا لشیئی ولکنی ارجوان تکون انت النبی الذی ستبعث فان تکن ھو فاعرف حقی ومنزلتی وادع الا لہ الذی یبعثک لی قالت فقال لھا واللہ لئسن کنت انا ھو قد اسطنعت عندی مالا اضیعہ ابدا وان یکن غیری فان الا لہ الذی تضحین ھذا الاجل لا لضیعک ابدًا"

''میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر فدا ہوں۔میری اس فعل سے اور کوئی غرض نہیں مگر یہ کہ آپ علیہ السلام وہی نبی ہوں جو عنقریب مبعوث ہونے والے ہیں۔پس اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہی نبی ہیں تو بعثت کے بعد میرے حق کو یاد رکھیں۔اور جب آپ علیہ السلام اعلان نبوت فرمائیں تو میرے لئے دعا فرمائیں''۔آپ (علیہ السلام) نے فرمایا ''اگر وہ نبی میں ہوں تو جان لو تم نے جو مجھ پر احسان کیا ہے اس کو میں کبھی نہیں بھول سکتا اور اگر میرے علاوہ کوئی اور نبی ہے تو بھی جان لو کہ جس اللہ کے لئے تم یہ عمل کر رہی ہو وہ کبھی تیرے اس عمل کو ضائع نہیں فرمائے گا۔''

از: فتح الباری۔جلد۔7۔صفحہ۔200

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اکثر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لے جایا کرتی تھیں اور اُن سے دریافت کرتیں کہ ''اے انجیل کے عظیم عالم! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں مجھے بتاؤ۔ان کے پوچھنے کا مطلب یہ تھا کہ حضور علیہ السلام کے اعلان نبوت میں کتنی دیر ہے۔ورقہ بن نوفل جواب دیتے ہیں۔"

"ماراہ الانبی ھذہ الامۃ الّذی بشربہ موسٰی و عیسیٰ علیہ السلام".

ترجمہ: ''میرا گمان قوی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہی اللہ کے وہ نبی ہیں جن کی حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے۔''

بہر حال وہ سہانی گھڑی آن پہنچی جس میں حضور علیہ السلام نے اعلان نبوت فرمایا اور یوں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی وہ خوش قسمت ترین خاتون اول ہیں جو سب سے پہلے حقیقت اسلام سے آگاہ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تصدیق کرنے والی تھیں۔ اور یوں کلمہ طیبہ پڑھ کر عورتوں میں سب سے پہلے سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمتی ہونے کا شرف حاصل کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ السلام کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنا سارا مال خدمت دین کے لئے وقف فرمادیا۔

اولاد مبارکہ

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواج مطہرات میں سے وہ خوش قسمت ترین زوجہ ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک صاحب زادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے تھے باقی تمام اولاد کی والدہ ہونے کا فخر واعزاز حاصل ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن اقدس سے حضور علیہ السلام کے دو فرزندار جمند اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ اولاد کرام کا مفصل ذکر آگے چل کر بیان ہوگا۔ اولاد کرام کے اسمائے گرامی:

1- حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم
2- حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
3- حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
4- حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
5- سیدہ النساء حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
6- حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مدت زوجیت

سیدہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پچیس سال کا عرصہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجیت میں رہیں۔ جس وقت شادی ہوئی تو ان کی عمر مبارکہ چالیس (40) سال جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر شریف پچیس (25) سال تھی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب تک سیدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حیات رہیں کسی سے دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔ اس طرح نکاح کے بعد پچیس سال کا عرصہ حیات رہیں اور بعثت نبوی کے دسویں (10) سال ماہ رمضان میں اس فانی دنیا سے رخصت ہو کر جنت الفردوس میں ہمیشہ ہمیشہ کے

لئے تشریف لے گئیں۔

وصال شریف

سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں پچیس سال بسر کرنے کے بعد پینسٹھ 65 سال کی عمر مبارکہ میں 10 بعثت نبوی میں ہجرت سے تین سال قبل وصال فرما گئیں مقام حجون (جنت المعلیٰ) میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقبرہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود لحد میں اُترے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے دعائے خیر فرمائی تھی۔ اُس وقت تک نماز جنازہ شروع نہیں ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس سال اس دنیا سے رخصت ہوئیں اُسی سال حضور علیہ السلام کے شفیق چچا حضرت ابوطالب بھی فوت ہوئے۔ حضور علیہ السلام غمزدہ رہتے تھے۔ اسی لئے اُس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال کہا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال شریف سے اہل اسلام بہت غمگین ہوئے۔ اس بات پر سب اصحاب سیر کا اتفاق ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا 65 سال کی عمر میں وصال ہوا۔

"اِنَّ لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ o

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل ومناقب

سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں ان تمام کا تفصیلی ذکر کرنا تو یہاں شاید ممکن نہ ہو پھر بھی اصحاب سیر سے ان کے فضائل ومناقب میں چیدہ چیدہ احادیث مبارکہ اور روایات کی روشنی میں تحریر کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب کفار مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلاتے تو آپ علیہ السلام کو بڑا غم وتکلیف ہوتی مگر جب آپ علیہ السلام گھر تشریف لاتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھ کر اُن سے گفتگو فرما کر تمام دکھ وغم بھول جایا کرتے تھے۔ اور راحت محسوس فرمایا کرتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ علیہ السلام کی ہمیشہ ہی بڑی خاطر مدارات کیا کرتی تھیں۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ "یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ علیہ السلام کے لئے کھانا لے کر آرہی ہیں۔ جب وہ پاس آئیں تو آپ علیہ السلام اپنے رب کی طرف سے اور میری طرف سے ان کو سلام فرمادیں اور یہ خوشخبری بھی فرمادیں کہ ان کے لئے رب نے جنت میں قصب (گول موتی) کا محل تیار کیا ہے۔ جس میں نہ کوئی شور ہے اور نہ ہی کسی قسم کی مشقت وتکلیف ہے۔ وہاں ان کو کسی قسم کا کوئی

رنج والم نہ ہوگا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دنیا کی تمام عورتوں میں سے چار برگزیدہ عورتوں کا ذکر فرمایا جن میں سے ایک سیدہ طاہرہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ہیں۔ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بخاری میں مناقب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باب میں حدیث آتی ہے۔ فرمایا ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی۔

(1) ''اٰمَنَتْ بِیْ حِیْنَ کَفَرَبِیَ النَّاسُ''

ترجمہ:۔ ''وہ مجھ پر ایمان لائی جب اوروں نے کفر اختیار کیا۔

(2) ''صَدَّقَتْنِیْ حِیْنَ کَذَّبَنِی النَّاسُ''

ترجمہ:۔ ''اُس نے میری تصدیق کی جب اوروں نے مجھے جھٹلایا۔

(3) ''وَاَشْرَکَتْنِیْ فِیْ مَالِهَا حِیْنَ حَرَمَنِی النَّاسُ''

ترجمہ:۔ ''اُس نے اپنے مال میں مجھے شریک کیا جب اوروں نے مجھے کسب مال سے روکا۔

(4) ''وَرَزَقَنِیَ اللّٰہُ وَلَدَهَا وَحَرَمَ وَلَدَ غَیْرِهَا''

ترجمہ:۔ ''اللہ نے مجھے اُس کے بطن سے اولاد عطا فرمائی جبکہ کسی دوسری بیوی سے اولاد نہیں ہوئی۔''

کفار مکہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نبوت کو جھٹلاتے تو حضور علیہ السلام کو اس چیز کا بڑا صدمہ اور تکلیف ہوتی تھی۔ حضور علیہ السلام جب گھر تشریف لاتے تو سیدہ طاہرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھ کر تمام صدمہ اور تکالیف بھول جاتے۔ آپ علیہ السلام اُن کو دیکھ کر بڑی خوشی محسوس فرماتے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ السلام کی نہایت خاطر داری کیا کرتی تھیں۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنی جملہ تمام مشکلات اور تکالیف کو آسان محسوس فرمایا کرتے تھے۔

سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حسانہ مزنیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ملنے حاضر خدمت ہوئیں۔ آپ علیہ السلام نے نہایت ہی مہربانی سے اُن کا حال دریافت فرمایا اور پوچھا ''ہمارے بعد تمہارا کیا حال رہا''۔ جب وہ واپس چلی گئی تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہ بوڑھی عورت کون تھی۔ جس کے ساتھ حضور علیہ السلام باتیں فرما رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''یہ خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی سہیلی تھی۔ اور اسے خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے بہت محبت تھی'' یہ روایت الاستیعاب۔ جلد۔ 2 میں مذکور ہے

صحیح بخاری و مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت بیان کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک روز سیدنا حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ بے کس پناہ

میں عرض کیا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) آپ علیہ السلام کے پاس حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) دستر خوان لئے آتی ہیں۔ جس میں کھانا اور پانی ہوتا ہے۔ جب وہ آپ علیہ السلام کے پاس آئیں تو آپ علیہ السلام انہیں اپنے رب کی جانب سے سلام فرما دیں اور میری جانب سے انہیں خوشخبری بھی دے دیں کہ اُن کی خاطر جنت میں قصب کا ایک گھر تیار کیا گیا ہے۔ جس میں ہرگز کوئی شور نہیں ہے۔ اور اُس میں کوئی رنگ و مشقت بھی نہیں ہے۔'' (قصب گول موتی کو کہتے ہیں جنت میں یہ گھر ایک موتی کا بنا ہوا) نسائی شریف میں روایت ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ خوشخبری سُن کر عرض کیا۔

اِن اللہ ھو السلام و علی جبریل السلام علیک یا رسول اللہ السّلام و رحمة اللہ وبرکاتہٗ و زاد ابن السنی من وجه آخر و علیٰ من سمع السلام الّا الشیطان.
(از فتح الباری جلد. 7. صفحہ. 105 وزرقانی. جلد. 3 .صفحہ 222)

تحقیق اللہ تو خود ہی سلام ہے البتہ اے جبریل آپ پر سلام ہو۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) آپ پر بھی اللہ کا سلام ہو اور اُس کی رحمتیں و برکتیں نازل ہوں جن کی طفیل مجھ پر یہ رحمتیں اور برکتیں نازل ہو رہی ہیں۔ اس پر بھی سلام ہو جو اس کو سُن رہا ہے شیطان کے علاوہ۔

مذکورہ حدیث شریف میں جن جن لطائف و معارف کا ذکر فرمایا گیا ہے انکی تفصیل کے لئے تو دفتر کے دفتر درکار ہیں اور پھر یہ ہمارا موضوع بھی نہیں ہے۔ مگر اس فرمان مبارک کا اہم نکتہ ضرور عرض کروں گا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظمت کا کھُلا ثبوت ہے۔ اللہ کریم کا یہ فرمانا کہ میرا خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سلام ہو کس قدر فضیلت اور شرف عظیم ہے۔ جبکہ اللہ جو خود سلام اور قدوس ہے اپنی ایک بندی کو سلام فرما رہا ہے۔ یہ سب عظمت و شرف سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے طفیل ہی حاصل ہوا۔ دوسرا سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ خوش قسمت خاتون ہیں جن کا اس شرف۔ فضیلت اور منقبت میں دُوسرا کوئی شریک نہیں۔ سبحان اللہ۔

سیّدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''جنت کی تمام عورتوں میں سے افضل سیدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خویلد بن اسد۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم و مریم بنت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آسیہ امراۃ فرعون رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں''۔ ولی الدین العراقی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن میں سب سے افضل سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ بعض کے نزدیک سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام امہات المومنین سے افضل ہیں۔ (واللہ اعلم)

ایک اور روایت میں آتا ہے جسے نسائی نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اللہ اور جبریل علیہ السلام کا یہ پیغام سُنا تو جواب میں فرمایا:۔

"ان اللہ ھو السلام و علی جبریل (علیہ السلام) السّلامُ علَیک یا رَسُول اللہ السَّلام و رحمة اللہ و بر کاته . وزاد ابن السنی من وجه آخر و علےٰ من سمع السَّلام الاّ الشیطان"۔

ترجمہ:۔ ''تحقیق اللہ تعالیٰ تو خود ہی قدوس اور سلام ہے (یعنی اس ہستی پر کون کیا سلام بھیج سکتا ہے) البتہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ پر سلام ہو اور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام پر بھی اللہ کا سلام ہو۔ اور اُس کی رحمتیں وبرکتیں نازل ہوں۔ (کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اور صدقے سے ہی مجھ پر رحمتیں نازل ہو رہی ہیں) اُس پر بھی سلام ہو جو اس کو سُن رہا ہے۔ مگر شیطان کے علاوہ۔''

حضرت عبدالرحمان بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''بے شک قیامت کے روز میں بنی نوع انسان کا سردار ہوں گا۔ مگر میری اولاد میں سے انبیاء علیہم السلام کے گروہ میں سے ایک نبی ایسے بھی ہیں جن کا اسم گرامی ''احمد'' ہے جن کو دو اعتبار سے مجھ پر بھی فضیلت حاصل ہے۔ ایک یہ کہ اُنکی زوجہ بھلائی میں اُن کے ساتھ تعاون کرنے والی ہوں گی جبکہ میری زوجہ میری خطا میں مجھے ترغیب دینے والی تھیں۔ دوسرا اللہ کریم نے اُنکو شیطان (ہم زاد) پر قابو عطا فرمایا اور وہ ایمان لے آیا۔ جبکہ میرا ہمزاد کافر ہی رہا'' ازطبری۔ (واللہ اعلم)

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث روایت کی ہے فرماتے ہیں۔

"سیدہ نساء العلمین مریم ثم فاطمة ثم خدیجه ثم آسیة قال و ھذا احدیث حسن یرفع الاشکال ".

''سارے عالم کی عورتوں کی سردار حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں پھر سیدہ فاطمہ۔ پھر سیدہ خدیجہ پھر حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ یہ حدیث حسن ہے جس سے تمام شک وشبہات اور اشکال ختم ہو جاتے ہیں۔''

(از: زرقانی۔ جلد۔ 3۔ صفحہ۔ 223)

اسی طرح حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے جس کے الفاظ مذکورہ حدیث سے مختلف ہیں یہ حدیث بھی تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "جنت کی تمام عورتوں میں سے افضل سیّدہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خویلد بن اسد، سیدہ حضرت فاطمۃ الزہراء بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمران، اور آسیہ امراۃ فرعون رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں''۔ (یہاں کلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لفظ پھر یا اور شامل نہیں اس کے علاوہ مفہوم تقریباً ایک سا ہی ہے)۔ (واللہ اعلم)۔

سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں ازواج دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے یقینی طور پر افضل ہیں۔ ان دونوں میں سے کون افضل ہیں اس سلسلے میں علماء کرام کے درمیان اختلاف ہے۔ جمہور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت کے قائل ہیں جبکہ کچھ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی افضلیت کے قائل ہیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت کے قائل محققین کی تمام آرا تو یہاں بیان کرنا ممکن نہیں البتہ اس گروہ میں سے ایک سرخیل محقق حضرت ابن حماد رحمۃ اللہ علیہ نے جو تصریح بیان فرمائی ہے حدیث کے اعتبار سے تحریر کی جارہی ہے۔

فرماتے ہیں کہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہتر زوجہ عطا فرمائی ہے۔ اُن کا اشارہ اپنی طرف تھا۔ اور یوں انہوں نے خود کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل کہا۔ یہ سُن کر سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''خدا کی قسم۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہتر زوجہ عطا نہیں فرمائی۔ کیونکہ خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) مجھ پر اُس وقت ایمان لائیں تھیں جبکہ دیگر لوگوں نے مجھے جھٹلایا تھا۔ اُنہوں نے اس وقت اپنے مال سے میری مدد کی جبکہ لوگوں نے مجھے مال سے محروم رکھا"۔ اس لئے وہ افضل ہے۔

ابن داؤد سے لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں سے کون افضل تھیں۔ انہوں نے جواب دیا حضرت خدیجہ الکبریٰ افضل تھیں پھر اس خیال کا یہ ثبوت پیش کیا۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت حضرت جبریل علیہ السلام نے سلام کہلوایا تھا جبکہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کی معرفت سلام بھیجا اور حضور علیہ السلام کی زبان سے کہلوایا۔ اس طرح حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر فضیلت حاصل ہے۔ حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کسی کو سلام کہلا بھیجنا وہ فضیلت ہے جس کی وجہ سے کائنات کی عورتوں میں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کوئی شریک نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں جو خوبیاں تھیں اُنکے اعتبار سے دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے کوئی بھی شریک نہیں تھا۔ مثلاً اسلام میں اُمت کو دین حق کی تبلیغ فرمانا۔ اُمتیوں کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دین اسلام کے مسائل سیکھنا احکامات دریافت کرنا۔ جس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو کام کیا اور خدمات سرانجام دیں اس امتیاز میں کوئی بھی ان کا شریک نہیں اور نہ ہی کسی دوسرے کو یہ سعادت میسر آئی۔
مختصراً دونوں شخصیتوں کے درمیان حیثیتوں کے اختلاف کے اعتبار سے یہ صورت ہے۔ (واللہ اعلم)۔

1- از: زرقانی۔ جلد۔3۔ صفحہ۔220
2- از: زرقانی۔ جلد۔1۔ صفحہ۔200
3- از: زرقانی۔ جلد۔3۔ صفحہ۔220 اور 221
4- از: زرقانی۔ جلد۔3۔ صفحہ۔222 اور 223
5- عیون الاثر۔ جلد۔2۔ صفحہ۔300
6- الاصابہ۔ جلد۔4۔ صفحہ۔281 اور 282
7- از: فتح الباری۔ جلد۔7۔ صفحہ۔200
8- از: فتح الباری۔ جلد۔7۔ صفحہ۔105
9- روض الانف۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔125 تا 127
10- البدایۃ والنہایۃ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔504 اور 505
11- مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔740 تا 752
12- صحیح بخاری وصحیح مسلم شریف۔ ابوداؤد، وغیرہ۔

2- ام المومنین سیدہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دوسری خاتون ہیں جس کو ام المومنین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد سیدہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔

سلسلہ نسب

حضرت سَوْدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعلق اشراف قریش سے تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ جو کہ لوئی بن غالب پر جا کر سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ سودہ بنت زمعہ بن قیس، بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی بن غالب۔

از سیرۃ ابن ہشام

حضرت سَوْدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام شموس بنت قیس بن عمر بن زید انصاریہ ہے۔ اُنکا تعلق انصار کے قبیلہ بنی النجار سے تھا۔

قبول اسلام

حضرت سَوْدہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قدیم الاسلام تھیں۔ یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

بعثت مبارکہ کے شروع میں ہی کلمہ شریف پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو چکی تھیں۔

حالات زندگی

حضرت سَودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پہلی شادی ان کے چچازاد بھائی سکران بن عمرو بن عبدالشمس سے ہوئی۔ حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اس زوجہ کے ساتھ ہی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ گویا یہ خوش قسمت جوڑا ابتدا اسلام میں ہی راہ حق پر چلنے والوں میں شامل ہو چکا تھا۔ کفار مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر جب مسلمانوں نے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کی تو یہ دونوں میاں بیوی بھی ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے۔ کتب سیر میں آتا ہے کہ حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حبشہ سے واپس مکہ مکرمہ آئے تو اُن کا انتقال ہو گیا۔ ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ ان کا انتقال حبشہ میں ہی ہو گیا تھا۔ حضرت سکران رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبدالرحمان نامی بیٹا یادگار چھوڑا۔ یہ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سولہ (16) ہجری میں جنگ جلولہ میں شہید ہوئے۔

کتب سیر میں آتا ہے کہ سیدہ حضرت سَودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حبشہ میں تھیں تو ایک رات انہوں نے خواب دیکھا کہ فخر کونین نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور اپنا پاؤں مبارک اُن کی گردن پر رکھا۔ صبح کو انہوں نے اپنا یہ خواب شوہر کو سنایا حضرت سکران رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب سُن کر فرمایا اگر تو سچ بیان کر رہی ہے تو میرا بہت جلد انتقال ہو جائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیری خواہش فرمائیں گے۔ اس کے بعد حضرت سَودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھر خواب دیکھا کہ وہ ٹیک لگائے بیٹھی ہیں۔ آسمان سے چاند اُترا اور ان کی جھولی میں آ گیا۔ انہوں نے یہ خواب اپنے شوہر کو سنایا۔ حضرت سکران رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب سُن کر فرمایا اگر تو سچ کہتی ہے تو میں بہت جلد اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری خواہش فرمائیں گے۔ اس کے بعد حضرت سکران رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیل رہنے لگے اور بہت جلد ان کا انتقال ہو گیا۔ اس طرح حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیوہ ہو گئیں یوں حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ مکرمہ میں بیوہ کی زندگی بسر کرنے لگیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے پیغام نکاح

سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد نہایت غمگین رہنے لگے۔ ایک روز خولہ بنت حکیم خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد سخت غمگین رہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ہاں ایسی بات ہی ہے کیونکہ حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بعد بچوں کی پرورش اور گھر کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی دوسرا نہیں ہے"۔ خولہ نے عرض کیا آپ علیہ السلام نکاح فرمالیں۔ فرمایا "کس سے؟" خولہ نے عرض کیا حضرت سودہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں ہیں اگر آپ علیہ السلام فرمائیں تو ان کو پیغام

دوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا "دونوں کو پیغام دے سکتی ہو"۔ چنانچہ اول خولہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئیں اور عرض کیا خدا نے تم پر کیسی خیر و برکت نازل فرمائی ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا وہ کیا ہے؟ خولہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے مگر میرے باپ سے پوچھ لو۔ انکو جاہلیت کی طرز پر سلام کرنا پھر اُن سے نکاح کے بارے میں پوچھنا۔

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح

خولہ حضرت سَودَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باپ کے پاس گئیں اور جاہلیت کی رسم کے مطابق اس کو کہا۔ اَنعَم صَبَا حًا۔ اس نے پوچھا کون ہے۔ خولہ نے کہا میں ہوں۔ زمعہ بولا مرحبا کہو کیسے آنا ہوا۔ خولہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب کا تمہاری بیٹی کے لئے پیغام لیکر آئی ہوں۔ انہوں نے سُن کر کہا بے شک وہ شریف کفو (ہم قوم) ہیں۔ مگر سَودَہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے بھی دریافت کر لو خولہ کہتی ہیں میں نے کہا حضرت سَودَہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے دریافت کر لیا ہے وہ تیار ہیں۔ زمعہ نے کہا میری طرف سے اجازت ہے نکاح کے لئے تشریف لے آئیں۔ اس طرح زمعہ نے نبوت کے دسویں سال (10 سن نبوی) اپنی بیٹی کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کر دیا۔ حق مہر چار سو درہم مقرر کیا گیا۔

عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیفیت

ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی عبداللہ بن زمعہ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے نکاح کی رسم میں شریک نہ تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ باپ نے حضرت سَودَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کر دیا ہے تو انہوں نے اپنے سر پر خاک ڈال لی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مشرف با اسلام ہوئے تو اپنی اُس حرکت پر بڑے نادم ہوا کرتے تھے اور جب کبھی خیال آجاتا تو فرمایا کرتے تھے۔ میں اُس روز بڑا ہی نادان تھا جس روز میں نے اپنے سر پر صرف یہ سُن کر خاک ڈالی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری ہمشیرہ سے نکاح فرمالیا ہے۔

مدت زوجیت

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے 10 نبوی میں سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل کیا اور 23 ہجری میں انتقال فرمایا گویا اس طرح 10 سن بعثت نبوی سے لے کر 11 ہجری تک وہ عرصہ 13 سال تک سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اور 12 سال بعد از وصال النبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی 25 سال تک حیات رہیں اور پھر 23 ہجری میں اور بعض روایت کے مطابق 53 ہجری میں وصال فرما گئیں۔(واللہ اعلم)

وصال

سیدہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کل کتنی عمر پائی کتب سیر اس بارے میں خاموش ہیں البتہ ان کے وصال شریف کے بارے میں دو روایات ملتی ہیں۔پہلی روایت کے مطابق سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عہد میں 23 ہجری میں وصال فرمایا جبکہ دوسری روایت کے مطابق 53 ہجری میں وصال فرمایا۔(واللہ اعلم) پہلی روایت پر اجماع ارباب سیر ہے۔

فضائل ومناقب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ حجۃ الوداع کے وقت سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا آپ علیہ السلام کا یہ ارشاد مبارک ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے تھا۔ فرمایا کہ "یہ حجۃ الاسلام تھا۔یہ گردنوں سے اُتر چکا ہے۔اس کے بعد تم اپنے بستروں کو غنیمت شمار کرو اور اپنے گھروں سے باہر مت نکلو"۔سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن حج کے لئے تشریف لے گئی تھیں۔مگر سیدہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا حج پر کبھی نہ گئیں۔وہ فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہم سوار نہیں ہوں گی۔کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اسی طرح وصیت فرمائی ہے۔

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کتب متداولہ میں پانچ حدیثیں مروی ہیں۔ان میں ایک حدیث صحیح بخاری شریف میں ہے۔جسے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور یحییٰ بن عبد الرحمان بن اسعد بن زرارہ نے روایت کیا ہے۔باقی چار احادیث سنن اربعہ میں روایت کی گئی ہیں۔

سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے آٹھویں سال حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بڑھاپے کی وجہ سے طلاق دینے کا ارادہ فرمایا۔حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو معلوم ہو گیا چنانچہ ایک رات جب نبی پاک علیہ السلام سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارک میں تھے یہ باہر دروازے پر آ کر بیٹھ گئیں۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے تو خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری آپ علیہ السلام سے ہرگز کوئی خواہش نہیں ہے۔میں اس عمر میں شہوت کی تمنا نہیں رکھتی۔میں اپنی باری حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو دیتی ہوں۔میری تمنا و درخواست یہ ہے کہ آپ علیہ السلام مجھے اپنی زوجیت میں رہنے دیں۔ تا کہ کل قیامت کے روز میرا حشر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں ہو۔یعنی میں قیامت کے دن آپ علیہ

السلام کی ازواج مطہرات میں شامل اُٹھائی جاؤں۔ یہ سُن کر سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلاق دینے کا ارادہ ختم فرمادیا۔ یا بعض روایات میں آتا ہے آپ علیہ السلام نے رجعت فرمالی یعنی رجوع فرمالیا۔

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد نزدیک نزدیک ہوا تھا اس لئے علماء سیر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ پہلے نکاح کس کا ہوا تھا۔ صحیح قول جس پر اجماع ہے وہ یہی ہے کہ سیدہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ہی پہلے ہوا تھا۔

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لمبے قد اور بھاری جسم والی تھیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزاج شریف میں ظرافت پائی جاتی تھی۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اخیر زمانہ میں وصال فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ان کا جنازہ رات کے وقت اُٹھایا جائے۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حبشہ میں دیکھا کہ عورتوں کے لئے مسہری بنائی جاتی ہے۔ جس پر میّت کو رکھ کر جنازہ اُٹھایا جاتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اُسی طرح کی ایک مسہری تیار کی جس پر جنازہ اُٹھایا گیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کو دیکھ کر حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں یوں دعا فرمائی۔

"سَتَرْ تِهَا سَترکِ اللہ"۔ ''تم نے ان کا ستر قائم کیا اللہ تمہارا ستر (پردہ پوشی) فرمائے۔''

حضرت ام المومنین سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پہلے پردہ دار مسہری پر سیدہ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جنازہ اطہر اُٹھایا گیا تھا۔ اور یہ بات تواتر سے ثابت ہے۔

ایک اہم وضاحت

سیدہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال شریف کے بارے میں کتب سیر میں دو تاریخوں کا ذکر ملتا ہے یعنی 23 ہجری اور 53 ہجری۔ پہلی روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت (23ھ۔13ھ) کا آخری زمانہ تھا جبکہ دوسری روایت کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت (41ھ۔60ھ) کا زمانہ بنتا ہے۔ ارباب سیر کی اکثریت نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہی سیدہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کا ذکر کیا ہے۔ جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ جبکہ بہت کم روایات زمانہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملتی ہیں۔ ہم نے دونوں روایت بیان کر دی ہیں مگر ارباب سیر اور ہمارے مطابق پہلی روایت ہی صحیح ہونی چاہیئے۔ "واللہ اعلم۔''

1- از: زرقانی۔ جلد۔3۔ صفحہ۔227

2- از: البدایۃ والنہایۃ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔505 اور 506

3- از: الاصابہ۔ جلد۔4۔ صفحہ۔438

4- از: مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔752 تا 754 وغیرہ۔

3- اُم المومنین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں ممتاز حیثیت رکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت ذہین اور علم و فضل میں اپنی مثال آپ تھیں۔ احکام شرعیہ کے فیصلے کرتے وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رجوع کیا جاتا تھا۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"خُذُوْ اثُلُثَی دِیْنِکُم مِّنْ هٰذِهِ الْحُمَیْرَاءِ"

"تم عائشہ (حمیرا) رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اپنا دو تہائی دین حاصل کرو۔"

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور تابعین کی بڑی جماعت نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایات کی ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علم معانی، حلال وحرام کے احکام، اشعار عرب اور علم انساب میں کمال درجہ کی مہارت رکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سلسلہ نسب یوں ہے۔

سلسلہ نسب

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عثمان ابوقحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مُرّہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ۔ اس طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نسب مُرّہ بن کعب تک پہنچ کر سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی زینب اور کنیت اُم رومان تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (رومان) کے والد کا نام عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ عامر بن عویمر قبیلہ بنو کنانہ کے نہایت ہی مشہور اور معزز فرد تھے۔ حضرت زینب اُم رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا قدیم الاسلام ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی تھی۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچ گئے تو یہ بھی اپنے بیٹے عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہمراہ مدینہ منورہ تشریف لے آئیں۔ انہوں نے 6ھ میں وصال فرمایا۔ حضور علیہ السلام نے نعش کو لحد میں اُتارا اور ان کے لئے دعا مغفرت فرمائی۔ اس طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی جلیل القدر ماں باپ کے زیر سایہ تربیت حاصل کی اور پھر فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت کا وہ فخر حاصل کیا جس پر کائنات کی تمام مسرتیں اور مال ومتاع قربان کر دیا جائے تو بھی کم ہے۔

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اُم عبداللہ کنیت تھی۔ یہ کنیت وہ اپنے بھانجے حضرت

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت سے رکھتی تھیں۔ جو حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند تھے۔
ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں درخواست کی کہ مجھے کوئی کنیت عطا فرما دیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کو اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت سے کنیت اختیار فرمانے کے لئے فرمایا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پیدائش کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ اور سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ یہ عبداللہ ہیں اور تم اُم عبداللہ ہو۔ اس طرح اُم عبداللہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت مشہور ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں واحد زوجہ ہیں جو کنواری عقد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آئیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سلسلہ نسب کے اعتبار سے مکہ مکرمہ میں اہل قریش کی معزز شاخ سے تعلق رکھتی تھیں۔ اور یوں حسب ونسب میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فضیلت حاصل تھی اور اس خاندان کا شمار معززین قریش میں ہوتا تھا۔

نکاح کا پیغام

خولہ بنت حکیم نے ماہ شوال 10 نبوی میں سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ماجدہ حضرت اُم رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے پیغام دیا (اس کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں) حضرت رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رضامندی ظاہر کی۔ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر تشریف لائے تو بیوی نے اُن سے ذکر کیا۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی کی بیٹی ہے کیا یہ جائز ہے؟ حضور علیہ السلام نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ”تم اسلام میں میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں یہ نکاح اسلام کی روح سے جائز ہے“

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اُم رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ مطعم بن عدی اپنے بیٹے جبیر بن مطعم کے لئے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا پیام دے چکا ہے۔ جس کو میں نے منظور کر لیا ہے۔ "اور خدا کی قسم ابوبکر نے کبھی بھی وعدہ خلافی نہیں کی"۔ یہ فرمایا اور سیدھے مطعم کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر مطعم سے فرمایا تمہارا نکاح کے بارے میں کیا خیال ہے۔ اُس وقت مطعم کی بیوی بھی موجود تھی اُس نے یہ سُن کر کہا اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھے اس بات کا مکمل یقین ہے کہ اگر ہم نے اپنے بچے کا نکاح تمہارے ہاں کر دیا تو تم اس کو صابی یعنی بے دین بنا لو گے یعنی ہمیں اندیشہ ہے کہ تم اُسے اپنے دین اسلام میں داخل کر لو گے۔ یہ سُن کر حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے اُٹھ کر اپنے گھر تشریف لے آئے اور خولہ بنت حکیم کے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں کہلا بھیجا کہ نکاح کے لئے تشریف لے آئیں۔ مطعم اور اس کی بیوی دونوں کا متفقہ انکار سُن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ گئے تھے کہ میں نے جو وعدہ کیا تھا اب اُس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں رہی۔

نکاح مبارک

سرکارِ دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اور یوں ماہ شوال 10 نبوی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نکاح کر دیا۔ اُس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر شریف چھ سال تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے یہ بات پسند تھی کہ میرا نکاح ماہ شوال میں کیا جائے۔ چنانچہ میرا نکاح شوال کے مہینہ میں ہی ہوا اور رخصتی بھی ماہ شوال میں ہجرت کے بعد ہوئی۔ دور جاہلیت میں شوال کا مہینہ نکاح کے لئے منحوس خیال کیا جاتا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دور جاہلیت کے اس خیال کو غلط ثابت کرنا چاہتی تھیں اور یوں اُنہوں نے اس کو عملی طور پر غلط ثابت کر دیا۔

حق مہر

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ماہ شوال میں حضور علیہ السلام کے ساتھ نکاح ہوا۔ اُس وقت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چھ سال تھی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چار سو درہم حق مہر مقرر فرمایا۔ رخصتی ہجرت کے سات آٹھ ماہ بعد مدینہ منورہ میں ہوئی۔

رخصتی

جیسا کہ اُوپر ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہجرت سے تین سال قبل 10 نبوی میں نکاح ہوا یہ شوال کا مہینہ تھا۔ پھر ہجرت مدینہ منورہ کے سات آٹھ ماہ بعد ماہ شوال میں ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی ہوئی اور عروسی کی رسم ادا کی گئی۔ نکاح کے وقت عمر شریفہ چھ سال تھی اور جب رخصتی ہوئی تو عمر مبارکہ نو سال تھی۔ بعض روایات میں 9 سال اور کچھ ماہ بیان ہوئی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا 9 سال تک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجیت میں رہیں۔ وصال شریف نبی علیہ السلام کے وقت اُن کی عمر 18 سال تھی۔

مدت زوجیت

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نو (9) سال تک سرکار دوعالم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں رہیں۔ وصال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد 48 سال تک حیات رہیں اور 57 ہجری میں مدینہ منورہ میں وصال پایا۔

وصال شریف

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عرصہ 9 سال تک حضور علیہ السلام کی زوجیت میں رہیں۔ چھیاسٹھ (66) سال کی عمر شریف میں 57 ہجری کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت قاسم بن محمد، حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن وحضرت عبداللہ بن عتیق اور حضرت زبیر کے دونوں صاحبزادوں حضرت عروہ اور حضرت عبداللہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لحد شریفہ میں اُتارا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیت کے مطابق رات کے وقت جنازہ اُٹھایا گیا اور جنت البقیع میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دفن کیا گیا۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل ومناقب

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل ومناقب نا قابل شمار ہیں۔ ان سب کا حال تحریر کرنا تو ممکن نہیں ہے البتہ اُن میں سے چیدہ چیدہ یہاں درج کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ دعا ہے اللہ کریم اپنے حبیب پاک کے صدقے میری اس کوشش کو قبول ومقبول فرمائے۔ آمین۔

علم

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وراثت میں ہی اپنے والد گرامی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فہم وفراست اور مقام صدیقیت میں سے کافی حصہ ملا تھا۔ شرم وحیا والدہ گرامی حضرت اُم رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وراثت میں ملی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "جو شخص حور علّیین کو دیکھنا چاہتا ہے وہ ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھ لے"۔ حضور علیہ السلام کی زوجیت میں صرف نو (9) سال کا عرصہ گزرا مگر فیضان نبوت کا یہ اثر حاصل ہوا۔ ایسا وسیع اور عمیق علم حاصل کیا کہ

حضور علیہ السلام کے وصال شریف کے بعد اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو مسائل دین میں جب کبھی کوئی اشکال پیدا ہوتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا علم اور تفقہ و تاریخ دانی مسلّم تھی۔کتب سیر میں تو یہاں تک آتا ہے کہ احکام شرعیہ کا چوتھائی حصہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو جب کسی مسئلہ میں کوئی شک پیش آتا تو وہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رجوع کرتے ہوئے اس مسئلہ کا حل دریافت کرتے۔اور یوں ان کو اس مسئلے کے بارے میں کوئی علم ضرور حاصل ہوتا۔روایت "از ترمذی"

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر "سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علم کا تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے اور دیگر تمام عورتوں سے موازنہ کیا جائے تو ان کا علم اُن سب سے بڑھ کر تھا"۔

میدان فصاحت و بلاغت میں علم کا یہ حال تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں نے اپنی زندگی میں کسی خطیب کو سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑھ کر بلیغ و فصیح نہیں پایا"۔روایت از الطبرانی

تاریخ عرب پر کمال عبور حاصل تھا۔تمام واقعات ازبر تھے۔عربی اشعار بکثرت یاد تھے۔دوران گفتگو جب کوئی بات یاد آتی تو کوئی نہ کوئی شعر ضرور ارشاد فرمادیا کرتی تھیں۔

حضرت محمود بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بہت سی حدیثیں یاد تھیں۔مگر سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سب میں حدیثیں یاد رکھنے میں ممتاز تھیں۔

حضرت عثمان و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد میں فتویٰ دیا کرتی تھیں۔یہاں تک کہ انتقال فرما گئیں۔آخری عمر تک فتویٰ دیتی رہیں۔اکابر صحابہ کرام میں سے حضرت عمر فاروق و حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کسی کو بھیج کر حدیثیں دریافت کیا کرتے تھے۔

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو احادیث مبارکہ کثرت سے یاد تھیں۔تقریباً دو ہزار دوسودس (2210) حدیثیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہیں۔ان میں سے 174 حدیثیں صحیح بخاری، صحیح مسلم میں روایت کی گئی ہیں۔جبکہ 54 حدیثوں میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور 28 میں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ منفرد ہیں۔دیگر احادیث دوسری معتبر کتابوں میں روایت ہوئی ہیں۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سات کثیر الروایۃ احادیث صحابہ وصحابیات میں سے ایک تھیں۔ دوسرے چھ کثیر الروایۃ صحابہ کرام کے اسماءِ گرامی حسب ذیل ہیں:۔

1. حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عبد الرحمٰن بن عامر بن عامر بن عبد ذی الشریٰ (قبیلہ دوس۔یمن)= 5374 احادیث

2. حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک انصاری نجاری بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار= 2286 احادیث

3. حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بن عبدالمطلب (ترجمان القرآن)= 2260 احادیث

4. حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب (فقیہہ الأمّت)=1630 احادیث

5. حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبداللہ انصاری خزرجی بن کعب بن غنم بن سلمہ = 1540 احادیث

6. حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک بن سنان بن عبید بن ثعلبہ بن الجبر (خدرہ) بن عوف بن حارث بن خزرج (والدہ بنت ابی حارثہ قبیلہ عدی بن نجار سے تھیں) (باپ نے ہجرت سے چند سال قبل عدی بن نجار میں ایک بیوہ سے نکاح کیا تھا جو پہلے عمان اوسی کی زوجیت میں تھیں حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہی کے بطن سے ہجرت سے ایک برس قبل تولد ہوئے) (آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 1170 احادیث مروی ہیں)

زھد وتقویٰ

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جہاں علم کے میدان میں اپنی مثال آپ تھیں وہاں زہد وتقویٰ میں بھی بلند مقام رکھتی تھیں۔ یہ بات ہر ذی شعور اچھی طرح جانتا ہے کہ علم وزھد لازم وملزوم ہیں۔ علم کے بغیر زھد اور زھد کے بغیر علم کمالات اور درجات کی بلندی کے راستے میں ترقی کے لئے مکمل نہیں۔ کیونکہ علم وزھد درجات کی ترقی کا سرچشمہ ہیں۔ ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اُسی طرح زہد تمام نیکیوں اور خیر کی جڑ ہے۔ دعا ہے اللہ کریم ہم سب کو علم وزھد دونوں عطا فرمائے۔ آمین۔

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز ارشاد فرمایا "اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اگر بہشت میں تو میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ تو تجھے چاہئیے کہ دنیا میں تمہاری مقدار زاد (توشہ) صرف اتنی ہو جتنی کہ تمہارے لئے کفا (گزارا) کر سکے۔ اُس وقت تک کپڑے کو پرانا خیال نہ کرنا جب تک اُس میں پیوند لگا کر نہ پہن لو۔" فرماتی ہیں میں نے اس کے بعد ساری عمر اسی حکم پر عمل کیا۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اگر جنت میں میری رفاقت چاہتی ہو تو کل کے لئے کبھی

ذخیرہ نہ کرنا''

حضرت اُم درّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اکثر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آتی جاتی رہتی تھیں۔ وہ روایت کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تقریباً ایک لاکھ اسی ہزار درہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیجے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُسی وقت وہ رقم تقسیم کرنے بیٹھ گئیں۔ شام تک ساری رقم مستحق لوگوں میں تقسیم فرمادی یہاں تک کہ ایک درہم بھی باقی نہ بچا۔ اس روز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روزے سے تھیں افطاری کے وقت خادمہ سے فرمایا میں نے روزہ افطار کرنا ہے کچھ کھانے کو لادو۔ خادمہ نے روٹی اور زیتون کا تیل لاکر پیش کیا۔ اُم درّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا ایک درہم کا گوشت ہی منگوالیتیں۔ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا اگر تم مجھے یاد دلاتی تو میں ایسا ہی کرلیتی (سبحان اللہ کیا ہی ایمان افروز عمل تھا)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا کہ انہوں نے ستر ہزار درہم اللہ کی راہ میں خرچ کردیئے مگر اُس وقت اُنکے پیراہن مبارک کے ایک گوشہ پر پیوند لگا ہوا تھا۔

فضائل ومناقب

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں تبرکاً کچھ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں اللہ قبول فرمائے۔ آمین۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ علیہ السلام کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے۔ ارشاد فرمایا ''عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)'' پھر عرض کیا گیا مردوں میں سب سے زیادہ مقبول ومحبوب کون ہے فرمایا ''عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے والد''۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ لوگوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ عورتوں میں حضور علیہ السلام کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا فرمایا سیدہ خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اور مردوں میں کون محبوب تھا فرمایا سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ اعلم۔

ضروری وضاحت

اُوپر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوحدیثیں بیان کی گئیں ہیں جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں ایک سوال عرض کیا تھا مگر جواب مبارک میں شخصیتوں کے نام الگ

الگ آئے ہیں۔ یہاں ہر اُس شخص کے ذہن میں جو فن حدیث سے واقف نہیں جو عالم و فاضل اور محققین سے نہیں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں سے صحیح حدیث کون سی ہے۔ پس اس فرق کو اگر سمجھ لیا جائے تو احادیث کے بارے میں کسی قسم کا کوئی شک پیدا نہیں ہوسکتا اور یوں ہمارا یہ معاشرہ ان نام نہاد عالموں سے محفوظ رہ سکتا ہے جو چند اُردو کی کتابیں پڑھ کر محدث حدیث و محققین قرآن بن جاتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ محدث و محققین وہی عظیم ہستیاں ہیں جنھوں نے اپنے شب و روز علم قرآن وحدیث کو فقہ عربی زبان اور درس نظامی و تدریس کے اعلیٰ مدارج کو مکمل حاصل کرنے میں بسر فرمادیں۔ وہی لوگ حدیث کا معنی و مطلب سمجھ کر ایسی بظاہر اشکال پیدا کرنے والی چیزوں میں تطبیق کر سکتے ہیں۔ انہیں میں سے ایک ہستی شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے ان حدیثوں کے بارے میں یوں تشریح فرماتے ہیں کہ قاری کے ذہن سے ہر قسم کا سوال ختم ہو جاتا ہے۔ اُنہوں نے بڑی عمدہ تطبیق (مطابقت) فرمائی ہے۔ سبحان اللہ۔

فرماتے ہیں ان میں تطبیق یوں کی جاسکتی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ایک حدیث میں محبوب ہستیوں کا ذکر فرماتے ہوئے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا اور دوسری حدیث میں حضرت خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا۔ اس فرمان مبارک کا مطلب یوں ہوا کہ ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن میں سے محبوب ترین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جبکہ اولاد مبارکہ میں محبوب ترین سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ اسی طرح مردوں میں اہل بیت میں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ محبوب ترین تھے جبکہ صحابہ کرام میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ محبوب ترین تھے اس محبت کے اسباب اور حدیثیں بھی مختلف ہیں۔ واللہ اعلم۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت آتی ہے فرمایا ایک روز سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نعلین مبارک کی مرمت فرمارہے تھے۔ اُس وقت میں آپ علیہ السلام کے سامنے بیٹھی چرخہ کات رہی تھی۔ میں نے حضور علیہ السلام کا چہرہ انور دیکھا۔ آپ علیہ السلام کے ماتھے مبارک سے پسینہ شریف بہہ رہا تھا۔ پسینہ کی وجہ سے رخ انور پر اس قدر تابانی تھی کہ میں متحیر رہ گئی۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے میری طرف نظر کرم فرمائی اور ارشاد فرمایا ''تم اس قدر حیران کیوں ہو رہی ہو''۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کے نورانی چہرہ مبارک اور جبین ناز کے پسینہ نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے۔ یہ سُن کر حضور علیہ السلام اپنی جگہ سے اُٹھے اور میرے قریب آ کر میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور ارشاد فرمایا۔

''جَزَاکَ اللہُ یَا عَائِشَۃُ خَیْرًا مَا سُرِرْتِ مِنِّی کَسُرُوْرِیْ مِنْکِ''

ترجمہ: "اللہ تجھے جزائے خیر دے اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تم اس قدر مجھ سے مسرور نہیں ہوئی ہو جتنا کہ تم نے مسرور کردیا ہے"۔

حضور علیہ السلام کے فرمان مبارک کا مطلب یہ تھا کہ ''جتنا ذوق و سرور تم نے مجھ سے حاصل کیا ہے۔ اُس

سے زیادہ ذوق وسرور تم نے مجھے دیا ہے''۔ حضور علیہ السلام کا سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنکھوں کے درمیان بوسہ مبارک دینا اس لئے تھا کہ انہوں (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے محبت ومعرفت کی نظر سے سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال وکمال نورانی کا مشاہدہ کیا تھا۔

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فضیلت کے اعتبار سے دیگر ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنھن پر حضور علیہ السلام کی محبت اور اللہ کی طرف سے ملنے والی فضیلت کی وجہ سے اکثر فخر فرمایا کرتی تھیں۔ یہ فخر کسی تکبر یا غرور کے انداز و وجہ سے نہیں تھا بلکہ وہ فرمایا کرتی تھیں کہ یہ تو تحدیث نعمت کے طور پر ہے۔ فرماتی تھیں اللہ کریم نے نعمت کے طور پر جو خصلتیں یا خصوصیات دیگر ازواج کی نسبت مجھے زائد عطا فرمائی ہیں مجھے ان پر بجا طور پر فخر ہے۔ یہاں ہم اُن نعمتوں وخصوصیات کو بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اِرشاد فرمایا''میں نے کسی عورت سے اُس وقت تک نکاح نہیں فرمایا جب تک حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر میرے پاس نہیں آئے۔ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح بھی وحی الٰہی کے مطابق ہوا''۔ ترمذی شریف میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی حدیث ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا''جبریل علیہ السلام میرے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ کریم نے آپ علیہ السلام کا نکاح ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیٹی سے کر دیا ہے اور جبریل علیہ السلام نے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی ایک تصویر بھی مجھے دکھائی جو اُن کے پاس تھی اور کہا یہ آپ علیہ السلام کی بیوی ہیں''۔ جس ہستی کا نکاح خود اللہ کریم اپنے محبوب علیہ السلام کے ساتھ کرائے اسکے فضائل کون شمار کر سکتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ جلیل القدر خاتون ہیں جو اسلام کی سربلندی کے لیے ساری عمر مصروف رہیں۔ اسلامی خون سے اُنکی ولادت ہوئی اور اسلامی پاک وصاف دودھ نوش فرما کر جوان ہوئیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح کے سلسلے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد گرامی ہے۔ یہ حدیث پاک صحیح مسلم وبخاری کے کتاب الفضائل میں موجود ہے۔ فرمایا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارائیک فی المنام ثلث لیال جاء فی بک الملک فی سرقۃ من حریر . فیقول ھذہ امرأتک فاکشف عن وجھک فاذاانت ھی فاقول ان یکن ھذا من عند اللہ یمضہٗ (از صحیح بخاری و مسلم کتاب الفضائل)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے فرمایا میں تین راتیں خواب میں تمہیں اس طرح دیکھتا رہا ہوں کہ ایک فرشتہ سفید حریر کے پارچے پر تیری تصویر کو میرے سامنے لاتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ حضور علیہ السلام کی زوجہ ہے۔ میں تصویر کا پردہ ہٹا کر دیکھتا تو بالکل تیرا ہی چہرہ تھا۔ میں یہ دیکھ کر کہہ دیتا یہ کہ خدا کی جانب سے یہ ہے اور وہ ہی اسے پورا بھی فرما دے گا''

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اکابرین فقہاء، فصحاء اور بلغاء میں شمار ہوتی تھیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ تم اپنا دوتہائی دین حمیرا (عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے حاصل کرو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین و تابعین کی بہت بڑی تعداد نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایات لی ہیں۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ مجھے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ علم ومعانی حجران۔ حلال وحرام کے احکام اشعار عرب اور علم انساب کے میدان زیادہ کوئی دوسرا نظر نہیں آیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت حیران کن حد تک ذہین اور قوی قوت حافظہ کی مالکہ تھیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ سیدہ کے مناقب میں سرفہرست یہی بات ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن نضر بن ضمضم بن حرام بن جنب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار الانصاری۔ قبیلہ نجار۔ آپ کی والدہ اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا رشتے میں حضور علیہ السلام کی خالہ تھیں) ارشاد فرماتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلے جو محبت پیدا ہوئی وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی محبت تھی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ۔ آپ علیہ السلام کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون ہے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)“ پھر دریافت کیا گیا مردوں میں کون محبوب ہے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ”مردوں میں سب سے عزیز تر عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے والد (یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)“

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علم کا تمام امہات المومنین اور دیگر تمام عورتوں سے موازنہ کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا علم سب سے بڑھا ہوا اور زیادہ ثابت ہوگا۔ یہ بات عین حقیقت ہے۔ جس شخصیت نے براہِ راست سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صحبت مقدسہ میں شب وروز گزار کر دین ودنیا کے علوم حاصل کئے ہوں اس سے بڑھ کر اس میدان میں کوئی دوسرا کیسے ہوسکتا ہے۔

بخاری شریف (کتاب الانبیاء) میں یحیٰی بن بکیر، لیث، یونس، ابن شہاب، ابوسلمہ سے روایت ہے کہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ایک روز سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا! ”اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) یہ جبریل (علیہ السلام) ہیں جو تم کو سلام کہتے ہیں“۔ میں نے عرض کیا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ علیہ السلام جبریل علیہ السلام کو دیکھتے ہیں مگر میں حضرت جبریل علیہ السلام کو نہیں دیکھتی۔

علماء اور اصحاب سیر کا اس بات پر اختلاف ہے کہ ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن میں سیدہ خدیجہ

الکبریٰ افضل تھیں یا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ جمہور کے نزدیک سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فضیلت حاصل ہے۔ علامہ ابن قیم نے اس اختلاف کی بڑی عمدہ تشریح بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں علماء کے فضیلت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے تین الگ الگ قول ہیں۔

(1) سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا افضل ہیں۔

(2) سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا افضل ہیں۔

(3) اس مسئلے میں سکوت اختیار کرنا چاہیئے۔

اس بحث کو مزید یوں سمیٹا جا سکتا ہے۔ کہ ان دونوں برگزیدہ ہستیوں کی اپنی الگ الگ خصوصیات ہیں۔ ان الگ الگ خصوصیات کی وجہ سے دونوں ہستیاں اپنی اپنی جگہ افضل ہیں۔

(1) سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسلام کی ابتداء میں اثر و خدمات اظہر من الشّمس ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لیے تسلی و تسکین کا باعث تھیں۔

(2) سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اسلام کا ابتدائی زمانہ ملا جس میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا مال اور عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی محبت میں اسلام پر نثار کر دیا۔ اور یوں اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہر رنج و تکلیف کو خوشی کے ساتھ برداشت کیا۔

(3) سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام کے ابتدائی مشکل دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی جو نصرت کی اور درجہ حاصل کیا وہ کسی دوسری بیوی کو نہیں ملا۔

(4) سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اثر و خدمات اسلام کی ترقی کے دنوں پر ہے۔

(5) سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دین اسلام میں جو تفقّہ (علم فقہ) حاصل کیا کسی دوسری بیوی نے نہ کیا۔

(6) اُمت محمدیہ کو جو تبلیغ اسلام سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذریعہ پہنچی وہ کسی دوسری بیوی کے ذریعے نہ تو پہنچی اور نہ ہی کسی دوسری نے اتنی خدمت دین کی۔

(7) سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے حاصل شدہ علم کو جس محنت سے اُمت تک پہنچایا اور اُمت نے جو لازوال فوائد اُن سے حاصل کیے یہ درجہ و سعادت کسی دوسری زوجہ محترمہ کے حصّہ میں نہ آیا۔

مذکورہ علمی۔ عملی۔ دینی و مالی خدمات کے سلسلے میں دونوں زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی اپنی ذات میں ضرب المثل تھیں۔ اس لیے اپنے اپنے میدان میں دونوں افضل و اکمل تھیں۔

صحیح بخاری شریف میں سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں غزوہ اُحد میں سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و سیدہ حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو میں نے دیکھا کہ اپنے کندھوں پر پانی کے مشکیزے اٹھائے زخمیوں اور مومنین کے منہ میں پانی ڈالتی تھیں۔ جب پانی ختم ہو جاتا تو دوبارہ مشکیزہ بھر لاتیں اور زخمیوں کے منہ میں پانی ٹپکاتی جاتی تھیں۔''از: صحیح بخاری باب غزوہ احد''

جنگ بدر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مسلمانوں کا جو پرچم مرط تیار فرمایا تھا جس کے نیچے فرشتوں نے لڑتے ہوئے مسلمانوں کی مدد کی تھی اور جس اولین پرچم اسلام کے تحت اللہ کریم کی نصرت و فتح نازل ہوئی تھی۔ وہ پرچم سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اوڑھنی کا بنایا گیا تھا۔ یہ امر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت کا نمایاں ثبوت ہے۔

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ عظیم ہستی تھیں جو اسلام کی سربلندی کے لئے بڑے سے بڑا ذاتی نقصان بھی برداشت فرمالیتی تھیں۔ معاویہ بن خدیج نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی محمد بن ابوبکر کو قتل کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خدیج کے اس فعل بد کی وجہ سے معاویہ سے سخت رنج تھا۔ اسی معاویہ بن خدیج نے افریقہ میں تبلیغ اسلام کے سلسلے میں غزوات یعنی کفار کے ساتھ جنگوں میں قابل قدر خدمات سرانجام دی تھیں۔ عبدالرحمٰن بن شماشتہ المہری کا بیان ہے کہ میں معاویہ بن خدیج کی زیر کمان افریقہ کی جنگوں میں شامل تھا۔ واپسی پر ایک روز مدینہ منورہ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملنے حاضر خدمت ہوا۔ انہوں نے فرمایا کسی قسم کا خیال کئے بغیر مجھے بتاؤ افریقہ میں تمہارے امیر لشکر کا کیا حال تھا۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ اگر میدان جنگ میں کسی مجاہد کا اونٹ مر جاتا تو سپہ سالار اُسی وقت دُوسرا اونٹ اس مجاہد کو مہیا کر دیتا۔ اگر کسی مجاہد کا گھوڑا مر جاتا تو فوری طور پر دوسرا گھوڑا اُسے مل جاتا۔ اگر کسی کا غلام فرار ہو جاتا تو فوراً دوسرا غلام اُس مجاہد کو مہیا کر دیتا تھا۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں میری یہ گفتگو سن کر سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

''اَستغفر اللہ اَللّٰھُمَّ اغفرلی ان کنت لا بغضہ من اجل انہ قَتَلَ اخی وقد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم یقول اللّٰھم من رفق بامّتی فارفق بہٖ ومن شق علیھم فاشق علیہ .

''میں خدا سے بخشش چاہتی ہوں۔ خدایا مجھے معاف فرمانا۔ میں تو اُس سے بغض رکھتی تھی۔ اس لیے کہ اُس نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا اور میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے یہ سُنا ہے۔ فرمایا کرتے تھے الٰہی جو میری اُمت کے ساتھ مہربانی کرے تو اُس پر مہربانی فرمانا اور جو کوئی میری اُمت پر سختی کرے تو بھی اُس پر سختی فرمانا''۔

(از الاستیعاب .صفحہ . 73

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت کی اس سے بڑی عملی مثال اور کیا ہوگی کہ اسلام کی خاطر بھائی کے قاتل کو معاف فرما دیا۔

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشادفرماتی ہیں کہ اللہ کریم کی طرف سے مجھے چند ایسی خصوصیات عطافرمائی گئی ہیں۔ جوحضرت مریم کے سواکسی اورعورت کوعطانہیں کی گئیں۔ میں اِن خصوصیات کوکسی فخرکی بناء پر بیان نہیں کرتی بلکہ خدا کی قسم مجھے صرف اللہ کی طرف سے ان عطاشدہ نعمتوں کا اظہاراور بیان کرنا مقصود ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مزید ارشادفرماتی ہیں کہ خدا وند کریم کی طرف سے حاصل ہونے والی وہ خصوصیات یہ ہیں۔

(1) سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے میرے سواکسی باکرہ عورت سے نکاح نہیں فرمایااور مجھے اپنی اِس خوش قسمتی پرنازوفخرہے۔

(2) سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سب سے زیادہ مجھ سے محبت فرماتے تھے۔

(3) اللہ کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کونکاح سے پہلے فرشتے کے ذریعے میری تصویر دکھائی تھی۔اور ارشادفرمایا''اے محبوب علیہ السلام یہ آپ علیہ السلام کی بیوی ہیں۔اللہ کے حکم سے آپ علیہ السلام اس سے نکاح فرمائیں''۔

(4) سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کوجوشخص سب سے زیادہ محبوب تھا میں اُسکی بیٹی ہوں۔(سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مُرادسیدنا حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات تھی)

(5) سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تمام ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنھن میں سے واحدایک میں ایسی زوجہ ہوں جس نے حضرت جبریل علیہ السلام کودیکھااورکسی کویہ سعادت حاصل نہیں ہوئی۔

(6) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں میری برأت میں متعددآیتیں نازل فرمائیں۔میں طیبہ اور پاکیزہ پیدا کی گئی۔ میں طیب۔طاہراور پاکیزہ کی زوجیت میں ہوں۔اوراللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمانے اور مجھے رزق عظیم وکریم عطافرمانے کاوعدہ فرمایاہے۔

(7) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی باقی تمام ازواج کی باری ایک دن اورایک رات تھی جبکہ میری باری دو دن اوردوراتیں تھیں۔یہ شرف صرف مجھے حاصل تھا۔یادرہے سیدہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت اقدس میں عرض کرنے کے بعداپنی باری سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں ہبہ فرمادی تھی۔

(8) سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم وصال شریف کے بعدمیرے حجرے میں ہی آرام فرماہیں۔

(9) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کاجب وصال شریف ہواتو اُس وقت آپ علیہ السلام کاسراقدس میری ہی گودمیں تھا۔

(10) میں وہ واحدزوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہوں جس کویہ سعادت حاصل ہے کہ جب حضورعلیہ السلام

میری باری پر میرے ہاں لحاف میں آرام فرما ہوتے میں بھی آپ علیہ السلام کے ہمراہ اُسی لحاف میں ہوتی تو حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوتے۔ میرے علاوہ کسی دُوسری زوجہ کو ایسی سعادت حاصل نہ تھی۔

آیت تیمّم کا نزول

ظاہری اعتبار سے تیمّم کی آیت مبارکہ کا نزول بھی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سبب ہوا۔ بخاری شریف (کتاب التیمم) میں ہے کہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ان کی بہن کا ایک ہار تھا۔ ایک مرتبہ سفر کے دوران سیدہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہمراہ شریک تھیں راستے میں کہیں وہ ہار گر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے چند کو ہار کی تلاش میں روانہ فرمایا۔ راستے میں نماز کا وقت ہو گیا مگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے اُس جماعت نے بغیر وضو نماز پڑھی۔ واپسی پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو سارا حال عرض کیا اور وضو کے بغیر نماز ادا کرنے پر رنج و افسوس کا اظہار کیا۔ اُسی وقت آیت تیمّم نازل ہوئی۔ اس آیت مبارکہ کا علم ہو جانے پر حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن سماک بن عتیک بن رافع بن امراء القیس بن زید بن عبد الاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔ قبیلہ اوس کے خاندان اشہل سے ہیں) نے سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا۔ جزاک اللہ خیرا۔ اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ جب کبھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کوئی کام اٹکا تو اللہ تعالیٰ نے خود اسکی راہ نمائی فرمائی اس کام کو حل فرمایا اور اُس میں مسلمانوں کے لیے برکت عطا فرمائی۔

1- سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا تو اُس سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک ریشمی کپڑے پر بنائی گئی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تصویر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مشاہدہ کرایا تھا۔ اور عرض کی تھی کہ یہ آپ علیہ السلام کی زوجہ پاک ہیں۔ ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یہ آپ علیہ السلام کی دنیا و آخرت میں زوجہ پاک ہیں۔

2- صحیح بخاری و مسلم شریف میں روایت ہے کہ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ ''مجھے تین راتیں خواب میں فرشتے نے ریشمی کپڑے پر نقش تمہاری شکل دکھائی کہ یہ آپ علیہ السلام کی زوجہ ہیں''۔ آپ علیہ السلام نے مزید ارشاد فرمایا کہ ''میں نے خواب کے دوران ہی یہ کہا کہ اللہ کریم مجھے ضرور اسی طرح کی زوجہ عطا فرمائے گا''۔ آپ علیہ السلام کے اس فرمان

سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ رشتہ زوجیت کے بارے میں شوق اور رغبت کا پتہ چلتا ہے۔ دوسری طرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظیم منقبت کا علم بھی ہوتا ہے کہ اُن کے نکاح میں آنے سے پہلے ہی حضور علیہ السلام کو سیّدہ کے جمال شریف کا محبّ ومشتاق بنایا گیا۔ (منقبت کی تشریح عرض کررہا ہوں۔ اللہ کی تعریف وثنا کے بارے میں بیان کرنا حمد کہلاتا ہے جبکہ حضور علیہ السلام کی تعریف مبارکہ کرنے کو نعت کہا جاتا ہے اور اس طرح غیر نبی برگزیدہ ہستی کی تعریف کرنے کو منقبت کہا جاتا ہے)

مسئلہ

اُوپر بیان ہوا ہے کہ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ریشمی کپڑے پر بنی ہوئی تصویر دکھائی گئی۔ یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہیئے کہ نبی علیہ السلام کا خواب اُمتی یا عام مخلوق کی قسم کا نہیں ہوتا بلکہ نبی علیہ السلام کا ہر خواب اور اس کی کیفیت عالم بیداری کی کیفیت ہی ہوتی ہے۔

3- سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی ہوئی حدیث شریف سے بھی عیاں ہے۔ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مردوں میں بہت سے لوگ کمال کو پہنچے مگر عورتوں میں سوائے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے کوئی عورت کمال کو نہ پہنچی مگر عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسا کہ ثرید کی تمام کھانوں میں فضیلت ہے''۔ (ثرید روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو شوربے میں بھگوکر کھانے کو کہا جاتا ہے۔ کسی گہرے برتن میں شوربہ ڈال کر ان ٹکڑوں کو ڈبو دیا جاتا ہے۔ اور پھر جب اچھی طرح اُن میں ٹکڑے مل جائیں تو کھاتے ہیں۔ اس کو ثرید کہا جاتا ہے۔) از: بخاری۔ جلد۔2۔ صفحہ۔956۔

4- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ''میرے علاوہ کوئی اور باکرہ (کنواری) عورت حضور علیہ السلام کے نکاح میں نہیں آئی۔ کیونکہ بیوی میں یہ ایک مخصوص خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ کسی اور سے دست آلودنہ ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ شوہر کے لئے باکرہ عورت محبوب اور زیادہ مانوس ہوتی ہے''

5- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے ''نکاح سے پہلے فرشتہ میری تصویر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یہ آپ علیہ السلام کی بیوی ہیں۔ اللہ کا حکم ہے کہ ان سے نکاح فرمائیں۔ یہ اعزاز وفضیلت صرف مجھے حاصل ہے کسی اور زوجہ رسول علیہ السلام کو نہیں''

6- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سب سے بڑھ کر مجھ (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے محبت فرماتے تھے۔

7- فرماتی ہیں ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو جب نوافل میں مصروف ہوتے تو میں (عائشہ صدیقہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ علیہ السلام کے روبرو سیدھی لیٹی رہتی تھی اور حضور علیہ السلام کا میرے ساتھ یہ خصوصی سلوک مبارک تھا۔ نماز میں قیام کے وقت پاؤں مبارک میرے بدن تک پہنچتا تھا''۔ یہاں ایک خاص نکتہ ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے کہ دوران نماز یہ لازم نہیں تھا کہ آپ علیہ السلام حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مواجہ کے قریب نماز پڑھتے تھے بلکہ ہوتا یوں تھا کہ حضور علیہ السلام سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاؤں کیطرف نماز پڑھتے تھے کیونکہ وہ لیٹی ہوتی تھیں۔

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

"وانا معترض بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل الجنازہ"۔

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے میں جنازہ کی مانند لیٹی ہوتی تھی"۔

فرماتی ہیں ''حضور علیہ السلام جب سجدہ فرمانے لگتے تو اپنے دست مبارک سے میرے پاؤں ایک طرف ہٹا کر سجدہ فرماتے''۔ جب سجدہ مبارک فرمالیتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پھر اپنے پاؤں پھیلا لیا کرتی تھیں۔ ایسا ہونا یا تو نیند کی وجہ سے تھا یا پھر کسی اور وجہ سے۔ واللہ اعلم۔

8- فرماتی ہیں کہ ''میں اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام کا ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن میں سے میرے سوا کسی اور کے ساتھ یہ سلوک نہیں تھا یہ فضیلت صرف مجھے ہی حاصل تھی''

9- جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھا یعنی سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اُس کی بیٹی تھی۔

10- فرماتی ہیں ''جبریل علیہ السلام جب وحی لے کر نازل ہوتے تو میں اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی لحاف میں ہوتے۔ میرے علاوہ یہ سعادت کسی اور دوسرے کو حاصل نہیں ہوئی۔ اللہ کریم نے یہ فضیلت مجھے ہی عطا فرمائی''

11- فرماتی ہیں ''میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ظاہری آنکھوں سے دیکھا میرے سوا ازواج مطہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) میں سے کسی نے جبریل علیہ السلام کو نہیں دیکھا''

12- آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ''میرے علاوہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی دوسری ایسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔ جس کے باپ اور ماں نے راہِ حق میں ہجرت کی ہو''

13- اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی فضیلت کے لئے یہ بھی ارشاد فرماتیں کہ ان کے خاندان یعنی کنبہ شریف میں چار صحابی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین تھے تو وہ اس کی بھی سزاوار تھیں۔ یعنی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد گرامی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ والدہ گرامی حضرت ام رومان رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دادا حضرت قحافہ بن ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

14- آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ "میری برأت آسمان سے نازل ہوئی" اس میں واقعہ افک کی طرف اشارہ ہے۔ جب منافقین کی جانب سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر الزام تراشی کی گئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکیزگی اور طہارت کے بارے میں سترہ اٹھارہ قرآنی آیات نازل فرما کر اُنکی عزت کا تحفظ فرمایا اور منافقین کی جماعت کی مذمت و خباثت میں آیات نازل فرمائیں"۔" اور میری مغفرت اور رزق دینے کا وعدہ فرمایا"۔

15- فرمایا کرتی تھیں باقی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی باری ایک دن اور ایک رات تھی جبکہ میری باری کے دو دن اور دو راتیں تھیں۔ ایک دن اور ایک رات تو ان کے اپنے حصہ کی تھی جبکہ دوسرا دن اور دوسری رات حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عمر رسیدہ ہو جانے کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہبہ فرما دی تھی۔ اس کا ذکر حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیان میں گزر چکا ہے۔

16- آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ "سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جب وصال شریف ہوا تو آپ علیہ السلام کا سر مبارک میری گود میں تھا۔"

17- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف میرے حجرے میں ہوا اور روضہ اقدس بھی میرے ہی حجرہ میں ہے"

ویسے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مناقب وفضائل لاتعداد ہیں۔ جن میں سے چیدہ چیدہ اختصار کے ساتھ ہم نے یہاں تحریر کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ انہی پر اکتفا کرتے ہوئے دعا کرتا ہوں اللہ کریم میری اس کوشش کو شرف مقبولیت عطا فرما کر میرے سب گناہ معاف فرمادے۔ آمین۔

1- از: اصابہ۔ جلد۔4۔ صفحہ۔45
2- از: زرقانی۔ جلد۔3۔ صفحہ۔229
3- از: زرقانی۔ جلد۔3۔ صفحہ۔234
4- از: زرقانی۔ جلد۔3۔ صفحہ۔236 تا 239
5- از: صحیح بخاری ومسلم وترمذی کتاب باب فضل عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
6- از: طبرانی باب فضل عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
7- از: صفوۃ الصفوۃ۔ جلد۔2۔ صفحہ۔14
8- از: ابویعلی رحمۃ اللہ علیہ۔ بزاز رحمۃ اللہ علیہ۔ از مجمع الزوائد۔ جلد۔9۔ صفحہ۔241
9- از: البدایہ والنہایہ۔ جلد۔5 صفحہ۔506 تا 508

10- از: مدارج النبوت شریف ۔جلد ۔2۔ صفحہ 754 تا 760

11- از: صحیح بخاری ۔جلد ۔2۔ صفحہ ۔956

4- اُم المومنین سیدہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اُم المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دیگر ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن کی طرح نہایت متقی پرہیزگار اور علم وفضل کے لحاظ سے نہایت بلند مرتبہ پر فائز تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ساٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ اللہ کریم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے جبریل علیہ السلام کے ہاتھ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا تھا کہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی زوجیت میں ہی رکھیں کیونکہ یہ بہت روزے رکھنے والی اور رات کو جاگنے والی ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

سلسلہ نسب

سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ۔ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر۔ نویں (9) پشت میں سلسلہ نسب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مل جاتا ہے۔

والدہ ماجدہ کا نام زینب بنت مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ تھیں۔

پیدائش

سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت مکہ مکرمہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے پانچ سال قبل اُس وقت ہوئی جب قریش مکہ خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔

نکاح مبارک

سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح حضرت خنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حذافہ بن قیس بن عدی بن حذافہ بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوئی سے ہوا تھا۔ یہ اولین مہاجرین میں سے ہیں پہلی دفعہ حبشہ کو ہجرت کی پھر اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ غزوہ بدر میں بہادری کے خوب جوہر

دکھائے اور بہت زخمی ہو گئے۔ان زخموں کی وجہ سے ہی مدینہ منورہ میں شہادت پائی۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی۔اور بعد میں جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اس دختر نیک اختر کے لئے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ وہ ان سے نکاح فرمالیں۔انہیں ایام میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ سیّدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تھا۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک دوروز میں جواب دوں گا۔دوروز گزر جانے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر پوچھا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا ابھی میرا شادی کا ارادہ نہیں ہے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربار رسالت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت کی اور عرض کیا انہوں نے میری پیش کش قبول نہیں کی ہے۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ''اللہ تعالیٰ عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو تمہاری بیٹی سے بہتر زوجہ عطا فرمائے گا اور تمہاری بیٹی کو عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بہتر زوج (شوہر) عطا فرمائے گا''۔فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرف بحرف حق ثابت ہوا۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور علیہ السلام نے اپنی بیٹی حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بطور زوجہ عطا فرمائیں۔اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور علیہ السلام نے خود نکاح فرمایا۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت خنیس بن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیوہ ہو گئی تھیں۔حضرت خنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول تھے۔ان کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں پیش کش فرمائی۔حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے سوچنے کے لئے وقت دیں تاکہ میں اس سلسلے میں غور وفکر کرسکوں۔پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میرا خیال ہے میں کچھ روز تک نکاح نہ کروں۔اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور اُن سے بھی اپنی خواہش کا اظہار فرمایا کہ اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پسند فرمائیں تو میں اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آپ کے ساتھ کردوں۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموش ہو گئے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے جس قدر غصّہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تھا اُس سے زیادہ غصّہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاموشی پر آیا۔اس واقعہ کے بعد ابھی چند راتیں ہی گزری تھیں کہ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کا پیغام بھیج دیا اور یوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی کا نکاح حضور علیہ السلام سے کر دیا۔بعد میں

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے نکاح کی پیش کش کی تھی میں خاموش رہا تم شاید اُس وقت ناراض ہو گئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اس وقت سخت ناراض ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے تمہاری پیش کش کا جواب اس لئے نہیں دیا تھا کہ مجھے معلوم تھا سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یاد فرمایا تھا میں آپ علیہ السلام کا یہ راز ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے خاموش رہا۔ اگر حضور علیہ السلام آپکی بیٹی کو نہ اپناتے تو میں ان کو ضرور قبول کر لیتا۔

مشہور اور راجح قول یہ ہے جس پر اصحاب سیر کا اجماع ہے کہ 3 ہجری میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ 2 ہجری میں حضور علیہ السلام نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ واللہ اعلم۔

مدت زوجیت

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرما کر ان کو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں شامل فرمالیا تو کچھ عرصہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رجعی طلاق (ایک مرتبہ لفظ طلاق کہنے کو طلاق رجعی کہتے ہیں بعد میں بغیر نکاح وحلالہ کے رجوع کیا جاسکتا ہے) دے دی تھی۔ اس طلاق کے بارے میں سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو اُنہیں بہت رنج ہوا۔ طلاق کے تھوڑے ہی وقفہ کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوئے جس کے الفاظ یہ تھے۔

"ارجع حفصه فانّها صوامة قوامة وانها زوجتك فى الجنّة"

ترجمہ: ''حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے رجوع فرمالیں وہ بڑی روزہ رکھنے والی اور عبادت گزار عورت ہے۔ اور جنت میں آپ علیہ السلام کی بیوی ہے"۔

اس حکم کے بعد حضور علیہ السلام نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رجوع فرمالیا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بحیثیت زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 8 سال کا عرصہ رہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خوش رہے۔

وصال

سیدہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے 8 سال کا عرصہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی فہرست میں شامل رہتے ہوئے بطور زوجہ رسول بسر کیا۔ پھر حضور علیہ السلام کے وصال شریف کے بعد انتیس (29) سال تک زندہ رہیں۔ اور یوں ساٹھ (60) برس کی عمر شریف میں 45 ہجری

میں وصال فرمایا۔ اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مروان حاکم مدینہ تھا اُس نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بنوحزم کے گھر سے لے کر مغیرہ کے گھر تک اُس نے میت کو کندھا دیا۔ پھر مغیرہ کے گھر سے جنت البقیع تک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابوہریرہ عبدالرحمٰن (عمیر) بن عامر بن عبد ذی الشریٰ بن طریف بن غیاث بن ہنیہ بن سعد بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس۔ قبیلہ دوس سے تعلق جو یمن میں آباد تھا) نے جنازے کو کندھا دیا۔ حضرت عبداللہ اور حضرت عاصم بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے میت کو لحد مقدسہ میں اُتارا۔

علم وفضل

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علم وفضل اور زہد وتقویٰ میں بڑی فضیلت رکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساٹھ(60) احادیث مبارکہ مروی ہیں۔ ان ساٹھ حدیثوں میں سے 5 احادیث صحیح بخاری شریف میں ہیں جبکہ 4 احادیث مبارکہ متفق علیہ ہیں اور باقی احادیث میں سے 6 صحیح مسلم شریف میں ہیں۔ باقی حدیثیں دیگر کتب احادیث میں روایت کی گئی ہیں۔ زہد اور تقویٰ وعبادت کا یہ حال تھا کہ اکثر روزے سے رہتیں اور کثرت سے عبادت گزار تھیں۔ گزشتہ اوراق میں حکم خداوندی تفصیلاً بیان ہو چکا ہے۔

5- ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اُم المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن میں سے وہ واحد زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو نکاح کے بعد بہت ہی قلیل عرصہ حیات رہیں۔ یعنی چھ ماہ بعض روایات کے مطابق آٹھ ماہ کے قریباً ظاہری دنیا میں جلوہ فگن رہیں۔ اپنی ایک خاص عادت شریفہ کی وجہ سے بہت مشہور تھیں۔ اور وہ عادت تھی سخاوت۔ زمانہ جاہلیت میں بھی تمام آلودگیوں سے پاک صاف رہیں۔ یتیموں، بیواؤں، بیکسوں اور محتاجوں کو کثرت سے کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ اس لئے اُن کا لقب ہی اُم المساکین پڑھ گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی لقب سے پہچانی جاتی تھیں۔

سلسلہ نسب

"ام المومنین سیدہ حضرت زینب بنت خزیمہ بن حارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ۔

پیدائش

اُم المومنین سیدہ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ مکرمہ میں 597ء کو پیدا ہوئیں۔ آپ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا کے والد خزیمہ عرب کے مشہور آدمی تھے۔ ہوش سنبھالتے ہی غریبوں مساکین اور حاجت مندوں کے ہمیشہ کام آتی تھیں۔ ان لوگوں کو اکثر کھانا کھلایا کرتی اس لئے مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے ہی اُم المساکین کے نام لقب سے مشہور تھیں۔ پھر وصال تک یہ طریقہ جاری رکھا۔ نہایت ہی پاک دامن اور صاحب عفت تھیں۔

نکاح

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ اُحد میں کمال بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے شہید ہوئے۔ یہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم علیہ السلام کے پھوپھی زاد اور غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے انہیں ایک چھڑی عطا فرمائی جو اُحد میں تلوار بن گئی۔ بعض روایات میں یوں بھی آتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب کی زوجہ تھیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ جنگ بدر میں شہادت پائی۔ اُن کی شہادت کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسری شادی کی۔ بہرحال پہلی روایت پر ہی اصحاب سیر کا اجماع ہے اور یہی راجع ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاوند حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جب ایام عدت پورے ہو چکے۔ تو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ سو درہم حق مہر مقرر فرمایا۔

وصال شریف

سیدہ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نکاح کے بعد بہت تھوڑا عرصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں زندہ رہیں۔ نکاح کے تقریباً تین چار ماہ بعد ہی حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات پاک میں وصال فرما گئیں۔ 4 ھجری میں جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا تو عمر شریف تقریبا 30 سال تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔ اور قبر میں اُتارا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

1- از: زرقانی۔ جلد۔ 3۔ صفحہ۔ 249

2- از: البدایہ والنہایہ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ 509

3- از: مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 763 اور 764 وغیرہ۔

6- ام المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اُم المومنین سیّدہ حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت سخی محتاجوں کو سہارا دینے والی ہر برے کام سے نفرت کرنے والی اور ہر اچھے کام کو پسند کرنے والی تھیں۔ دور جاہلیت میں بھی بتوں سے سخت نفرت فرماتی تھیں۔ اکثر فرمایا کرتی تھیں۔ کہ یہ خود ساختہ بت بھلا کسی کی کیا حاجت روائی کر سکتے ہیں۔ ان سے کیا اُمیدیں پوری ہو سکتی ہیں جو خود محتاج ہیں۔ نہایت خود دار اور پاک باز خاتون تھیں۔ ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن میں سے آخر میں وصال فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا علمی مقام بہت بلند تھا تقریباً 378 احادیث روایت فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا تو اُس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کافی عمر تھی۔

سلسلہ نسب

سیّدہ اُم المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابو امیہ سہل قریشی مخزومی بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم تھا۔ جبکہ والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن جذیمہ بن علقمہ بن جذل الطعان بن فراس بن غنم بن مالک بن کنانہ۔

پیدائش

ام المومنین سیدہ حضرت سلمہ بنت ابو امیہ 602 عیسوی میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد ابی امیہ سہل مکہ مکرمہ کے مشہور فیاض شخص تھے۔ جب سفر پر جاتے تو اہل قافلہ کی خود کفالت کرتے تھے۔ اس لئے زاد الراکب کے نام سے مشہور تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نہایت ہی ناز و نعمت میں پرورش پائی تھی۔

مختصر حالات زندگی

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب سن شعور کو پہنچیں تو اُن کے والد نے اُنکا نکاح حضرت عبد اللہ ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن عبد الاسد مخزومی سے کر دیا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زیادہ تر ابو سلمہ کے نام سے مشہور ہیں یہ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی یعنی حضرت برہ بنت عبد المطلب کے بیٹے تھے۔ اس کے علاوہ ان کا حضور علیہ السلام کے ساتھ رضاعی بھائی کا بھی رشتہ تھا۔ حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں میاں بیوی السابقون الاولون کی مقدس جماعت میں سے تھے۔ یعنی ان اول مہاجرین میں شامل تھے جنہوں نے حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے دو فرزند تھے۔ جن میں سے حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حبشہ میں ہی پیدا ہوئے باقی ایک بیٹا اور دو بیٹیاں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئیں۔ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جب حبشہ میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد مکہ واپس آئیں تو ہجرت مدینہ منورہ کا اعلان ہو چکا تھا۔ دونوں میاں بیوی نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا چاہی تو اس وقت ان کا بچہ بھی ہمراہ تھا۔ عین کوچ کے وقت حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اہل قبیلہ نے اُن کا بچہ اور سواری کا اُونٹ روک لیا۔ دوسری طرف سے ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلہ والے آگئے اور انہوں نے اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اُن کا بچہ چھین لیا۔ اس طرح اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے بچے اور سواری کے اونٹ کو وہ لوگ زبردستی لے آئے۔ (گویہ حالات ہجرت مدینہ کے واقعہ میں پہلے بھی تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکے ہیں۔ مگر یہاں ذاتی زندگی کے حالات تحریر کرتے وقت مختصراً اُن حالات کا دوبارہ ذکر کر رہا ہوں)

گو حضرت ابوسلمہ رضی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیوی اور بچے کے چھن جانے کا بہت افسوس وصدمہ ہوا۔ مگر اپنی بیوی کو یہ وصیت فرما کر کہ ہر حال میں اسلام پر قائم رہنا وہ خود مدینہ منورہ کو ہجرت فرما گئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہر روز گھر سے نکل کر اس جگہ آکر بیٹھ جاتیں جہاں سے اُن کے شوہر نے الوداع کہا تھا اور روتی رہتیں۔ یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔ ایک دن ان کے خاندان کا ایک شخص وہاں سے گزرا اُس نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو رحم کا جذبہ اس کے دل میں پیدا ہوا۔ اُس نے گھر والوں کو آکر کہا اس غریب پر کیوں ظلم کر رہے ہو اسے اپنے شوہر کے پاس جانے دو۔ گھر والوں نے اجازت دے دی۔ اجازت ملتے ہی اپنا بیٹا ساتھ لیا اور اونٹ پر سوار ہو کر تنہا مدینہ منورہ کی طرف چل پڑیں۔ اچانک کلید (چابی) بردار بیت اللہ شریف حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبد اللہ بن عبد العزیٰ بن عثمان بن عبد دار بن قصی بن کلاب بن مرہ قرشی العبدری) (وفات مکہ مکرمہ 42ھ) کی ان پر نظر پڑی۔ پوچھا کدھر کا ارادہ ہے۔ فرمایا مدینہ منورہ جا رہی ہوں۔ انہوں نے پوچھا اکیلی جواب دیا ہاں اکیلی! حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور کہا میں آپ کو مدینہ منورہ چھوڑ آتا ہوں کیونکہ اکیلی آپ نہیں جاسکتیں۔ راستے میں جب پڑاؤ کرتے تو وہ خود دور ہٹ کر کسی درخت کے نیچے آرام کرتے اور روانگی کے وقت اونٹ پر کجاوہ رکھ کر پھر مہار تھام کر سفر شروع کر دیتے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن طلحہ جیسا شریف آدمی نہیں دیکھا۔ غرض سفر کرتے ہوئے جب قباء کے قریب پہنچ گئے تو انہوں نے کہا۔ اب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آگے خود چلی جائیں۔ یہاں ہی آپ کے شوہر مقیم ہیں۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعائے خیر کی اور یوں سفر ہجرت مکمل فرما کر اپنے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئیں۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے جان نثار اسلام تھے جن کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ انہوں نے غزوہ بدر میں بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ تاریخ اسلام قیامت تک اس پر فخر کرتی رہے گی۔ پھر غزوہ اُحد میں داد شجاعت دے رہے تھے کہ دشمن کا ایک زہر آلود تیر ان کے بازو میں لگ گیا۔ زخم کافی گہرا اور خطرناک تھا مگر مدینہ منورہ واپس

آکر زخم اچھا ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایک سریہ کا امیر بنا کر روانہ فرمایا۔ 29 روز کے بعد کامیاب وکامران واپس تشریف لائے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر وہ زخم دوبارہ کھل گیا اور یوں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُسی زخم کی وجہ سے 8 جمادی الآخر 4 ہجری کو انتقال فرماگئے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک روز میرے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر تشریف لائے اور فرمایا آج میں سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث پاک سُن کر آیا ہوں جو میرے نزدیک دنیاجہاں کی دولت سے زیادہ محبوب ہے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ ''جس شخص کو کوئی مصیبت درپیش ہوتو وہ اِنَّا لِلّٰہ پڑھ کر یہ دعا مانگے۔''

"اَللّٰھُمَّ اَجرُنِی فِیُ مَصِیُبَتِی ھٰذِہٖ اَللّٰھُمَّ اخلِفنِی فِیھَا بِخَیرًا مِنھَا"۔

ترجمہ: ''اے اللہ میں تجھ سے اپنی اس مصیبت میں اجر کی اُمید رکھتا ہوں۔ اے اللہ تو مجھے اس کا نعم البدل عطا فرما"۔ روایت از صحیح مسلم والترمذی۔ ابوداوٗد، النسائی۔

نکاح

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے شوہر کے انتقال کے بعد حضور علیہ السلام کی مذکورہ حدیث پڑھنے کا ارادہ کیا تو خیال آیا ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر مجھے کون ملے گا۔ مگر کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد تھا اس لئے وہ دعا پڑھنا شروع کردی۔ اس دعا کا ثمر مجھے یہ ملا کہ عدت پوری ہونے کے بعد حضور علیہ السلام میرے گھر تشریف لائے تعزیت فرمائی اور دعا فرمائی اے اللہ ان کے غم کو تسکین میں بدل دے۔ ان کی مصیبت کو بہتر بنادے۔ اور ان کو بہتر عوض عطا فرما۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی الگ الگ نکاح کے پیغام بھیجے مگر حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ پیغام قبول نہ کئے۔

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ اُس پیغام کو سن کر بولیں مرحبا بررسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور ساتھ ہی عرض کیا اس سلسلے میں میرے چند عذر ہیں۔ یعنی

1- میں عمر رسیدہ ہوں

2- میں عیال دار ہوں، میرے ہمراہ یتیم بچے ہیں۔

3- میں بہت غیرت مند عورت ہوں۔ (کہیں میری وجہ سے آپ علیہ السلام کو کوئی تکلیف پیش نہ آئے) جواب میں سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

1- ''تمہاری نسبت میری عمر زیادہ ہے''

2- ''تمہارے بچوں کی پرورش کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کی ذمہ داری ہے۔''

3- ''اور میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ تمہاری غیرت کو تم سے دور فرما دے (یہاں غیرت سے مراد نازک مزاجی اور شک کی عادت تھی)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہ شوال 4ہجری میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔

حق مہر

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حق مہر میں دس درہم۔ایک بستر جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ایک رکابی۔ایک پیالہ اور ایک چکی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عنایت فرمائی۔

وصال شریف

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سب سے آخر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا۔وصال کے سن میں اصحاب سیر کے ہاں سخت اختلاف پایا جاتا ہے۔ہم وہ روایات تحریر کر رہے ہیں اور پھر جس سال وصال پر اکثر کا قول ہے وہ بھی ساتھ ہی بیان کریں گے۔بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال 59 ھجری میں ہوا۔یہ قول واقدی کا بھی ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا 61 ھجری میں انتقال فرما گئیں۔ابونعیم کے بقول حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے 62 ھجری میں رحلت فرمائی۔پہلا قول ہی صحیح ہے کیونکہ اس پر اصحاب سیر کی اکثریت کا اتفاق ہے۔حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو تاریخ کبیر میں نقل کیا ہے۔واللہ اعلم۔ترمذی میں ایک انصاری کی زوجہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت آتی ہے۔انہوں نے کہا کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں میں حاضر ہوئی دیکھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رو رہی تھیں۔میں نے رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ابھی ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔آپ علیہ السلام کے محاسن پاک گرد آلود ہیں اور آپ علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا واقعہ پیش آیا۔حضور علیہ السلام نے فرمایا ''میں وہاں موجود تھا جہاں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا ہے''۔اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شہادت حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک حیات تھیں۔واللہ اعلم۔

صحیح مسلم میں حارث بن عبداللہ بن ابی اور عبداللہ بن صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور اُن سے اُس لشکر کے بارے میں دریافت کیا جو زمین میں دھنس جائے گا۔

یہ سوال اُن لوگوں نے اُس وقت کیا جب یزید (60ھ-64ھ) نے مسلم بن عقبہ کو لشکر دے کر مدینہ منورہ کی طرف بھیجا تھا جس کے نتیجہ میں واقعہ حرہ پیش آیا۔ یہ 63 ہجری میں ہوا۔ اس طرح اس حدیث سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ حرہ تک زندہ رہنا ثابت ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بارش پر مامور فرشتے نے اللہ تعالیٰ سے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی جو مل گئی۔ اس دن حضور علیہ السلام حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے فرشتے کی آمد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔ ''اے سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! دروازے کا خیال رکھنا کوئی اندر داخل نہ ہو۔'' اس اثناء میں کہ آپ دروازے پر نگہبان تھیں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور بزور اندر چلے گئے وہ حضور علیہ السلام کے کندھوں پر جا چڑھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان کو گود میں لے کر چومنے لگے تو فرشتے نے عرض کی۔ کیا آپ علیہ السلام اس کو محبوب رکھتے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''ہاں'' فرشتے نے کہا بے شک آپ کی امت اس کو قتل کر دے گی اور اگر آپ علیہ السلام چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں جہاں یہ شہید کئے جائیں گے۔ پس اس (فرشتے) نے اپنا ہاتھ مارا اور آپ کو سرخ مٹی دکھا دی۔ وہ مٹی اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لے لی اور کپڑے کے کونے میں باندھ لی۔ راوی فرماتے ہیں ''ہم سنا کرتے تھے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کربلا میں شہید ہونگے'' یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ حضور علیہ السلام کو اپنی ازواج میں سے زیادہ محبوب تھیں ان کو مٹی عطا نہیں فرمائی اور نہ ہی کسی اور زوجہ مطہرہ کے سپرد فرمائی بلکہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے فرمائی اور فرمایا کہ ''اے اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب یہ مٹی، خون میں بدل جائے تو یہ سمجھ لینا کہ میرا بیٹا شہید ہو گیا ہے۔'' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام اپنی نگاہ نبوت سے یہ دیکھ رہے تھے کہ میرے اس بیٹے کی شہادت کے وقت ازواج مطہرات میں سے صرف اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی زندہ ہوں گی۔ چنانچہ جب واقعہ کربلا ظہور پذیر ہوا اس وقت صرف اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی زندہ تھیں۔'' بہت سی کتب سیر میں یہی روایت حضرت جبریل علیہ السلام سے بھی منسوب ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جس وقت وصال فرمایا اُن کی عمر چوراسی (84) سال تھی۔ امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سب سے آخر میں آپ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے شوہر کے دونوں بیٹے حضرت عمر اور حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عبد اللہ بن عبد اللہ ابن ابی امیہ وعبد اللہ بن وہب بن زمعہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے قبر میں اتارا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر انور جنت البقیع میں ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی اولاد نہ تھی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے شوہر کے دونوں بیٹوں کی پرورش و تربیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمائی تھی اس کے علاوہ دونوں بیٹیاں حضرت زینب و حضرت درہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ربیبہ یا

ربائب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں (ربیب کا معنی بیوی کی بیٹی اور زیرتربیت رہنے کا ہے)

مدت زوجیت

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا 4 ہجری میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔اس طرح سات (7) سال کا عرصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں آپ علیہ السلام کی زوجیت میں رہیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عقل ودانائی مسلم تھی۔

فضل وکمال

اُم المومنین سیدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دانائی، عقل،فہم،فضل وکمال اور حسن و جمال لاثانی تھا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فراست وعقل سے بھرپور مشورہ کی بدولت صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ہدی اور حلق کا عقدہ حل ہوا۔یہ واقعہ ہم تفصیل کے ساتھ صلح حدیبیہ کے باب میں بیان کر چکے ہیں۔مگر یہاں بھی اُس کا ذکر کرنا لازمی ہے کیونکہ یہ فضائل اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حصہ ہے۔

صلح حدیبیہ کے وقت جب صلح نامہ تحریر ہو چکا تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے فرمایا ''اٹھو حلق کرو ہدی یعنی سر منڈواؤ اور قربانی دو''۔صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو عمرہ اور زیارت بیت اللہ کے بغیر واپس جانے کا رنج تھا۔اس لئے انہوں نے حکم کی تعمیل میں کچھ تامل کیا۔سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحابہ کی یہ بات پسند نہ آئی اور آپ علیہ السلام حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خیمے میں تشریف لے آئے۔حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اس تامل کی شکایت فرمائی۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام ان لوگوں کو معذور رکھیں۔کیونکہ وہ لوگ تو خیال کرتے تھے کہ آج مکہ فتح ہوگا اور ہم عمرہ ادا کریں گے مگر آپ علیہ السلام نے مستقبل کے حالات جانتے ہوئے صلح فرمالی۔اس لئے وہ لوگ کچھ رنجیدہ ہیں۔اگر آپ علیہ السلام کا خیال شریف ہے کہ حلق کیا جائے اور ہدی بھی تو آپ علیہ السلام اُن لوگوں سے کچھ فرمائے بغیر خود نحر وحلق فرمائیں آپ علیہ السلام کی سنت مقدسہ کو دیکھ کر وہ سب خود بخود اس میں شامل ہوجائیں گے۔چنانچہ جیسے ہی آپ علیہ السلام نے ہدی ذبح کی اور حلق فرمایا۔تو فوراً ہی سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اپنے اپنے جانوروں کو ذبح کرلیا اور حلق بھی کروالیا۔اس طرح حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس تدبیر سے وہ عقدہ حل ہوگیا۔اور یہ اُنکی دانشمندی اور صواب رائے کی واضح دلیل ہے۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حسن و جمال کا یہ حال تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ جب سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح

فرمایا تو مجھے اُن کا حسن و جمال دیکھ کر بہت رشک ہوا۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تین سو اٹھتر (378) احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے 13 احادیث مبارکہ ایسی ہیں جن پر امام بخاری و امام مسلم دونوں کا اتفاق ہے۔ تین (3) احادیث میں امام بخاری منفرد ہیں جبکہ 13 احادیث پر امام مسلم منفرد ہیں۔ اس کے علاوہ باقی کتب احادیث میں موجود ہیں۔

کتب سیر میں آتا ہے کہ جب سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تزوج فرمایا تو ان کو رہنے کے لئے وہ گھر عطا فرمایا جس میں پہلے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رہا کرتی تھیں اور ان کے وصال شریف کے بعد وہ گھر خالی تھا۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب اُس گھر میں تشریف لائیں تو دیکھا کہ گھر میں ایک چھوٹا سا گھڑا ہے جس میں کچھ جَو ہیں اس کے علاوہ ایک پتھر کی ہانڈی اور چکّی بھی موجود تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چکّی میں کچھ جَو ڈال کر پیس لئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو ولیمہ میں وہ پیسے ہوئے جَو استعمال فرمائے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے دو گروہ تھے ایک گروہ میں سیدہ حضرت عائشہ، سیدہ حضرت حفصہ، سیدہ حضرت سودہ اور سیدہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن شامل تھیں۔ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس گروہ کی سردار تھیں۔ دوسری طرف سیّدہ حضرت اُم سلمہ۔ سیدہ حضرت میمونہ، سیدہ حضرت اُم حبیبہ اور سیدہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہن شامل تھیں اس گروہ کی سردار سیدہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھی۔ واللہ اعلم۔

1- از: زرقانی۔ جلد۔3۔ صفحہ۔249
2- از: زرقانی۔ جلد۔3۔ صفحہ۔241 اور 242
3- از: زرقانی۔ جلد۔3۔ صفحہ۔241
4- عیون الاثر۔ جلد۔2۔ صفحہ۔304
5- از: الاصابہ۔ جلد۔2۔ صفحہ۔335
6- از: صحیح بخاری شریف۔ باب مناقب ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔
7- از: الترمذی۔ باب ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔
8- از: ابوداؤد۔۔ باب مناقب ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔
9- از: النسائی۔۔ باب مناقب ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔
10- از: البدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔510
11- از: مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔764 تا 766 وغیرہ۔

7- اُم المومنین سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اُم المومنین سیدہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا امہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ عنہن میں ممتاز مقام رکھتی تھیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا السابقون الاولون کی مقدس جماعت میں سے تھیں یعنی وہ لوگ جو ابتدا میں ہی دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دباغت کا کام بہت اچھی طرح جانتی تھیں۔اس فن استعمال کرتے ہوئے جو آمدنی حاصل کرتیں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا کرتی تھیں۔نہایت ہی فیاض اور عبادت گزار تھیں۔حسن و جمال اور سیرت کی پاکی میں اپنی مثال آپ تھیں۔ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح خود خالق کائنات نے کیا اور حضرت جبریل علیہ السلام بطور گواہ تھے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ تعالیٰ کی اس خصوصی عنایت پر بڑا شکرادا فرمایا کرتی تھیں۔50 سال کی عمر شریف یا بعض روایت کے مطابق 53 سال کی عمر میں 20 ہجری کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔

سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اقارب

سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تین بھائی تھے جن کے نام یہ ہیں۔

(1) حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(2) حضرت ابواحمد عبصر بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(3) عبیدہ اللہ بن جحش عیسائی ہوکر مرا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دو بہنیں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔

(1) حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(2) حضرت اُمّ حبیبہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(1) حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیم الاسلام تھے۔اسلام کی سب سے پہلی ہجرت حبشہ اور دوسری ہجرت مدینہ دونوں سے مشرف ہوئے۔سرکار دوعالم فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اِن کو 2 ہجری میں وادی نخلہ کی جانب 12 مہاجرین کا سردار بنا کر روانہ فرمایا۔اور یوں اِنکو امیر المومنین کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غزوہ بدر اور غزوہ اُحد دونوں میں شریک ہونے کی عظیم سعادت نصیب ہوئی۔سیدنا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی

اللہ تعالیٰ عنہ (سعد بن ابی وقاص مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن نضر بن کنانہ القرشی الزہری۔ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ننھیال نجاری زہری خاندان میں تھی اس لئے حضرت سعد بن ابی وقاص رشتے میں آپ علیہ السلام کے ماموں تھے) فرماتے ہیں کہ غزوہ اُحد سے پہلے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے کہا کہ آؤ ہم خداوند کریم سے اپنی اپنی دلی آرزوؤں کی دُعا طلب کریں۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اس طرح ہم دونوں ایک طرف ہوگئے۔ پہلے میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی۔ کہ اے مالک کُل کائنات کُل جب ہم دشمن کے ساتھ مقابلہ کریں تو میرا مقابلہ ایسے شخص کے ساتھ ہو جو حملہ کرنے میں بہت سخت ہو اور مدافعت میں پورا ہو۔ میرا لڑنا تیرے لئے ہے۔ ہم دونوں لڑیں اور مجھے فتح نصیب ہو۔ اور میں اپنے دشمن کو قتل کروں اور اس کا سارا سامان حاصل کرلوں۔ میری اس دُعا پر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آمین۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں دُعا مانگی۔

"اللّٰھم ارزقنی غدًا رجلاً شدیدًا اباسہ شدیدا حروہ اُقاتلہ فیک و یقاتلنی فیقتلنی ثم یا خذ نی فیجدع انفی و ازنی فاذا القیتک قلت یا عبد اللہ فیھم جدع انفک واذنک فاقول فیک وفی رسولک فتُقول صَدقتَ

ترجمہ: "الٰہی کل ایسے مرد سے مقابلہ ہو جو حملہ اور مدافعت میں کامل ہو ۔ہم دونوں لڑیں۔ میرا لڑنا تیری راہ میں ہو۔ پھر وہ مجھے قتل کر ڈالے پھر جب میں تیرے سامنے حاضر ہوں۔ تو دریافت فرمائے کہ اے عبداللہ تیری ناک اور کان کاٹے گئے۔ تب میں عرض کروں تیری راہ میں۔ تیرے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی راہ میں۔ تب تو فرمائے کہ ہاں تو سچ کہتا ہے"۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دُعا میری دُعا سے بہتر تھی۔ کیونکہ وہ اپنی مقبول دُعا کے عین مطابق شہید ہوئے اور اللہ کی بارگاہ میں سرخ رو ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان اُحد میں شہید ہوئے اور سید الشہدا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اُن کی قبر مبارک میں مدفون ہوئے سبحان اللہ کیا ہی عظمت حاصل فرمائی۔

(2) حضرت ابواحمد عبصر بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ منورہ کی عظیم سعادت حاصل کرنے کا شرف حاصل تھا۔ گو اِن کی ظاہری آنکھیں نہ تھیں مگر قدرت نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دامن اقدس کے ساتھ وابستہ فرما کر دنیا جہان کی وہ بینائی عطا فرمادی تھی جس کا بیان احاطہ قلم سے باہر ہے۔ حضرت فارعہ بنت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ حضرت ابواحمد عبصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھے شاعر بھی تھے۔ 12 ھجری میں سیدہ ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی۔ یہاں ہجرت کے حوالے

سے اِن کے چند اشعار درج کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

"لمّا راتنی ام احمد غادیاً
برمة مَن اخشی بغیب وَ ارهب
تقول فاما کسنت لا بّد فاعلاً
فیهمّ بنا البلدن ان ولتناء یثربٰ
فقلت لها بل یثرب الیوم وجَهنَا
وَمَا یَشا الرّحمٰن فالعَبدُ یَرکب
اِلیٰ الله وجهیَ والرَّسُول وَمن یقَمَ
الی الله یَوماً وَجههٗ لا یغیب
تکم قد ترکنا من حمیم مُنّا صحیح
وَنَا صَحِتَه تبکِی بِدَ مع وَ تندَبُ
تری ان و ترافائتا عن بلا د نا
ونحن نریٰ انّ الرّ غائب مطلب

جب میری زوجہ ام احمد نے مجھے دیکھا کہ میں خدا کے بھروسے پر۔ سفر کو تیار ہوں۔ وہ خدا جس سے میں دیکھے بغیر ڈرتا ہوں۔ تو اُس نے کہا۔ اگر یہاں سے جانا ہی ہے۔ تب ہمیں کسی اور شہر میں لے چل اور یثرب کا خیال دل سے نکال دے۔ میں نے جواب دیا اب تو یثرب ہی میرا مقصود ہے۔ اور عبداللہ تو اُدھر ہی جائے گا۔ جدھر رحمٰن چاہتا ہے۔ میرا رخ خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی جانب ہے اور جس نے۔ آج اپنا رخ خدا کی جانب کرلیا وہ خسارے میں نہ رہے گا۔ ہم نے بہت سے گرم جوش خیر خواہ دوستوں کو چھوڑا۔ اور خیر خواہ بیوی روتی اور چلاتی سے منہ موڑا ہے۔ جو خیال کرتی تھی کہ ہمارا شہر سے جانا تباہی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنے مقصد کی تلاش میں جارہے ہیں۔

دعوت نبی غنم لحقن ومائهم
وللحق لمّا لاح للناس ملحب
اجابوا بحمد الله لما دعا هموا
الی الحق داع والنجاح فاوعبُوا
وَلنّا واصحاً بالنا فار توا الهُدیٰ
اعانُوا علینا بالسّلاح و اجلبُوا
کفو جین اما فهما فموفق علی
الحق مهدی و فوج معذّب

میں نے بنو غنم سے کہا کہ خون ریزی سے بچو۔ یہ سچی بات تھی جو سیدھی سڑک جیسی ہے۔ الحمد اللہ کہ جب حق اور نجات کے لیے داعی نے انکو بلایا۔ تو۔ انہوں نے کہنا مان لیا اور وہ سب ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے۔ اور اب ہم اور ہمارے وہ ساتھی جو ہدایت سے دوررہ کر۔ ہمارے خلاف ہتھیار اور جماعت فراہم کررہے ہیں۔ دو جماعتیں بن گئی ہیں جن میں سے ایک تو حق پر ہدایت یافتہ۔ اور توفیق یافتہ ہیں۔ جبکہ دُوسری گمراہ جھوٹی اور معذّب ہے۔

طفوا و تمنو کذبة واز لّهُم — انہوں نے سرکشی کی اور خوب جھوٹ کے طوفان باندھے اور
عن الحق ابلیس دخابو — شیطان نے ان کو حق سے پھسلایا یہ خود بھی گمراہ ہوئے اور
و خیّبُوا ورعنا الی قول النبیّ محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) — دوسروں کو بھی گمراہ کیا ہم تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے فرمودے پر جھک پڑے ہیں۔ اور اِن کے فدائیوں کے حالات اور افعال
فطابَ ولا ة الحقّ مِنّا و طیّبوا — پاک بن گئے ہیں۔
تمت بارحامٍ اِلَیْنا تَرِیْبَة

ولا قرب بالا رحام اذلاتقرب — ہم نے قریب کی رشتہ داریوں سے واسطہ ڈھونڈا
فای بن اخت بعدنا یامننکم — مگر رشتہ داری کب کام آتی ہے۔ جب رشتہ دار ہی قریب نہ آئیں۔

واَیّة مهر بعد صِهری مُرقب — بتاؤ ہمارے بعداب کونسا بھانجا ہوگا جو تم پر بھروسہ کرے گا اور کونسا داماد ہوگا جو تم سے فلاح کی اُمید کریگا۔
سقلم یوماً اینا اذا ترا یَلوا — عنقریب اس روز جب مومن و مشرک کی الگ الگ جماعت بندی کی جائے گی اور ہرایک کی حالت نمایاں کی جائیگی
وزیّل امرُ النّاس للحق اَصْوَب — یہ دشمن جان لیں گے کہ ہم میں سے حق پر کون تھا۔

(3) عبیداللہ بن جحش

عبیداللہ بن جحش اپنے بھائیوں کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے حبشہ ہجرت کر کے گیا۔ سخت شرابی ہو گیا اور عیسائی مذہب اختیار کرلیا پھر اسی حالت میں مرگیا۔

(4) حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار بن قصی القرشی) کی زوجہ تھیں۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے تو حضرت حمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی التیمی) سے دوسرا نکاح کرلیا جن سے محمد اور عمران دو فرزند پیدا ہوئے۔

(5) اُم المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اُم المومنین حضرت بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام برّہ تھا۔ اِن کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ ہوا تھا۔

سلسلہ نسب ام المومنین حضرت سیدہ زینت رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اُم المومنین حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنت جحش بن رباب بن یعمر بن جبیر بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ الاسدی۔ والدہ ماجدہ کا نام حضرت امیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت عبدالمطلب تھا۔ جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی پھوپھی تھیں۔

پیدائش

حضرت زینب بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا 592 عیسوی کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی زاد تھیں۔ سابقین الی الاسلام تھیں۔ تیرہ (13) نبوی میں اپنے اہل خاندان کے ہمراہ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائیں۔ نہایت ناز و نعمت سے پرورش پائی تھی۔

مختصر حالات زندگی

سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب سن شعور کو پہنچیں تو فطرتی اعتبار سے زندگی بسر کرنے کے لئے انہیں ایک ساتھی کی ضرورت تھی جو پوری زندگی ان کا ساتھ دے سکے۔ اس لئے ان کی پہلی شادی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ قضاء میں سے تھے۔ لڑکپن میں گرفتار ہو کر مکہ لائے گئے اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو خریدا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (زید بن حارثہ بن شرجیل بن کعب بن عبد العزیٰ بن امراء القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبد ود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن دبرہ بن ثعلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کر دیا۔ حضور علیہ السلام نے اعلان نبوت سے پہلے ہی ان کو آزاد کر کے اپنا متبنیٰ بنا لیا۔ اس لئے لوگ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (غزوہ موتہ جمادی الاولیٰ 8ھ میں شہادت پائی) کو ابن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ کر پکارتے تھے۔ حضور علیہ السلام کی ان پر خاص توجہ اور عنایات تھیں۔ آپ سابقین الی الاسلام میں سے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان کا نکاح اپنی پھوپھی زاد

بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمادیا۔

عرب کا دستور تھا کہ وہ لوگ لڑکیوں کا کسی آزاد کردہ غلام یعنی (موالی) کے ساتھ نکاح کرنا سخت بُرا اور باعث ننگ وعار خیال کرتے تھے۔اسی لئے جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیغام دیا تو اُنہوں نے خود اوران کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس رشتہ کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حسین وجمیل تھیں۔حضور علیہ السلام کی پھوپھی زاد تھیں۔مزاج میں شدت تھی اور خاندانی برتری کا احساس بھی۔اس وجہ سے بڑائی اور عالی نسبی کا عنصر بھی طبیعت میں شامل تھا۔یہی وجہ تھی کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک موالی (آزاد کردہ غلام) کے ساتھ نکاح کرنے پر رضامندی ظاہر نہ کی اور انکار کردیا۔حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے زینب (رضی اللہ عنہا) اس رشتے کو قبول کرلو۔انہوں نے جواب میں عرض کیا مجھے سوچنے کے لئے کچھ مدت عطا فرمادیں۔ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں۔کہ جبریل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔سورۃ الاحزاب آیت 36

قَالُوٓا اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ ﴿۷۳﴾

ترجمہ: کوئی مسلمان مرد یا عورت یہ حق نہیں رکھتا کہ اللہ اور رسول علیہ السلام جب کوئی فیصلہ فرمادیں تو اُس کو اپنے معاملہ میں کوئی اختیار رہ جائے۔اور جو اللہ اور اُسکے رسول علیہ السلام کی نافرمانی کا مرتکب ہوا وہ بلاشک کھلی گمراہی میں ہے۔

اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اُن کے بھائی تھے۔شادی پر راضی ہوگئے اور یوں سیّدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح ہوگیا۔نکاح تو ہوگیا مگر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دل سے قبول نہ کیا۔اس طرح گھر میں اکثر باہمی جھگڑا رہتا جس کی وجہ سے گھر کی فضاء پُرسکون نہ رہتی۔حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر زوجہ محترمہ کی شکایت کیا کرتے۔اور عرض کرتے میں زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو چھوڑ دیتا ہوں۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلاق دینے سے منع فرمایا کرتے۔حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی بے اعتنائی حد سے بڑھ گئی ہے۔اس لئے میں ان کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔الفاظ یہ تھے۔

"جاء زید بن حارثه فقال یا رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم انّ زینب اشتدّ علی لسانها و نا اریدان اطلقها".

ترجمہ:۔ ''حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرے ساتھ سخت کلامی کرتی ہیں اور میں ان کو طلاق دینا چاہتا ہوں'' (از: فتح الباری۔ جلد۔8۔صفحہ۔403 تفسیر سورۃ احزاب.)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) زینب (رضی اللہ عنہا) کو طلاق مت دو کیونکہ قرآن کریم میں ہے۔ سورۃ الاحزاب آیت 37

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ﴿٣٦﴾

ترجمہ:۔ ''اور اے محبوب یاد کرو جب کہ تم اس شخص سے جس پر خدا نے اور آپ نے احسان کیا تھا۔ یہ فرمارہے تھے کہ اپنی بیوی کو نکاح میں لئے رہو اور خدا سے خوف کرو"۔

اللہ تعالیٰ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی کہ ہمارے علم قدیم میں یہ بات ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ علیہ السلام کی زوجیت میں ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طلاق دینے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے حضور علیہ السلام سے بڑھ کر کائنات میں اور کون بہتر زوج (خاوند) ہوسکتا تھا۔ اس لئے حضور علیہ السلام دل مبارک میں ارادہ رکھتے تھے کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طلاق دینے کے بعد آپ علیہ السلام اُن سے نکاح فرمائیں گے۔ مگر آپ علیہ السلام نے مصلحت کے تحت اپنا ارادہ مبارک ظاہر نہ فرمایا۔ اُس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عرب کے دستور میں متبنیٰ کو بھی صلبی (حقیقی) بیٹے کا درجہ حاصل تھا اور آپ علیہ السلام کو اندیشہ تھا کہ اگر میں نے اپنا ارادہ ظاہر کردیا تو لوگ کہیں گے کہ آپ علیہ السلام اپنے متبنیٰ کی زوجہ کی خواہش رکھتے ہیں جو کہ دستور عرب کے مطابق جائز نہ تھا۔ یا پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوگوں کے اندیشہ کا فرمانے سے مراد یہ ہو کہ اس طرح نبی علیہ السلام کے بارے میں سوچنے والے مسلمانوں کا ایمان مخدوش ہوجائے گا اور یوں وہ اپنے ایمان کی ہلاکت کا سبب بن جائیں گے۔ واللہ اعلم۔

متبنیٰ سے نکاح جائز نہ سمجھنا زمانہ جاہلیت کی ایک رسم تھی اور اللہ کریم اس رسم کو مٹا کر قیامت تک لوگوں کے لئے سہولت اور سبق دینا چاہتا تھا۔ پھر علماء کرام یہ بھی فرماتے ہیں کہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے روکنے کا حکم دینا اس لئے بھی تھا کہ پتہ چل جائے کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ دل سے طلاق دینا چاہتے ہیں یا کسی مجبوری کے تحت۔ واللہ اعلم۔

بہر حال ایک روز حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دی ہے۔ اُس وقت یہ آیت پاک نازل ہوئی۔ سورۃ الاحزاب آیت 37

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِيٓ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشٰهُ ۖ

ترجمہ: ''اور اے محبوب یاد کرو جس وقت آپ اُس شخص سے فرماتے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے نعمت دی اور تم نے اُسے نعمت دی اور اپنی بی بی کو اپنے پاس ہی رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تمہارے دل میں وہ بات تھی جو کہ اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا۔ اور آپ لوگوں کے طعنہ کا خدشہ رکھتے تھے۔ لیکن اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اُس سے ڈرا جائے''

نکاح مبارک

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دی اور وہ اپنی عدت کی مدت پوری کر چکیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی اپنی طرف سے نکاح کا پیغام دے کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کام کے لئے مخصوص فرمانے میں یہ حکمت تھی کہ لوگ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ طلاق دینے میں ان کی اپنی مرضی ہی شامل تھی کسی قسم کا دباؤ یا جبر شامل نہ تھا۔ چنانچہ حسب حکم حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت خلوص قلب و اخلاص کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت پر قائم رہتے ہوئے فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میں سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گیا تو میری نظروں میں وہ اس قدر بزرگ دکھائی دیں کہ میں اُن کے چہرے کی جانب اپنی نظر اُٹھا کر نہ دیکھ سکا۔ اور الٹے پاؤں ان کے قریب جا کر کہا تم کو خوشخبری ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ سُن کر جواب دیا کہ میں جب تک استخارہ نہ کر لوں جواب نہیں دے سکتی۔ اس کے بعد وہ فوراً اُٹھیں اور مصلے پر جا کر سر بسجدہ ہو گئیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض گذار ہوئیں۔ (یاد رہے اس وقت تک پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا)۔ ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دو نفل ادا کئے اور پھر سجدہ میں گر گئیں۔ اور یہ مناجات کی۔ ''اے خدا تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے چاہا ہے۔ اگر میں اُن کے لائق ہوں تو مجھے اُنکی زوجیت میں داخل فرما دے۔ اُنکی یہ دعا اسی وقت بارگاہ خداوندی میں قبول ہوگئی''۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ

تعالیٰ کی بارگاہ میں سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک خاص قرب و مقام حاصل تھا۔ اُس وقت یہ آیت پاک نازل ہوئی۔ سورۃ الاحزاب آیت 37

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾

ترجمہ: اور پھر جب زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے بے غرض ہو گئے اور اس کو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نکاح میں دے دیا۔ تاکہ مسلمانوں کو ان کے لے پالکوں کی ازواج کے بارے میں کچھ حرج نہ ہو۔ جبکہ ان سے اُنکا کام ختم ہو چکے۔ پس اللہ تعالیٰ کا حکم ہو کر رہتا ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب آثارِ وحی ختم ہوئے تو آپ علیہ السلام نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”کون ہے جو زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس جائے اور اُن سے کہے خوشخبری دے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو میری زوجہ بنا دیا ہے“۔ پھر نازل ہونے والی آیت تلاوت فرمائی جس کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ جن کا نام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (زوجہ ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھا دوڑتی ہوئی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گئی اور اُن کو یہ خوشخبری سنائی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اُس وقت جو زیورات زیب تن کیے ہوئے تھے اتار کر حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عطا فرما دیئے۔ پھر سجدہ شکر بجا لا کر منت مانی کہ میں دو ماہ کے روزے رکھوں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے آسمان پر میرا نکاح زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کر دیا ہے“۔ تو اُس وقت مجھے خیال آیا کہ وہ حُسن و جمال والی تو پہلے ہی ہیں اب وہ اس بات پر فخر کیا کریں گی کہ ان کا نکاح اللہ نے آسمانوں پر کیا ہے۔

(از: الاصابہ۔ جلد۔4۔ صفحہ۔313)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے۔ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُس وقت ننگے سر تھیں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حضور علیہ السلام نے بغیر کسی گواہ خطبہ کے ارشاد فرمایا۔ "اَللّٰهُ الْمُزَوِّجُ وَ جِبْرِیْلُ الشَّاهِدُ"۔ ”اللہ نکاح فرمانے والا ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام بطور گواہ ہیں“۔

(از: مسلم شریف واحمد ونسائی، فتح الباری۔ جلد۔8۔ صفحہ۔400)

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس آسمانی نکاح کی خبر پہلے ہی مل چکی تھی۔ اس لئے حضور علیہ السلام

اُن کے مکان میں بغیر اجازت تشریف لے گئے۔ یہ آسمانی نکاح قولاً اور عملاً قبول فرما لینے کا مطلب یہ تھا کہ یہ رسمی نکاح سے بڑھ کر تھا۔ پھر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکاح کا پیغام پہلے ہی دے چکے تھے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تمہارا نام کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا میرا اصل نام "برّہ" ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے "برّہ" سے تبدیل فرما کر زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) رکھ دیا۔

اس طرح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح 3 ھجری اور بعض کے نزدیک 5 ہجری میں ہو گیا۔ اُس وقت انکی عمر شریف 35 برس تھی۔ جبکہ حضور علیہ السلام کی عمر مبارکہ 55 یا 57 سال تھی۔ واللہ اعلم۔

دعوت ولیمہ

سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے موقعہ پر جس قدر دعوت ولیمہ میں اہتمام کیا گیا کسی بھی دوسری زوجہ کے نکاح میں نہ فرمایا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گوشت اور نان دعوت ولیمہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو پیش فرمائے۔ روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ لوگوں کو بلا کر لاؤ۔ دس دس کی ٹولیوں میں لوگ آتے اور باری باری دعوت ولیمہ کھا کر واپس چلے جاتے۔ اس دعوت میں تین سو (300) کے قریب آدمیوں نے شرکت کی۔ آخر میں تین آدمی کھانا کھا کر بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ جب بہت دیر ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کمال حیاء کی وجہ سے زبان اقدس سے تو کچھ نہ فرمایا البتہ مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں تشریف لے گئے تاکہ لوگ سمجھ جائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے حضور علیہ السلام کو باری باری مبارک باد دی۔ اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ سورۃ الاحزاب آیت 53

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ

ترجمہ: "اے ایمان والو نبی کے گھر میں مت داخل ہو مگر جبکہ تم کو اذن دیا جائے۔ کھانا کھانے کے لئے اس حال میں کہ کھانے کے پکنے کا انتظار نہ کیا کرو۔ پھر تم کو بلایا جائے کہ اب کھانا تیار ہو گیا تو آ جاؤ۔ اور جب تم کھانے سے

فارغ ہو جاؤ تو اُٹھ کر چلے جاؤ۔ اور باتوں میں مت لگ جاؤ کیونکہ اس سے خدا کے نبی (علیہ السلام) کو تکلیف پہنچتی ہے اور وہ کہنے سے شرماتے ہیں۔ اور اللہ کو حق بات کہنے سے کوئی حجاب نہیں اور اگر تم بی بیوں سے کوئی ضرورت کی چیز مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو۔ اس میں تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی طہارت اور صفائی ہے''

مذکورہ مضمون صحیح بخاری ومسلم کی دونوں متعدد روایتوں کا مضمون ہے جس کو ایک جگہ اکٹھا کر کے بیان کر دیا گیا ہے۔

حق مہر

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے چار سو (400) درہم حق مہر مقرر فرمایا۔ "روایت از: سیرۃ ابن ہشام"۔

منافقین کی زبان درازیاں

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمالیا تو منافقین جو بظاہر مسلمان کہلاتے مگر اندرونی طور پر اسلام کے سخت مخالف تھے انہوں نے زبان درازیاں شروع کر دیں۔ کہنے لگے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک طرف تو کہتے ہیں کہ بیٹوں کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے جبکہ دوسری طرف خود اپنے بیٹے کی عورت سے شادی کر لی ہے۔ ان بدبختوں، بدباطنوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اس ارشاد مبارک کے بعد قیامت تک جاہلیت کی اس رسم کو کہ متبنیٰ اصل بیٹے کا حکم رکھتا ہے ختم کر دیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔ سورۃ الاحزاب آیت 40

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ
إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا
دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ
لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ
وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا
فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ

ترجمہ: ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن خدا کے پیغمبر اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے"۔

پس اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہلاتے تھے۔ اس کے بعد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہلانے لگے۔

وصال شریف

سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے 53 سال کی عمر میں بیس (20) ہجری کو مدینہ منورہ میں وصال پایا اور جنت البقیع میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دفن کیا گیا۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت اُسامہ بن زید، حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش، حضرت عبداللہ بن ابی، حضرت احمد بن جحش رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے قبر میں اُتارا۔

صحیح بخاری ومسلم میں سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز ازواج مطہرات سے ارشاد فرمایا کہ تم میں سب سے پہلے مجھے وہ ملے گی جس کا ہاتھ تم سب سے لانبا (دراز یعنی طویل) ہوگا۔ حضور علیہ السلام کا لانبا ہاتھ فرمانا اصل میں سخاوت اور فیاضی کی نسبت سے تھا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے ہاتھ کی اس لمبائی کو ظاہری خیال فرمایا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد جب ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اکٹھی ہوتیں تو باہم اپنے ہاتھوں کو ناپا کرتی تھیں۔ تاکہ معلوم کرسکیں کس کا ہاتھ سب سے لانبا (طویل) ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قد مبارک سب سے چھوٹا تھا جب ان کا سب سے پہلے وصال ہوا تو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو حکم مبارک کی حقیقت کا اُس وقت علم ہوا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت ہی فیاض تھیں۔ خود اپنے ہاتھوں سے دباغت کا کام کرتیں۔ اور اس طرح جو آمدنی ہوتی سب راہِ خدا میں خرچ فرما دیتیں۔ انہوں نے اپنا کفن بھی زندگی میں تیار کرلیا تھا۔ قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کا وقت قریب آیا تو فرمایا میں نے اپنا کفن تیار کر رکھا ہے۔ غالباً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے لئے کفن بھیجیں گے۔ ایک کفن مجھے پہنا دینا اور دوسرا صدقہ کر دینا۔ چنانچہ وفات پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچ کپڑے عمدہ خوشبو لگا کر کفن کے لئے بھیجے۔ اسی میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کفنایا گیا۔ اور خود تیار کیا ہوا کفن اُنکی بہن حمنہ نے صدقہ کر دیا۔ (روایت از ابن سعد) سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت فیاض، غریبوں، یتیموں اور بیکسوں کی دل کھول کر مدد کرنے والی تھیں۔

مدت زوجیت

سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں تقریباً ساڑے پانچ سال (5-1/2) سال رہیں۔ حضور علیہ السلام سے کوئی اولاد نہ تھی۔

فضائل ومناقب

سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں جو پورے یہاں تحریر کرنے سے مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔ان مناقب وفضائل میں چیدہ چیدہ بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اُم المومنین سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تحدیث نعمت کے طور پر فخر سے فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے ازواج مطہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) میں سے اس وجہ سے خصوصیت حاصل ہے کہ اُن کے نکاح اُنکے اولیاء نے کئے۔جبکہ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں پر کیا۔(روایت از الترمذی بحوالہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُنکی یہ بات خود سنتے اور ہمیشہ سکوت فرمایا کرتے تھے۔

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کوئی ایسی عورت نہیں دیکھی۔جو دیندار، پرہیز گار، راست باز، فیاض، رحم کرنے والی مخیر اور خدا کی رضا جوئی حاصل کرنے کے لئے سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑھ کر ہو۔

از: صحیح مسلم۔جلد۔2۔صفحہ۔335

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کرتی تھیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں تین باتوں کی وجہ سے آپ علیہ السلام پر فخر وناز کرتی ہوں۔

1- میرے اور آپ علیہ السلام کے جدا مجد ایک ہیں یعنی حضرت عبدالمطلب کیونکہ میں آپ علیہ السلام کی پھوپھی زاد ہوں

2- اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کا مجھ سے آسمانوں پر نکاح فرمایا۔

3- حضرت جبریل علیہ السلام نکاح میں بطور گواہ تھے۔

اُم المومنین سیّدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزاج میں قدرے تیزی تھی مگر بہت جلد ندامت بھی محسوس فرمالیتی تھیں۔منافقین نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی تو اُنکی بہن حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے اُن لوگوں کے ساتھ شریک ہوگئیں مگر جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق دریافت فرمایا تو انہوں نے جواب دیا۔

"یا رسول اللہ(صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) احمی سمعی و بصری واللہ فا علمت علیھا الا خیرا."

ترجمہ:۔ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے کان اور آنکھ کو محفوظ رکھتی ہوں۔خدا کی قسم عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بارے میں سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہیں جانتی''۔''بخاری۔جلد۔1۔صفحہ۔365''

عام طور پر عورتیں اپنی سوکنوں کو شوہر کی نظروں میں گرانے کے لئے قسم قسم کے بہتان اور غلط باتیں اُن کے ساتھ منسوب کر دیتی ہیں۔ یہاں بھی یہی رشتہ کارفرما تھا مگر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کمال ورع اور تقویٰ کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال دی جاسکتی ہے کہ فرمایا "واللہ ما علمت علیها الا خیرا" خدا کی قسم میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا میں خیر اور نیکی کے سوا اور کچھ دیکھا ہی نہیں"۔

اسی راستی سے متاثر ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

"فعصها اللہ بالورع "اللہ تعالیٰ نے ورع اور پرہیز گاری کی بدولت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اس فتنہ سے محفوظ رکھا"

ایک دفعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین میں کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس معاملہ میں بول اُٹھیں۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس وقت وہاں تشریف فرما تھے۔ ان کو یہ بولنا ناگوار گزرا اور انہوں نے فرمایا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ السلام کے ساتھ کس طرح بات کر رہی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ "اسے کچھ نہ کہو یہ اواہہ ہیں" (اواہہ سے مراد بہت زیادہ خشیت الٰہی رکھنے والی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دفعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تمام ازواج پاک کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"اَطْوَلُکُنَّ یَداً اَسْرَعُکُنَّ "تم سب میں سے جو دراز ہاتھوں والی ہے۔ مجھے ملنے میں سب سے سبقت لے جائے گی۔"

اس فرمان مبارک کا مطلب یہ تھا کہ میرے وصال شریف کے بعد سب سے پہلے تم میں سے جو میرے پاس فوت ہو کر آئے گی وہ سب سے زیادہ دراز ہاتھوں والی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد جب ازواج مطہرات ایک جگہ اکٹھی ہوتیں تو اپنے اپنے ہاتھ کو ایک بانس کے ٹکڑے کی مدد سے جو انہوں نے پیمائش کے لئے ہی تیار کیا ہوا تھا ناپا کرتیں۔ تاکہ پتہ چل سکے کہ کس کا ہاتھ سب سے دراز (لانبا) ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سب سے پہلے وصال ہوا حالانکہ وہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سب سے چھوٹے قد والی تھیں۔ اُن کے وصال پر ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن کو علم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دراز (طول) ہاتھوں والی فرمانا سے مراد صدقہ وخیرات کے میدان میں دل کھول کر خرچ کرنے والی تھی۔ اور یوں سب کو معلوم ہو گیا کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا دراز ہاتھوں والی تھیں۔ (وہ اپنے ہاتھوں سے دباغت اور دستکاری کا کام کرتیں اور حاصل شدہ رقم اللہ کی راہ میں خیرات فرمادیا کرتی تھیں)

زہدوتقویٰ

سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت زیادہ عبادت گزار تھیں۔ عبادت نہایت ہی خشوع وخضوع کے ساتھ کیا کرتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے نکاح کا پیغام لے کر گئے تو فوراً نماز استخارہ میں مشغول ہو گئیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لے گئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھ تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نماز ودعا میں مشغول ہیں۔ حضور علیہ السلام نے یہ دیکھ کر ارشاد فرمایا:

"اِنَّھَا لاَ وَّاھَۃ "۔ ''البتہ تحقیق یہ بڑی اوّاہ ہے یعنی بڑی نرم دل ہے"

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''اوّاہ'' کے کیا معنیٰ ہیں ارشاد فرمایا ''اواہ کے معنی خشع کے ہیں'' پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ سورۃ التوبہ آیت 114

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ

ترجمہ: تحقیق ابراہیم (علیہ السلام) بڑے بردبار اور نرم دل اور خدا کی طرف رجوع کرنے والے"۔

حضور علیہ السلام نے اس آیت میں وارد لفظ (اوّاہ) کی تشریح فرمائی۔

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ارشاد فرماتی ہیں۔

"کانت صالحۃ صوَّامتہ قوَّامۃً ھنا عاً تصدق بذالک کلہ علی المسَاکین". ''بڑی نیک اور بڑی روزہ رکھنے والی اور بڑی تہجد گزار تھیں۔ بڑی کمانے والی تھیں جو کچھ کماتی تھیں سارے کا سارا مساکین پر صدقہ فرما دیتی تھیں''

اسی طرح سیدنا امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بیت المال سے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا مقررہ نفقہ ان کے حصّہ کا خدمت میں بھیجا تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سمجھا کہ یہ سب ازواج کے لئے ہے پھر فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مغفرت فرمائے میری نسبت وہ خود سب سے بہتر تقسیم فرمانے والے ہیں"۔ لوگوں نے عرض کیا۔

"قالو اھٰذا کلہ لک قالت سُبحَانَ اللہ واستترت دونہ ثبوب ". ''لوگوں نے عرض کیا یہ سب کچھ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہی ہے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ سبحان اللہ اور اپنے اس مال کے درمیان کپڑے کا ایک پردہ ڈال دیا۔ (کیونکہ وہ مال اجنبی اور نامحرم تھا اس لئے تاکہ مال نظر نہ آئے)'' سبحان اللہ

پھر اپنی خادمہ حضرت برزہ بنت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم فرمایا کہ اس مال کو ایک طرف رکھ کر اس پر کپڑا ڈال دو۔ جب حکم تعمیل ہو چکی تو فرمایا کپڑے کو ایک طرف سے تھوڑا سا ہٹا کر مٹھی بھر مال فلاں یتیم کو دے آؤ۔ مٹھی بھر مال فلاں کو دے آؤ غرض اس طرح مال تقسیم کرنے کا حکم فرماتی رہیں۔ جب برائے نام مال باقی رہ گیا تو حضرت برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔ اللہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مغفرت فرمائے۔ آخر ہمارا بھی اس مال میں کچھ حصہ ہے کچھ حق ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا اچھا کپڑے کے نیچے جو مال باقی بچ گیا ہو وہ تم لے لو۔ حضرت برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے کپڑا ہٹا کر دیکھا تو نیچے پچاسی (85) درہم باقی تھے وہ میں نے لے لئے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا مانگی۔

"اَللّٰھُمَّ لایدرکنی عطاء عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنه) بعد عامی ھٰذا"

ترجمہ:۔ ''اے اللہ اس سال کے بعد عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا وظیفہ مجھے نہ ملے۔''

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس دعا کا معلوم ہوا تو انہوں نے ارشاد فرمایا ایک ہزار درہم ان کو مزید بھیج دیئے جائیں حکم پر عمل کیا گیا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ ہزار درہم بھی حاجت مندوں میں تقسیم فرما دیئے۔ حضرت برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں اس طرح ان کی دعا قبول ہوئی اور اگلے سال ہی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا وصال فرما گئیں۔ (اُنکی یہ روایت ابن سعد نے بیان کی ہے)

وصال شریف

جب سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وقت وصال نزدیک آیا تو انہوں نے فرمایا میں نے زندگی میں ہی اپنا کفن تیار کر لیا ہوا ہے۔ اُدھر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی میرے لئے ایک کفن بھیجیں گے۔ دونوں میں سے ایک کفن مجھے پہنا دینا اور دوسرا خیرات کر دینا۔ چنانچہ بیس (20) ہجری بعمر 53 سال مدینہ منورہ میں سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا۔ وصال کے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچ عدد کپڑے بہترین خوشبو لگا کر کفن کے لئے بھیجے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھیجے ہوئے کفن میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کفنایا گیا اور دوسرا تیار شدہ کفن جو انہوں نے زندگی میں ہی بنا لیا تھا خیرات کر دیا گیا۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ اس روایت کو حضرت عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا ہے۔

"لَقَدْ ذَھَبَتْ حَمِیْدَہ'' مُفِیْدَۃ'' مَفرُوعَۃُ الیَتامٰی وَالْاَ رَامِل"۔

ترجمہ:۔ ''افسوس آج ایسی عورت دنیا سے گزر گئی جو بڑی پسندیدہ اوصاف والی عبادت گزار اور یتیموں اور بیواؤں کا

ٹھکانا تھی۔''

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نماز جنازہ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ حضرت عمر اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش تھی کہ وہ خود حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لحد شریف میں اُتاریں۔ اس سلسلے میں انہوں نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہنسے دریافت فرمایا کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لحد میں کون اُتارے گا۔ اُنہوں نے جواب دیا وہ جو حیات مبارکہ میں ان کے گھر میں داخل ہوا کرتا تھا۔

مدت زوجیت

سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں ساڑھے پانچ سال بطور زوجہ رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے گیارہ حدیثیں مروی ہیں۔ اُن میں سے دو حدیثوں پر بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا اتفاق ہے۔ باقی دیگر حدیث کتب میں ہیں۔

1- از: سیرۃ النبی کامل از ابن ہشام۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 402
2- از: زرقانی۔ جلد۔ 3۔ صفحہ۔ 245 تا 248
3- از: زرقانی۔ جلد۔ 3۔ صفحہ۔ 341
4- از: الاصابہ۔ جلد۔ 4۔ صفحہ۔ 459
5- از: الاصابہ۔ جلد۔ 4۔ صفحہ۔ 254 تا 313
6- از: تفسیر قرطبی۔ جلد۔ 14۔ صفحہ۔ 190
7- از: عیون الاثر۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 304
8- از: مجمع الزوائد۔ جلد۔ 9۔ صفحہ۔ 247
9- از: فتح الباری۔ جلد۔ 3۔ صفحہ۔ 228
10- از: سورۃ احزاب۔
11- از: اسد الغابہ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 464
12- از: فتح الباری۔ جلد۔ 8۔ صفحہ۔ 403 تفسیر سورۃ احزاب
13- از: ترمذی شریف۔ صفحہ۔ 522
14- از: صحیح مسلم شریف۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 335
15- از: البدایہ والنہایہ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 511

16- از: مدارج النبوت شریف۔ جلد۔2۔ صفحہ۔766 تا 770
17- از: فتح الباری۔ جلد۔8۔ صفحہ۔400 وغیرہ۔

8. ام المومنین حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں ایک خاص مقام رکھتی ہیں۔ نہایت حسین وجمیل اور عبادت گزار تھیں۔ بنو المصطلق قبیلہ کے سردار کی بیٹی تھیں پھر کائنات کے سردار کے عقد میں آکر ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لقب پایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ''میں کسی اور عورت کو نہیں جانتی جو حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑھ کر اپنی قوم کے لئے باعث خیر وبرکت ہو''۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فضل وکمال میں بھی ممتاز حیثیت کی مالکہ تھیں۔ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی سُنی ہوئی حدیثوں کی راوی ہیں۔ کتب معتبرہ میں ان سے سات حدیثیں مروی ہیں۔

سلسلہ نسب

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت الحارث بن ابی ضرار۔ بن حبیب۔ بن عائذ۔ بن مالک۔ بن المصطلق۔

مختصر حالات زندگی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حقیقی نام "برہ" تھا۔ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا برہ نام تبدیل فرما کر جویریہ رکھ دیا۔ سیدہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حقیقی نام بھی حضور علیہ السلام نے تبدیل فرمادیا تھا جس کا مفصل بیان گزر چکا ہے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود ارشاد فرماتی ہیں کہ سرکار دوعالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے سے پہلے میں اپنے قبیلے میں ہی تھی کہ ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ یثرب (مدینہ منورہ کا پرانا نام ہے مگر اب اس نام کو لینے کی اجازت نہیں تاریخی واقعات بیان کرتے وقت یثرب نام استعمال کیا جاسکتا ہے) کی طرف سے چاند چلا آرہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ میری گود میں اتر آیا۔ میں نے یہ واقعہ کسی کو نہ بتایا اور اپنے سینہ میں ہی محفوظ رہنے دیا۔ میں نے اس خواب کی خود ہی تعبیر سوچی تھی جو کہ الحمد للہ پوری ہوگئی۔ (حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواب کی کیا تعبیر سوچی تھی اُس کا ذکر تو نہیں فرمایا۔ ذہن میں آتا ہے کہ انہوں نے چاند کا یثرب کی طرف چل کر آنا سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات مقدسہ ہی لی ہو۔ کیونکہ اس زمانے میں اہل حق حضور علیہ السلام کی سربراہی میں کافی حد تک کفر عرب پر قابو پا چکے تھے)۔ "واللہ اعلم"

حضور علیہ السلام نے برہ نام اس لئے تبدیل فرمایا کیونکہ برہ نیکی کو کہتے ہیں۔ اس لئے اگر کسی عورت کا نام برہ ہو اس کا شوہر اپنی برہ نامی بیوی کے پاس جا رہا ہو اس سے کوئی پوچھ لے کہاں جا رہے ہو تو وہ جواب دے گا برہ (نیکی) کے پاس جا رہا ہوں اور جب واپس آئے گا۔ تو کہے گا میں برہ (نیکی) کو چھوڑ کر آ رہا ہوں۔ یہ مناسب نہیں۔ برہ کیونکہ تعریفی کلمہ ہے جو انسان خود اپنے لئے استعمال نہیں کر سکتا اس لئے حضور علیہ السلام نے یہ نام تبدیل فرما دیا۔

سیدہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت شیریں، ملیح اور حسن وجمال والی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح اپنے قبیلہ میں ہی اپنے عمزاد مسافح بن صفوان مصطلقی سے ہو چکا تھا۔ یہ مسافح بن صفوان مصطلقی غزوہ مرلیسیع خزاعہ میں مارا گیا تھا۔ اور ان کے قبیلہ کے بہت سے مرد اور عورتیں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو چکے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زوجیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آنے کے مفصل حالات ہم غزوہ بنو المصطلق میں بیان کر چکے ہیں یہاں اس مختصر تحریر پر ہی اکتفا کر رہے ہیں۔

نکاح مبارک

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا 5 ھجری میں اسیران غزوہ بنو المصطلق میں شامل تھیں۔ اسی سال سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح مبارک سے اُم المومنین کا لقب پایا۔ نکاح کے وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر شریف 20 سال تھی جبکہ حضور علیہ السلام کی عمر مبارکہ 57 سال تھی۔

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ غزوہ بنو المصطلق کے بعد میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ ایک چشمے کے کنارے بیٹھی تھی۔ اُس وقت فخر دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجاہدین میں مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ اچانک جویریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حاضر خدمت ہوئیں۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسلمان ہو کر آپ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی ہوں۔ پھر پڑھا۔ "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّکَ رَسُوْلَ اللّٰهِ"۔ میں قبیلہ بنو المصطلق کے سردار الحارث کی بیٹی ہوں۔ میرا حال آپ علیہ السلام سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں اس وقت اسلامی لشکر کی قید میں ہوں۔ اور حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آ چکی ہوں۔ اُنہوں نے مجھے اس قدر مال پر مکاتب بنایا ہے جو میں ادا نہیں کر سکتی (مکاتب بنانا یا مکاتبت کر لینا کا مطلب یہ ہے کہ رقم مقرر کر دی جاتی ہے۔ جب قیدی وہ رقم ادا کر دے تو اس کو آزاد کر دیا جاتا ہے۔ گویا یہ ایک معاہدہ ہوتا ہے)۔ میں نے اتنی رقم صرف آپ علیہ السلام کے بھروسہ پر منظور کر لی ہے اور اب یہ اُمید لے کر آئی ہوں کہ آپ علیہ السلام وہ رقم ادا فرما کر میری مدد فرمائیں۔ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسکی یہ بات سُن کر ارشاد فرمایا کہ "میں نہ صرف تیری طرف سے رقم ہی ادا کروں گا بلکہ تمہارے ساتھ اس سے بہتر سلوک بھی کروں گا"۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا اس سے بہتر کیا سلوک فرمائیں گے۔ فخر دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں کتابت کی رقم ادا کرنے کے بعد تمہیں اپنے نکاح میں لے کر اپنی زوجیت کے فخر سے مشرف فرماؤں گا''۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس بات کو بصد شکریہ قبول فرمایا۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا اور حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کتابت کی رقم ان کو ادا فرما کر انہیں آزاد فرما دیا۔ کتابت کی رقم نو (9) اوقیہ سونا تھا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد کرانے کے بعد ان کی رضامندی سے 5 ہجری میں ان سے نکاح فرما کر دین و دنیا کی عزت و عظمت عطا فرماتے ہوئے انہیں اپنے حرم پاک میں شامل کر لیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو جب اس نکاح مبارک کی خبر ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ ہم سب کے لئے یہ بات کسی طور بھی مناسب نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم پاک کے عزیز و اقارب کو جو کہ آپ حضور علیہ السلام کے رشتہ دار بھی بن گئے ہیں۔ ہم لوگ اپنی قید میں رکھ کر غلام بنائیں۔ اس کے بعد تمام قیدیوں کو جنگی تعداد کئی سو تھی آزاد کر دیا۔ اسی موقعہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا تھا کہ "میں نے کوئی ایسی عورت نہیں دیکھی جو حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑھ کر اپنی قوم کے لئے باعث برکت ہو۔ کیونکہ اُنہیں کی وجہ سے بنوالمصطلق کے سینکڑوں گھرانے آزاد ہوئے"۔

حق مہر

کتب سیر میں آتا ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے چار سو درہم حق مہر مقرر فرمایا گیا۔ ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے۔ کہ بنوالمصطلق کے قیدیوں کی آزادی بطور حق مہر ٹھہری۔ واللہ اعلم۔

وصال شریف

اُم المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے 50 ہجری یا دیگر روایت کے مطابق 56 ہجری میں رحلت فرمائی۔ دوسری روایت زیادہ صحیح ہے۔ اُس وقت ان کی عمر 65 سال یا 70 سال کے قریب تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کی طرف سے مقررہ کردہ حاکم مدینہ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اُس کے بعد جنت البقیع میں دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہنکے قریب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دفنایا گیا۔ نہایت پارسا اور عبادت گزار تھیں۔

مدت زوجیت

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں 5 ہجری سے لے کر 11 ہجری یعنی چھ 6 سال کا عرصہ رہیں۔ ان سے سات حدیثیں مروی ہیں۔ دو بخاری اور دو مسلم میں ہیں۔

فضائل ومناقب

سیدہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت عبادت گزار تھیں۔ عبادت کی غرض سے گھر میں ہی ایک جگہ مسجد کے نام سے مخصوص کر رکھی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ ہمیں خود سیدہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ایک روز میں گھر میں مخصوص جگہ مسجد میں عبادت میں مصروف تھی کہ تاجدار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الصبح گھر تشریف لائے۔ مجھے عبادت میں مصروف دیکھ کر واپس تشریف لے گئے۔ پھر نصف النہار کے قریب دوبارہ گھر تشریف لائے اور مجھے اُسی طرح عبادت میں مشغول پایا۔ یہ دیکھ کر ارشاد فرمایا ''تم اُس وقت سے اب تک اسی حالت میں ہو''۔ میں نے عرض کیا جی حضور علیہ السلام۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں تم کو کچھ ایسے کلمات بتاتا ہوں وہ پڑھ لیا کرو''۔ پھر وہ کلمات ارشاد فرمائے۔

"سُبحَانَ اللہ عَدَدَ خلقه. 3بار

سُبحَانَ اللہِ نفسهٗ . 3 بار

سُبحَانَ اللہ زنَةَ عَرشه . 3 بار

سُبحَان اللہ مداد کلمَاتِهٖ 3 بار

"روایت از: جامع ترمذی"

ایک روایت میں آتا ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں نے یہاں سے جانے کے بعد چار کلمات ایسے کہے ہیں کہ اگر اُن کو تیرے ورد کے ساتھ وزن کیا جائے تو وہی بھاری اتریں۔ پھر وہ کلمات ارشاد فرمائے۔

"سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَنَفْسِہٖ وَزِنَةَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ".

امام بخاری حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں ایک دفعہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جمعہ کے روزے سے تھیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''کیا تم نے گزشتہ روز بھی روزہ رکھا ہوا تھا؟'' اُنہوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ ''کیا تم کل بھی روزہ رکھو گی''۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہ سُن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا ''تو پھر آج کا روزہ افطار کرلو''۔ تو انہوں نے افطار کرلیا۔ حضور علیہ السلام کے اس فرمان مبارک سے پتہ چلتا ہے کہ صرف جمعہ کا ہی روزہ رکھنا کراہت میں شامل ہے۔ اور اُسے حضور علیہ السلام نے پسند نہیں فرمایا۔ علماء کا مذہب بھی یہی ہے۔

صحیح بخاری ومسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے فرمایا: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ قَالَ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَصُوْمَنَّ

اَحَدُ کُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اِلَّا یَوْمٌ قَبْلَہٗ اَوْبَعْدَہٗ.

ترجمہ:۔ ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا" کوئی شخص صرف جمعہ کا دن کا ہی روزہ نہ رکھے۔مگر یہ کہ رکھے تو ایک دن پہلے یا بعد ملا کر روزہ رکھے''۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ جمعہ کا روز بڑی فضیلت و عظمت کا حامل ہے۔ان فضائل و برکات کے ہوتے ہوئے بھی شریعت نے جس قدر سہولت و اجازت دے رکھی ہے اُس سے ہرگز تجاوز و مبالغہ نہیں کرنا چاہیئے۔تاکہ ملنے والی فضیلت سے ہی محروم نہ ہو جائے۔دوسرا ایسا کرنے سے یہود و نصاریٰ سے مشابہت نہ ہو جائے۔کیونکہ یہود و نصاریٰ ایک مقررہ دن کی ہی عظمت کے قائل ہیں۔یعنی ہفتہ اور اتوار۔اس کے علاوہ جمعہ کو مسلمانوں کی عید کا دن کہا گیا ہے۔اس سلسلے میں حضور علیہ السلام کا حکم مبارک حدیث میں موجود ہے۔اس لئے عید کے دن روزہ رکھنا مناسب نہیں ہے اور پھر خاص طور پر جمعہ کی تخصیص کر لینا تو کسی طور بھی مناسب نہیں ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسے علماء دکھائی نہیں دیئے جو اکیلے جمعہ کے روزہ کو مکروہ خیال کرتے ہوں۔حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی کراہت صحیح احادیث میں آئی ہے۔اگر وہ احادیث مبارکہ تم تک نہیں پہنچیں تو اس میں کسی کا کیا قصور ہے۔اگر وہ ممانعت اور نفی آ جانے کے بعد بھی احادیث صحیح کا اعتبار نہ کرے۔واللہ اعلم۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم کے قیدیوں کی رہائی کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان کے ہمراہ چند اونٹنیاں اور ایک حبشی لونڈی بھی تھی۔انہوں نے اونٹنیاں اور لونڈی کو پہاڑی کی ایک گھاٹی میں چھپا دیا اور خود خالی ہاتھ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضور علیہ السلام سے قیدیوں کو رہا کرانے کے بارے میں گفتگو کی۔حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ'' تم فدیہ کے لئے کیا لے کر آئے ہو''۔عبد اللہ نے عرض کیا فدیہ کے لئے تو میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔یہ سُن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا'' وہ اونٹنیاں اور حبشی لونڈی کدھر ہے جن کو تم فلاں گھاٹی میں چھپا آئے ہو''۔ عبد اللہ حضور علیہ السلام کے اس علم غیب کو سُن کر سخت حیران ہوئے۔اور عرض کیا میرے ہمراہ کوئی دوسرا شخص نہیں تھا اور نہ ہی کوئی مجھ سے پہلے خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہے۔میری اس حرکت کا حضور علیہ السلام کو علم ہو جانا اس بات کی قطعی دلیل ہے۔کہ آپ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں۔پھر پڑھا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ علیہ السلام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ'' الرَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

1- از: صحیح بخاری شریف۔مناقب حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

2- از: صحیح مسلم۔مناقب حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

3- از: الاصابہ۔ جلد۔4۔ صفحہ۔265

4- از: مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔771 تا 774

5- از: البدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔512 وغیرہ۔

9- اُم المومنین سیدہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے وہ واحد زوجہ ہیں جن کا جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح ہوا تو حضور علیہ السلام بذات خود اس نکاح میں موجود نہ تھے بلکہ آپ علیہ السلام کے وکیل حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ نکاح پڑھا اور حجاب وقبول کا مرحلہ طے کیا۔ حبشہ کا بادشاہ نجاشی اس نکاح میں سیدہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے ان کا ولی تھا۔ اس نے تمام انتظامات خود کئے اور حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے نکاح پڑھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا السابقون الاولون کی مقدس جماعت میں شمار ہوتی ہیں۔ مکہ مکرمہ کے سردار قریش ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی 65 حدیثیں روایت کی ہیں۔

سلسلہ نسب

سیدہ حضرت اُم حبیبہ (رملہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابوسفیان بن حرب بن اُمیہ بن عبدالشمس بن عبدمناف بن قصی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ بن عبدالشمس تھا۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پھوپھی تھیں۔

پیدائش

سیدہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعثت نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سترہ (17) سال پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ ان کا اصل نام "رملہ" تھا۔ اپنی بیٹی (بنت عبیداللہ بن جحش) کی نسبت سے اُم حبیبہ کہلاتی تھیں اور بعد میں یہی نام مشہور ہو گیا۔

مختصر حالات زندگی

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سردار قریش ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ ان کا اصل نام رملہ تھا بعض روایات کے مطابق انکا نام ھند بھی آتا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت عبیداللہ بن جحش

سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مکہ مکرمہ میں نکاح ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابتداءِ اسلام میں ہی حلقہ بگوش دینِ حنیف ہو چکی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر حضرت عبید اللہ بن جحش بھی ابتدا اسلام میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ان کے ہاں اللہ نے ایک بیٹی عطا کی اُس بیٹی کی نسبت سے ہی اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہلاتی تھیں۔ بعد میں اسی نام سے مشہور ہوئیں۔ نہایت پارسا اور رحم دل خاتون تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی ہی پاکیزہ ذات حمیدہ کی مالکہ تھیں۔ بڑی سخی اور عالی ہمت خاتون تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا خاوند عبید اللہ حبشہ میں مرتد ہو کر مر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرما کر ان کو ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں شامل فرما لیا۔ 7 ھجری میں نکاح ہوا۔

پہلا نکاح

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح حضرت عبید اللہ بن جحش سے مکہ مکرمہ میں ہوا۔ دونوں میاں بیوی ابتدائے احوال میں ہی اسلام لے آئے تھے۔ قریش مکہ نے جب مسلمانوں کو سخت تکلیفیں پہنچائیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے شوہر کے ہمراہ دیگر مسلمانوں کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کرنے والوں میں شامل تھیں۔ عبید اللہ حبشہ پہنچ کر عیسائی ہو گیا اور نصرانیوں کے ساتھ مل کر شراب نوشی کرنے لگا اور یوں کثرتِ مے نوشی کی وجہ سے مرتد کی موت مر گیا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ عبید اللہ بن جحش کے نصرانی ہونے سے خواب میں اس کو نہایت بری اور بھیانک حالت میں دیکھا۔ خواب سے بیدار ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ اسلام چھوڑ کر نصرانی ہو چکا ہے۔ میں نے خواب میں دیکھی ہوئی اُس کی شکل کے بارے میں اُسے بتایا کہ شاید اس حرکت سے باز آ کر توبہ کرے مگر اُس پر میری کسی بات کا اثر نہ ہوا۔ اور وہ بدستور شراب و کباب میں اس حد تک مصروف رہا یہاں تک کہ اُسی حالت میں مر گیا۔

خواب:

سیدہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ خاوند کے مرتد ہو کر مر جانے کے بعد میں اکیلی رہ گئی۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی مجھے یا اُم المومنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کہہ کر پکار رہا ہے۔ میں نے صبح کو اس خواب کی تعبیر معلوم کی تو بتانے والے نے کہا کہ تم عنقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آنے کا شرف عظیم حاصل کرو گی۔ جوں ہی میری ایام عدت پورے ہوئے۔ مجھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے پیغام نکاح ملا اور یوں میرا خواب سچ ثابت ہوا۔

روایت از: ابن سعد۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا

حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح مبارک

سیدہ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاوند کے مرجانے کے بعد بھی بدستور اسلام پر قائم رہیں۔ انہوں نے اسلام کی خاطر ماں باپ، عزیز واقارب، وطن اور گھر بار چھوڑا تھا۔ پردیس میں خاوند مرتد ہوکر مرگیا۔ یہ سہارا بھی جاتا رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب اُن کے حال کی خبر ہوئی تو حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خویلد بن عبد اللہ بن ایاس بن عبید بن ناشرہ بن کعب بن جدی بن حمزہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کنانی) (المتوفی 60ھ مدینہ منورہ) کو شاہ حبشہ کے پاس تحریر لکھ کر بھیجا جس میں فرمایا کہ ''میری طرف سے ام حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو نکاح کا پیغام پہنچائے''۔ یہ تحریر ملنے پر شاہ حبشہ نجاشی نے اپنی ایک لونڈی ''ابرہ'' جو کہ اُس کے ملبوسات وعطریات کی نگران تھی۔ اُسے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پیغام مبارک دے کر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا۔ انہوں نے یہ پیغام سنتے ہی فوراً رضامندی ظاہر کرتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کیا اور وہ زیورات جو زیب تن فرما رکھے تھے اتار کر اس لونڈی کو عطا فرمادیئے۔ ہاں ہونے کے بعد نجاشی نے ایک محفل منعقد کی جس میں تمام مہاجر مسلمانوں کو مدعو کیا۔ پھر شاہ حبشہ کو بتایا گیا کہ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا وکیل مقرر کیا ہے۔ شاہ حبشہ نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کا خطبہ پڑھا۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمَلِکَ الْقُدُّوْسِ السَّلَامُ الْمُؤمِنُ الْمُھَیمِنُ الْعَزِیزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّر. اَشھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاَنَّہُ الَّذِی بشربہٖ عِیسیٰ بِن مَریَم عَلَیْہِ السَّلَامَ اَمَّا بَعْد فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَتَبَ اِلٰی ان ازوّجہُ اُمِّ حَبِیْبَۃ بِنْتِ اَبِی سُفیان فاجُبت اِلٰی مَادَعَااِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَقَدْ اَصدَقْتُھَا اَربَعَ مِائَۃَ دِیْنَاراً۔

ترجمہ: ''اُس اللہ کی حمد ہے جو قدوس ہے غالب ہے عزیز اور جبار ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے برگزیدہ بندہ اور برحق رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہیں۔ اور آپ (علیہ السلام) وہی نبی ہی جن کی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے بشارت دی۔ اما بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے تحریر فرمایا کہ میں آپ (علیہ السلام) کا نکاح ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابوسفیان سے کردوں۔ میں نے آپ (علیہ السلام) کے ارشاد کے مطابق ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چار سو دینار حق مہر کے ساتھ نکاح کردیا۔''

مدارج النبوت میں خطبہ کی عبارت یوں آتی ہے۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ السَّلَامِ الْمُؤْمِنِ الْمُهَيْمِنِ الْعَزِيْزِ الْجَبَّارِ . اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ٥ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اَجَبْتَ اِلٰى مَادَعٰى اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَقَدْ اَصْدَقْتُهَا اَرْبَعمِائَةَ دِيْنَارًا ذَهَبًا".

شاہ حبشہ کے بعد حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وکیل تھے انہوں نے یہ خطبہ پڑھا۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ . اَمَّابَعْدُ فَقَدْ اَجَبْتُ اِلٰى مَا دَعٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَوَّجْتُهٗ بِاُمِّ حَبِيْبَه بِنْتِ اَبِى سُفْيَانَ . فَتَبَارَكَ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ترجمہ: الحمدللہ۔ میں اللہ کی حمد وثنا کرتا ہوں۔ اور اُس سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے برگزیدہ بندہ اور رسول برحق ہیں۔ جن کو اللہ نے ہدایت اور دین برحق دے کر بھیجا ہے۔ تاکہ اس دین کو دوسرے ادیان پر غالب کرے اگرچہ مشرکین کو ناگوار ہو۔ امابعد۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیام کو قبول کیا اور آپ (علیہ السلام) سے اُم حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔

اس کے بعد نجاشی نے وہ دینار حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن العاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی قرشی اموی۔ ننھیالی تعلق قبیلہ ثقیف سے تھا) کے حوالے کر دیئے۔ رسم نکاح کے بعد حاضرین اُٹھنے لگے تو نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ سب لوگ تشریف رکھیں۔ انبیاء علیہم السلام کی یہ سنت مبارکہ ہے کہ نکاح کے بعد محفل میں شریک لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ پھر شاہ نے حاضرین کو کھانا پیش کیا کھانے کے بعد یہ مجلس برخاست ہوئی۔

وصال شریف

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا 44 ہجری کو 72 سال کی عمر مبارک میں مدینہ منورہ میں وصال فرما گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

65 حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے 2 حدیثیں متفق علیہ ہیں یعنی بخاری و مسلم میں روایت ہوئی ہیں۔ ایک حدیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔ دیگر احادیث دوسری کتب میں موجود ہیں۔

مدت زوجیت

سیدہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں 7 ہجری سے لے کر 11 ھجری تک یعنی 5 سال کا عرصہ رہیں۔

فضائل شریفہ

سیّدہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی ہی پاکیزہ صفات کی مالکہ تھیں۔ سخاوت اور عالی ہمت ہونے کی وجہ سے خاص اہمیت کی حامل تھیں۔ عشق رسول اُن میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ پر ہمیشہ اپنا مال و جان، اولاد اور ماں باپ قربان کرنے کو تیار رہتی تھیں۔ ان کے مناقب ومحاسن اور مکارم اخلاق کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ نہایت ہی راسخ العقیدہ تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی محبّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قصہ بہت مشہور ہے۔

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ منورہ میں حرم پاک نبی علیہ السلام میں اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیثیت سے رہ رہی تھیں۔ اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد ابوسفیان بن حرب اموی (والد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تجدید صلح حدیبیہ کیلئے مدینہ منورہ میں سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ فارغ ہونے کے بعد اپنی بیٹی سیدہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملنے گئے۔ گھر پہنچ کر جب بستر پر بیٹھنے لگا تو اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بستر لپیٹ لیا۔ ابوسفیان نے کہا بیٹی میں یہ بات نہیں سمجھ سکا کہ تو بستر کو مجھ سے دور رکھنا چاہتی ہے۔ یا مجھے بستر سے۔ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اے والد یہ بستر سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ اور تم مشرک ہو میں اس چیز کو ہرگز جائز تصور نہیں کرتی کہ تم اس پاک ومطہر بستر پر بیٹھ کر اسے شرک کی نجاست سے آلودہ کرو۔ بیٹی کا یہ جواب سُن کر ابوسفیان نادم ہوا اور کہنے لگا اے بیٹی تم ہم سے جدا ہو کر بگڑ گئی ہو۔

اللہ اکبر۔ ایمان کامل اور عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ کامل نمونہ تھا جس کی بدولت حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درجہ پر فائز ہوئیں۔ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک بھی یہی ہے۔ ارشاد فرمایا۔

"واللہ لا یومن احد جکم حتّٰی اکون احبّ الیہ من ولدہٖ و والدہٖ والنّاس اجمعین".

ترجمہ: ''اللہ کی قسم تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک اُس کے دل میں میری محبت

اس کی اولاد اور والدین اور دیگر جملہ اشخاص سے بہت زیادہ بڑھ کر نہ ہو"۔

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جب وقت وصال قریب آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ و حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے کہا کہ زندگی میں سوکنوں کے درمیان کبھی کسی بات پر نوک جھوک ہو جایا کرتی ہے۔ اس سلسلے میں جو کچھ میں نے آپ لوگوں سے کہا سنا ہو وہ مجھے معاف فرما دیں۔ دونوں نے فرمایا ہم سب کچھ آپ کو خوشی سے معاف کرتی ہیں۔ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا تم نے مجھے شادمان کیا اللہ تعالیٰ تمہیں شادماں فرمائے۔

1- از: زرقانی۔ جلد۔ صفحہ۔ 245
2- الاصابہ۔ جلد۔ 4۔ صفحہ۔ 236
3- الاصابہ۔ جلد۔ 4۔ صفحہ۔ 305
4- مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 774 تا 776
5- از: البدایہ والنہایۃ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 512 وغیرہ۔

10- اُم المومنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اُم المومنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت ہی فیاض رحم دل، زاہدہ، عاقلہ، ممتاز اور فاضلہ خاتون تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں بہت سے محاسنِ اخلاق و مکارم افعال، فیاضی اور جود و سخا میں تو بطور سمندر تھیں۔ نہایت ہی حلیم الطبع اور سخت سے سخت کلام کو بھی برداشت کرنے والی تھیں۔ گو بنی نضیر کے سردار حیّی بن اخطب کی بیٹی تھیں مگر طبیعت میں کسی قسم کا غرور یا تکبر نام کو بھی نہ تھا۔ حسن و جمال میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں۔ عاقلہ ایسی تھیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ بحیثیت قیدی گفتگو فرمائی تو اس قدر ادب سے جوابات دیئے کہ آپ علیہ السلام نے ان کو اپنی زوجیت میں لینے کا فیصلہ فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے کوئی اولاد نہ تھی۔ حضور علیہ السلام آپ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت فرماتے۔ سفر پر تشریف لے جاتے وقت ان کو خود سواری پر سوار فرماتے تھے۔ اُم المومنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی مبارکہ بحیثیت اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نیکیوں سے ہی عبارت تھی۔ ذیل میں ان کا حتی المقدور مکمل حال پیش کر رہا ہوں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دس حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ایک حدیث متفق علیہ ہے 50 ھجری میں 60 سال کی عمر شریف میں مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔

سلسلہ نسب

اُم المومنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حیّی بن اخطب بن شعبہ (بنی اسرائیل سے سبط ہارون

بن عمران)۔ والدہ کا نام حرّہ بنت سموال ہے۔ اصل نام زینب بنت حُیّ تھا۔

پیدائش

اُم المومنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا 594 عیسوی کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ اصل نام زینب تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں آنے سے قبل ہی صفیہ نام مشہور ہو چکا تھا۔ صفیہ نام رکھنے کی وجہ تسمیہ کے سلسلے میں کتب سیر خاموش ہیں۔

مختصر حالات زندگی

اُم المومنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنو نضیر کے سردار حُیّی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ حُیّی بن اخطب سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح سلام بن مشکم قرظی سے ہوا۔ سلام نے کچھ عرصہ بعد ان کو طلاق دے دی۔ طلاق کے بعد دوسرا نکاح کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق سے ہوا۔ یہ کنانہ غزوہ خیبر میں مارا گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قبیلہ یہودی تھا۔ غزوہ خیبر میں ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا والد اور بھائی حالت کفر میں مارے گئے۔ گرفتار ہو کر خدمت اقدس میں لائی گئیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد فرما کر اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ قید ہونے سے پہلے ہی دل میں ایمان کی شمع جل چکی تھی اس لئے جب خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو عرض کیا تھا میں دلی طور پر تو مسلمان ہو چکی ہوں اب اعلان کرنا باقی ہے۔ نہایت عاقلہ، فاضلہ اور متقی خاتون تھیں۔ 7 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد میں آئیں اور اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہلائیں۔

نکاح مبارک

غزوہ خیبر کے بعد جب سب قیدی ایک جگہ اکھٹے کیئے گئے تو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اُن میں شامل تھیں۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام سے اجازت طلب کی کہ قیدی عورتوں میں سے ایک لونڈی کا انتخاب کرلیں حضور علیہ السلام نے اجازت عطا فرما دی۔ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو منتخب کرلیا۔ ایک صحابی نے خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام نے صفیہ جو رئیسہ بنو قریظہ ونضیر ہے اُسے دحیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو عطا فرما دیا ہے۔ وہ تو آپ علیہ السلام کے لائق ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسری لونڈی عطا فرما کر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آزاد فرما دیا۔

اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا انہیں خیمہ میں لے جائیں۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔ پھر حضور علیہ السلام خیمہ میں تشریف لے گئے۔ آپ علیہ السلام کو تشریف لاتا دیکھ کر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھڑی ہو گئیں۔ وہاں ایک لپٹا ہوا بستر پڑا تھا اس بستر کو زمین پر بچھا دیا اور خود زمین پر بیٹھ گئیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تمہارے باپ نے ہمیشہ مجھ سے عداوت ہی رکھی یہاں تک کہ وہ مارا گیا صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے عرض کیا اللہ تعالیٰ ایک شخص کے گناہ کی پاداش میں دوسرے کو گرفتار نہیں کرتا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے ان کو اختیار عطا فرمایا کہ اگر تم چاہو تو آزاد ہو کر اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤ اور اگر چاہو تو اسلام قبول کر لو میرے نکاح میں آجاؤ۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی حلیم الطبع اور دانشمند عورت تھیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اسلام کی تمنا تھی۔ اور میں آپ علیہ السلام کی دعوت سے پہلے ہی اسلام کی تصدیق کر چکی ہوں۔ اب آپ علیہ السلام نے مجھے اختیار عطا فرمایا ہے کہ میں اسلام یا کفر میں سے جسے چاہوں اختیار کر لوں۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نزدیک میری قوم سے زیادہ محبوب تر ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 7 ہجری میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد فرما کر اُن سے نکاح فرما لیا۔ اس وقت حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر سترہ (17) سال تھی۔ یوں اُم المومنین کا اعزاز حاصل کیا۔

دعوت ولیمہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر سے روانہ ہوئے جب مقام صہباء پہنچے تو رسم عروسی ادا فرمائی۔ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے فرمایا کہ جس کے پاس کھانے کے لئے جو کچھ ہے وہ لے آئے۔ ہر ایک اپنی اپنی کھانے کی چیز لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا۔ سب نے حیس تیار کیا اور یوں نبی کریم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت ورحمت سے تمام لوگوں نے پیٹ بھر کر دعوت ولیمہ کھائی۔ حضور علیہ السلام فرمایا کرتے تھے "صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا ولیمہ بڑی شان والا تھا"۔ اس دعوت میں گوشت روٹی وغیرہ بالکل شامل نہیں تھی بلکہ صرف میٹھا ہی تھا جسے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے سیر شکم ہو کر تناول کیا۔ (حیس کا کھانا کھجور، پنیر اور گھی ملا کر بنایا جاتا ہے)

فضائل ومناقب

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی عظمت اور شان والی اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مقام صہباء سے کوچ فرمانے لگے تو آپ علیہ السلام نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خود اپنے اونٹ پر سوار کیا پھر اپنی قبا مبارکہ سے ان پر پردہ فرمایا گویا یہ اس بات کا اعلان تھا کہ اب صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ

عنہا) ازواج مطہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) میں شامل ہیں۔ اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری خدمت میں پیش کی گئی تو آپ علیہ السلام نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی سواری پر سوار کرنے کے لئے اپنا پاؤں مبارک راحلہ پر رکھا تا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ السلام کی ران مبارک پر اپنا پاؤں رکھ کر سوار ہو سکیں۔ مگر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فخر کونین کے ادب کی وجہ سے اپنا زانو حضور علیہ السلام کی ران پر رکھ کر اونٹ پر سوار ہوئیں۔ حضور علیہ السلام نے سواری کا پردہ خود اپنے دست مبارک سے باندھ دیا۔

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر غبطہ (رشک) کیا کرتی تھیں روایت میں آتا ہے کہ ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سیدہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مذمت کرتے ہوئے حضور علیہ السلام سے عرض کیا آپ علیہ السلام کو تو صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کافی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ یوں ہیں وغیرہ وغیرہ یعنی اُنکے چھوٹے قد کا بھی ذکر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تم نے وہ بات کہی ہے کہ اگر اُسے دریا میں ڈال دیا جائے تو اس کا بھی رنگ تبدیل ہو جائے''۔ گویا اس طرح فرمانے سے حضور علیہ السلام کا حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعریف کرنا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سمجھانا مقصود تھا۔ واللہ اعلم۔

ایک روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا ''کیا بات ہے کہ تم رو رہی ہو''۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) جب میرے پاس آتی ہیں تو مجھے تنگ کرتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ ہمیں فخر ہے کہ ہمارا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''تم نے انہیں یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ کس طرح تم مجھ سے بہتر ہو جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے والد اور حضرت ہارون علیہ السلام میرے چچا ہیں اور (فخر موجودات تاجدار عرب وعجم) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے شوہر ہیں''

روایت میں آتا ہے ایک دفعہ سفر کے دوران حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ تھک کر رہ گیا۔ سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس زائد اونٹ تھا۔ حضور علیہ السلام نے سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ ''زائد اونٹ صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو دے دو تا کہ یہ بھی منزل مقصود تک پہنچ جائیں''۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا اس یہودیہ کو میں اپنی کوئی چیز نہیں دوں گی۔ یہ جواب سُن کر حضور علیہ السلام حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ناراض ہو گئے اور یوں دو یا تین ماہ تک اُن سے بالکل تعلق منقطع رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے جس کسی کو سبق دینا چاہتے تو اسی طرح اُنکی تادیب فرماتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ حضور علیہ السلام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے بعض کے ساتھ زیادہ

محبت فرماتے تھے مگر حق کے لحاظ سے کسی کی بھی رعایت ہرگز نہ فرماتے تھے۔

کتب سیر میں آتا ہے کہ جب صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ السلام کے ہمراہ نکاح کے بعد مدینہ منورہ آئیں تو مدینہ منورہ کی عورتیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حسن و جمال کا چرچا سُن کر ان کے گھر زیارت کے لئے آئیں۔ سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی چہرہ مبارک پر نقاب ڈال کر ان عورتوں کے ساتھ شامل تھیں۔ تا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وہ بھی دیکھ سکیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پہچان لیا۔ جب وہ گھر سے باہر گئیں تو حضور علیہ السلام پیچھے تشریف لے گئے ان کی چادر ہٹا کر دریافت فرمایا۔

> ''اے حمیرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو کیسا پایا ہے''۔ انہوں نے عرض کیا ایک یہود یہ یہودی عورتوں میں بیٹھی ہوئی تھی۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا'' اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تم اس طرح کیوں کہتی ہو جبکہ وہ مسلمان ہو چکی ہے اور اس کا اسلام بھی حسن قبول ہو چکا ہے''

اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک لونڈی نے سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں اُن سے جا کر شکایت کی۔ کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہفتہ کے روز کی عزت کیا کرتی ہیں اور یہودیوں کو عطیات دیا کرتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ شکایت سُن کر اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس بات کی تصدیق کے لئے پیغام بھیجا۔ انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے جمعہ عطا فرمایا ہے میں نے کبھی ہفتہ کے روز کو پسند نہیں کیا۔ جہاں تک یہودیوں کا تعلق ہے اُن سے میری قرابت داری ہے اس لئے میں اُنکی مدد کرتی ہوں۔ حضرت اُم المومنین صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی لونڈی کو طلب فرما کر پوچھا کہ تم نے میری یہ شکایت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیوں کی۔ لونڈی نے جواب دیا مجھے ایسا کرنے پر شیطان نے اکسایا تھا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ سُن کر فرمایا جاؤ آج سے تم آزاد ہو۔ سبحان اللہ غلاموں کی غلطی کے باوجود کیا ہی احسن سلوک فرماتی تھیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال دی جا سکتی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیل ہوئے تو دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ہمراہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تیمارداری کے لئے وہاں موجود تھیں۔ فرط محبت کی وجہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف حسرت سے دیکھا اور عرض کیا اے کاش آپ علیہ السلام کی یہ بیماری مجھے لگ جاتی۔ یہ سُن کر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے ایک دوسری کی طرف غمزہ (رمز آمیز) اشارہ کیا۔ یعنی آنکھوں میں ایک دوسرے کی طرف طنزیہ نظروں سے اشارہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کے اس فعل سے ناخوشی کا اظہار فرمایا اور ارشاد ہوا۔ ''خدا کی قسم صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنے اس قول و

دعویٰ میں بالکل سچی ہیں''

فیاضی کے میدان میں بھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح ہو جانے کے بعد بحیثیت اُم المومنین جب مدینہ منورہ تشریف لائیں۔ تو سیدہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن کو اپنی بالیاں تقسیم فرمادیں۔ کھانا نہایت ہی لذیذ و عمدہ پکاتی تھیں۔ اکثر کھانا پکا کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں تحفۃً بھیجا کرتی تھیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنکھ پر ایک سبز نشان دیکھا۔ یعنی سیاہی مائل نشان۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تمہاری آنکھ پر کس چیز کا نشان ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن میں اپنے سابقہ شوہر (کنانہ ابن ربیع ابن ابوالحقیق) کی گود میں سر رکھ کر سو رہی تھی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ چاند میری گود میں آگرا ہے۔ میں بیدار ہوگئی اور اپنا یہ خواب شوہر کو سُنایا۔ اس نے نہایت ہی زور سے میرے ایک طمانچہ مارا اور کہا تو یثرب کے بادشاہ کی تمنا کرتی ہے۔ اُس شخص کا اشارہ تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تھا۔

وصال شریف

سیدہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ماہ رمضان 50 ہجری کو مدینہ منورہ میں تقریباً 60 سال کی عمر میں فوت ہوئیں۔ نکاح کے وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارکہ 17 سال تھی۔ 7 ہجری میں نکاح ہوا اور یوں چار 4 سال کا عرصہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دس حدیثیں منقول ہیں۔ جن میں سے صرف ایک حدیث بخاری و مسلم میں آتی ہے باقی احادیث دوسری کتب میں موجود ہیں۔

مدت زوجیت

اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا 7 ہجری میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں آئیں اور یوں اُمہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ عنہن میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شمار ہوا۔ حضور علیہ السلام کی رفاقت میں چار (4) سال رہنے کا اعزاز حاصل کیا۔

1- از: ابن سعد حوالہ از اصابہ۔ جلد۔ 4۔ صفحہ۔ 347

2- از: زرقانی۔ جلد۔ 3۔ صفحہ۔ 257 تا 259

3- از: صحیح بخاری۔ باب مناقب صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

4- از: صحیح مسلم۔ باب مناقب صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

5- از: موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ باب مناقب صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

6- از: مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔776 تا 778 وغیرہ۔

11. اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری زوجہ ہیں۔ان کے بعد حضور علیہ السلام نے کسی اور عورت کو ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن میں شامل نہیں فرمایا تھا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت پارسا، خداترس، زاہدہ اور فیاض تھیں۔حضور علیہ السلام نے جب ان سے نکاح فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت احرام میں تھے۔ یہاں سے ہی علما کرام میں حالت احرام میں نکاح کرنے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔حنفی مذہب کے مطابق اس حالت میں نکاح کرنا جائز ہے۔ثبوت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرنا پیش کرتے ہیں۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حالت احرام میں نکاح جائز ہے تحریر کیا ہے ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ نکاح کے وقت حضور علیہ السلام حالت احرام سے باہر تھے۔بہر حال جس نے پہلی روایت کو سامنے رکھا اُس کے نزدیک حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ٹھہرا جیسے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے جس نے دوسری روایت کو لیا اُس کے نزدیک حالت احرام میں ناجائز ہے۔اس مسئلے کی تفصیل جاننا درکار ہو تو اُصول فقہ سے مراجعت کی جاسکتی ہے۔حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے 76 حدیثیں مروی ہیں جن میں سے 7 متفق علیہ ہیں۔ 51 ہجری میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا اس وقت عمر شریف 80 سال تھی۔

سلسلہ نسب

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت الحارث بن حزن بن بجیر بن ہزم بن رویہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن قیس بن عیلان بن مضر۔والدہ ماجدہ کا نام ہند بنت عوف بن زہیر بن حارث بن حماطہ بن جرش تھا۔ان کا تعلق قبیلہ حمیر سے تھا۔

پیدائش

سیدہ اُم المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا 594 عیسوی کو سرف کے مقام پر مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ان کا اصل نام برّہ (نیکی) تھا۔نکاح کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام مبارک تبدیل کر دیا اور میمونہ رکھا۔

مختصر حالات زندگی

سیدہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت الحارث عامریہ ہلالیہ ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن میں

ایک خاص مقام کی مالکہ ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ماجدہ کے جو داماد ہوئے ہیں ایسے داماد کسی اور عورت کے نہیں ہوئے۔ یہ کثیر الاولاد تھیں۔ الحارث سے پہلے عمیس خثعمی کے نکاح میں تھی۔ اُس سے دو لڑکیاں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زینب بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعض روایات میں سلمیٰ نام بھی آیا ہے۔ اس طرح الحارث اور عمیس خثعمی سے کل 4 لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ان سب کا ایک کے سوا نہایت عظمت والی شخصیات کے ساتھ نکاح ہوا۔ جن کا مختصر ذکر کر دینا حسب حال ہوگا۔

1- سیدہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔

2- حضرت ام الفضل سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ جو حضور علیہ السلام کے حقیقی چچا تھے۔

3- حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے حسن و جمال کی وجہ سے بہت مشہور تھیں۔ ان کا پہلا نکاح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی چچا زاد بھائی حضرت جعفر طیار بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں آگئیں۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال شریف کے بعد سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں آگئیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تینوں خاوندوں سے اولاد تھی۔

(i) حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئے۔

(ii) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئے۔

(iii) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عون بن علی اور بعض روایت میں ان کا نام حضرت یحییٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما آتا ہے پیدا ہوئے۔

چوتھی بیٹی کا نام زینب بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا بعض روایت میں ان کا نام سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی آتا ہے (واللہ اعلم) یہ سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں اُن سے حضرت عمارہ بنت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ولید بن مغیرہ بھی ان کے داماد تھے مگر ہم نے اس کا ذکر مشرک ہونے کی وجہ سے تفصیل سے نہیں کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام لبابتہ بنت الحارث تھا یہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن تھیں۔ کیونکہ سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ کا نام بھی لبابتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا اس لئے ان کو لبابتہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتے ہیں جبکہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ گرامی کو لبابتہ الصغریٰ کہتے ہیں۔

سیدہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مذکورہ شخصیات کا قریبی قرب حاصل تھا اور یوں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر نامدار تھے۔ جبکہ سیدنا حضرت صدیق اکبر، سیدنا حضرت علی، سیدنا حضرت امیر حمزہ، سیدنا حضرت عباس اور سیدنا حضرت جعفر رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بہنوئی تھے۔

نکاح مبارک

سیدہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے ہوا تھا انہوں نے کسی وجہ سے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دی۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دوسرا نکاح ابورہم بن عبدالعزیٰ سے ہوا۔ یہ 7 ہجری میں وفات پا گئے اور یوں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیوہ ہو گئیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 7 ہجری میں عمرہ ادا کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو وہاں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمان سے نکاح فرمالیں حضور علیہ السلام نے رضامندی فرمائی۔

اس طرح حالت احرام میں 7 ہجری کو شوال کے مہینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمالیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے وکیل تھے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی نکاح کا خطبہ پڑھا۔ یہاں ایک نہایت تعجب کی بات ہے یا اسے حسن اتفاق کہا جاسکتا ہے۔ کہ سیدہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش، نکاح، زفاف، اور وصال شریف بھی ایک ہی جگہ یعنی ''مقام سرف'' پر ہوا۔ یہ مقام مکہ مکرمہ سے دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقبرہ موجود ہے۔

حق مہر

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حق مہر پانچ سو درہم مقرر فرمایا۔ حضور علیہ السلام عمرہ سے فارغ ہو کر مقام سرف پر تشریف فرما ہوئے۔ اور آپ علیہ السلام کے غلام ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہمراہ لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اُسی روز آپ علیہ السلام نے رسم عروسی ادا فرمائی۔

وصال شریف

سیدہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نکاح کے وقت عمر شریف 35 سال تھی۔ 51 ھجری میں سرف کے

مقام پر 80 سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے تھے نماز جنازہ پڑھائی۔ لحد میں حضرت عبداللہ بن عباس یزید بن اصم اور عبداللہ بن شداد وعبید اللہ خولانی نے اُتارا۔ پہلے تینوں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے اور چوتھے پروردہ یتیم تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اولاد نہیں ہے۔

مدتِ زوجیت

سیدہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوا تین سال سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں رہیں۔ 7 ھجری میں نکاح ہوا اور 51 ھجری میں وصال فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری زوجہ ہیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا علمی مقام

اُم المومنین سیدہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علمی میدان میں خاص ذوق رکھتی تھیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے 76 احادیث مبارکہ روایت ہوئی ہیں جنکی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:۔

(1) صحیح بخاری ومسلم شریف = 7 احادیث مبارکہ

(2) صحیح مسلم شریف = 1 حدیث مبارکہ

(3) صحیح بخاری شریف = 1 حدیث مبارکہ

(4) دیگر کتب احادیث = 67 احادیث مبارکہ

کُل = 76 احادیث مبارکہ

1- اززرقانی۔ جلد۔3۔ صفحہ۔260۔

2- ازنسائی شریف۔ مناقب ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن۔

3- ازاصابہ۔ جلد۔4۔ صفحہ۔408 تا 411

4- ازمدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔778 تا 780 وغیرہ۔

امہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ عنہنّ

کے تاریخی حالات بمطابق سنہ عیسوی وھجری

نمبر شمار	اسمائے گرامی امہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ عنہن	ولادت شریفہ زوجہ محترمہ ومقام	سال نکاح	نکاح کے وقت عمر مبارکہ	کل عمر مبارکہ	سال ومقام وصال شریف	روضہ شریف	سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں رہنے کی عمر	سرکار دوعالم اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نکاح کے وقت عمر مبارکہ
1	سیدہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خویلد بن اسد	555ء مکہ مکرمہ	15 سال قبل اعلان نبوت	40 سال	65 سال	مکہ مکرمہ 10 نبوی۔	مکہ مکرمہ	25 سال	25 سال
2	سیدہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس	570ء مکہ مکرمہ	10 نبوی	50 سال	72 سال	19ھ مدینہ منورہ	مدینہ منورہ	14 سال	50 سال
3	سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما	614ء مکہ مکرمہ	10 نبوی ماہ شوال	9 سال	63 سال	57ھ 17 رمضان مدینہ منورہ	مدینہ منورہ جنت البقیع	9 سال	54 سال
4	سیدہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	605ء مکہ مکرمہ	4ھ ماہ شوال	22 سال	59 سال	41ھ جمادی الاوّل مدینہ منورہ	مدینہ منورہ جنت البقیع	7 1/2 سال	55 سال
5	سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خزیمہ بن حارث	596ء مکہ مکرمہ	4ھ صفر المظفر	36 سال	36 سال	4ھ ربیع الثانی	مدینہ منورہ جنت البقیع	3 ماہ	55 سال
6	سیدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابی امیہ سہیل بن مغیرہ	602ء مکہ مکرمہ	4ھ 5ھ	26 سال	80 سال	59ھ	مدینہ منورہ جنت البقیع	7 سال	56 سال
7	سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت جحش بن رباب	592ء مکہ مکرمہ	5ھ	35 سال	51 سال	20ھ	مدینہ منورہ جنت البقیع	6 سال	57 سال
8	سیدہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت الحارث بن ابی ضرار	608ء	5ھ شعبان	20 سال	71 سال	56ھ ربیع الاوّل	مدینہ منورہ جنت البقیع	6 سال	57 سال

9	سیدہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابوسفیان بن حرب	603ء مکہ مکرمہ	6ھ	26سال	72سال	44ھ	مدینہ منورہ جنت البقیع	6سال	57سال
10	سیدہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حی بن اخطب	613ء مکہ مکرمہ	7ھ جمادی الآخر	17سال	59سال	50ھ رمضان المبارک	مدینہ منورہ	تقریباً4سال	59سال
11	سیدہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت الحارث بن حزن	594ء مکہ مکرمہ مقام سرف	7ھ ذیقعد	36سال	80سال	51ھ	مقام سرف مکہ مکرمہ	1/4 3سال	59سال

امہات المومنین کے فضائل ومناقب

امہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں جن میں سے چیدہ چیدہ یہاں درج کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔ازواج مطہرات کو یہ مقام ومرتبہ جسکی وجہ سے انکی عزت وشرف میں بے پناہ اضافہ ہوااور یہ فضائل ومناقب جن کو اہل حق کے لئے ذریعہ رشد وہدایت کہا جاتا ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے طفیل ہی حاصل ہوئے۔یہ فضائل ومناقب سیرت النبی (علیہ السلام) کا ہی ایک حصّہ ہیں اس لئے انکا ذکر اشد ضروری ہے۔مومن کا ایمانی وجود اور اسکی روحانی زندگی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دم مبارک سے ہے۔حضور علیہ السلام مومنین کے حق میں روحانی والد ہیں جبکہ امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن مومنوں کی والدہ ہیں۔قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔سورۃ الاحزاب آیت 6۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ

ترجمہ۔ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے کہ ''نبی (علیہ السلام) اہل ایمان کے انکی جانوں سے زیادہ مالک ہیں اور آپ علیہ السلام کی ازواج مطہرات مومنین کی مائیں ہیں''

(1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اللہ کریم نے اُن کو حضور علیہ السلام کی ازواج کے خطاب اعلیٰ کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔آپ قرآن کریم کی تلاوت کریں اس کا اوّل سے آخر مطالعہ کرجائیں تو ایک بھی مثال ایسی نہیں ملے گی کہ کسی عورت کو کسی مرد کا یا کسی مرد کو کسی عورت کا زوج بتایا گیا ہو جب تک دونوں میں ظاہری اتحاد وباطنی اتحاد نہ پایا جاتا ہو اس کے لیے دونوں میں وحدت ازواجی وایمانی نہ موجود ہو۔یہ فضیلت امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو ہی حاصل ہے۔قرآن کریم میں سورہ مریم کا مطالعہ کریں تو اُس میں دو دفعہ ازواج پاک کو ازواج النبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلّم کے لقب سے خطاب کیا گیا ہے۔جبکہ سورہ احزاب میں چھ دفعہ (آیات 6،28،30،32، 34،33)ازواج النبی علیہ السلام فرمایا گیا ہے۔اللہ کا یہ فرمانا نہایت اعلٰی شرف اور فضیلت کا ثبوت ہے۔

ازواج مطہرات کی فضیلت کے لیے سورۃ الاحزاب کی آیت مبارکہ 32 کا مطالعہ کریں ابتداء میں ارشاد فرمایا۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

ترجمہ:۔ ''اے نبی کی بیبیو تم اور عورتوں کی مثل نہیں ہو''

(2) مذکورہ آیت مبارکہ میں لفظ احد خاص طور پر قابل غور ہے۔قاعدہ یہ ہے کہ جب لفظ نفی کے لئے احد کا لفظ استعمال کیا جائے تو اس وقت فقرہ میں نفی قطعی پائی جاتی ہے۔جیسا کہ قرآن کریم میں ''کُفُوًا اَحَد'' استعمال ہوا ہے۔یہاں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لیے نفی احدلا کر ثابت کر دیا گیا ہے۔کہ یہ پاک ہستیاں دنیا کی دیگر تمام عورتوں سے بالاتر اور ممتاز ہیں۔یہ انہیں ہستیوں کا خاص امتیاز ہے۔

(3) یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا میں مرد اور عورت جب شادی کر لیتے ہیں تو وہ میاں بیوی کے رشتہ سے منسلک ہو جاتے ہیں۔اس ازواجی رشتے کے لئے کسی مذہب کی قید نہیں ہے۔مگر دنیا کا کوئی بھی جوڑا یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کا عقد اللہ کریم کے ہاں کس درجہ کا ہے۔یہ عقد ربّ العزت کے ہاں کیا مقام رکھتا ہے۔مگر اللہ کریم نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اِن ازواجی رشتوں کے بارے میں اعلان فرما دیا کہ یہ میرے ہاں نہ صرف قبول ومنظور ہیں بلکہ یہ تو ایک عظیم فضیلت کی بات ہے۔رب کائنات نے قرآن حکیم میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔

سورہ الروم آیت 21

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ
لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ
مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿21﴾

ترجمہ:۔''یہ بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارا جوڑا بنایا تا کہ اس سے تسکین پاؤ۔اور تم دونوں کے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔بے شک اس نشانی میں فکر کرنے والوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں''

(4) گو اس آیت مبارکہ میں عام زوجین کی صفت بیان کی گئی ہے۔جس میں فخر کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذات مقدسہ ازواج کے اعتبار سے اس صفت کی مظہر تھی۔اس طرح ثابت ہوا کہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ علیہ السلام کے لئے دلی قلب اور سکون کا باعث تھیں۔اُن کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلّم کی محبت والفت ہر وقت موجزن رہتی تھی۔ دوسری طرف خود حضور علیہ السلام کے دِل اقدس میں ازواج مطہرات کے لیے ہمیشہ رحمت ومحبت کا جذبہ موجود ہوتا تھا۔ اس طرح فضیلت ازواج جو کہ اُن نیک ہستیوں کو کائنات کی دوسری عورتوں پر حاصل تھی ہم عیاں طور پر دیکھ سکتے ہیں۔

(5) ازواج پاک کی فضیلت کے بارے میں قرآن کریم ایک اور جگہ یوں ارشاد فرماتا ہے۔ اس ارشاد مبارکہ میں ازواج پاک کے اس امتحان کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو خالق کائنات نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ازواج سے لیا۔ یہ ہستیاں اس امتحان میں کامیاب ہوئیں اور یوں قیامت تک ثابت کر دیا کہ حضور علیہ السلام کی محبت کے سامنے دنیا جہاں کی ہر نعمت ہر خوشی اور راحت ایک ذرہ ناچیز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ رب العزت نے اس امتحان میں ازواج پاک کے سامنے دو چیزیں یا دو راستے رکھ دیئے اور ان کو اختیار دیا جس چیز اور راستے کو اختیار کرنا چاہیں کر سکتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ احزاب آیات 28،29

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَوٰةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿٢٨﴾ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾

ترجمہ: اے نبی! اپنی ازواج سے فرما دیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں بہت کچھ دے کر اچھی طرح رخصت کر دوں اور اگر تم خدا اور رسول اور دار آخرت کو پسند کرتی ہو تب تم کو بتایا جاتا ہے کہ خدا نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

(6) اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی ازواج پاک کو اکٹھا فرما کر انہیں ارشاد خداوند قدوس سنایا۔ سب نیک ہستیوں نے یہ حکم مبارک سُن کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہم دنیا کی نسبت آپ علیہ السلام اور آخرت کو پسند کرتی ہیں۔ یہ جواب سُن کر آپ علیہ السلام کے قلبی سکون میں اضافہ ہوا اور ازواج مطہرات کی فضیلت اور مقام مصطفےٰ علیہ السلام کا پتہ چلا۔ ازواج پاک کے اس جواب سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کے مقام کو کس حد تک جانتی پہچانتی تھیں۔

(7) اللہ کریم نے ازواج مطہرات کی فضیلت کے بارے میں ایک اور جگہ یوں ارشاد فرمایا:۔ سورۃ احزاب آیت 34

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ﴿٣٤﴾

ترجمہ: اے بیبیو! تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتوں اور حکمت الٰہی کی جو تلاوت کی جاتی ہے۔ (تم اسکا ذکر کرتی رہو)۔ بے شک اللہ ہر باریکی جانتا ہے۔

اس مذکورہ ارشاد پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اللہ کریم نے ازواج پاک کے گھروں کو انکے گھر فرمایا جبکہ سورۃ احزاب آیت 53 میں ارشاد فرمایا اسی سورت کے رکوع نمبر 7 میں یوں ارشاد فرمایا۔ سورۃ احزاب آیت 53

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ

ترجمہ: ''نبی کے گھر میں یوں حاضر مت ہو۔ جب تک اذن نہ پاؤ''

اس ارشاد میں فرمایا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا گھر پاک ہے اور اس میں داخل ہونے کے خصوصی آداب ملحوظ رکھنا ضروری ہیں۔

اللہ کریم نے نبی پاک صاحب لولاک علیہ السلام کے صدقے ان گھروں کو ازواج پاک کے گھر فرمایا۔ اس طرح ازواج کو بے پناہ عزت وشرف عطا فرمایا۔ اب اللہ پاک کے اس ارشاد پر غور کریں کہ اُس نے گھروں کو وحی الٰہی کے نزول کا مقام بھی فرمایا اور رحمت حق کی جائے نزول بھی۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر گھر کی قدر و منزلت اس کے مکین کی وجہ سے ہی ہوتی ہے۔ یہاں اس حکم پاک کی روشنی میں ان گھروں میں رہنے والیوں کی عزت وشرف کا اندازہ اچھی طرح کیا جا سکتا ہے جنکی وجہ سے وحی الٰہی نازل ہوئی جس میں گھروں کا ذکر فرمایا گیا۔ یہ ارشاد خداوندی ازواج مطہرات کی فضیلت کا عیاں ثبوت ہے۔

(8) خالقِ ارض وسماء نے ازواج پاک کو تمام اہل ایمان کی مائیں ارشاد فرمایا ہے۔ سورہ احزاب آیت 6 میں ارشاد فرمایا:۔

اَلنَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ

ترجمہ: ''نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) ایمان والوں پر انکی جانوں سے بڑھ کر مالک ہیں اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں۔''

یاد رہے مومن کا وجود ظاہری و باطنی اور اسکی حیات ظاہری و روحانی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے تعلق اور وسیلہ جلیلہ سے ہے۔ مذکورہ ارشاد گرامی میں اَنْفُسِهِمْ اور اُمَّهٰتُهُمْ دونوں کی ضمیروں کا اصل مومنین ہیں یہی وجہ ہے کہ امہات المومنین ازواج پاک کا لقب ہے ان ضمیروں کا مرجع مومنین نہ ہوتا تو پھر ازواج پاک کے لفظ امہات الامت بولا جاتا۔ جبکہ صورت حال پہلی والی ہے۔ دوسری نہیں۔

اس آیت مبارکہ سے مومنین کی دو علامتوں کا پتہ چلا۔

(1) مومن وہ ہے جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اپنی جان، مال اور اولاد سے زیادہ عزیز رکھتا ہو یہی ایمان کی نشانی اور تقاضہ ہے۔

(2) دوسری علامت یہ ہے کہ مومن وہ ہے جو ازواج مطہرات کو اپنی والدہ جانتا اور مانتا ہو۔ یہاں والدہ سے مُراد وہ ماں نہیں جس کے بطن سے انسان پیدا ہوا ہے کیونکہ یہ دنیا کی جسم عنصری کے ساتھ زندگی تو فنا ہونے والی ہے۔ یہاں فرزندی کا وہ ابدی اور دائمی روحانی رشتہ مُراد ہے جو کبھی فنا ہونے والا نہیں۔ یہ رشتہ تو کامل ہی اُس وقت ہوتا ہے جب ایک مومن کا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذات مقدسہ پر ایمان نقطہ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ مختصراً اس آیت مقدسہ میں ازواج مطہرات کی بڑی شان اور عظمت بیان کی گئی ہے۔

(9) قرآن کریم فرقان حمید کی سورۃ الاحزاب آیت 32 میں ازواج مطہرات کی فضیلت میں ارشاد خالق کائنات ہے۔ فرمایا:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

ترجمہ: ''اے نبی کی عورتو! تم اور عورتوں کے مثل نہیں ہو''

(10) قرآن کریم کی اس سورۃ مبارکہ میں امہات المومنین کا عظیم الشان لقب اُنہیں عورتوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نکاح مبارک میں تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا ''تم دوسری عورتوں کی مانند یا مثل نہیں ہو''۔ یہاں یہ فرق صرف اور صرف حضور علیہ السلام کی زوجیت میں آنے کی وجہ سے فرمایا۔ اللہ کریم نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ازواج مطہرات کو مومنین کی مائیں قرار دے کر ارشاد فرمایا حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد کسی شخص کا ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں بلکہ ایسا کرنا حرام ہے۔ ازواج مطہرات کو یہ فضیلت حضور علیہ السلام کی زوجیت کے صدقے عطا ہوئی۔ خود قرآن کریم اس سلسلے میں ارشاد فرماتا ہے۔ سورۃ احزاب آیات 53، 54

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿53﴾ اِنْ تُبْدُوْا شَـيْـــًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِـيْمًا ﴿54﴾

ترجمہ: ''تمہارے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کو کسی قسم کی ایذاء اور تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ کبھی بھی آپ کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح کرو البتہ تحقیق اللہ کے نزدیک یہ بات بہت ہی بڑا گناہ ہے اگر تم اس قسم کی کوئی چیز ظاہر یا دل میں پوشیدہ رکھو تو جان لو کہ تحقیق اللہ تعالیٰ ہر شے کا خوب جاننے والا ہے''

(11) مذکورہ آیت مبارکہ میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی شان وفضیلت بیان کی گئی ہے۔اللہ کریم نے حکم فرمادیا کہ حضورعلیہ السلام کے وصال شریف کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔جبکہ دُوسری طرف دیگر تمام عورتوں کے معاملے میں حکم اس کے برعکس ہے یعنی اگرکوئی عورت اپنے شوہر کے انتقال کے بعد دوسرا نکاح کرنا چاہےتو اُسے ایسا کرنے کی اجازت ہے۔یہ حکم ممانعت نکاح بعد از وصال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی افضلیت وانفرادیت کا کھلا ثبوت ہے۔

اس سورۃ کی مذکورہ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات امہات المومنین ہیں اس لئے ان پاک ہستیوں کا کسی دُوسرے کی زوجیت میں جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا دوسرا ایسا کرنا والدہ کی عظمت اور تقدس کے خلاف ہے۔یادرہے والد کی منکوحہ سے نکاح کرنا عقلاً۔مذہباًاور عرفاً ہر اعتبار سے نہایت قبیح اور ناممکن ہے۔ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت ناقابلِ معافی جرم کا مرتکب ہونا ہے۔جسکی دنیا اور دیٔن دونوں تباہ وبرباد ہوجائیں گے۔اللہ ہر مسلمان کوایسے عمل سے محفوظ فرمائے آمین۔

(12) انسانی فطرت ہے کہ اگرایک عورت پہلے خاوند کوچھوڑ کر یا وفات پاجانے کی صورت میں دوسری شادی کر لےاوردوسرے خاوند کے سامنے پہلے خاوند کی کسی خوبی کا ذکر کرےتو شوہر کوفطری طور پر یہ ذکر نا گوار ثابت ہوگا۔جس کے نتیجہ میں معاشرہ سخت بگاڑ کا شکار ہوجائے گا۔یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جو دین فطرت ہے اس چیز کومدِ نظر رکھتے ہوئے جسمانی اورروحانی والد کی منکوحہ کواپنے عقد میں لانے سے مسلمان کوسختی کے ساتھ نہ صرف روک دیا ہے بلکہ اس فعل کوحرام قرار دیا ہے۔تاکہ اپنے جسمانی اورروحانی باپ سے قلبی طور پر کسی نفرت اور کدورت کا ذریعہ نہ بن سکے۔پھرسرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جو ہمارے روحانی باپ ہیں اُن کے ساتھ کسی قسم کی کدورت تو صریحاً کفر ہے۔یہ تمام فضائل ومناقب ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو سرکارِ مدینہ سرورِسینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ زوجیت کے نتیجہ میں حاصل ہوئے ہیں۔

حضورعلیہ السلام کا ازواج پاک کے ساتھ سلوک

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ سلوک ورویہ اس قدر عمدہ اور بہترین تھا کہ قلم اسکا احاطہ نہیں کرسکتی موضوع کی مناسبت سے حضورعلیہ السلام کے اس حُسن سلوک کا ذکر کرنا نہایت ضروری ہے۔اس لئے چند سطور تحریر کرنے کی کوشش کررہا ہوں اللہ کریم قبول فرمائے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشادگرامی ہے۔

''خَیرُکُم خَیرُکُم بِاَھلِہٖ وَاَنَا خَیرُکُم بِاَھلِی''

(1) ''تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو اپنی بیوی (یعنی کنبہ) کے ساتھ بہتر ہے۔ اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنے اہل وعیال کے ساتھ اچھا ہوں۔''

(2) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمان مبارک ہے کہ ہر شوہر کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنی زوجہ کے ساتھ حُسن سلوک سے پیش آئے۔ شوہر کو بیوی کے ساتھ حُسن اخلاق سے پیش آنا چاہیے۔

(3) حضور علیہ السلام کی عادت مبارکہ تھی کہ جب گھر تشریف لاتے تو السّلام علیکم فرمایا کرتے۔ رات کے وقت سلام آہستہ آواز مبارک میں ارشاد فرماتے تاکہ زوجہ محترمہ جاگ رہی ہوں تو سلام کی آواز سُن لیں اور اگر سوچکی ہوں تو آواز سے جاگ نہ جائیں۔

(4) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب مدینہ منورہ سے باہر سفر پر تشریف لے جاتے تو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے درمیان قرعہ اندازی فرمایا کرتے۔ جس سیدہ کا اسم گرامی قرعہ میں نکلتا اُنکو اپنے ہمراہ سفر پر لے جاتے۔

(5) سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا معمول مبارک تھا کہ ہمیشہ رہنے۔ کھانا تناول فرمانے اور ملاقات کے لیے ہر ایک زوجہ محترمہ سے مساوی سلوک فرمایا کرتے۔ عادت شریفہ یہ تھی کہ اکثر نماز عصر کے بعد ہر زوجہ محترمہ کے مکان پر تشریف لے جاتے انکی ضروریات معلوم فرماتے اور پوری کرتے۔

(6) حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سب بیویوں کے ساتھ مغرب کی نماز کے بعد اکٹھا ملاقات فرماتے جو کسی ایک حجرہ مبارک میں ہوتی۔ یہ ملاقات مختصر ہوتی تھی۔

(7) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہر شب باری کے اعتبار سے ایک ایک زوجہ محترمہ کے حجرہ میں آرام فرمایا کرتے تھے۔

(8) تمام ازواج مطہرات کے حجرے ایک دوسرے کے ساتھ جوڑے ہوئے تھے۔ حجرات نہایت ہی مختصر ہوتے تھے۔ حجروں کی وسعت کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ اسقدر مختصر تھا کہ جب آقا نامدار فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے آخری دیدار مقدسہ کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین حجرہ مبارک میں داخل ہونے لگے تو ایک وقت میں دس آدمیوں سے زیادہ اس حجرہ میں گنجائش نہیں تھی۔ قربان جائیں اُن مبارک حجرات کے جن پر دنیا کی تمام آسائش قربان۔ بڑے سے بڑے محلات وعمارات ان مبارک حجرات کے سامنے ذرہ کی حیثیت نہیں رکھتے جن کو اللہ کریم نے بیوت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور بیوتکنّ کے نام سے یاد فرمایا۔

(9) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ازواج مطہرات کو جو اشیاء زندگی عطا فرمائی تھیں انکا ذکر کرنا بھی نہایت

ضروری ہے۔ کیونکہ اُن میں بھی مساوات کو اوّل مقام حاصل تھا۔ مثلاً۔

i) سیدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ جب عقد فرمایا تو انکو سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ عطا فرمایا۔ جہاں موجود چند سیر جو اور ایک چکی انکے حصّہ میں آئی۔

ii) سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کا اثاثہ ایک چمڑے کا بستر تھا جس میں کھجور کے پٹھے بھرے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اسی بستر پر آرام فرمایا کرتے تھے۔

iii) سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ جان سیدہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المومنین کے گھر میں پانی کا ایک مشکیزہ ہی تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدہ کے گھر میں ایک چوبی پیالہ ہی تھا۔

اُس ذات مقدسہ پر دنیا جہاں کی کروڑوں راحتیں اور سہولیات قربان جو کائنات ارض وسماء کے مالک ہیں اور سادگی کا یہ عالم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور ازواج مطہرات نے دنیا کی زندگی جس انداز سے بسر فرمائی اس انداز کے سامنے سادگی بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی یہ لفظ تو محض دنیا کو سمجھانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ سب کچھ اُمت کی تعلیم کے لیے عملی طور پر کر کے دکھایا۔

(10) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اہل وعیال کے استعمال کے لئے ہر زوجہ کو ایک دودھ دینے والی اونٹنی عطا فرمارکھی تھی۔ جس سے وہ گزر اوقات فرماتی تھیں۔ ازواج مطہرات کے بھی قربان جائیں کہ وہ اس میں سے بھی بچت فرما کر یتیموں اور مسکینوں کی مدد فرمایا کرتی تھیں۔

(11) فتح خیبر کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہر زوجہ کے لیے 80 وسق کھجور اور 20 وسق جو سالانہ خرچ کے لیے مقرر فرمائے۔

(12) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ازواج مطہرات کے ساتھ بڑی محبت فرماتے تھے۔ آپ علیہ السلام کی عادت مبارکہ تھی کہ اگر کسی بیوی کی زبان سے اپنی سوت کے لئے ایسے الفاظ نکل جاتے جو اُنکی شان کے لائق نہ ہوتے تو اسے گوارا نہیں فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ام المومنین سیدہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہودن کہہ دیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ان کا نسب یہودا بن یعقوب تک جا ملتا تھا۔ مگر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کہنے کا انداز اچھا نہ تھا اُس میں حقارت کا پہلو نمایاں تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو جب اسکی خبر پہنچی تو آپ علیہ السلام نے کچھ عرصہ تک ناراضگی کی وجہ سے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر یعنی حجرہ میں تشریف لے جانا چھوڑ دیا۔ جب سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے الفاظ سے توبہ کی تو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے انکی خطا کو معاف فرمایا۔

(13) مذکورہ حالات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ازواج مطہرات کے ساتھ حُسن سلوک دیکھ کر ہر ذی عقل اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے حُسن سلوک اور فیضان عظیم نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو طبعی وجنسی تاثرات سے بہت بلند بنا کر ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور ایمان میں یک جان دو قالب بنا دیا تھا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ جو حُسن سلوک روا رکھا اسکی مثال نہ پہلے کسی نے دیکھی سُنی اور نہ ہی قیامت تک دیکھی سُنی جا سکتی ہے۔ آپ علیہ السلام نے یہ حُسن سلوک اُمت کی تعلیم وتربیت کے لیے عملی طور پر فرمایا۔ اگر آج مسلمان حضور علیہ السلام کے حُسن سلوک کی عملی پیروی کرنا شروع دیں تو ہمارا یہ معاشرہ نہ صرف دنیا میں سرِ فہرست ہو بلکہ دنیا ہی جنت نظیر کا عملی نمونہ بن جائے۔ دُعا ہے اللہ کریم مسلمانوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے صدقے سُنت مقدسہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن کا تفصیلی ذکر مکمل کر چکے ہیں اُنکی کل تعداد گیارہ جن میں سے دو زوجہ محترمہ حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات مبارکہ میں ہی وصال فرما چکی تھیں آپ علیہ السلام کی ساری اولاد حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی ہے۔ یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ علیہ السلام کی حیات مبارکہ میں وصال فرما گئیں جبکہ دیگر ازواج نے آپ علیہ السلام کے بعد رحلت فرمائی۔ ان کے علاوہ دو خواتین اور بھی تھیں جن سے نکاح تو فرمایا مگر طلاق دے دی۔ ان میں سے ایک بنو کلاب سے تعلق رکھتی تھی جس کو کلابیہ کہتے ہیں۔ اس عورت نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں دنیا کو اختیار کرنا چاہتی ہوں آپ علیہ السلام نے اُسے آزاد فرما دیا اور یوں یہ عورت اس حال کو پہنچ گئی کہ کھجوروں کی گٹھلیاں اکٹھی کرتی رہتی تھی ایک روایت میں آیا ہے کہ اونٹوں کی مینگنیاں چنا کرتی تھی۔ ایک شخص نے اسے دیکھا تو پوچھا تو کون ہے اس نے سر اٹھا کر کہا:۔

''اَنَا الشَّقِيَّةُ الَّتِي اخْتَرْتُ الدُّنْيَا عَلَى اللهِ وَرَسُوْلِهٖ''

ترجمہ:۔ ''میں وہ بدبخت عورت ہوں جس نے اللہ اور اُس کے رسول پر دنیا کو اختیار کیا تھا۔''

دوسری کا نام جونیہ تھا جو قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتی تھی۔ اس عورت کے نسب اور حالات زندگی کے بارے میں اہل سیر کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے بہرحال اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ جب حضور علیہ السلام اس عورت کے قریب تشریف لے گئے تو اُس نے کہا "اعوذ باللہ منک "ترجمہ'' آپ علیہ السلام سے میں اللہ کی پناہ چاہتی ہوں" حضور علیہ السلام نے یہ سُن کر فرمایا تو نے بڑی عظیم ہستی کی پناہ مانگی ہے۔ بے شک اللہ نے تجھے پناہ عطا فرما دی؟ الحقی باھلک ''۔ جاؤ اپنے گھر والوں کے ساتھ جا کر مل جاؤ۔"

کچھ ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جونیہ کو کسی نے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زیادہ پیار اور نظر کرم چاہتی ہو تو یہ کہہ دینا۔ ''اعوذ باللہ منک'' کیونکہ آپ علیہ السلام اس لفظ وکلمہ کو بہت پسند فرماتے ہیں جونیہ عربی زبان سے اتنی واقفیت نہیں رکھتی تھی اس لئے وہ مذکورہ کلمہ کے معنی سے بھی لاعلم تھی اس لئے یہ کہہ دیا اگر انہیں علم ہوتا تو ایسا ہرگز نہ کہتی۔ واللہ اعلم بہرحال ہم اس تفصیلی بحث میں جانا پسند نہیں کرتے کیونکہ اس طرح موضوع بہت طویل ہو جائے گا اس لئے انہیں الفاظ پر اکتفا کرتے ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا سراپا اقدس یعنی حلیہ مبارک

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تاجدار عرب وعجم، شہنشاہ مدینہ سرورِ سینہ، فخر کائنات، ہادیِ برحق، ختم الرسل، سیاح لامکاں، بے کسوں کے کس، دانائے سُبل، شافع یوم النشور، صاحب تاج والمعراج، فخر موجودات، خاتم النبیین، رحمت للعٰلمین، متقیوں کے امام، مجسمہ رحمت، شفاعت کبریٰ کے والی، ساقی کوثر، جود وسخا کے شہنشاہ شجاعت ودلیری کے پیکر بردباری کے مجسمہ حبیب کبریا، سید العرب والعجم، شفیع الامم، صاحب الجود والکرم، دافع البلاءِ الوبا والقحط والمرض والالم سیّد المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا سراپا وحلیہ مبارک تحریر کرنے سے پہلے ان امور کا ذکر کر دینا ضروری ہے جن کے بغیر حلیہ مبارک کا تحریر کرنا مکمل ہی نہیں ہوسکتا۔ ان اُمور کو اگر تفصیل کے ساتھ تحریر کیا جائے تو دفتر کے دفتر درکار ہیں اس لیے یہاں موضوع کی نسبت سے مختصراً ان اُمور کا ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں دُعا ہے اللہ کریم اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وسیلہ جلیلہ سے میری اس کاوش کو قبول ومنظور فرمائے آمین۔

الف: یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عقیدہ ہی ایمان کی اصل ہے۔ اسی نسبت سے ہمارا عقیدہ ہے کہ جس طرح خالق کائنات نے اپنی جمیع خلقت کو نہایت ہی احسن طریقے سے کمالات کی تمام تر خوبیوں، عظمتوں بلندیوں اور دیگر جملہ صفات کے ساتھ کمال انداز سے پیدا فرمایا اسی طرح اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو جمیع تخلیق میں سب سے اولیٰ واعلیٰ پیدا فرمایا کہ جنکی نہ پہلے کوئی مثل تھا اور نہ ہی آئندہ کبھی ہوگا۔

ایک انصاری سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مسجد کوفہ میں اپنی تلوار کے پرتلے کو کمر میں ٹکائے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صفت وکیفیت دریافت کی تو انہوں نے کہا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سرخی مائل خوب گورے رنگ کے۔ آپ علیہ السلام کی آنکھیں نہایت خوبصورت سیاہ تھیں بال سیدھے تھے داڑھی مبارک خوب گھنی تھی رخسارہ بھرا ہوا نہ تھا بال کانوں تک تھے (یعنی پٹے تھے) سینہ پیٹ کے بال باریک تھے گردن چاندی کا لوٹا معلوم ہوتی تھی سینے سے ناف تک شاخ کی طرح بال تھے سینے وشکم میں اس کے سوا کوئی بال نہ تھا ہتھیلی بھری ہوئی تھی جب چلتے تھے تو اس انداز سے کہ گویا انحدار فرما رہے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا

پتھر کی چٹان سے اُتر رہے ہیں جب مڑتے تھے پورے مڑتے تھے (یعنی صرف گردن پھیر کر نہیں دیکھتے تھے) آپ علیہ السلام کے چہرے کا پسینہ موتی معلوم ہوتا تھا پسینے کی خوشبو تیز والی مشک سے بھی زیادہ پاکیزہ تھی چھوٹے قد تھے نہ بلند وبالا، نہ کسی کام میں عاجز تھے اور نہ بدخلق (خلاصہ یہ کہ) میں نے آپ علیہ السلام کا مثل نہ آپ علیہ السلامؑ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ علیہ السلام کے بعد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم)''۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بڑے سر، بڑی آنکھ، لمبی پلک، آنکھ میں بڑی سرخی، گھنی ڈاڑھی اور چمکتے رنگ والے تھے جب آپ علیہ السلام چلتے تھے تو اس طرح جھک جاتے تھے کہ گویا کسی بلندی پر چل رہے ہیں اور جب مڑتے تھے پورے مڑتے تھے آپ علیہ السلام کی ہتھیلیاں اور قدم پُر گوشت اور بھرے ہوئے''

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نہ بلند قامت تھے نہ چھوٹا قد، مجمع میں سب سے بلند نظر آتے تھے بال نہ تو بالکل گھونگر والے تھے اور نہ محض سیدھے نہ تو آپ علیہ السلام لاغر تھے اور نہ پیشانی وچہرہ پر بہت گوشت تھا۔ آپ علیہ السلام کے چہرے میں گولائی تھی اور دونوں شانوں کے درمیان بہت فاصلہ، سر بڑا اور ڈاڑھی گھنی تھی۔ ہتھیلی اور قدم پُر گوشت تھی رنگ میں خوب سرخی مائل تھی مونڈھے پُر گوشت تھے سینہ وشکم کے بال دراز نہ تھے جب آپ علیہ السلام چلتے تو بلندی پر چلنے کی طرح چلتے تھے گویا نیچے میں اُتر رہے ہیں۔ نہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا مثل دیکھا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد''۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم گندمی رنگ کے تھے میں نے کوئی مشک یا عنبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھا''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

''مَارَأَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ''

ترجمہ:۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے زیادہ حسین ونورانی چیز میں نے نہیں دیکھی۔''

میں نے کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے زیادہ حسین نہیں دیکھی نورانی منور گویا ایک درخشندہ آفتاب تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے زیادہ تیز رفتار کسی کو نہیں دیکھا گویا آپ علیہ السلام کے لئے زمین لپیٹ دی جاتی تھی ہم لوگ اپنے آپکو (اتنا تیز چلنے کے لئے) مشقت میں ڈالتے تھے آپ علیہ السلام بے ساختہ چلتے تھے آپ علیہ السلام کی ہتھیلیاں اور قدم گوشت سے پُر تھے پنڈلیاں اور کلائیاں بڑی تھیں دونوں کندھے موٹے تھے اور کندھوں کے درمیان بہت فاصلہ تھا سینہ بھی خوب چوڑا تھا سر کے بال نہ سیدھے تھے نہ گھونگر والے، پلکیں لمبی اور داڑھی خوبصورت تھی کان پورے تھے مجمع میں سب سے بلند نظر آتے تھے نہ لمبے قد نہ چھوٹے قد سب لوگوں سے زیادہ خوش رنگ تھے۔ میری آنکھ نے نہ تو آپ علیہ السلام کا مثل دیکھا اور نہ ہرگز کبھی دیکھے گی''۔

ابو امامہ نے بیان کیا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایسے گورے رنگ کے تھے جس میں سرخی غالب تھی

آنکھیں سیاہ خوبصورت تھیں، پلکیں لمبی تھیں۔ شانے موٹے تھے۔ بانہوں اور سینے پر بال تھے۔ ہاتھ پاؤں پُر گوشت تھے۔ سینے پر ناف تک بالوں کی لکیر تھی آپ علیہ السلام متوسط اندام تھے۔ لباس میں دو سحوی (کچے سوت کی چادریں) تھیں، دھوتی آپ علیہ السلام کے گھٹنے سے چند یعنی تین چار انگل نیچے رہتی تھی جب آپ چادر اوڑھتے تو اسے لپیٹتے نہ تھے بغل کے نیچے کر لیتے تھے چلتے تو اس طرح جھک کر چلتے کہ گویا بلندی سے نیچے اتر رہے ہیں جب آپ علیہ السلام مڑتے تو پورے بدن سے مڑتے تھے آپ علیہ السلام کے شانوں کے درمیان نبوت کی مہر تھی"۔

حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا چہرہ مبارک شمس وقمر کی طرح گول تھا حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام کے شانوں کے درمیان کا فاصلہ بہت تھا بال کان کی لَو تک پہنچ جاتے تھے۔ آپ علیہ السلام بلند نظر آتے تھے۔

جریر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں ابی طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ میرے سوا کوئی شخص زندہ نہیں رہا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دیکھا ہو۔ پوچھا کیا آپ نے حضور علیہ السلام کو دیکھا ہے؟ کہا ہاں۔ میں نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی کیا صفت تھی، انہوں نے کہا کہ آپ علیہ السلام گورے خوبصورت اور درمیانہ قد کے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے "آپ علیہ السلام نہ تو لمبے تھے نہ پست قد، نہ بہت زیادہ گورے اور نہ گندم گوں نہ بال بالکل سیدھے تھے نہ بالکل گھونگر والے، ڈاڑھی بہت خوبصورت اور پیشانی کشادہ تھی، رنگ میں سرخی ملی ہوئی تھی، انگلیاں پُر گوشت تھیں۔ سر اور ڈاڑھی کے بال نہایت سیاہ تھے"۔

عامر بن سعد نے اپنے والد سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم (نماز کے بعد) داہنی طرف اس طرح سلام پھیرتے تھے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کے رخسار کا گورا پن نظر آتا تھا (یعنی اس طرح مڑتے تھے کہ صف والے آپ علیہ السلام کے رخسار دیکھتے تھے)

شیخ بنی کنانہ سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام گورے، قوم میں بلند اور سب سے حسین تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سرخی مائل گورے تھے، انگلیاں پُر گوشت تھیں، نہ بلند قامت ہی تھے نہ پست قد۔ بال نہ تو بالکل سیدھے تھے نہ بالکل گھونگر والے جب چلتے تھے تو لوگ آپ علیہ السلام کے پیچھے دوڑتے تھے تم آپ علیہ السلام کا مثل کبھی نہ دیکھو گے۔ ابی الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فتح مکہ کے دن دیکھا۔ نہ تو چہرے کے شدید گورے پن کو کبھی بھولوں گا اور نہ بالوں کی شدید سیاہی کو۔ وہ لوگ بھی ہیں جو آپ علیہ السلام سے زیادہ لمبے ہیں اور وہ لوگ بھی ہیں جو آپ علیہ السلام سے زیادہ پست قد ہیں آپ علیہ السلام پیادہ چل رہے تھے اور لوگ بھی پیادہ چل رہے تھے مگر آپ علیہ السلام سب سے بلند نظر آتے تھے۔ میں نے اپنی والدہ خولہ سے کہا کہ یہ کون

ہیں؟ انہوں نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں۔

حضرت ابوایوب بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اُن سے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طرح کوئی آدمی چست نہیں دیکھا آپ مثل نصف چاند کے تھے۔

حضرت اُم بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جب کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا پیٹ مبارک دیکھا تو مجھے تہ کیے ہوئے کاغذ ضرور یاد آ گئے جو ایک دوسرے پر ہوتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے قدم مبارک سب سے خوبصورت تھے۔

حضرت ابراھیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنا بایاں پاؤں پھیلا دیتے تھے یہاں تک کہ اس کا ظاہری حصّہ نظر آ جاتا تھا۔

حضرت محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پکڑ نہایت مضبوط تھی۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سب سے زیادہ سخی، سب سے زیادہ بہادر، سب سے زیادہ خوبصورت گورے اور خوش رنگ تھے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جو خوش آواز اور خوبصورت نہ ہو سب سے آخر میں تمہارے (یعنی ہم سب کے) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو بھیجا۔ آپ علیہ السلام بھی خوب صورت و خوش آواز تھے۔

حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہنستے نہ تھے صرف مسکراتے تھے نیز حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنی مونچھیں کترواتے تھے اور آپ علیہ السلام سے پہلے حضرت ابراہیم خلیل اللہ بھی مونچھیں کترواتے تھے۔

مُہرِ نبوت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دونوں کندھوں کے درمیان تھی

حضرت معاویہ بن قرہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں قبیلہ مزینہ کے ایک گروہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس حاضر ہوا اور بیعت کی۔ آپ کا کُرتہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ کُرتے (قمیض) کے گریبان میں ڈالا اور مہر نبوت کو ہاتھ لگانے کی سعادت حاصل کی۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے وہ مہر نبوت دیکھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیٹھ میں کبوتر کے انڈے کے برابر نشانِ زخم کی طرح تھی۔مزید فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیٹھ کی مہر دیکھی جو انڈے کی مثل تھی۔

حضرت عاصم الاحول بن عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس آیا۔آپ صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں آپ علیہ السلام کے پیچھے گھوم گیا تو آپ علیہ السلام میرا مطلب سمجھ گئے اور اپنی پشت سے چادر ہٹادی۔ میں نے مہر نبوت دیکھی جو مثل مٹھی کے تھی۔ جس کے گرد ایسے خال تھے جو مسّے معلوم ہوتے تھے۔میں آیا اور انہیں چوما اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اللہ تعالیٰ آپکی مغفرت فرمائے۔فرمایا ''تمہاری بھی مغفرت فرمائے۔''بعض حاضرین نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کیا یہ آپ علیہ السلام کے لئے مغفرت کرتے ہیں فرمایا ''ہاں تمہارے لئے بھی''۔اور آپ نے یہ آیت پڑھی: سورۃ محمد آیت 19

ترجمہ:۔ ''تو جان لو اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اے نبی آپ (علیہ السلام) اپنے خاصوں کی مغفرت کی دعا کیجئے اور مومنین و مومنات کے لئے بھی۔اور اللہ جانتا ہے دن کو تمہارا پھرنا اور رات کو تمہارا آرام لینا۔''

ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ ''پھر میں آیا اُسے بوسہ دیا اور عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) میرے لئے دعائے مغفرت کیجئے۔فرمایا کہ ''اللہ تمہاری مغفرت کرے۔''

علامہ شمس شامی کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو عیب سے سلامتی دے کر پیدا فرمایا ہے تاکہ ایک مکمل نفس اور روح کے حلول کے لئے ان جسموں میں صلاحیت ہو۔اس بارے میں انبیاء کرام علیہم السلام کے جسم ایک دوسرے سے کم وبیش ہیں۔ نبی کریم محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم باقی تمام انبیاء ومرسلین علیہم السلام میں اپنے مزاج کے لحاظ سے سب سے زیادہ درست اور اپنے جسم کے لحاظ سے سب سے زیادہ مکمل ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا ظاہر نہیں فرمایا جو خوش شکل اور خوش آواز نہ ہولیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان میں سب سے زیادہ خوب صورت اور سب سے زیادہ خوش آواز تھے اُمّ معبد کی روایت ہے کہ آپؐ کا سر مبارک بڑا تھا آپ علیہ السلام خود اپنی ذات سے بھی شاندار تھے اور دوسروں کی نظر میں بھی بلند مرتبہ تھے آپ علیہ السلام کی آنکھیں ایسی روشن اور چمکدار تھیں کہ چودھویں رات کے چاند کی طرح دمکتی تھیں آپ علیہ السلام کا چہرہ انور گولائی لئے ہوئے یعنی بیضوی تھا مگر اس طرح کہ نہ چوڑا لگتا تھا اور نہ لمبا محسوس ہوتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کوئی شخص نہیں دیکھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے آپ علیہ السلام کے چہرہ انور میں سورج کی ضیا بار کرنیں مچل رہی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی دھوپ میں سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو ہمیشہ آپ علیہ السلام کے چہرہ انور کی ضیا پاشی سورج کی کرنوں کو ماند کر دیتی اور جب بھی آپ علیہ السلام چراغ کے سامنے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کا نُور چراغ کی روشنی پر غالب آ جاتا تھا آپ علیہ السلام بے ڈول لمبے قد سے کم اور میانہ قد والے بلند قامت تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوبی یہ تھی کہ جب آپ علیہ السلام کسی ایسے بلند قامت آدمی کے ساتھ چلتے جو لمبے قد والوں میں شمار کیا جاتا ہو تو ہمیشہ آپ علیہ السلام اُس سے اونچے نظر آتے لیکن جب اس سے علیحدہ ہوتے تو آپ علیہ السلام کو میانہ قد ہی کہا جا سکتا تھا کہ نہ آپ علیہ السلام بے ڈول حد تک لمبے قد کے تھے اور نہ پستہ قامت تھے آپ علیہ السلام کا سر مبارک معتدل حد تک بڑا تھا۔ جب آپ علیہ السلام کے بال زیادہ ہوتے تو کانوں کی لوؤں سے نیچے تک نہیں لٹکتے تھے''

حدیث میں ہے کہ آپ علیہ السلام کے رنگ کی سفیدی سرخی مائل تھی (اور ایسے رنگ کو عرب میں اسمری کہا جاتا ہے) اور جسم کے کھلے ہوئے حصّے نور سے جگمگاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی کشادہ۔ نرم اور چکنی تھی ایک روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام بے حد روشن جبیں تھے جیسے ایک جلتا ہوا چراغ ہوتا ہے کہ اس سے روشنی کی کرنیں پھوٹتی ہیں آپ علیہ السلام کی بھنویں یعنی ابرو خمدار، باریک اور گنجان تھے اور دونوں ابرو ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ تھے آپ علیہ السلام کے دونوں ابروؤں کے درمیان ایک باریک سی ابھری ہوئی نَس تھی جو ناراضگی و غصہ کے وقت ابھر کر نمایاں ہو جاتی تھی آپ علیہ السلام کی ناک مبارک بلندی مائل تھی جس پر ایک قسم کی چمک و نورانیت تھی آپ علیہ السلام کی آنکھیں گہری سیاہ تھیں اور سرخی کی آمیزش تھی۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرخی آمیز سیاہ آنکھوں والے تھے اور انتہائی حسین چشم تھے آپ علیہ السلام کی آنکھوں کے سفید ڈھیلوں میں کچھ سرخی کی آمیزش تھی اور یہ بات قدیم کتابوں میں آپ علیہ السلام کی نبوت کی نشانیوں سے ذکر کی گئی ہے۔

آپ علیہ السلام کے رخسار مبارک ہموار تھے ایک روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام کے رخسار برابر اور بھرے ہوئے تھے ان میں اونچ نیچ نہیں تھی آپ علیہ السلام کے منہ کا دہانہ خوب صورت انداز میں فراخ اور خوشبودار تھا یعنی آپ علیہ السلام کے لعاب دہن میں ٹھنڈک اور شیرینی تھی آپ علیہ السلام کے دندان مبارک ہموار، باریک اور آبدار تھے اور سامنے کے دانتوں کے درمیان ہلکی سی چھید تھی ایک روایت میں ہے آپ کے دندان مبارک ہموار، باریک اور آبدار تھے جب آپ علیہ السلام بات کرتے تو آبدار دانتوں کی بجلیاں سی مچلتیں جو آپ علیہ السلام کے سامنے کے دانتوں کے درمیان سے پھوٹتی محسوس ہوتی تھیں اور وہ ایسے لگتے جیسے بادلوں سے گرنے والے اولے

ہوتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے آپ علیہ السلام کے سارے سراپا میں سے عطر کی ایسی خوشبو آتی تھی کہ میں نے اس جیسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی۔ آپ علیہ السلام کے پاس ایک قینچی تھی جسے عربی میں مقص بھی کہتے ہیں آپ علیہ السلام اس سے اپنی مونچھوں کے کنارے کترتے تھے۔ مشکوٰۃ میں حضرت زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ہے ''جو شخص اپنی مونچھیں نہیں کترتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنی ڈاڑھی مبارک بھی چوڑائی اور لمبائی میں سے بنایا کرتے تھے یہ روایت اس حدیث کے خلاف نہیں ہے کہ جس میں ہے کہ مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ اپنی ڈاڑھی بڑھاؤں اور مونچھیں کتروں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا ''یہ انسان کی فطرت کا جز ہے کہ ناخن اور مونچھیں کترے اور زیر ناف کے بال مونڈے''

حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ڈاڑھی مبارکہ میں گنے چنے بال دونوں کنپٹیوں پر اور ان کے آس پاس تھے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں روایات سے مجموعی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام کے نچلے ہونٹ کے نیچے کے بال دوسری جگہ کے بالوں سے زیادہ سفید ہوئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ مجھے سورۃ ہود اور اس کے بھائی بندوں یعنی اس جیسی بعض دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اس کے بھائی بند کیا ہیں۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:۔

''سورۃ واقعہ، سورۃ القارعہ، المرسلات اور عمّ یتساء لون اور اذا لشّمس کُوِّرت اور اقتربت الساعتہ نے بوڑھا کر دیا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ ''جو شخص اسلام کی حالت میں بوڑھا ہوا قیامت کے دن اس کو ایک خاص نور حاصل ہوگا۔''

آپ علیہ السلام کی نظریں اکثر نیچی رہتی تھیں اور آپ علیہ السلام کی نگاہیں آسمان کے مقابلے میں زمین کی طرف زیادہ رہتی تھیں آپ علیہ السلام شرم وحیا کی وجہ سے اکثر گوشۂ چشم سے دوسرے کی طرف دیکھتے تھے۔

آپ علیہ السلام کے سینے سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی گردن ایسی دلکش اور پتلی تھی جیسے موتی سے تراشی گئی ہو جو چاندی کی طرح چمکدار اور صندل سے گھڑی ہوئی صاف اور چکنی تھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام کی گردن مبارک گویا چاندی کی طرح صاف وشفاف ڈھلی ہوئی تھی۔

آپ علیہ السلام کے جسم کے تمام اعضاء نہایت خوبصورت، معتدل، پُر گوشت اور ایسے گٹھے ہوئے تھے کہ کہیں بھی گوشت لٹکا ہوا اور ڈھیلا نہیں تھا۔ سینہ اور پیٹ ہموار تھے البتہ آپ کا سینہ کشادہ تھا دونوں مونڈھوں کے

درمیان زیادہ فراخ تھا آپ علیہ السلام کے جسم کے جوڑوں کی تمام ہڈیاں بڑی اور نہایت قوی تھیں۔ آپ علیہ السلام کے دونوں ہاتھوں میں شہادت کی انگلیاں درمیانی انگلی سے لمبی تھیں۔

شاعر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربار رسالت میں یوں عرض کیا۔

خُلِقتَ مُبَرَّامِنْ کُلِّ عَیبٍ کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقتَ کَمَا تَشَاءُ

ترجمہ:۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) تمام عیوب سے پاک وصاف پیدا کئے گئے ہیں۔

گویا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) اس طرح پیدا کئے گئے جیسا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) نے چاہا۔

وَاَجْمَلَ مِنکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنٌ وَاَکْمَلَ مِنکَ لَمْ تَلِدِالنِّسَاءُ

ترجمہ:۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) سے زیادہ خوبصورت کسی آنکھ نے نہیں دیکھا۔

اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) سے زیادہ مکمل ترین کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذات اقدس کے بارے میں مشہور زمانہ کتاب ''حیات الحیوان'' کے مصنف علامہ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 808ھ) نے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذات مبارکہ اور پیدائش مقدسہ کے بارے میں کیا ہی خوب ارشاد فرمایا ہے۔

''لَمْ یَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ اَبَدًا وَّ عِلْمِیْ اَنَّہُ لَا یَخْلُقُ''

ترجمہ: ''خالق کائنات نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) جیسا کبھی کسی کو پیدا نہیں کیا اور مجھے یقین ہے وہ پیدا بھی نہیں کرے گا''

حیوٰۃ الحیوان جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 196

ا۔ خالق ارض وسما کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سراپا مبارک کو تحریر کرتے وقت تحریر کرنے والے اور پڑھتے وقت پڑھنے والے کو تمام آداب نبوت ومحبوبیت کو سامنے رکھ کر انکا مکمل پاس کرنا ایمان کی شرف اور احتیاط کا اہم ترین تقاضا ہے۔

ب۔ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا حلیہ مبارک بیان کرنے کی جن جن بزرگ اور علمی میدان کے شہہ سواروں نے سعادت عظمیٰ حاصل کی ہے گو انہوں نے اپنی ہمت اور بشری طاقت کے مطابق بلاغت اکمل وقوانین فصاحت سے پورا پورا کام لیا ہے اس کے باوجود وہ غایت کے جس درجہ تک پہنچ سکے ہیں صرف یہ ہے کہ انہوں نے تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صفات مقدسہ کی صرف ایک ہی جھلک کا ادراک کیا ہے۔ جبکہ حقیقت وصف کے ادراک سے عاجز رہ گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مخلوق خدا میں

سے کوئی بڑے سے بڑا اہلِ علم، مدبّر، دانش ور، محقق، محدث، غرض کوئی بھی ایسا نہیں جو ہمارے آقا ومولا سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صورت وصف کو پیش کر سکے یا حقیقت وصف کو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حقیقت وصف کو خالق کائنات کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں وہی جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صورت مقدسہ کے وصف کیا ہیں اور حقیقت وصف کیا ہے۔ حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ (608ھ-695ھ) قصیدہ بردہ شریف کے مصنف ہیں انہوں نے اپنے ایک قصیدہ ہمزیہ میں کیا ہی خوب ارشاد فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

''اِنّمَا مَثّلوُا صِفَا تکَ لِلنَّاس کَمَا مَثّلَ النّجُومَ الْمآءَ''

ترجمہ ''انہوں نے لوگوں کو صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صورت کی صفات دکھائی ہیں جیسے پانی ستاروں کی صورت دکھاتا ہے۔''

امام ابوبصیری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ شعر میں حقیقت صورت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو تشبیہہ کے انداز میں بیان فرما کر گویا سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ اِسی سلسلے میں سرکار دوعام نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کامل واکمل حسن مبارک کو امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 671ھ) نے اپنی مشہور کتاب ''کتاب الصلوٰۃ'' میں کسی عارف کامل کا کیا ہی عشق ومحبت سے بھرپور حقیقت حال کی ترجمانی کرنے والا قول نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

''سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا کامل حسن ہمارے لیے (مخلوق کے لئے) ظاہر نہیں ہوا کیونکہ اگر ظاہر ہو جاتا تو ہماری آنکھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دیدار کی تاب ہی نہ لاسکتیں۔''

ج۔ سرکارِ دوعالم نور مجسم کے سراپا وحلیہ مبارک اور اوصاف حمیدہ کے بیان میں سیرۃ نگاروں نے جو بھی تشبیہات تحریر کی ہیں وہ صرف لوگوں کو سمجھانے کے لئے عرف وعادات شعراء کے مطابق استعمال کی ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ خالق کائنات کی پوری مخلوق میں سے کوئی جن وانس اور کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیدائش مبارکہ اور آپ علیہ السلام کے خلق مبارک کی صفات کے مماثل و معادل ہو۔ یعنی سرکار دوعالم کی پیدائش مبارکہ، حلیہ مبارک اور خلق عظیم کی جو صفات ہیں اُن کو صرف خالق کائنات ہی جانتا اور انکی حقیقتوں سے واقف ہے۔

د۔ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سراپا مبارک اور اعضائے مقدسہ میں توسط و اعتدال جو کہ حسن وجمال کا مدار اور فضل وکمال کا سرچشمہ ہے ہر جگہ کلیہ کے طور پر استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ اس کا پورا پورا حال ملحوظ ہے۔ یہ ناچیز بھی یہاں تاجدار عرب وعجم فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سراپا مبارک وحلیہ شریف کو مذکورہ عقیدے کے مطابق انہی اُمور کی روشنی میں بیان کرنے کی سعادت عظمیٰ حاصل کر رہا ہے دُعا ہے اللہ کریم مجھے پوری پوری توفیق عطا فرمائے اور میری اس کوشش کو قبول ومنظور فرمائے

آمین۔

چہرہ انور

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا روئے اقدس۔ چہرہ مبارک آئینہ جمال خداوندی اور انوار تجلی الٰہی کا مظہر ہے۔ چہرہ مبارک لامتناہی انوار خالق کائنات کا مظہر ہے۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا چہرہ انور کسی قدر گول اور گوشت مبارک سے پُر تھا۔

بخاری ومسلم شریف باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں صحابی رسول علیہ السلام حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خوبرو اور خوش خو تھے۔''

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چہرہ اقدس کو پہلی بار دیکھتے ہی حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حارث۔ یہود مدینہ کے خاندان قینقاع سے تھے جس کا سلسلہ نسب حضرت یوسف علیہ السلام سے ملتا ہے) پکار اٹھے تھے۔

''وَجْهُهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّاب''. ''ان کا چہرہ دروغ گو (جھوٹے) کا چہرہ نہیں''

پھر اُسی وقت کلمہ شریف پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ (از مشکوۃ شریف باب فضل الصدقۃ)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سراپا مبارک کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں حدیث مروی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

''مَا رَأَيْتُ شَيْئاً اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم .''

ترجمہ۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے زیادہ حسین وبہتر میں نے کسی چیز کو نہ دیکھا۔''

مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قول میں ''مَا رَأَيْتُ شَيْئاً'' (کسی چیز کو نہ دیکھا) ارشاد فرمایا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ ''مَا رَأَيْتُ اِنْسَاناً يَا رَجُلاً'' (کسی انسان یا مرد کو نہ دیکھا) کیوں کہ ایسا کہنے میں بہت زیادہ مبالغہ ہے۔ اس فرمان کا مطلب یہ ہوا کہ سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حسن مبارک کی خوبی یہ تھی کہ وہ ہر چیز پر فائق تھی چہرہ انور ایسا روشن اور تاباں و درخشندہ تھا کہ جیسے آفتاب آپ علیہ السلام کے چہرہ انور میں پیر رہا ہو۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی رات کے بعد ایسا دن طلوع نہ ہوا جیسا حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا چہرہ انور روشن و تاباں تھا۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا چہرہ انور

چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔''

(از شمائل ترمذی۔ باب ما جاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضرت ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ربیب تھے۔ کیونکہ سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ السلام سے پہلے حضرت ابو ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں اور ان سے ہی حضرت ہند راوی حدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پرست پر ایمان لائے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے مہاجرین میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ 36ھ میں جنگ جمل میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حارث بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔ خاندان حارثہ) سے پوچھا گیا کیا ''سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روئے روشن صفائی وتابانی میں شمشیر کی مانند تھا؟ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا ''نہیں بلکہ چاند کی مانند تھا'' حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ شمشیر کی تشبیہہ میں کیونکہ گولائی مقصود ہے اس لئے یہ تشبیہہ حضور علیہ السلام کی شان کے مطابق نہیں جبکہ چاند میں چمک بھی ہے اور دمک بھی اور گولائی بھی۔ اور یہی تشبیہہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس کو بیان کرتے وقت تقدس وحقیقت کے مطابق ہے۔

مذکورہ حدیث کو مسلم شریف میں بھی بیان کیا گیا ہے روایت میں ہے کہ۔

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ اقدس صفائی اور تابانی میں شمشیر کی مانند تھا؟ انہوں نے جواب دیا نہیں! آفتاب وماہتاب (چاند) کی مانند یعنی مستدیر اور گولائی میں تھا''۔ گو چاند کے مقابلہ میں آفتاب (سورج) میں چمک ودمک زیادہ ہوتی ہے لیکن آفتاب (سورج) میں وہ ملاحت یعنی لطیف پن اور دل نشینی نہیں ہوتی جو کہ ماہتاب (چاند) میں ہوتی ہے۔ اصحاب سیر صباحت وملاحت کے درمیان فرق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:۔

''صباحت حضرت یوسف علیہ السلام کی صفت تھی جبکہ ملاحت ہمارے آقا ومولا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت مبارکہ ہے''۔ پھر اس سلسلے میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

''اَنَا اَمْلَحُ وَ اَخِیْ اَصْبَحُ'' ''مجھ میں ملاحت ہے اور میرے بھائی یوسف میں صباحت''

یہ جو بیان ہوا ہے کہ سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور مستدیر (یعنی گول) تھا اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ چہرہ مبارک دائرہ کی طرح گول تھا کیونکہ دائرہ کی گولائی حسن وجمال کی نشانی نہیں بلکہ اس کے

خلاف ہوتی ہے۔ یہاں مستدیر سے مراد ایک گونہ مستدیر (گول) ہے نا کہ طویل ولمبا۔ یاد رہے مستدیر خوبی حسن و جمال اور عظمت ہیبت میں داخل ہے۔ چنانچہ اہل علم فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا چہرہ اقدس نہ تو مکلثم تھا اور نہ ہی مطہم۔ مکلثم وہ چہرہ ہوتا ہے جسکی ٹھوڑی چھوٹی ہو یعنی دائرہ کی مانند گول چہرہ۔ مکلثم چہرہ کی گولائی کے لیے لازم ہے اس لئے کہ چہرہ کی لمبائی ٹھوڑی کو لمبائی سے ہوتی ہے اور مطہم معظم کے وزن پر ہے۔ جس کا مطلب وہ چہرہ جس پر سوجا ہوا یعنی متورم گوشت نظر آتا ہو یا معلوم ہو۔ مکلثم و مطہم کی یہ تشریح مشہور زمانہ محقق حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''الشفاء شریف'' میں فرمائی ہے۔ چہرہ کا مکلثم دائرہ کی مانند ہونا اور مطہم چہرہ کے گوشت کا سوجا ہوا معلوم ہونا دونوں ہی معنیٰ حسن و جمال کے منافی ہیں۔

از: مدارج النبوت۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 15

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چہرہ اقدس کے بیان میں ایک یہ بھی روایت کتب سیر میں آتی ہے کہ چہرہ مبارک سہل الخدین یعنی نرم رخسار والا تھا۔ سہل نرم و ہموار زمین کو کہا جاتا ہے۔

کتب سیر میں سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سراپا اقدس کے بیان میں یہ روایات بھی ملتی ہیں کہ چہرہ اقدس ''سیل الخذیت'' بمعنیٰ رواں رخسار تھا۔ سیل الخذیت لفظ سیلان سے ماخوذ ہے۔ حضرت امام علامہ حافظ ابوالفدا عماد الدین ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ''مواہب لدنیہ'' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اسالہ درخدین استطالہ کے معنیٰ میں ہے یعنی رخسار مبارک ایسے لانبے تھے کہ بلند و باہر نہ تھے۔''

بعض احادیث مبارکہ میں سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چہرہ اقدس کو پارۂ قمر (چاند کا ٹکڑا) نصف قمر (آدھا چاند) بقعۂ قمر (چاند کی طرح روشن) جیسی تشبیہات سے بیان کیا گیا ہے۔ گویا یہ تشبیہہ دیکھنے والوں کے لئے چاند کی بلندی، اسکے حجم کی فراوانی، اسکی دلنشیں روشنی، اور اسکی گولائی سے ہے اور یہ تمام خوبیاں دیگر اشخاص کی بہ نسبت سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چہرہ اقدس میں زیادہ غالب تھیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں جو حضرات شعراء تھے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سے ایک فصیح ترین شاعر تھے۔ ان کے کلام میں یہ تشبیہہ آتی ہے۔ میں یہاں ضروری خیال کرتا ہوں کہ اس تشبیہہ کی مناسب توجیہہ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کروں۔

حقیقت میں یہ تشبیہہ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کمال توجہ التفات مبارکہ اور بعض اوقات آپ علیہ السلام کے قدرے چہرہ مبارک کو پھیر کر نظر کرم و توجہ شریفہ فرمانے پر محمول ہے۔ ہم اپنی اس توجیہہ کی دلیل و تائید میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث پیش کرتے ہیں جسے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں۔ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہماری طرف اس شان سے توجہ فرمائی کہ گویا چاند کا نصف پارہ ہے۔ (الحدیث از طبرانی)

اس تشبیہہ کی عمدہ ترین توجیہہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیشانی مبارکہ چاند کا نصف پارہ تھی۔اس سلسلہ میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ابی کعب عمرو بن قیس بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن یزید بن جشم بن خزرج۔قبیلہ بنو سلمہ۔عقبہ ثانیہ میں 70 آدمیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ آکر بیعت کی 80 حدیثیں روایت کی ہیں) سے مروی حدیث جسکو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری شریف میں بیان کیا ہے یہاں بیان کر رہے ہیں۔فرمایا۔

"کَانَ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وآلہٖ وَسلّم اِذَاسُرَّا اِسْتَنَا رَوَجھُہٗ کَانَّہٗ قِطْعَۃُ قَمرٍ"

ترجمہ۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیشانی مبارکہ پر جب شکن پڑتی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کا چہرہ انور پارہ قمر (چاند کا ٹکڑا) کی مانند چمکنے لگتا۔"

از: صحیح بخاری باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم)

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا چہرہ انور دائری قمر کی طرح تھا" (دائرہ قمر ہالہ یعنی چاند کی گولائی کو کہا جاتا ہے۔)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے۔فرماتے ہیں کہ

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو چاندنی رات میں دیکھا اس وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سرخ دھاری دار حلہ (جوڑا) پہنے ہوئے تھے میں کبھی آپ علیہ السلام کے چہرہ اقدس کی طرف دیکھتا کبھی چاند کی تابانی کو اللہ کی قسم میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم چاند سے زیادہ خوبصورت و بہتر معلوم ہوتے تھے۔" حدیث شریف کے یہ الفاظ "کہ میرے نزدیک" میں سرکارِ دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سراپا اقدس و حسن وجمال سے لذت اندوز ہونے کا خوب ترین اظہار موجود ہے۔

(از: شمائل ترمذی۔باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم)

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ خصائص الکبریٰ میں امام عساکر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل شدہ روایت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نقل فرماتے ہیں۔کہتے ہیں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ:۔

"ایک روز سحر کے وقت میں کچھ سی رہی تھی کہ اچانک سوئی میرے ہاتھ سے گر پڑی۔میں نے سوئی کو بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملی۔اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حجرہ اقدس میں تشریف لائے۔آپ علیہ السلام کے رخ انور کی شعاع میں وہ سوئی مجھے نظر آ گئی میں نے یہ ماجراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے عرض کیا۔آپ علیہ السلام نے واقعہ سُن کر ارشاد فرمایا "اے حمیرا" (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیار سے حمیرا کے لقب سے پکارا کرتے تھے)۔سختی وعذاب ہے۔سختی وعذاب ہے۔سختی وعذاب ہے اس شخص کے لیے

جو میرے چہرے کی طرف دیکھنے سے محروم کیا گیا۔''

از: خصائص الکبریٰ۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔63

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چہرہ اقدس کو دائرہ قمر سے تشبیہہ دینا احادیث میں آیا ہے۔ اس تشبیہہ میں جو قمر کی کیفیت بیان کی گئی ہے اُس سے مراد ''لیلۃ البدر'' یعنی چودھویں رات کا چاند ہے۔ حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ:۔

''ایک ہمدانی عورت نے مجھے بتایا کہ میں نے سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ حج کرنے کی سعادت عظمٰی حاصل کی۔ میں نے اس عورت رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چہرہ انور کی کیفیت تو بیان کیجئے اس پر انہوں نے یوں فرمایا۔

'' کَالْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدرِ لَمْ اَرَ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ ''

ترجمہ۔ ''(سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا) چہرہ اقدس چودھویں کے چاند کی مانند تھا جس کی مانند پہلے (ایسا کوئی چہرہ) دیکھا نہ بعد میں۔''

کُتب سیر میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جو کہ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سراپا اقدس کی ہر لحہ ہر گھڑی زیارت کیلئے بے تاب رہتے تھے۔ جو اکثر چہرہ اقدس کا دیدار ومشاہدہ چودھویں رات کی راتوں میں کیا کرتے اور یوں اس شرف عظیم سے مشرف ہوا کرتے تھے یہ انکی زندگیوں کا جزو لاینفک تھا جس سے وہ کبھی غافل و فارغ نہ ہوتے تھے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چہرہ اقدس کا دیدار، ایمان کا تقاضا اور دین ودنیا کی فلاح اور ترقیوں کا ذریعہ ہے۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے جسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تحریر فرمایا ہے۔

'' کَانَ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فَخماً ،مفغَّماً یَتَلَالَا وَجْھُہٗ کَتَلَالُوءِ القَمِرَ لَیْلَۃَ البَدْرِ'

(از: ترمذی شریف والوفا باحوال مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ومدارج النبوت)

ترجمہ۔ ''دیکھنے (مشاہدہ) کرنے والوں کی نظر میں سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم عظیم بزرگ، معظم تھے۔ گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا چہرہ انور چودھویں کی رات کے چاند کی مانند تاباں وروشن تھا۔''

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے جمال جہاں آرا کو سورج کے مقابلے میں چاند سے تشبیہہ دینے کی ترجیح کی وضاحت میں اہل سیرت مقدسہ ارشاد فرماتے ہیں کہ چاند کیونکہ اپنے نور سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور فرحت بخشتا ہے اور اسکے مشاہدہ سے دل کو اُنس ولذت حاصل ہوتی ہے اور دیکھنے والا نہایت آرام وسکون سے حسب طاقت چاند کی طرف دیکھ سکتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس سورج کا مشاہدہ کرنا اسکی طرف دیکھنا آنکھوں کو خیرہ

کرتا ہے اور اس سے دل کو کسی قسم کا ذوق یا لذت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اسکی طرف دیکھنا چاند کی طرف دیکھنے کے مقابلہ میں بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ مختصراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذات مبارکہ اور صفات اعلیٰ کا دُور یا نزدیک سے پوری طرح ادراک کرنا انکی معرفت حاصل کرنا ممکن نہیں ازل سے آج تک اور پھر ابد تک مخلوق خدا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی کنہ حقیقت کے ادراک میں عاجز و سرگرداں ہی رہی ہے

الخصائص کبریٰ جلد دوم میں حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول عباد بن عبدالصمد کی روایت نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جنب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔ انصار مدینہ کا معزز ترین قبیلہ نجار 2286 حدیثیں روایت کی ہیں۔ المتوفی 93ھ بعمر 103 سال) کے گھر گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کنیز سے فرمایا دسترخوان لاؤ تا کہ ہم چاشت کا کھانا تناول کریں۔ کنیز دسترخوان لے آئی تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایک رومال بھی لاؤ۔ وہ لے آئی رومال میلا (یعنی صاف نہ تھا) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تنور گرم کرو۔ اس نے تنور گرم کیا جب تنور اچھی طرح گرم ہو گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنیز سے ارشاد فرمایا اس رومال کو تنور میں ڈال کر باہر نکال لو۔ کنیز نے حسب حکم عمل کیا جب اُس نے تنور سے رومال باہر نکالا تو وہ دودھ کی طرح سفید تھا۔ ہم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے انہوں نے جواب دیا "یہ وہ رومال ہے جس سے فخر کونین تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے چہرہ اقدس کو مسح فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے جب یہ رومال صاف کرنا مقصود ہو تو ہم اِسے ایسے ہی صاف کر لیتے ہیں"۔ یاد رہے جو چیز سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور دیگر انبیاء علیھم السلام کے روئے مبارک پر سے گزر جائے مس ہو جائے اس پر آگ اثر نہیں کرتی۔

(از: الخصائص الکبریٰ)

حضرت اُم معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکارِ دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سراپا اقدس بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ "میں نے ایسی ہستی مبارکہ کی زیارت کا شرف عظیم حاصل کیا جن کا رنگ مبارک چمکیلا اور چہرہ انور انتہائی نورانی وتاباں تھا"

(از: الوفا با احوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم)

یہ اُم معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا (اُمِ معبد عاتکہ بنت خالد بن خلیف بن منقذ بن ربیعہ بن احرم بن خبیس بن حرام بن حبیشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمیم بن عبدالعزّیٰ خزاعی کی زوجہ تھیں اور دونوں ہی کا تعلق قبیلہ بنوخزاعہ کی شاخ بنی کعب سے تھا) وہ خوش قسمت خاتون ہیں جنکی جھونپڑی کو ہجرت مدینہ منورہ کے وقت سفر کے دوران سرکارِ مدینہ تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے شرف بخشتے ہوئے کچھ دیر کے لئے آرام کی خاطر اپنی نورانی ہستی مبارکہ سے جلا بخشی اور اس خوش قسمت عورت نے آپ علیہ السلام کی میزبانی کی سعادت عظمیٰ حاصل کی۔

اس وقت سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ علیہ السّلام کے ہمراہ سفر میں شریک تھے۔ تفصیل ابواب معجزات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں بیان کی جائے گی۔

سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہر ہر عضو مبارک کی صفات مقدسہ کو شاعرانہ انداز یا تحریر کی شکل میں بیان کرنا انسانی وشعری، سیرت نگاری اور مصنّفانہ مزاج وعادت کے مطابق ہے۔ ایسا کرنے والے اصل میں حبیب خدا، فخر دوعالم، نور مجسم، تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صفات مقدسہ کو بیان کرکے اپنی دین ودنیا کی ترقیوں، عظمتوں اور رفعتوں میں اضافہ کرتے ہوئے حق خدمت اور حق گدائی کا اظہار کرتے ہیں۔ کیونکہ اپنے آقا ومولا کی تعریف بیان کرنا ہی سگان کوئے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زندگیوں کا اصل مقصد ہے اللہ یہ کوشش قبول فرمائے ورنہ تمام مخلوق میں کوئی ہستی یا چیز بھی ایسی نہیں جو سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اخلاقی خوبیوں اور خلقی خوبیوں وصفات کے مماثل ہو یا انکے برابر۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اَصحٰبِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بَقَدرِ حُسْنِہٖ وَ جَمَالِہٖ وَ کَمَالِہٖ کُلَّما ذَکَرَ وَ ذَکَرَہُ الذّٰاکِرُوْنَ وَ غَفَلَ عَنْ ذِکْرِکَ وَ ذِکْرِہٖ الْغَافِلُوْنَ. سُبْحَانَ اللہ مِنْ خَلْقِہٖ وَحُسْنِہٖ وَ اَجْمَلِہٖ و اَکْمَلِہٖ سُبْحَانَ اللہ سُبْحَانَ اللہ.

ماخذ کتب

(1) صحیح بخاری شریف۔ باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔

(2) مشکوۃ شریف باب فضل الصدقۃ

(3) شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔

(4) صحیح مسلم شریف باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔

(5) مواہب لدنیہ۔ کتاب شمائل النبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔

(6) الوفا باحوال مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ از امام عبدالرحمٰن جوزی رحمۃ اللہ علیہ۔

(7) خصائص کبریٰ۔ جلد اوّل از علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔

(8) حیوۃ الحیوان جلد۔ اوّل از علامہ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ۔

(9) البدایہ والنہایہ۔ جلد۔ 6۔ صفحہ۔ 624, 623 از امام حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ۔

(10) مدارج النبوت۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 17, 16, 15۔ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(11) سیرۃ رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 233, 232, 231۔ از علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ۔

(12) الوفا شریف۔ جلد۔ اوّل۔ از علامہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ۔

(13) طبقات ابن سعد جلد دوم

چشمانِ مبارکہ

سرکارِ دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی چشمانِ مبارکہ کا بیان کرتے ہوئے دو چیزوں کو خصوصی طور پر بیان کیا جاتا ہے ایک آپ علیہ السلام کی چشمان مبارکہ کی جگہ یعنی خانہ چشم اور دوسری آپ علیہ السلام کی بصارت و بینائی مقدسہ کی تعریف۔

سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی چشمان مبارکہ کے بیان میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن بناش بن زرارہ تمیمی۔ ربیب آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم از حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت فرماتے ہیں کہ:۔

> ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک آنکھوں کی پتلی مقدسہ بہت سیاہ بھنویں مبارکہ طویل اور باریک بالوں والی تھیں۔ یہ بھنویں مقدسہ مکمل طور پر آپس میں ملی ہوئی نہیں تھیں، مگر یوں لگتا تھا کہ آپس میں مل جائیں گی“

(از: الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم)

سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی چشمان مقدسہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ”سرکارِ دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی چشمان مقدسہ بڑی اور بھنویں مبارکہ دراز تھیں“۔

یہاں چشمان مبارکہ بڑی ہونے سے مراد یا اسکا مطلب تنگی اور کوتاہی کی نفی کرنا ہے۔ پھر بڑی سے مراد اتنی بڑی بھی نہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی چشمان مقدسہ اس قدر حسین اور خوبصورت تھیں کہ ان کا الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ خالق ارض وسماء نے سرکارِ مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نہ صرف چشمان مبارکہ بلکہ جسم اقدس کے ہر ہر عضو مقدسہ کو قاعدۂ کلیہ کے تحت توسط واعتدال کے مطابق تخلیق فرملیا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حسن وجمال اور فضل وکمال کا مدار یہی توسط واعتدال ہے۔

(از: بخاری شریف باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم)

(مدارج النبوت از: شیخ الشاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

روئے زیبا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیشانی کشادہ۔ علامہ علی ابن برہان الدین حلبی انسان العیون فی سیرۃ

الامین المامون میں ایک روایت تحریر کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کھلی ہوئی یعنی چوڑی پیشانی والے تھے ایک روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام کی جلد نرم اور چکنی تھی۔ ایک روایت میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام بے حد روشن جبین تھے جیسے ایک جلتا ہوا چراغ ہوتا ہے کہ اس سے روشنی کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بھنویں یعنی ابرو خمدار، باریک اور گنجان تھے اور دونوں ابرو ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ تھے ملے ہوئے نہیں تھے حدیث میں غیر قرن کا لفظ ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ دونوں بھنویں (بھوّیں) ایک دوسرے سے ملی ہوئی نہیں تھیں۔ دونوں ابروؤں کے درمیان جو فصل تھا وہ بہت معمولی سا تھا اس کو گہری نظر سے ہی دیکھ کر محسوس کیا جا سکتا تھا۔ آپ علیہ السلام کے دونوں ابروؤں کے درمیان ایک باریک سی ابھری ہوئی نس تھی جو ناراضگی وغصہ کے وقت ابھر کر زیادہ نمایاں ہو جاتی تھی کیونکہ ایسے میں اس کے اندر خون کی روانی تیز ہو جاتی تھی۔ آپ علیہ السلام کی ناک بلندی مائل تھی جس پر ایک قسم کی چمک ونورانیت تھی۔

سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی چشمان مبارکہ کے بارے میں مصنف خصائص کبریٰ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جلد ثانی میں یوں رقمطراز ہیں:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک آنکھیں بڑی اور قدرت الٰہی سے سرمگیں تھیں جبکہ پلکیں مبارکہ دراز اور آنکھوں کی سفیدی میں باریک سرخ ڈورے تھے۔ یہ آپ علیہ السلام کی نبوت کی علامتوں میں سے ایک علامت تھی۔ کُتب سیر کا مطالعہ کیجئے تو اصحاب سیر کے بیان شدہ واقعات میں اعلان نبوت سے پہلے کے حالات میں جب سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم 25 سال کی عمر مبارکہ میں سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سامان تجارت بغرض تجارت لے کراُن کے غلام میسرہ کے ساتھ ملک شام کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں نصرانیوں کے بڑے مشہور راہب نسطورا کی عبادت گاہ سے کچھ فاصلہ پہلے ایک درخت کے نیچے آرام کی غرض سے آپ علیہ السلام تشریف فرما ہوئے۔ نسطورا راہب نے میسرہ سے سوال کیا تمہارے ساتھ کون کون ہے اس نے اہل قافلہ کے بارے میں راہب کو بتایا۔ راہب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بارے میں میسرہ سے سوال کرتے ہوئے دریافت کیا، کہ کیا اس وجیہہ ہستی کی چشمان (آنکھوں) میں سرخی ہے؟ میسرہ نے جواب دیا ہاں سرخی ہے اور وہ سرخی کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک آنکھوں سے جدا نہیں ہوئی''۔

(از: دلائل النبوۃ ابی نعیم، طبقات ابن سعد، ابن عساکر، خصائص الکبریٰ)

ایک حدیث شریف میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک آنکھوں کی سرخی کے لیے ''اشکل العینین'' کے الفاظ آتے ہیں یعنی آپ علیہ السلام کی چشمان مقدسہ سفیدی میں سرخی لئے ہوئے تھیں۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ چشمان مقدسہ کی باریک رگیں سرخ تھیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف

دیکھتا تو دل میں کہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا ہے حالانکہ وہ قدرتی سرمہ کی دھاریاں تھیں نہ کہ سرمہ لگانے کی وجہ سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے۔ یعنی وہ ''الشہلہ'' تھیں۔ ابوعبیدہ الشہلہ کے معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں سیاہی میں سُرخی کا پایا جانا اور ''الشکلہ'' کے معنی ہیں آنکھ کی سفیدی میں سرخی کا پایا جانا۔ سفیدی میں سرخی یا سیاہی میں سُرخی کا پایا جانا قوت وشجاعت پر دلالت کرتا ہے۔ لغت کی کتاب ''قاموس'' میں اشکل کے معنی سرخی وسفیدی میں سرخی کی جھلک کا نمودار ہونا ہے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی چشمان مبارکہ سُرمگین تھیں۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبی انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون میں رقم طراز ہیں کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ علیہ السلام سرخی آمیز سیاہ آنکھوں والے تھے اور انتہائی حسین چشم تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی آنکھوں کے سفید ڈھیلوں میں کچھ سرخی کی آمیزش تھی اور یہ بات قدیم کتابوں میں آپ علیہ السلام کی نبوت کی نشانیوں سے ذکر کی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام کی آنکھیں سُرمگیں تھیں یعنی پیدائشی طور پر آپ علیہ السلام کی آنکھوں میں سرمہ کی تحریری تھی (جس سے آنکھوں میں ایک دل آویز سیاہی پیدا ہو جاتی ہے) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی آپ علیہ السلام کو دیکھتا تو یہ سمجھتا کہ آپ علیہ السلام نے آنکھوں میں کاجل لگایا ہوا ہے حالانکہ سرمہ ڈالا ہوا نہیں ہوتا تھا۔

(از: البدایہ والنہایہ جلد۔6۔صفحہ۔629 ,628

(الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ومدارج النبوت۔جلد۔1)

دوسری وجہ۔ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک آنکھوں کے بیان میں دوسری اہم چیز یا وجہ آپ علیہ السلام کی بصارت یعنی بینائی مبارکہ ہے۔ خالق کائنات اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بصارت وبینائی کی تعریف میں قرآن کریم فرقان حمید میں یوں ارشاد فرماتا ہے۔ سورۃ النجم آیت 17۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى

ترجمہ: نہ آنکھ جھپکی اور نہ حد سے گزری۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب معراج مبارکہ پر تشریف فرما ہوئے تو آپ علیہ السلام کی آنکھ مبارکہ نے جلوہ خالق کائنات اور ان آیات کو دیکھنے سے تجاوز نہ کیا کہ جن کے دیکھنے کے لیے آپ علیہ السلام مامور تھے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ علیہ السلام کو ایسی اعلیٰ ترین غایت درجے کی قوت بینائی عطا ہوئی تھی کہ آپ علیہ السلام جس چیز کو بھی دیکھنا چاہتے خواہ وہ کتنی ہی پوشیدہ ہوتی اُسے یوں دیکھ لیتے تھے جیسے وہ بالکل سامنے کسی پردہ یا آڑ کے بغیر موجود ہو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا وصف خاص تھا جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرما رکھا تھا۔

(از: زرقانی جلد۔5۔صفحہ۔82)

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چچازاد سیدنا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بصارت و بینائی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔'' سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم رات کی تاریکی میں بھی ویسا ہی دیکھتے تھے جیسا دن کی روشنی میں دیکھتے تھے۔''

(روایت از: صحیح بخاری شریف وخصائص الکبریٰ جلد۔اوّل۔صفحہ۔61)

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 458ھ) اپنی تصنیف میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں۔فرماتی ہیں کہ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم رات کی تاریکی میں بھی ویسا ہی دیکھتے تھے جیسے دن کی روشنی میں۔'' (از: بیہقی)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف'' الشفاء شریف'' میں رقمطراز ہیں کہ'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ثریا میں گیارہ ستارے ملاحظہ فرمالیا کرتے تھے جبکہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ'' سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ثریا میں بارہ ستارے ملاحظہ فرمالیا کرتے تھے۔'' (از امام سُہیلی)

کُتب سیر کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ سرکارِ دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نگاہیں مبارکہ آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتی تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ عمل مبارک انتہائی درجہ شرم وحیا کی دلیل ہے۔

احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آسمان کی طرف نظر مبارکہ اُٹھاتے تھے کبھی زیادہ اور کبھی کم۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ عمل مقدسہ وحی کے انتظار میں ہوتا تھا ورنہ معمول مبارک یہی تھا کہ نظریں زمین کی طرف ہی رکھتے تھے۔

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اکثر گوشہ چشم سے ہی نظر فرماتے تھے براہ راست نظر نہیں فرماتے تھے ایسا کرنا حد درجہ شرم وحیا و وقار کی وجہ سے ہوتا تھا۔اس کے برعکس جب کسی کی طرف نظر التفات فرماتے تو پوری طرح رخ انور گھما لیتے تھے۔پہلو بدلنے یا محض گردن گھمانے اور دزدیدہ نظری سے گریز فرماتے تھے کیونکہ یہ متکبرانہ اور سُست ریزی کا عمل ہے اور اس شیوہ کو کبھی اختیار نہیں فرماتے تھے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک نظروں کا یہ حال تھا کہ آپ علیہ السلام سامنے اور پشت پر یکساں ملاحظہ فرمالیا کرتے تھے۔صحیح بخاری شریف میں آتا ہے کہ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مقتدیوں سے فرمایا کرتے تھے کہ تم رکوع وسجود میں مجھ سے پہل نہ کیا کرو۔کیونکہ میں تمہیں اپنے آگے اور پیچھے سے یکساں دیکھتا ہوں تمہارا کوئی رکوع وسجود مجھ سے پوشیدہ نہیں''۔یہاں حقیقی معنوں میں ظاہری آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے اللہ سبحان تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو یہ خصوصی طاقت ووصف عطا فرما رکھا تھا۔

(از: صحیح بخاری باب عظۃ الامام الناس فی اتمام الصلوٰۃ وذکر القبلۃ)

سرکارِ دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے تمام اعضائے مقدسہ کی یہی کیفیت تھی۔اگر کوئی اس کی

حقیقت کو جاننا چاہے یا اس کی حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکاری ہو تو اُسے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ اللہ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے درمیان وہ رشتہ ہے جسکا ادراک انسانی عقل کے بس میں نہیں۔ اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس حقیقت کو جانتا ہے تو اُسکا یہ دعویٰ ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن کریم فرقان حمید کی متشابہات کی تاویل وتفسیر کا حکم ہے۔ عقل علم، قیاس اور فکر ونظر کی رُو سے یہ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی فضیلت ہے۔

خالق کائنات نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سامنے اور پیچھے دیکھنے کی رویت عینی عطا فرمائی تھی اور یہ خرق عادت خوبی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دل مبارک کو معقولات کے ادراک میں احاطہ اور وسعت کی طاقت بخشی تھی۔ مختصراً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حواس لطیف کو محسوسات کے احساس میں توسیع عطا فرما رکھا تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ظاہری آنکھوں سے فرشتوں اور شیاطین کو انکی حقیقی شکل میں دیکھ لیا کرتے تھے جو کہ کسی دوسری مخلوق کیلئے ممکن نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی چشمان مقدسہ کا یہ معجزہ واعجاز تھا کہ معراج شریف کے بعد جب صُبح کے وقت قریش مکہ کو اس نعمت عظمیٰ کے بارے میں ارشاد فرمایا تو قریش مکہ نے آپ علیہ السلام سے بیت المقدس کا حال پوچھا آپ علیہ السلام نے بیت المقدس کو اپنی ظاہری چشمان مقدسہ سے ملاحظہ فرما کر قریش کے ہر سوال کا جواب ارشاد فرمایا۔ اِسی طرح ہجرت مدینہ منورہ کے وقت جب مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر جاری تھی تو محراب تعمیر کرنے کے وقت آپ علیہ السلام نے مدینہ منورہ سے ہی کعبہ مکرمہ کی سمت ملاحظہ فرما کر محراب کی تعمیر کا حکم فرما دیا تھا۔

سیرت مقدسہ کا مطالعہ کیجئے تو پتہ چلے گا کہ غزوہ احزاب (خندق) کی کھدائی کے دوران جب ایک بڑا پتھر کھدائی کے راستے میں حائل ہو گیا تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے بڑی کوشش کی کہ اُس پتھر کو توڑ کر خندق کی کھدائی مکمل کر لی جائے مگر تمام کوششیں بے کار ثابت ہوئیں آخر جاں نثار خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور صورتِ حال عرض کی۔ فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس جگہ تشریف لے گئے کدال کو اپنے مبارک ہاتھوں میں پکڑا پہلی ضرب لگائی تو وزنی پتھر کا ایک حصّہ ٹوٹ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''میں یہاں سے شام کے سُرخ محلات دیکھ رہا ہوں'' پھر دُوسری ضرب لگائی تو پتھر کا دوسرا بڑا ٹکڑہ ٹوٹ گیا پھر فرمایا ''میں یہاں سے کسریٰ کا سفید محل دیکھ رہا ہوں''۔ تیسری ضرب پر پتھر پاش پاش ہو گیا پھر ارشاد فرمایا ''میں یہاں سے ابواب صنعاء کو دیکھ رہا ہوں''۔ مدینہ منورہ میں کھڑے ہزاروں میل دور واقع شام کے سُرخ محلات، کسریٰ کا سفید محل اور ابواب صنعاء کو چشمان مبارکہ سے ملاحظہ فرما لینا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی چشمان مبارکہ کی اس خرق عادت طاقت مقدسہ کا ہی اعجاز تھا جو خالق کائنات نے آپ علیہ السلام کو عطا فرما رکھی تھی۔

سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بینائی مبارکہ کی اس طاقت اور خاص وصف کا پڑھ اور سُن کر کچھ وہ لوگ جنہوں نے تنقیص نبی کو اپنا شعار بنا رکھا ہے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ ''میں بندہ ہوں میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے'' تو پھر یہ سب کچھ جس کا ذکر کیا گیا کیسے ممکن ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ روایت کی پہلے تو کوئی اصل ہی نہیں اور نہ ہی ایسی کوئی صحیح روایت کہیں ملتی ہے۔ بغرض محال اگر ایسی روایت موجود بھی ہو تو ہم جواب میں یہ کہیں گے کہ ایسے انکشافات اور واقعات کا ظہور ہونا اللہ سبحان تعالیٰ کے بتانے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں ایسا علم پیدا فرمانے کے ساتھ موقوف ہے۔ جس طرح جملہ غیوبات کے حال کا علم ہے۔ یہاں اعتراض کرنے والے اس روایت کو بطور استدلال پیش کرتے ہیں کہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اونٹنی گم ہوگئی تو منافقین نے آپس میں کہا کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) آسمانوں کی خبریں تو دیتے ہیں مگر (معاذ اللہ) اتنا نہیں جانتے کہ انکی اپنی اونٹنی کہاں ہے۔ منافقین کی یہ بدگوئی جب تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تک پہنچی تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ''میں (ازخود) نہیں جانتا اور نہ ہی (ازخود) پاتا ہوں مگر اتنا ہی جانتا ہوں جتنا اللہ سبحان تعالیٰ نے مجھے علم عطا فرمایا ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم برابر یہی ارشاد فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ خالق کائنات نے آپ علیہ السلام کی راہنمائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ کی اونٹنی فلاں جگہ ہے اور اسکی مہار ایک درخت کی شاخ سے الجھی ہوئی ہے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے ارشاد فرمایا فلاں جگہ جاؤ اور میری اونٹنی لے آؤ جسکی مہار درخت کی شاخ میں الجھی ہوئی ہے۔ جاں نثاران رسالت وہاں گئے اور اونٹنی کو اس جگہ اُسی حالت میں پایا جو ارشاد ہوا تھا۔ یہاں سے یہ بات اظہر من الشّمس ہوئی کہ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ذاتی علم نہیں رکھتے تھے مگر اتنا ہی جتنا اللہ سبحان تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو عطا فرما رکھا تھا چاہے وہ نماز کے دوران ہو یا نماز کے علاوہ زندگی مقدسہ کے دیگر لمحات وشب وروز میں۔ اس وضاحت کے بعد کسی قسم کا کوئی شک یا دشواری اور غلط فہمی واعتراض کا سوال ہی باقی نہیں رہ جاتا۔ یہاں اپنے موضوع کی مزید وضاحت کے لئے غزوہ موتہ کا واقعہ تحریر کرنا لازمی خیال کرتا ہوں تا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے علم عطائی کی مزید وضاحت ہوجائے اور قاری مذہب حق اہل سنت کے عقائد سے کماحقہ واقف ہو سکے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اللہ سبحان تعالیٰ نے قوت بینائی میں جو طاقت وقدرت عطا فرما رکھی تھی غزوہ موتہ میں مجاہدین اسلام کے لشکر کے سرداروں کے ساتھ پیش آنے والے واقعات اور اُنکا مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوتے ملاحظہ فرماتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو اُن حالات کی خبر دینا کمال چشمان مبارکہ کی قوت بینائی کا وہ عملی ثبوت ہے جس کے بعد کسی قسم کے شک واعتراض کا باقی رہنا ممکن ہی نہیں پھر بھی اگر کوئی نہ ماننے کی ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو اُسے اپنے ایمان کی فکر کرنا لازمی ہے کیونکہ تنقیصِ نبی کا سیدھا مطلب ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔

عیسائی کافی عرصہ سے سرحد پار سے آکر اہل ایمان کو تنگ کرتے رہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

نے ان عیسائیوں کی سرکوبی کیلئے مجاہدین کا لشکر مقام موتہ کی طرف روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا ''اس لشکر کا سردار ہونے کی ذمہ داریاں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھوں پر ہیں۔ دوران جہاد جب یہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی تعالیٰ عنہ لشکر کے سردار ہوں گے۔ اُنکی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کے سردار ہوں اُنکی شہادت کے بعد اہل لشکر جسے چاہیں اپنا سپہ سالار مقرر کر لیں''۔ چنانچہ غزوہ موتہ میں جنگ کے دوران یہ تینوں صحابی سپہ سالار رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نہایت دلیری سے جہاد کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوئے۔

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوتے ہوئے میدان جنگ کے واقعات کو ملاحظہ فرما رہے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے ارشاد فرما رہے تھے لو اب حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہید ہو گئے اب جھنڈا جعفر ابن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تھام لیا اور نہایت بہادری سے لڑ رہے ہیں اور لڑتے لڑتے جام شہادت نوش فرما چکے ہیں اب جھنڈا عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تھام لیا۔ لو اب لڑتے لڑتے وہ بھی جام شہادت نوش فرما چکے ہیں۔ مذکورہ حالت غزوہ موتہ سے کسی صاحب ایمان کو نہ تو کوئی اختلاف ہے اور نہ ہی کسی قسم کا شک وشبہ۔ احادیث مقدسہ اور تمام کتب سیر میں یہ واقعہ موجود ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا اپنی ظاہری مبارک آنکھوں سے یہ سب واقعات کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کی عطا شدہ قوت وطاقت سے ہی ممکن تھا۔

ماخذ کتب

(1) صحیح بخاری شریف۔ باب عظۃ الامام الناس فی اتمام الصلوٰۃ وذکر القبلۃ۔

(2) خصائص الکبریٰ۔ جلد۔ ثانی۔ صفحہ۔ 80۔

(3) دلائل النبوت از حافظ ابی نعیم رحمۃ اللہ علیہ۔

(4) زرقانی علی المواہب۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 82۔

(5) تفسیر خازن والوفا بحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ صفحہ۔ 444۔

(6) امام بیہقی۔ بیہقی شریف۔ دلائل النبوۃ

(7) مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین باب وفات النبی علیہ السلام۔

(8) البدایہ والنہایہ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ 628, 629

(9) مدارج النبوت۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 20, 21

(10) سیرت رسول عربی۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 235, 236

گوش (کان) مبارک

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سرکار دوعالم نورِ مجسم تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے گوش (کان) مبارک کامل واکمل بنائے تھے۔قوت بینائی کی طرح آپ علیہ السلام کوقوت سمع سُننے کی طاقت بھی خرق عادت غایت درجہ کی عطا فرمائی تھی۔ حضوررسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دور اورنزدیک دونوں جگہوں سے سُن لیا کرتے تھے۔ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے ارشادفرمایا کرتے تھے۔

''میں اُن چیزوں کو دیکھتا ہوں جن کوتم نہیں دیکھ سکتے۔ اورمیں اُن آوازوں کوسنتا ہوں جن کوتم نہیں سُن سکتے۔''میں تو آسمان کی آواز اطیط (خاص قسم کی آواز) کوبھی سُن لیتاہوں، میں اونٹ کے پالان کی آواز، خالی معدہ کی آواز، دردوکرب سے اونٹ کے بلبلانے کی آواز یاکسی قسم کی آواز ہوسب کوسُن لیتاہوں۔''

سرکاردوعالم نورِمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشادفرمایا کہ'' آسمان کوبھی لائق ہے کہ آواز نکالے کیونکہ آسمان میں ایک بالشت ایک روایت میں چارانگل بھی آیاہے جگہ خالی نہیں جہاں کسی فرشتے نے سجدہ نہ کیا ہو۔میں وہ آواز بھی سن لیتاہوں۔ایک روایت میں ہے کہ سرکارِدوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشادفرمایا کہ میں'' آسمان کے دروازے کے کھلنے کی آواز بھی سن لیتاہوں''۔ایک مرتبہ تاجدارعرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اچانک آسمان کی طرف نگاہ مبارکہ اٹھائی اورایک آوازسماعت فرمائی اُس وقت حضرت جبریل علیہ السلام حاضرخدمت تھے انہوں نے عرض کیایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہ آسمان کے ایک دروازہ کے کھلنے کی آواز ہے جوآج پہلی بارکھلا ہے اس سے پہلے یہ دروازہ جب سے خالق کائنات کے حکم سے بنا کبھی نہیں کھلا۔ کتب سیر میں سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے گوش مبارکہ کی تمام صفات کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ میسّر نہیں ہے۔آپ علیہ السلام کے گوش مبارک کامل ومکمل تھے۔

مشکوٰۃ بحوالہ صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن۔

مدارج النبوت۔جلد۔1۔صفحہ۔20

خصائص الکبریٰ بحوالہ ترمذی وابن ماجہ وابی نعیم۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔65

بینی (ناک) مبارک

سرکارِدوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بینی (ناک) مبارک نہایت خوبصورت تھی اس پر ہمیشہ نور نمایاں نظرآتا تھا۔حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ۔

''کان رسول اللہ علیہ و سلم اَقْنَی الْعِرنِیْنِ لہ نور یصلوہ یحسبہ من لم یتاملّہ اشم ''۔

ترجمہ۔ ''سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بنی (ناک) مبارک درمیان سے ذرا خمیدہ اور بلند تھی۔اس پرنور نمایاں نظر آتا تھا''۔

جو شخص غور سے بنی مبارک کو دیکھتا اسکو یوں معلوم ہوتا تھا کہ ناک مبارک زیادہ بلند ہے حالانکہ حقیقت میں ناک مبارک بلند نہ تھی بلکہ وہ کمالِ موزونیت تھی اور اعلیٰ درجہ کا تناسب محض جلوہ نور کی وجہ سے تھا اور بادی النظر میں بلندی محسوس ہوتی تھی۔حدیث شریف میں لفظ اقنی وارد ہوا ہے۔جسکی صاحب علوم شخصیات نے تفسیر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ لفظ ''اقنی''یعنی مرتفع الوسط سائل سیلان سے مشتق ہے جس کے معنی ناک کی بلندی اور باریکی میں یک گونہ ہمواری کے بھی آتے ہیں۔اس کے علاوہ لفظ دقّت (باریکی) سیلان کے ہم معنی بھی ہے جس کا مطلب ناک کے موٹا ہونے کی نفی کرنا ہے۔

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ناک مبارک نہایت خوبصورت اور دراز تھی اور درمیان میں اُبھری ہوئی یہ ابھرا ونمایاں تھا اور بنی پر ہر وقت نور درخشاں رہتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ ہر دیکھنے والا یوں خیال کرتا کہ ناک مبارک بلند ہے حالانکہ حقیقت میں بلند نہ تھی۔ بلکہ بلندی تو اُس نور مقدس کی تھی جو ہر وقت ناک مبارک کو گھیرے رہتا تھا۔یہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ناک مبارک کا وصف خاص تھا جو کہ نیک بختی اور سعادت مندی کی نشانی بھی ہے۔

شمائل ترمذی۔باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

مدارج النبوت۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔21

البدایہ والنہایہ۔جلد۔5۔صفحہ۔633

الوفا باحوال مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔صفحہ۔445

جبیں (پیشانی) مبارک

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی جبیں (پیشانی) مبارک کشادہ اور روشن تھی۔سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیشانی مبارک ''واضح الجبیں'' (یعنی کشادہ پیشانی) تھی۔ایک دُوسری روایت میں ''صلت الجبیں'' بھی آیا ہے جس کا معنٰی کشادہ پیشانی کے ہیں ایک اور روایت میں ''واسع الجبۃ'' بھی وارد ہوا ہے اسکے معنٰی بھی کشادہ پیشانی کے ہیں۔غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیشانی مبارک کشادہ اور فراخ تھی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک پیشانی سے ہمیشہ نیک بختی،سعادت مندی اور نورانیت روشن رہتی تھی۔

یعقوب بن سفیان بیان کرتے ہیں کہ اسحاق بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ عمرو بن الحارث نے مجھے

بتایا کہ عبداللہ بن سالم نے زبیدہ کے حوالہ سے مجھے بتایا کہ زہری نے بحوالہ سعید بن المسیب مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی صفت بیان کرتے ہوئے سُنا کہ ''سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی جبین مبارکہ کشادہ تھی اُبرو تیکھے جو ملے بغیر پورے تھے، اور دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کی کیفیت میں حرکت کرتی، بنی مبارکہ بلند جس پر نور چھایا رہتا تھا، اور دیکھنے والا اُسے بلند خیال کرتا، رخساروں پر گوشت کم تھا دہن مبارک خوبصورت اور کشادہ تھا۔''

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیشانی مبارکہ کا ذکر وتعریف کرتے ہوئے بیان فرماتے تھے کہ ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی روشن پیشانی شکن آلود ہوتی تو یوں معلوم ہوتا کہ گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔''

محمد بن سعد واقدی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے اپنے والد اور دادا سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے مجھ سے بیان کیا وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا۔ ایک روز وہاں میں لوگوں سے خطاب کر رہا تھا کہ یہود کا ایک عالم بھی وہاں کھڑا تھا اُسکے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ جسے وہ دیکھ رہا تھا۔ اُس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کی صفات بتایئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نہ چھوٹے قد کے تھے اور نہ لمبے قد کے، اور نہ زیادہ گھونگھریالے بالوں والے تھے اور نہ سیدھے بالوں والے تھے۔ آپ علیہ السلام کم گھونگھریالے سیاہ بالوں والے تھے، آپ علیہ السلام کا سر مبارک بڑا، رنگ مبارک سُرخی مائل اور جوڑوں کی مبارک ہڈیاں بڑی تھیں۔ پاؤں اور ہتھیلیاں مبارکہ موٹی تھیں۔ سینہ اقدس کے بیچ سے پیٹ تک کے بال مبارک لمبے تھے۔ پلکیں لمبی اور گھنی تھیں اور دونوں ابرو مبارک قریباً ملے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی جبیں مقدسہ روشن تھی۔ دونوں مبارک کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ جب چلتے تو یوں لگتا گویا ڈھلوان سے اُتر رہے ہیں۔ میں نے آپ علیہ السلام سے پہلے اور بعد کسی کو آپ علیہ السلام جیسا نہ دیکھا۔

سیدنا حضرت امام حسن بن علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے (سوتیلے) ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی جبیں اقدس کشادہ تھی۔

ماخذ کتب

(1) مشکوۃ شریف بحوالہ صحیح مسلم شریف کتاب فضائل القرآن

(2) البدایہ والنہایہ۔ جلد۔6۔ صفحہ۔630,631

(3) الوفاء باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ صفحہ۔443

(4) مدارج النبوت۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔20

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے آقا ومولا علیہ السلام کی جبین اقدس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیشانی مبارکہ کشادہ تھی اور چراغ کی مانند چمکتی تھی۔اسکا ذکر اشعار کی زبانی یوں فرماتے ہیں۔

"مَتٰی یَبْدُ فِی اللَّیْلِ الْبَھِیْمِ جَبِیْنُہٗ یَدحَ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجٰی اَلْمترقّدِ."

ترجمہ۔ جب اندھیری رات میں آپ (علیہ السلام) کی پیشانی ظاہر ہوتی تو تاریکی کے روشن چراغ کی مانند چمکتی"

حواجب (بھنویں) مبارکہ

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حواجب (بھنویں) کے بارے میں کتب سیر اوراحادیث مبارکہ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے تحریر کرنیکی سعادت عظمیٰ حاصل کر رہا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک بھنویں دراز یعنی لمبی اور باریک تھیں۔انکے درمیان اتنا ہی فاصلہ تھا کہ دُور سے ملی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصّہ کی حالت میں حرکت میں آجاتی اور خون سے بھر جاتی تھی۔

از: سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔صفحہ۔236

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمایا کہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ابرو مبارک مقدار میں طویل تھے اُن پر مناسب مقدار میں بال تھے یعنی نہ بہت زیادہ اور نہ بالکل کم اور نہ ہی وہ بال مبارک آپس میں ملے ہوئے تھے اس کے باوجود دور سے یوں معلوم ہوتے تھے کہ دونوں ابروٗ ملے ہوئے ہیں۔ان دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ مبارکہ تھی جو رعب وجلال میں تڑپتی تھی اور خون میں جوش پیدا ہونے سے اس میں لرزہ سا معلوم ہوتا تھا۔

از: الوفا باحوال مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔صفحہ۔443

سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بھنوؤں کی تعریف وتوصیف کے بارے میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث میں یوں ارشاد فرمایا۔

"وَاضِحُ الْجَبِیْنِ حَقرُوْنُ الحَاجَبِیْن"

"پیشانی کشادہ اور بھنویں ملی ہوئی تھیں"

حدیث میں وارد لفظ "قرن" ابرو کا مطلب بھنوؤں کے بال مبارکہ کا ملا ہونا ہے۔جبکہ اس کے برعکس حضرت

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا حلیہ مبارک بیان کرنے والوں میں سے ایک ہیں انکی حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک بھنوؤں کے بارے میں لفظ ''غیر قرن''، یعنی بھنوؤں کے بال نہ ملے ہونے کا بیان ہے۔۔اس طرح ان دونوں روایتوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔دُوسری طرف کتب سیر میں یہی روایت صحیح تحریر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک بھنوؤں کے بال غیر متصل یعنی جڑے ہوئے ملے ہوئے نہ تھے۔مگر اس قدر فاصلہ رکھتے تھے کہ ملے ہوئے نہ ہونے کے باوجود ملے ہوئے نظر آتے تھے۔گویا دونوں کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ باہم ایک دُوسرے کے ساتھ پیوست نظر آتے تھے۔اور انکے درمیان میں اتنی خالی جگہ تھی جسے غیر متصل کہا جائے بلکہ چند خفیف بالوں کا اتصال تھا۔اس وجہ سے اتصال اور عدم اتصال یعنی ملے ہونے اور نہ ملے ہونے کا اطلاق بظاہر صحیح ہوسکتا ہے۔حقیقت حال اللہ ہی جانے۔اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ۔

دونوں بھنوؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو حالت غضب میں ظاہر ہوتی تھی۔حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں '' اَزَجُّ الحَواجِبِ '' آیا ہے ''ازج'' کے معنی لمبی کمان، کثیر بال اور کشیدہ ابرو کے ہیں۔قاموس میں اور صحاح کی کتب میں ''زج'' کے معنی باریکی ابرو یا درازی ابرو کے آتے ہیں۔فارسی زبان میں کمان ابرو کو کہتے ہیں۔امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے فرمایا کہ ''ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو دیکھا ہے۔آپ علیہ السلام کا چہرہ اقدس نہایت حسین، پیشانی مبارکہ عظیم اور ابرو مقدسہ باریک تھے۔یہاں ابرو مقدسہ کے باریک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بالوں کا گھنا نہ تھا۔جبکہ بالوں کی کثرت کا مطلب ہے کہ بال مبارک کم یا کہیں کہیں نہ تھے اور نہ ہی پراگندہ اور چھدرے ہوئے بلکہ ترتیب کے ساتھ نہایت ہی موزوں اور خوبصورت تھے۔

ماخذ کتب

(1) البدایہ والنہایہ۔جلد۔6۔صفحہ۔625, 626

(2) الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔443

(3) از: مدارج النبوت۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔20

(4) سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔جلد۔1۔صفحہ۔236

دہن مقدسہ اور دندان مبارک

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دہن مقدسہ کے بارے میں کتب احادیث اور کتب سیر میں بہت سی احادیث اور روایات موجود ہیں اُن سب کا یہاں بیان کرنا تو ممکن نہیں البتہ اُن میں سے چند رقم کی جا رہی ہیں

تا کہ انہیں پڑھ کر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سراپا مبارک کے اس عضو مقدسہ سے آگاہی حاصل کرتے ہوئے اپنے ایمان ومحبت میں اضافہ کریں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا دہن (منہ) مبارک ذرا چوڑا مگر نہایت ہی مناسب انداز میں تھا۔

از: الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 445

شمائل ترمذی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حلیہ مبارک کے بیان میں وارد ہونے والی حدیث مبارکہ بڑی طویل ہے جسے نہایت ہی مختصر انداز میں حضرت امام عبدالرحمان جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مذکورہ کتاب میں درج فرمایا ہے جسکا ذکر ہو چکا یہاں اس حدیث مبارکہ کو قدرے تفصیل سے بیان کر رہا ہوں تا کہ دہن مقدسہ کی عظمت و بلندی سے آگاہی حاصل ہو سکے۔ یہ جو صحیح مسلم شریف کی حدیث اُوپر بیان ہوئی ہے اس میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں ارشاد فرمایا۔

"كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ضَلِيْعَ الْفَمِ.

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فراخ دہان تھے۔"

حدیث مبارکہ میں جو لفظ "ضلیع الفم" استعمال ہوا ہے اس کے معنی کشادگی دہان مقدسہ کے منہ مبارک کی گولائی اور ہونٹوں کا طولانی میں باہم قرب ہے۔ کیونکہ اہل عرب کے ہاں مردوں کے لئے فراخ دہنی نہایت ہی قابل تعریف اور قابل قدر تھی جبکہ تنگ دہنی کو اچھا خیال نہیں کیا جاتا تھا بلکہ اُسے مرد کے لئے لائق مذمت خیال کرتے تھے۔ اہل عرب اور خاص طور پر شعراء حضرات تنگی دہن کو معشوق اور محبوب کے لئے قابل تعریف خیال کرتے تھے۔ یعنی اُن کے لئے تنگی دہن صرف عورتوں کے حکم میں تھی نا کہ مردوں کے حکم میں۔ اور یوں منہ کی چوڑائی اہل عرب کے نزدیک محمود اور نہایت پسندیدہ وصف تھا اور ہے۔ یہ وصف خاص مردوں کے لئے تھا جبکہ دوسری طرف تنگی دہنی عورتوں کے لیے وصف محمود سمجھا جاتا تھا اور ہے۔ اس کے علاوہ فراخ دہنی گویا کمال فصاحت و بلاغت کی علامت بھی ہے۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں یوں آتا ہے۔

"يَفْتَحُ الْكَلَامَ وَ يَخْتِمَهُ بِاَشْدَاقِهٖ"

ترجمہ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کلام کا آغاز کشادگی دہن سے فرماتے اور اپنے شدق سے ختم فرماتے"

شدق کو اگر ش کی کسر سے پڑھا جائے تو اس کا معنی کنج دہن ہو گا ورنہ اسکا حقیقی معنی فراخی دہن ہے۔ "خطیب اشدق" جسکا تالو کشادہ ہو اور فصاحت سے گفتگو کرے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دہن اقدس سے ہمیشہ جو کلام نکلتا وہ تام اور کامل ہوتا۔ کبھی بھی نامکمل اور ناقص الفاظ نہیں نکلتے تھے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ بیان سے فصاحت اور اثبات فصاحت دونوں حاصل ہو گئے۔ اور یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا فصیح و

بلیغ ہونا اظہر من الشمس ہوگیا۔ بعض اہل سیر نے آپ علیہ السلام کے کشادگی دہن سے ہونٹوں کی نزدیکی بھی مراد لی ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت جمیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دہن (منہ) مبارک ذرا چوڑا اور دانت مبارک باہم مکمل طور پر ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان میں ذرا ذرا یعنی تھوڑا تھوڑا فاصلہ اور کشادگی تھی۔

ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے والے دانت مبارک باہم ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان میں مناسب کشادگی اور فاصلہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم "مِفْلَجُ الاَسْنَانِ" تھے یعنی سامنے کے دانت کشادہ تھے۔ لغت میں فلج کے معنی سامنے کے دانتوں کی کشادگی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں "اَشْنَب، مُفلَجُ الثَّنَا یا" کے الفاظ آئے ہیں یعنی سامنے کے دانت روشن تر آبدار اور کشادہ تھے۔ اشنب کے معنی دانتوں کی آبداری وتابانی کے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا دہن (منہ) مبارک فراخ، رخسار مبارکہ ہموار، دندان مقدسہ کشادہ اور تاباں وروشن تھے آپ علیہ السلام جب کلام فرماتے تو دندان ہائے پیشین میں سے نور نکلتا دکھائی دیتا تھا۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ضحک (تبسم) فرماتے تو دیواریں روشن ہوجاتیں۔ آپ علیہ السلام کو کبھی جمائی نہیں آئی۔

روایت ہے کہ کسی شخص کو اگر نماز میں جمائی آئے تو وہ صرف اتنا خیال ذہن میں لائے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو کبھی جمائی نہیں آئی تھی اسکے بعد اُس شخص کو جمائی نہیں آئے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لب مبارکہ کشادہ تھے جب گفتگو فرماتے تو ایسا نظر آتا کہ گویا سامنے کے مبارک دانتوں کے درمیان سے نور نکل رہا ہے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث مروی ہے اس میں "مَبلَجُ الثَّنَـایَـا" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن کے معنی سامنے کے دانت روشن وتاباں کے ہیں۔

حضرت ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہونٹ مبارک جب تبسّم اور ضحک (تبسم) کی حالت میں الگ ہوتے تو دانت مبارکہ یوں معلوم ہوتے جیسے کہ اولوں کے دانے (جو پہلے پردہ میں تھے اور اب ظاہر ہوگئے ہیں) ان کی سفیدی اور چمک، صفائی اور رطوبت اولوں کی مانند معلوم ہوتی۔

سرکارِ دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک دندان مقدسہ کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عمیرہ بنت مسعود انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت منقول ہے کہتی ہیں کہ۔ میں اور میری پانچ بہنیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اس وقت سرکار دو عالم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خشک کیا ہوا گوشت تناول فرما رہے تھے۔ آپ علیہ اسلام نے گوشت کا ایک ٹکڑا چبا کر میری بہنوں کو دیا انہوں نے وہ ٹکڑا آپس میں تقسیم کر کے کھا لیا۔ بعد میں مرتے دم تک اُن بہنوں کے منہ سے نہ تو کبھی کوئی ناخوش بو پیدا ہوئی اور نہ ہی انہیں کبھی منہ کی کوئی بیماری ہوئی۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ ایک روز ایک بدزباں عورت جس کو اپنی زبان پر قابو نہیں تھا اور فحش گوئی کرتی تھی سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اس وقت آپ علیہ السلام قدید (خشک گوشت) تناول فرما رہے تھے۔ اُس عورت نے سوال کیا مجھے بھی کھانے کو کچھ عطا کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سامنے پڑے ہوئے خشک گوشت میں سے اُسے عطا فرمایا۔ اُس عورت نے عرض کیا مجھے اپنے منہ سے کچھ عطا فرمائیں۔ آپ علیہ السلام نے اپنے منہ مبارک سے کچھ گوشت کا چبا ہوا ٹکڑا اُس عورت کو عطا فرمایا۔ اس نے وہ ٹکڑا مبارک کھا لیا بس اُس روز کے بعد مرتے دم تک اُس عورت سے فحش اور قبیح کلام سننے میں نہ آیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دندان اقدس کا مسوڑھوں اور جبڑوں کے اندر جڑاؤ انتہائی حسین انداز میں تھا اور ترتیب میں کمال حُسن محسوس ہوتا تھا۔ جب گفتگو فرماتے تو یوں محسوس ہوتا گویا دندان مقدسہ صدف میں چھپے ہوئے موتی ہیں جو اپنے معدن میں بولتے اور تبسم فرماتے ہیں۔

طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک لب اور دہن اقدس کا مہرہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین ولطیف تھا۔ ایک اور روایت میں عظیم الاسنان (یعنی دندان مبارک عظیم تھے) بھی آیا ہے ان سب روایات کا مفہوم ومطلب یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا دہن مقدس حسن و جمال میں اکمل واعلیٰ اور مکمل ترین تھا۔

غزوہ خیبر میں حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت سلمہ (سنان) بن عبداللہ بن عبداللہ بن قشیر بن حزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم اقصی) (74ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ان سے 177 احادیث مروی ہیں) کی پنڈلی پر ایسی شدید ضرب لگی اور اس قدر خون بہہ گیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو گمان ہوا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے ہیں۔ اس وقت سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پنڈلی پر تین بار ورم کی جگہ پر دم فرمایا اُس کے بعد پنڈلی میں کبھی درد محسوس نہ ہوا۔

اللہ کریم حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ خالق بردہ شریف پر اپنی لاتعداد رحمتیں نازل فرمائے انہوں نے سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دندان مبارکہ، تبسم شریفہ اور دہن اقدس کی تعریف کیسے دل کش اور خوبصورت ترین انداز میں فرمائی ہے۔ کہتے ہیں۔

"كَاَنَّمَا اللُّؤلُؤ المَكنُونُ فِیْ صَدَفٍ   مِنْ مَّعْدَنِ مَنْطِقٍ مِنْهُ وَ مُتَبَسِمٖ

ترجمہ:۔ ''گویا صدف میں چھپا رہنے والا آبدار موتی۔حبیب خدا علیہ السلام کے معدن نطق اور تبسم سے ہے''

ماخذ کتب

(1) صحیح بخاری شریف۔باب غزوہ خیبر

(2) خصائص الکبریٰ از امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔62

(3) البدایہ والنہایہ۔جلد۔6۔صفحہ 627, 626 از امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ۔

(4) الوفا باحوال مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔445 از امام عبدالرحمان ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ

(5) شمائل ترمذی از امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ۔

(6) مدارج النبوت۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔21, 20 از شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(7) سیرۃ رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم از علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ۔

لعاب دہن شریف

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لعاب دہن کی برکتوں، رفعتوں اور عظمتوں کے بارے میں سے بہت سی احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں اور کتب سیر میں بہت سی روایات آتی ہیں۔ان میں سے کچھ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ جنکے مطالعہ سے ایمان واعتقاد میں مزید پختگی اور تروتازگی پیدا ہوگی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا لعاب دہن بیماروں، زخمیوں، اور دلفگاروں کے لئے شفائے کامل تھا۔

غزوہ خیبر کے دن سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے لشکر اسلام کا جھنڈا دیا اور فرمایا اللہ تیرے ہاتھوں خیبر فتح کرائے گا۔حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مجھے آشوب چشم کا عارضہ ہے آپ علیہ السلام نے اپنا لعاب دہن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھوں میں ڈالا تو وہ اُسی وقت تندرست ہوگئے۔آشوب ایسے جاتا رہا جیسے کہ گویا کبھی وہ تھا ہی نہیں۔لعاب دہن کا یہ معجزہ مبارک تھا۔

ہجرت مدینہ منورہ کے دوران جب سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غار ثور میں تشریف فرما تھے۔اس وقت غار کے اندر موجود تمام سوراخوں کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کپڑے کے ٹکڑوں سے بند فرما دیا ایک سوراخ باقی تھا جسے بند کرنے کے لئے کوئی چیز موجود نہ تھی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس سوراخ کو اپنی ایڑھی کی مدد سے بند کر دیا۔اُس وقت کسی چیز نے اکثر روایات میں آتا ہے

سانپ نے ڈس لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو جب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکلیف کا علم ہوا تو آپ علیہ السلام نے فوراً اُس جگہ اپنا لعاب دہن مبارک لگا دیا اُسی وقت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درد جاتا رہا۔ مفصل واقعہ ہجرت مدینہ کے ذکر میں گزر چکا ہے۔

لعاب دہن کی برکتوں کے سلسلے میں کتب سیر میں آتا ہے کہ مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کی قلت تھی اہل حق کی ملکیت والے اکثر کنوئیں کھاری پانی کے تھے۔ ایک دفعہ ایک کھاری پانی کا ڈول بھر کر خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ تاجدار مدینہ منورہ نے ڈول میں سے پانی کا ایک گھونٹ لے کر اپنے دہن اقدس میں لیا اور پھر اس پانی کو واپس ڈول میں ڈال دیا پھر ڈول کا پانی کنوئیں میں اُنڈیل دیا گیا لعاب دہن کی برکت سے کنویں کا پانی نہ صرف میٹھا ہی ہو گیا بلکہ کنویں کے اُس پانی سے کستوری کی مانند خوشبو پھیل گئی تھی۔

مدینہ منورہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (خادم رسول علیہ السلام حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جنب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔ قبیلہ نجار۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا رشتے میں حضور علیہ السلام کی خالہ تھیں) کے مکان میں کنواں تھا جس کا پانی کھاری تھا۔ ایک دفعہ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور اُس کھاری کنویں کے پانی میں اپنا لعاب دہن اطہر ڈال دیا۔ لعاب مبارک کی برکت سے کنویں کا پانی اس قدر شیریں ہو گیا کہ مدینہ منورہ میں اس کنویں کے برابر کسی اور کنویں کا پانی میٹھا اور شیریں نہ تھا۔

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لعاب دہن کا یہ اعجاز تھا کہ غزوہ بدر کے روز میدان جنگ میں حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مالک بن العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن غضب بن جشم بن خزرج۔ حضرت رافع قبیلہ خزرج کے سب سے پہلے مسلمان تھے بیعتِ عقبہ سے دوسال پیشتر 5 یا 6 آدمیوں کے ہمراہ مکہ مکرمہ جا کر آپ علیہ السلام کی بیعت کی تھی) کی آنکھ میں تیر لگا اور آنکھ پھوٹ گئی حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی 42ھ) آنکھ کا باہر نکلا ہوا وہ حصّہ لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اس باہر نکلے ہوئے حصّہ کو اسکی جگہ پر رکھ کر ہاتھ ہٹا لو"۔ انہوں نے حسب حکم عمل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُس جگہ اپنا لعاب دہن اطہر لگایا تو آنکھ کا نہ صرف درد ہی جاتا رہا بلکہ آنکھ پہلے سے بھی زیادہ اچھی ہو گئی اور پھر تا دم آخر اُس آنکھ میں کبھی کوئی تکلیف نہ ہوئی اور اسکی بینائی پہلے سے بھی اچھی ہو گئی۔

کتب سیر میں آتا ہے کہ ایک دفعہ کچھ شیر (دودھ) خوار بچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت اقدس میں لائے گئے۔ آپ علیہ السلام نے اُن بچوں کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ لعاب دہن کی برکت سے وہ بچے ایسے سیراب ہوئے کہ انہوں نے اس دن دودھ ہی نہ پیا اور یوں سارا دن ہشاش بشاش رہے۔

اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر گرم گرم ہنڈیا گر

گئی۔ جس سے حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ جل گیا۔ وہ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں اُسی حالت میں حاضر ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے اُنکے ہاتھ پر اپنا لعاب دہن لگایا اور دُعا فرمائی تو وہ ہاتھ اُسی وقت ٹھیک ہو گیا۔

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لعاب دہن کی برکت سے ہمیشہ بیماروں، زخمی، حاجت مندوں اور دلفگاروں کو شفاء نصیب ہوئی اور اُنکی حاجت پوری ہوئی۔ حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ ذی قرد محرم 7 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھ سے فرمایا کہ ''تمہارے چہرے کو کیا ہوا؟'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میرے چہرے پر ایک تیر لگا ہے جسکی وجہ سے چہرے کی یہ حالت ہے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''میرے نزدیک آؤ''۔ میں نزدیک گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس جگہ اپنا مبارک لعاب دہن لگا دیا۔ اس روز کے بعد مجھے کبھی چہرے پر نہ تیر لگا نہ تلوار اور نہ ہی کبھی میرے چہرہ سے خون نکلا۔

ایک دفعہ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت تشنگی محسوس فرما رہے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُسی حالت میں اپنے نانا جان سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی کیفیت بیان کی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی زبان مبارک اُن کے منہ میں ڈال دی جسے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوستے رہے۔ لعاب دہن کی برکت سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر سارا دن سیراب رہے۔

کتب سیر میں ہے کہ حضرت عمرو بن معاذ بن جموع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں کٹ گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو جب معلوم ہوا تو آپ علیہ السلام نے تشریف لا کر اس کٹے ہوئے پاؤں کو اس کی جگہ رکھ کر اپنا لعاب دہن لگایا تو پاؤں اُسی وقت جڑ کر اچھا ہو گیا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حارث بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس المتوفی 72ھ کوفہ۔ 305 حدیثیں روایت کی ہیں) سے مروی ہے کہ حدیبیہ کے روز لشکر اسلام جس مقام پر خیمہ زن تھا وہاں پانی کا ایک ہی کنواں تھا۔ لشکر اسلام کی تعداد چودہ سو (1400) تھی لشکریوں نے اُس کنوئیں کا پانی استعمال کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ کنوئیں میں ایک قطرہ پانی نہ رہا۔ اُس وقت سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے پانی کا ایک برتن طلب فرمایا اور وضو کر کے پانی کی ایک کُلی کوئیں میں ڈال دی اور ارشاد فرمایا کہ ''ذرا ٹھہرو''۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس کنوئیں میں اس قدر پانی بھر گیا کہ حدیبیہ کے مقام پر مقیم لشکر اسلام کے چودہ سو مجاہدین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بیس روز قیام کے دوران نہ صرف اُس پانی کو استعمال فرماتے رہے بلکہ لشکر کے تمام جانور بھی اُس پانی سے سیراب ہوتے رہے۔ سبحان اللہ کیا ہی معجزہ مبارک ہے۔

حضرت امام طبرانی اوسط میں ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عتبہ بن فرقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ

بڑے بہادر تھے اور انہوں نے سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں موصل فتح کیا اُن کی ایک وقت میں چار بیویاں تھیں۔ اُن میں سے ایک بیوی ام عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ۔ ہم چاروں بیویاں خوشبو کے استعمال میں انتہائی کوشش کرتی تھیں کہ ایک دُوسرے پر اس لحاظ سے سبقت لے جائیں کہ ہمارا خاوند ہمیں زیادہ پسند کرے۔ جبکہ دوسری طرف عتبہ بن فرقد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کوئی خوشبو استعمال نہیں کرتے تھے بس اپنے ہاتھ کو تیل مل کر اپنی داڑھی پر مل لیا کرتے تھے۔ اور حالت یہ ہوتی تھی کہ اُن کے بدن سے سب سے زیادہ نہایت ہی اعلیٰ قسم کو خوشبو آیا کرتی تھی۔ ایک دن میں نے اُن سے پوچھا کہ ہم چاروں خوشبو کے استعمال میں پوری کوشش کرتی ہیں جبکہ آپ کوئی خوشبو بھی استعمال نہیں کرتے پھر بھی آپ کے پاس سے اسقدر عمدہ خوشبو آنے کی کیا وجہ ہے۔؟ عتبہ بن فرقد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جواب دیا کہ ایک دفعہ میرے بدن پر آبلہ ریزے نمودار ہو گئے۔ اس تکلیف کے سبب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور اپنی بیماری کی شکایت کی۔ آپ علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا ''اپنا کُرتہ اُتار دو'' میں نے حسب حکم عمل کیا اور آپ علیہ السلام کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ علیہ السلام نے اپنا لعاب دہن مبارک اپنے دست مبارک پر ڈال کر میری پیٹھ اور میرے پیٹ پر مل دیا اُسی وقت مجھے شفاء ہو گئی اور اُس دن کے بعد میرے جسم سے یہ عمدہ ترین خوشبو کبھی جُدا نہیں ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم عاشورا کے دن بچوں کو بلا کر اُن کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیتے تھے۔ اور اُن کی ماؤں سے فرمایا کرتے تھے کہ شام تک ان بچوں کو دودھ نہ دینا پس میرا یہ لعاب دہن ان کو کافی ہوگا اور ایسا ہی ہوتا۔

ایک دفعہ حضرت عامر بن کریز قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ربیعہ بن خبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصّی۔ عبد مناف پر ان کا سلسلہ نسب حضور علیہ السلام سے مل جاتا ہے) اپنے چھوٹے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی 58ھ مدینہ منورہ۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایران کے غیر مفتوحہ علاقے بشمول خراسان، اصفہان حلوان اور کرمان فتح کرنے کے بعد ماوراء النہر تک کا علاقہ اور سجستان اور غزنہ کے علاقے فتح کئے) کو بچپن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں لائے۔ آپ علیہ السلام اپنا لعاب دہن اُنکے منہ میں ڈالنے لگے اور وہ اُسے نگلنے لگے۔ اس پر حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''یہ مسقی (سیراب) ہے''۔ جب حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوان ہوئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی زمین میں شگاف کیا کرتے تو وہاں سے پانی نکل آیا کرتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مدینہ منورہ یا اس کے باہر جس کنوئیں میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈالتے وہ کھاری پانی کا کنواں اس قدر شیریں ہو جاتا کہ اسکی مثال نہ ملتی۔

ماخذ کتب

(1) اصابہ اور خصائص الکبریٰ بحوالہ بیہقی وحاکم۔

(2) زادالمعاد۔غزوہ بدر۔

(3) الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم صفحہ۔445

(4) البدایہ والنہایہ۔جلد۔6۔صفحہ۔627 ,626

(5) خصائص الکبریٰ بروایت ابونعیم۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔91

(6) مدارج النبوت۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔22

تبسم شریف

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے تبسم مبارک کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ کتب سیر میں اصحاب سیر نے تبسم شریف کا بیان نہایت دل نشین انداز میں تحریر کیا ہے۔صحیح بخاری شریف میں سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث مروی ہے فرماتی ہیں کہ:۔

''میں نے کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اس طرح قہقہہ لگا کر ہنستے نہ دیکھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لہوات نظر آتے ہوں۔لہوات سے مراد گوشت کا وہ ٹکڑا ہے جو حنجرے کے اُوپر منہ کے آخر میں ہوتا ہے۔اُردو زبان میں گوشت کے اس ٹکڑے کو کوا کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم عموماً تبسم فرمایا کرتے تھے۔تبسم کے اس انداز کو عربی زبان میں ضحک کہتے ہیں۔ضحک کے معنی چہرہ کا انبساط ہے۔چہرے کا ایسا انبساط کہ خوشی ومسرت سے دانت ظاہر ہو جائیں۔یہی انبساط اگر آواز کے ساتھ ہو اور دُور سے سُنا جائے تو اس کیفیت کو قہقہہ کہتے ہیں۔اگر ایسی کیفیت میں آواز تو ہو مگر اُسے دور سے نہ سُنا جا سکے تو اُسے ضحک کہتے ہیں۔اور اگر ایسی کیفیت میں بالکل آواز نہ پائی جاتی ہو تو اُسے تبسم کہتے ہیں۔سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تبسم کی حد سے تجاوز نہیں فرماتے تھے۔ایسا شاید ہی کبھی ہوا ہو کہ تاجدار مدینہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ضحک کی حد تک پہنچے ہوں۔اسکی وجہ یہ ہے کہ ضحک حالت آواز جو دُور سے سُنی جا سکتی ہو کا عمل دل کو ہلاک کر دیتا ہے۔قہقہہ تو آپ علیہ السلام نے اپنی پوری ظاہری حیات مقدسہ میں مارا ہی نہیں کیونکہ قہقہہ مارنا مکروہ ہے۔یاد رہے ضحک کا ابتدائی مرحلہ مسکرانا ہے۔اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی عادت شریفہ تھی۔

بعض احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اتنا تبسم فرمایا کہ آپ علیہ السلام کے نواجذ یعنی سب سے پچھلی داڑھ ظاہر ہوگئی۔اس سب سے پچھلی داڑھ کو عرف عام میں عقل داڑھ بھی کہتے ہیں۔اس

حدیث مبارکہ کے بیان میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ حقیقت کا اظہار نہیں۔ کیونکہ اس کو شدت ضحک کے بیان میں مثال کے طور پر بولتے ہیں۔ بعض محققین کے نزدیک نواجذ سے مراد عام داڑھ یا دانت ہے۔ واللہ اعلم سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ تبسم ہی فرمایا کرتے تھے۔ جسے مسکرانا بھی کہتے ہیں۔ لغت کی کتاب صراح میں لبوں کے ملانے کو تبسم کہا گیا ہے۔ عرف عام میں ہنستے ہوئے جب دانتوں کی سفیدی ظاہر ہو تو ایسی حالت کو تبسم فرمانا کہا جاتا ہے۔

مشہور زمانہ عالم حضرت شیخ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ۔ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبسم مبارک کے بیان میں رقمطراز ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑی سے بڑی حالت اور اکثر اوقات تبسم سے آگے تجاوز نہیں فرماتے تھے۔ اگر کبھی تبسم کی حالت سے آگے تجاوز فرمایا ہو تو ضحک کی حالت تک قہقہہ تو آپ علیہ السلام نے کبھی نہیں لگایا کیونکہ قہقہہ لگانا مکروہ ہے۔ کثرت سے ہنسنے اور پھر اس میں زیادتی کرنے سے آدمی کا وقار جاتا رہتا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضحک فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتی تھیں اور اُن پر آپ علیہ السلام کے مبارک دندان کا نور آفتاب کی شعاعوں کی طرح جلوہ افروز ہوتا تھا۔ یہی حال آپ علیہ السلام کے گریہ کا تھا۔ اس حالت میں آپ علیہ السلام کی آواز مبارکہ قطعاً بلند نہیں ہوتی تھی۔ البتہ آپ علیہ السلام کی چشمان مبارکہ سے آنسو جاری ہو جاتے تھے اور سینہ اقدس سے ایک ایسی مخصوص آواز مبارکہ نکلتی تھی جیسے تانبے کی دیگ میں جوش آ گیا ہو۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ چکی کی آواز کی مانند آواز نکلتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گریہ مبارک کا عمل اللہ تعالیٰ کی جلالی صفت کی تجلی اور اُمت پر شفقت اور میت پر رحمت کے باعث ہوتا تھا۔ یہ فعل مبارک اکثر قرآن کریم کی تلاوت اور رات کے وقت نماز کے دوران ظہور میں آتا۔ امام بیہقی مزید تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ کبھی انگڑائی اور نہ ہی جماہی لی۔ کیونکہ یہ دونوں عمل اعضاء کی سُستی اور کاہلی کے نشان ہیں جبکہ آپ علیہ السلام اس سے محفوظ تھے۔

تاریخ بخاری اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی جماہی نہ لی۔“

چند روایات میں جنہیں کچھ اصحاب سیر نے تحریر کیا ہے یہ بھی آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء علیہم السلام دنیا میں مبعوث فرمائے ان میں سے کسی نے بھی کبھی جماہی نہ لی تھی۔ کیونکہ جماہی شیطان کی طرف سے ہے اور انبیا علیہم السلام اس فعل سے اللہ کی رضا کی وجہ سے محفوظ تھے۔ پھر ہمارے آقا و مولا تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو سردار الانبیا علیہم السلام ہیں وہ اس فعل سے کیوں محفوظ نہ ہوتے۔

مسئلہ: اگر انسان کو جماہی آئے تو اُسے چاہیے کہ وہ اپنے بائیں ہاتھ کی پشت اپنے منہ پر رکھ لے یا اپنے ہونٹوں کو دانتوں میں دبا لے۔ جو لوگ جماہی لیتے وقت ہاہا یا آہ آہ کی آوازیں نکالتے ہیں ایسا کرنا نہایت ہی بُرا اور

سخت قبیح عمل ہے۔ ہم اہل ایمان کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ جو ایسا کرتا ہے شیطان اُس کے من میں ہنستا ہے۔ دُعا ہے اللہ کریم اپنی رحمت اور سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے صدقے ہمیں اس فعل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین۔

ماخذ کتب

(1) صحیح بخاری شریف باب حلیہ مبارک مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔

(2) تاریخ بخاری و مصنف ابن ابی شیبہ۔

(3) روایت از امام شیخ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ۔ متوفی 852ھ۔

(4) مدارج النبوت۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 23 ,22۔

(5) سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 243۔

(6) الوفا با احوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 447۔

آواز مبارک

خالقِ کائنات نے جتنے بھی انبیاء علیہم السلام دنیا میں مبعوث فرمائے سب کے سب خوبرو اور خوش آواز تھے مگر ہمارے آقا و مولا فخر کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سب سے زیادہ خوبرو، وجیہ اور خوش آواز تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی آواز مبارکہ غایت یعنی انتہائی درجہ پیاری تھی۔ آپ علیہ السلام کی آواز مبارکہ اور اسکی شیرینی و چاشنی کائنات کی تمام آوازوں سے زیادہ دلکش تھی۔ خالق ارض وسماء کی تمام مخلوق میں آج تک آپ علیہ السلام سے بڑھ کر نہ تو کوئی خوش آواز و شیریں کلام گزرا ہے اور نہ ہی قیامت تک گزرے گا۔ آپ علیہ السلام جس انداز سے کلام فرماتے اسے لہجہ صدق یعنی ایسا لہجہ مبارک جس میں فصاحت و بلاغت کی انتہا ہو اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اوصاف حمیدہ میں شمار ہوتی ہے۔ سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم "اَصْدَقُ النَّاسِ لَھْجَتِہٖ"۔ "یعنی کلام میں سب سے سچے"۔ تھے کیونکہ آپ علیہ السلام کی زبان مقدسہ مخارج سے کلام فرمانے میں سب سے زیادہ راست، درست تر اور پُرکشش تھی۔ اس وصف اعلیٰ پر آج تک نہ کوئی قادر ہوا ہے اور نہ ہی قیامت تک قادر ہوگا یہ صرف اور صرف آپ علیہ السلام کا ہی اعجاز ہے۔ آپ علیہ السلام خوش آواز ہونے کے علاوہ بلند آواز اتنے تھے کہ جہاں تک آپ علیہ السلام کی آواز پہنچتی وہاں تک کسی کی آواز نہیں پہنچتی تھی۔ خاص طور پر خطبوں کے دوران آپ علیہ السلام کی شیریں آواز گھروں تک پہنچ جاتی یہاں تک کہ گھروں میں بیٹھی عورتیں بھی سُن لیتیں۔ اور یوں آپ علیہ السلام سے نصیحت و تخویف اور اللہ سبحان وتعالیٰ سے خوف اور اسکی تابع فرمانی کی باتیں پردہ نشین عورتیں بھی سُن لیتیں اور ان

پر عمل کر کے دین و دنیا میں سرخ روئی حاصل کرتیں۔

سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہ بھیجا مگر خوش آواز اور خوش روحتیٰ کہ ہمارے آقا و مولا فخر رُسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان اوصاف میں سب سے فائق سب سے بلند اور سب سے اعلیٰ تھے۔ یہ مقام سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کسی اور کا نہیں ہے۔

سرکارِ دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حج کے دوران منیٰ کے مقام پر جو خطبہ ارشاد فرمایا اس خطبہ مبارک نے سب حاضرین کے کان کھول دیئے۔ ہر ایک نے اُس خطبہ مبارک کو اپنی اپنی جگہ سُنا۔ یاد رہے منیٰ کے مقام پر حج کے دوران شریک صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی تعداد قریباً سوالاکھ تھی۔ اس زمانے میں جب کہ لاؤڈ سپیکر کا یا کسی موجودہ دور کی آواز کو دور سے دور پہنچانے کی ایجاد مثلاً سیٹلائٹ یا کوئی اور چیز کا وجود ہی نہ تھا کھلے میدان میں اتنے بڑے مجمع تک آواز کا پہنچ جانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی آواز مبارکہ کا معجزہ تھا۔

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ایک روز آپ علیہ السلام نے حاضر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے ارشاد فرمایا کہ ''سب خطبہ سُننے کے لیے بیٹھ جاؤ''۔ آپ علیہ السلام کے اس حکم مبارک کی آواز کو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ بن امراء القیس بن عمرو بن امراء القیس الاکبر بن مالک الاغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج۔ قبیلہ خزرج) نے جو اُس وقت جوفِ مدینہ منورہ میں قبیلہ بنی غنم میں تشریف رکھتے تھے سُن لیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ارشاد مبارک کی تعمیل کے لئے وہیں اپنے مکان کے کمرے میں دوزانوں ہو کر بیٹھ گئے۔

اسی طرح حضرت اُم ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضرت ابو طالب ارشاد فرماتی ہیں کہ ہم آدھی رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی قراۃ اپنے گھر چارپائی پر بیٹھے سُنا کرتی تھیں۔

ماخذ کتب

(1) از: زرقانی۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 178
(2) مواہب الدنیہ و خصائص الکبریٰ۔
(3) مدارج النبوت۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 23۔
(4) الوفا با احوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ صفحہ۔ 449
(5) سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ جلد۔ 243۔

فصاحت شریفہ

سرکارِ دوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی فصاحت و بلاغت کا بیان کرنا زبان یا تحریر کے ذریعے انسانی ہمت و طاقت میں ہی نہیں کیونکہ علماء کرام فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا کلام مبارک قرآن کریم کی طرح معجزہ ہے ہم بحثییت اُمتی اپنے آقا و مولا فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس وصف مبارک کو بیان کر کے اپنے دینی و دنیاوی درجات میں سرفرازیاں ورفعتیں حاصل کرنے کے ساتھ ذریعہ نجات خیال کرتے ہیں اور یہ ہمارے عقیدہ کا جزو لاینفک ہے دُعا ہے اللہ کریم ہماری اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے ہمارا نام اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مقبول بندوں میں شامل فرمائے آمین۔ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زبان مبارک کی فصاحت و بلاغت اور انوکھے اظہار بیان اور عجیب وغریب حکم و فیصلے اتنے کثیر تعداد میں ہیں کہ کوئی انسانی فکر و سوچ انکا محاسبہ کر سکے یا اس کے حصر و احاطہ کے گرد پھر سکے یہ ممکن ہی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خالق کائنات نے سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے زیادہ فصیح، شیریں بیان اور فصاحت و بلاغت رکھنے والا اپنی مخلوق میں کوئی دوسرا پیدا ہی نہیں کیا۔

کتب سیر میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نہ تو آپ علیہ السلام کبھی کہیں باہر تشریف لے گئے اور نہ ہی آپ علیہ السلام نے لوگوں میں نشست و برخاست رکھی پھر آپ علیہ السلام ایسی فصاحت و بلاغت کہاں سے لے آئے؟ سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جواباً ارشاد فرمایا:۔

''اَدَّبَنِی رَبِّی فَاَحْسَنَ تَادِیْبِی''۔

''میرے رب نے مجھے ادب سکھایا تو میرے ادب کو بہت اچھا کر دیا۔''

نیز ارشاد فرمایا ''سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی لغت اور اصطلاح جو نا پید اور ختم ہو چکی تھی اُسے حضرت جبریل علیہ السلام لے کر میرے پاس آئے جسے میں نے یاد کر لیا ہے۔'' یاد رہے عربی زبان کا وہ علم جو عرب کی زبان اور اُسکی فصاحت و بلاغت سے تعلق رکھتا ہے اُسے ادب کہتے ہیں۔ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''میری نشو و نما کیونکہ میری رضاعی والدہ حضرت حلیمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) (بنت ابوذویب عبداللہ بن حارث اور حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حارث بن عبدالعزیٰ بن رفاعہ کی اہلیہ تھیں) کے قبیلہ بنی سعد بن بکر (جو قبیلہ ہوازن کی ایک شاخ تھا) میں ہوئی ہے اور اس قبیلے کے لوگ پورے عرب میں سب سے زیادہ فصیح اللسان تھے۔ اور میں ''ضاد'' کو اس کے مخرج سے ادا کرنے میں سب سے زیادہ فصیح ہوں۔ یعنی میں ''ضاد'' کو اِن سب سے زیادہ بہتر طریقے سے ادا کرتا ہوں''۔ یہاں ایک اہم نکتے کی وضاحت کرنا نہایت ضروری خیال کرتا ہوں جو کہ یہ ہے۔

سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ ارشاد گرامی ''کہ میں تمام عرب میں افصح ہوں۔ ضاد سب سے بہتر ادا کرتا ہوں فرمانا۔ اس لیے تھا کہ یہ لفظ صرف اہل عرب کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ دنیا کی کسی دُوسری زبان میں لفظ ''ضاد'' موجود ہی نہیں۔ پھر پورے عرب میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرح اس حرف ''ضاد'' کو کماحقہ ادا کرسکے۔ حرف ''ضاد'' کا مخرج داہنے یا بائیں اضراس یعنی عقل داڑھ ہے۔ علماء قراۃ بیان کرتے ہیں کہ ''ضاد'' کی ادائیگی بائیں طرف سے زیادہ آسان ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے بعض حضرات حرف ''ضاد'' کو دائیں اور بائیں دونوں جانب سے ادا فرما لیتے تھے۔

سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس قدر خوبصورت اور دلفریب انداز میں کلام فرمایا کرتے تھے کہ ایک ایک حرف اور کلمہ جدا جدا گنا جاسکتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم گفتگو کے دوران اگر محسوس فرماتے کہ سُننے والا فوری کلمہ کو نہیں سمجھ سکے گا تو حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک کلمہ کو تین تین بار ادا فرمایا کرتے تھے تاکہ سُننے والے کے لیے کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے۔

ماخذ کتب

(1) فرمودات امام الشیخ احمد بن حجر (متوفی 973) رحمۃ اللہ علیہ۔

(2) مدارج النبوت۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 24۔

جوامع الکلم بیان (نہایت اختصار والے کثیر معانی کلمات)

سرکارِ دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا کلام مبارک جوامع الکلم تھا۔ جوامع الکلم سے مراد وہ کلمات ہیں جو نہایت اختصار والے ہوں مگر ان کلمات کے کثیر معانی ہوں۔ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد گرامی ہے فرمایا۔

''اُوْتِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَ اُخْتُصِرَ لِي الْكَلَامُ''.

''مجھے جوامع الکلم دیا گیا اور میرے لئے کلام مختصر کیا گیا''

علماء کرام واصحاب سیر نے اپنے جذبہ ایمانی کے تحت اپنی طاقت ووسائل کے مطابق سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعض ایسے کلمات جمع فرمائے ہیں اور خاص طور پر وہ خطوط و پیغامات جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حکمرانوں، بادشاہوں بڑے بڑے سرداروں، امراء ورؤساء کو ارسال فرمائے اسکے علاوہ یہ کہ جسے بھی پیغام بھیجا یا خط ارسال کیا تو اُسے اسکی زبان میں ہی ارسال فرمایا۔ کیا ہی بلندی علم ہے کہ ہر ایک کو پیغام وخط ارسال فرمارہے ہیں مگر کثیر معانی کے ساتھ مختصر کلمات ارشاد فرمائے جو ہر ایک کی زبان میں تھے۔

علماء کرام، محققین اور اصحاب سیر نے سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کلمات کو اپنی اپنی طاقت اور وسائل کے مطابق ایک جگہ جمع فرما کر اپنے اپنے علم کے مطابق اُن کلمات کی تشریح وتفصیل وتفسیر بیان کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”رُعب کے ساتھ میری مدد فرمائی گئی ہے اور میں جامع کلمات دیا گیا ہوں اور میں خواب کی حالت میں تھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے سپرد کر دیں اور نبوت کا سلسلہ مجھ پر ختم کر دیا گیا“۔

ابن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”اللہ باری تعالیٰ جل شانہٗ نے مجھے حکم فرمایا کہ:

”اے سب سے زیادہ تعریف کیے گئے محبوب! مجھ سے جو چاہو مانگو۔ میں عرض گزار ہوا، اے رب! میں تجھ سے کس بات کا سوال کروں جبکہ تو نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور موسیٰ علیہ السلام سے تو نے کلام کیا اور نوح علیہ السلام کو منتخب فرمایا اور سلیمان علیہ السلام کو ایسی بادشاہی عطا فرمائی جو ان کے سوا دوسرے کے لائق نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

”میں نے جو تمہیں مرحمت فرمایا وہ اس سے بڑھ کر ہے میں نے تمہیں حوض کوثر بخشا، تمہارے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا جس کی ندا فضاؤں میں سنی جاتی ہے اور میں نے تمہارے لیے اور تمہاری امت کے لیے پاک ٹھہرا دیا اور تمہارے باعث تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے گناہ معاف فرما دیئے اور تم لوگوں کے درمیان بخشوانے والے کی حیثیت سے جلوہ افروز ہو حالانکہ قبل ازیں یہ سلوک میں نے کسی کے ساتھ نہیں کیا اور تمہارے امتیوں کے دلوں کو صحیفے بنا دیا اور حق شفاعت کو تمہارے لیے چھپا کر رکھا ہوا تھا جو کسی دوسرے نبی کے لیے چھپا کر نہیں رکھی گئی“۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دوسرے محدثین نے روایت کی ہے کہ جب ایک شخص ضماد نامی آپ علیہ السلام کی خدمت میں بصورت وفد حاضر ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وفد کے سامنے فرمایا:

”بے شک سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں ہم اسی کی حمد بجالاتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جو گمراہ ہو جائے اسے کون ہدایت دے؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)“۔

ضماد نے یہ کلمات مقدسہ سنے تو کہنے لگا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار یہ کلمات دہراتے رہیئے یہ تو بحر حقیقت کے موتی ہیں۔ آپ علیہ السلام ہاتھ آگے بڑھائیں میں اسلام پر آپ علیہ السلام کی بیعت کرتا ہوں۔

بخاری، مسلم اور نسائی میں حضرت ابو ہریرہ ری اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا:

''میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث ہوا۔ رُعب کے ساتھ میری اعانت کی گئی میں سویا ہوا تھا کہ مجھے خزائن کی چابیاں دی گئیں جو میرے ہاتھ پر رکھی گئیں''۔

رسول کریم سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

ترجمہ: ہر عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔

لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ

ترجمہ: جو امانتدار نہیں وہ ایمان دار نہیں۔

اَلْعَفْوُ لَا یَزِیْدُ الْعَبْدَ اِلَّا عِزًّا

ترجمہ: درگزری بندے میں عزت کو بڑھاتی ہے۔

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْاءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ

ترجمہ: جو مرد عمدہ طریق پر اسلام لایا اس نے ہر لغویت سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔

اَلْبَلَاءُ مُوَکَّل'' بِالنُّطْقِ

ترجمہ: گویائی مصیبتیں پیدا کرتی ہے۔

لَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ

ترجمہ: جو عہد کو پورا نہ کرے وہ دیندار نہیں۔

اَلْاِیْمَانُ یَمَانٍ

ترجمہ: ایمان حفاظت ہے۔

اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ کُلُّہٗ

ترجمہ: دین اول تا آخر نصیحت و بھلائی ہے۔

لَا حُبَّ کَحُسْنِ الْخُلُقِ

ترجمہ: خوش اخلاقی کی مانند محبت نہیں ہے۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ یَّدِہٖ وَ لِسَانِہٖ

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے تمام مسلمان محفوظ رہیں۔

جَمَالُ الرَّجُلِ فَصَاحَۃُ لِسَانِہٖ

ترجمہ: آدمی کی خوبصورتی اس کے زبان کی فصاحت ہے۔

لَا وَرَعَ كَالْكَفِّ

ترجمہ: زبان روکنے کی مانند پارسائی نہیں ہے۔

لَا فَقْرَ اَشَدُّ مِنَ الْجَهْلِ

ترجمہ: جہالت سے بڑھ کر سخت محتاجی نہیں ہے۔

اَلتَّوَاضُعُ لَا يَزِيْدُ اِلَّا رِفْعَتَهٗ

ترجمہ: نگونساری درجہ کی بلندی ہی کو زیادہ کرتی ہے۔

لَاعَقْلَ كَالتَّدْبِيْرِ

ترجمہ: تدبیر کی مانند عقل نہیں ہے۔

اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ

ترجمہ: محفلوں کی باتیں امانت ہیں۔

حُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ

ترجمہ: عمدہ طریق سے پوچھنا آدھا علم ہے۔

لَا مَالَ اَعَزَّ مِنَ الْعَقْلِ

ترجمہ: عقل سے زیادہ پیاری تونگری نہیں ہے۔

اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمِنٌ

ترجمہ: جس سے مشورہ لیا جائے وہ بات کا امین ہے۔

اَلتَّوَدُّدُ اِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ

ترجمہ: لوگوں سے محبت کا برتاؤ کرنا آدھی عقلمندی ہے۔

تَرْكُ الشَّرِّ صَدَقَةٌ

ترجمہ: برائی کو چھوڑنا صدقہ ہے۔

اَلْاِقْتِصَادُ فِى النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيْشَتِ

ترجمہ: خرچ میں درمیانہ روی نصف معیشت ہے۔

اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهٗ

ترجمہ: حیاء کامل بھلائی ہے

مَا جَمَعَ شَيْئٌ اَحْسَنَ مِنْ عِلْمٍ اِلٰى عِلْمٍ

ترجمہ: کسی چیز کو کسی چیز سے جمع کرنا علم کو علم سے زیادہ اچھا نہیں ہے۔

اَلْقَنَاعَةُ کَنْز" لَا یَفْنٰی

ترجمہ: قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ناپید نہیں ہوتا۔

لَا تَرْفَعْ عَصَاکَ عَنْ اَھْلِکَ

ترجمہ: اپنی اہل سے اپنی لاٹھی کو نہ اٹھاؤ

اَلثَّنَآءُ رَبِیْعُ الْمُؤْمِنِ

ترجمہ: حمد وثنا کرنا مومن کی بہار ہے

فَضْلُ الْعِلْمِ خَیْر" مِّنْ فَضْلِ الْعِبَادَةِ

ترجمہ: علم کی فضیلت، عبادت کی فضیلت سے بہتر ہے

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

ترجمہ: آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے

خَیْرُ کُمْ خَیْرُ کُمْ لِاَھْلِہٖ

ترجمہ: تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی اہل کے لیے بہتر ہے

اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْتَتَانِ فِیْھِمَا اَکْثَرُ النَّاسِ

ترجمہ: صحت وفراغت خسارے کی نعمتیں ہیں ان دونوں میں اکثر لوگ مبتلا ہیں۔

مَنْ اَبْطَأَبِہٖ عَمَلُہٗ لَمْ یُسْرِعْ بِہٖ نَسَبُہٗ

ترجمہ: جس کا عمل سست ہے اس کا نسب چست نہ کرے گا۔

کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ کَعَابِرِیْ سَبِیْلٍ وَّ عُدَّ نَفْسَکَ مِنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْرَ

ترجمہ: دنیا میں مثل مسافر یا راہ چلنے والے کی مانند رہو اور اپنے آپ کو صاحب قبر شمار کرو

مَنْ غَشَّا فَلَیْسَ مِنَّا

ترجمہ: جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں

لَیْسَ الشَّدِیْدُ مَنْ غَلَبَ النَّاسَ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ مَنْ غَلَبَ نَفْسَہٗ

ترجمہ: لوگوں کا غالب ہونا شدید نہیں البتہ اپنے نفس کا غالب ہونا شدید ہے۔

زُرْغِبًا تَزْدَدْ حِبًّا

ترجمہ: زیارت کرناغہ کے ساتھ توشہ کر محبت کے ساتھ۔

اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ

ترجمہ: نیکی کی راہ دکھانے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے نیکی کی۔

اِیَّاکُمْ وَخَضْرَاءَ الدِّمَنِ

ترجمہ: بچو تم امن کی فراخیوں سے

مَا نَقَصَ مَال" مِّنْ صَدَقَتِهٖ

ترجمہ: صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا

اَلْفَاجِرُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهٗ وَ تَمَنّٰی عَلَی اللّٰهِ

ترجمہ: فاجر وہ ہے جو اپنی خواہش کی پیروی کرے۔اور خدا سے امید رکھے۔

کُنُوْزُ الْبِرِّ کِتْمَانُ الْمَصَائِبِ

ترجمہ: نیکی کا خزانہ مصائب کے چھپانے میں ہے۔

لَنْ یَّشَاءَ الدِّیْنَ اَحَد" اِلَّا غَلَبَهٗ

ترجمہ: ہرگز نہیں چاہتا کوئی دین داری مگر وہ اس پر غالب ہوتا ہے

لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ بِاَخِیْکَ فَیُعَاقِبُهُ اللّٰهُ وَ یَبْلِیْکَ

ترجمہ: اپنے بھائی کو شرمسار نہ کرو کہیں خدا تمہاری گرفت نہ کرے اور تمہیں بھی اس میں آلودہ کرے۔

اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَ عَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ

ترجمہ: جو اپنے نفس کو دین دار بنا کر تھیلی تیار کرے وہ عمل کرے موت کے بعد کے لیے

حُبُّ الشَّیْءِ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ

ترجمہ: کسی چیز کی محبت اسے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

سرِ اقدس

سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سرِ اقدس کی توصیف میں سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ماموں حضرت ہند بن ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث روایت کرتے ہیں فرمایا کہ۔

"کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم عَظِیْمَ الْهَامَةِ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا سرمبارک عظیم تھا۔

حضرت نافع بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ ہمیں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جسد اقدس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا سرِ ناز عظیم تھا یعنی مقدار اور حجم میں جیسے کہ کیفیت میں اور معنوی عظمت میں۔''

سر کی بزرگی وفورِ عقل اور جودتِ فکر اور قوتِ دماغ کی علامت ہوتی ہے کیونکہ سر جوہر دماغ کا حامل ہوتا ہے۔ یہاں سرِ اقدس کو عظیم کہنے سے کوتاہی اور اسکے چھوٹا ہونے کی نفی کرنا مقصود ہے یعنی مقصد صرف یہ تھا کہ سرِ اقدس کو عظیم کہنے سے کوتاہی اور اسکے چھوٹا ہونے کی نفی کرنا مقصود ہے یعنی مقصد صرف یہ تھا کہ سرِ اقدس نہ تو چھوٹا تھا اور نہ ہی یہ کہ مقدار میں اعتدال نہیں تھا۔ العیاذ باللہ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جملہ اعضاء مبارکہ میں کمال اعتدال اور انتہائی موزونیت تھی۔ اس لیے ہر جگہ اسی کلیہ اور قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے۔

سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سرِ اقدس کی یہ شان ہے کہ بعثت شریفہ سے پہلے اکثر ظہور کرامت کی شکل میں گرمیوں کے موسم میں بادل سایہ فگن رہتا تھا۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بچپن میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں پرورش پا رہے تھے تو حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا محبت کے جذبہ کی وجہ سے آپ علیہ السلام کو اپنی نظروں سے دُور نہیں کرتی تھیں۔ ایک روز اُن سے غفلت ہوگئی وہ کسی کام میں مصروف ہو گئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنی رضاعی ہمشیرہ حضرت شیماء کے ساتھ دوپہر کے وقت اُس جگہ تشریف لے گئے جہاں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مویشی چر رہے تھے۔ اُدھر جب حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کام سے فارغ ہوئیں تو حضور علیہ السلام کو گھر میں نہ پا کر آپ علیہ السلام کی تلاش میں نکلیں اور چلتے چلتے مویشیوں کی جگہ پہنچ گئیں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم شیماء کے ہمراہ تشریف فرما ہیں۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیٹی سے کہا اس قدر گرمی میں تم بھائی صاحب محترم علیہ السلام کو یہاں کیوں لے آئی۔ بیٹی شیماء نے عرض کی امی جان میرے بھائی محترم علیہ السلام نے گرمی کی تپش محسوس ہی نہیں کی کیونکہ یہ جس طرف تشریف لے جاتے ہیں بادل کا ایک ٹکڑا ساتھ ساتھ ان کے سرِ اقدس پر سایہ کیے رہتا ہے۔ جب بھائی محترم علیہ السلام ٹھہر جاتے ہیں تو وہ بادل بھی ٹھہر جاتا ہے اور جب چلنے لگتے ہیں تو وہ بادل بھی چلنے لگتا ہے گھر سے لے کر یہاں تک بادل کی یہی کیفیت رہی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تعجب سے بیٹی سے پوچھا کیا یہ بات سچ ہے بیٹی نے جواب دیا امی جان اُوپر دیکھیں وہ کیفیت بدستور موجود ہے خدا کی قسم۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نگاہ اُوپر اٹھائی تو بیٹی کی بیان کردہ کیفیت کو اپنی نگاہوں سے دیکھ کر اطمینان قلب حاصل کرتے ہوئے بیٹے پر لاکھ بار قربان ہوئیں اور مالک کا صد بار شکر ادا کرتے ہوئے بیٹے علیہ السلام کے اس مقام کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگیں۔ یہ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سرِ اقدس کا عظیم معجزہ ہے جو ایک بار نہیں بلکہ کئی بار دیکھنے میں آیا

اسی طرح جب سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بارہ سال کی عمر مبارکہ میں اپنے شفیق چچا حضرت ابو طالب کے ہمراہ تجارت کی غرض سے ملک شام کی طرف تشریف لے جاتے ہوئے راستے میں بحیرا راہب کے عبادت

خانے کے قریب پہنچے تو ابو طالب نے قافلے والوں سے کہا کہ آرام کی غرض سے اِس جگہ خیمہ زن ہوں۔ اہل قافلہ اُس جگہ ٹھہر گئے۔ بحیرا راہب اپنے عبادت خانے میں کھڑا دیکھ رہا تھا کہ قافلے کے اُوپر ایک بادل سایہ فگن ہے جب قافلہ ٹھہر گیا تو وہ بادل بھی اُسی جگہ رُک گیا۔ کچھ دیر بعد اہل قافلہ راہب کے پاس آئے تو اُس نے پوچھا کہ قافلے میں شریک سب لوگ میرے ہاں تشریف لے آئے ہیں یا کچھ قافلے کے ٹھہرنے کی جگہ بھی موجود ہیں راہب کو بتایا گیا کہ ہمارے شیخ حضرت ابو طالب کے بھتیجے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کے علاوہ وہاں کوئی نہیں وہ اکیلے ہی آرام فرما رہے ہیں۔ یہ سُن کر بحیرا راہب نے حضرت ابو طالب سے کہا میں آپ لوگوں کے لئے کھانا تیار کراتا ہوں آپ بیٹے کو یہاں لے آئیں۔ جب سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بحیرا راہب کے عبادت خانے کی طرف تشریف لا رہے تھے تو تیز دھوپ میں بادل آپ علیہ السلام کے سرِ اقدس پر سایہ فگن تھا۔ بحیرہ راہب یہ دیکھ رہا تھا اُس نے اپنی کتاب انجیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اس نشانی کو پڑھا ہوا تھا۔ چنانچہ دیکھتے ہی پہچان گیا بڑے احترام سے آپ علیہ السلام سے ملا۔ حضرت ابو طالب کو ایک طرف لے جا کر کہنے لگا ''اے ابو طالب میں نے آخری نبی کی نشانیاں پڑھی ہیں اُن میں سے ایک بادل کا سایہ کرنا بھی ہے جو میں نے دیکھ لی ہے۔ تمہارا یہ بھتیجا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) ہی وہ آخری نبی ہے لوگ اسکی جان کے دشمن ہوں گے اس لیے میرا مشورہ ہے کہ تم یہاں سے ہی واپس لوٹ جاؤ'' بادل کا سایہ کرنا سرکارِ دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سرِ اقدس کا معجزہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سرِ اقدس کا یہ اعجاز ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے شہنشاہوں، بادشاہوں، سرداروں، شیوخ، امراء ورؤساء غرض ہر ایک کا سر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے آگے جھک جاتا ہے۔

ماخذ کتب

(1) ترمذی شریف باب ماجار فی بدء نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔

(2) خصائص الکبریٰ بروایت ابن سعد وابو نعیم وغیرہ۔ جلد۔ اوّل

(3) الوفا باحوال مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ صفحہ۔ 443۔

(4) مدارج النبوت۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 26

(5) سیرۃ رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ صفحہ۔ 244

موئے (بال) مبارک

سرکارِ دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بال (موئے) مبارک نہایت خوبصورت و عظیم تھے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بال مبارک نہایت عظیم تھے

یہ بال مبارک لمبائی میں اتنے ہوتے کہ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے کان مبارک کی لوتک رہتے۔

سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بال مبارک نہ تو بہت ہی گھونگروالے تھے اور نہ ہی بہت سیدھے بلکہ ان دونوں حالتوں کے درمیان تھے۔ البتہ بال مبارک کتنے لمبے تھے اس سلسلے میں مختلف روایتیں کتب سیر میں موجود ہیں۔ جنہیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے بیان کیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ''سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے گیسوئے پاک نہ تو بہت گھنگریالے تھے اور نہ بہت سیدھے اور نہ ہی سخت گھنے بلکہ ان حالتوں کے درمیان والی حالت میں تھے۔ اور ان مبارک گیسوؤں کی لمبائی کانوں کے درمیان تک تھی''

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ''سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بال مقدس لمبائی میں جمہ اور وفرہ یعنی کانوں اور کندھوں کے درمیان تھے۔'' یعنی جب کنگھی فرماتے تو بال مبارک دوش اقدس تک پہنچ جاتے اور گھنگریالے ہونے کی وجہ سے سکڑ کر کانوں تک پہنچ جاتے۔ جب بال مبارک بنواتے کانوں کے قریب تک بنواتے پھر چند روز گزرنے کے بعد بال بڑھ کر کندھوں تک پہنچ جاتے تھے۔

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے گیسو مبارک درمیانے درجے کے گھنگریالے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم گیسو مبارک میں کنگھی فرماتے تو گیسو مبارک الگ الگ ہو جاتے اور کنڈل سیدھے ہوکر کندھوں یا کندھوں کے قریب جا پہنچتے اور اگر انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو اکٹھے ہو جاتے اور یوں حلقہ وار حالت میں ہو جاتے۔ پھر کانوں سے نیچے نہیں جاتے تھے۔

اہل سیر کا بیان ہے کہ آپ علیہ السلام کے بال زیادہ ہوتے تو کانوں کی لوؤں سے نیچے تک نہیں لٹکتے تھے یعنی جب آپ علیہ السلام ان کو بڑھا لیتے تو بھی اتنے لمبے نہیں ہوتے تھے کہ کانوں کی لوؤں سے نیچے لٹکیں آپ علیہ السلام کو بال تراشنے میں دیر ہو جاتی تو کم یا زیادہ ہوتے رہتے ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ علیہ السلام کے بال نہ گھونگھریالے تھے نہ بالکل سیدھے تھے لہٰذا یہ بات اس روایت کے خلاف نہیں ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بال سیدھے تھے۔

سرکارِدوعالم نورِمجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بالوں کی لمبائی کے بارے میں مختلف روایات کتب سیر میں بیان کی گئی ہیں ایک روایت میں آتا ہے کہ بالوں کی لمبائی کانوں کے درمیان تک تھی دوسری روایت میں مذکور ہے کہ بالوں کی لمبائی کانوں تک تھی جبکہ تیسری روایت کے مطابق بالوں کی لمبائی کانوں کی لوتک تھی۔ بعض روایات میں بالوں کی لمبائی کندھوں کے قریب تک یا کندھوں تک تھی۔ مذکورہ تمام روایات میں یوں مطابقت پائی جاتی ہے کہ جب سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے مبارک بالوں میں تیل لگاتے اور کنگھی فرماتے تو بال مبارک دراز ہو جاتے اس کے برعکس جب تیل نہ لگاتے اور کنگھی نہ فرماتے تو بال مبارک دُوسری حالت میں رہتے۔ علاوہ ازیں مبارک بالوں کی

لمبائی اور اختصار میں اُس وقت بھی فرق آجاتا جبکہ سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بالوں کو ترشواتے۔ مشہور زمانہ تصنیف ''مواہب لدنیہ'' اور ''مجمع البحار'' میں مذکور ہے کہ:۔

جب سرکارِ دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے مبارک بال کافی عرصہ گزر جانے پر نہ ترشواتے تو بال مبارک طویل ہوجاتے اور جب بال مبارک ترشواتے تو چھوٹے ہوجاتے تھے۔ اس عبارت سے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے سر مبارک کے بال ترشواتے تھے مونڈواتے نہیں تھے۔ البتہ حج اور عمرہ کے موقع پر سر مبارک کے بال مونڈواتے تھے جسے (حلق) کہا جاتا ہے اسکے علاوہ بال مبارک ترشواتے تھے، مونڈواتے نہیں تھے۔

حضرت اُم ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مکہ مکرمہ میں رونق افروز ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بال مبارک چار حصّوں میں تقسیم تھے اور انہیں گندھا ہوا تھا یعنی مبارک بالوں کی چار لٹیں تھیں یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سر کے بالوں کا چھوڑنا سُنت ہے۔

ایک اور روایت میں آتا ہے جو کہ حضرت اُم ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا (بنت ابی طالب) سے ہی مروی ہے، فرماتی ہیں ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بال مبارک کی چار مینڈھیاں تھیں جنہیں میں نے دیکھا''

سر کے بالوں کا چھوڑنا سنت ہے زمانہ قدیم میں اہل عرب بالوں کو چھوڑا کرتے تھے یعنی سر کے بال رکھا کرتے بال رکھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی اشد ضروری ہے کہ اُنکی مکمل نگہداشت اور دیکھ بھال بھی کی جائے یعنی بالوں میں تیل لگایا جائے اور کنگھی کی جائے تاکہ بال اچھے نظر آئیں نا کہ پراگندہ اور الجھے ہوئے جنہیں دیکھ کر الجھن محسوس ہو اور دیکھنے والا بُرا خیال کرے۔ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے مبارک بالوں میں تیل لگایا کرتے اور کثرت سے کنگھی فرمایا کرتے تھے۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جس کسی کے بال پراگندہ اور ابتر دیکھتے تو کراہت فرماتے اور ارشاد فرمایا کرتے کہ ''تم میں سے کسی کو وہ نظر آیا ہے'' اس فرمان سے اشارہ مبارک شیطان کی طرف ہوتا۔ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بہت زیادہ بنے سنورے اور لمبے بالوں والوں سے بھی کراہت فرمایا کرتے تھے۔ درمیانہ روی اور اعتدال پسندی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی عادت کریمہ تھی اور اس عادت کو دُوسروں کے لیے پسند فرماتے تھے۔ اگر کوئی شخص بالوں میں تیل نہیں لگا سکتا اور کنگھی نہیں کرسکتا تو اُس کے لئے بالوں کو ترشوانا بہتر ہے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے فرماتے ہیں ''میں نے جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ ارشاد مبارک سُنا کہ ہر بال کے نیچے ناپاکی ہے تو میں نے سر کے بالوں کو ہمیشہ کٹوا کر رکھا۔ بعد میں ہر زمانہ کے مشائخ، علماحق اور عبادت گزار بندے جو اپنے سر کے بالوں کو ترشوا کر رکھتے تھے بظاہر تو اسکی یہی وجہ معلوم

ہوتی ہے کہ یا تو وہ بالوں میں کنگھی کرنے اور تیل لگانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے یا پھر انہیں ایسا کرنے کی فرصت نہ ملتی ہوگی۔ واللہ اعلم

مسئلہ

بالوں کے رکھنے یا نہ رکھنے کے سلسلہ میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہی ہے جسکا تفصیلی بیان گزر چکا۔

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمانا ہے کہ ''سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے مبارک بالوں میں ''سدل'' فرمایا کرتے تھے دُوسرے اہل کتاب بھی سدل کیا کرتے تھے جبکہ مشرکین ''فرق'' کیا کرتے تھے۔ بالوں میں سدل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سر کے بالوں کو ''مانگ'' نکالے بغیر سر کی طرف الٹے کنگھی کرنا جبکہ بالوں میں فرق کرنے کا مطلب ہے کہ بالوں کو ایک دوسرے سے جدا کر کے اس طرح سنوارنا کہ درمیان میں مانگ نکل آئے ایسا کرنے کو مفرق یعنی تارک سر کہتے ہیں جیسے آجکل سر کے بالوں میں مانگ نکالی جاتی ہے۔ ''سدل'' سے مراد سر کے بالوں کا پیشانی کے اطراف پر لٹکانا بھی ہے۔

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ جن امور میں حکم الٰہی نہ ہوتا اُن امور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بعد میں ''سدل'' کی بجائے ''فرق'' فرمانا شروع کر دیا یوں ''سدل'' سے ''فرق'' کی طرف رجوع فرمایا۔ اس عمل مبارک سے مراد اہل کتاب کی مخالفت مقصود تھی۔ جسکا اُوپر بیان ہو چکا جن امور میں حکم الٰہی نہ ہوتا سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایسے امور میں اہل کتاب کی موافقت اس لیے فرمایا کرتے تا کہ اہل کتاب کی تالیف قلوب ہو بعد میں جب اللہ سبحان تعالیٰ نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اہل کتاب سے بے نیاز کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن لوگوں کی بالوں کے اس سلسلے میں موافقت چھوڑ دی۔ مختصراً خلاصہ کلام یہ ہے کہ ''سدل'' اور ''فرق'' دونوں جائز ہیں لیکن ''فرق'' زیادہ بہتر اور افضل ہے۔

مواہب لدنیہ

مجمع البحار

مدارج النبوت شریف جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 27, 28

الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 444

سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 261

"لحیہ" ریش مبارک

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ریش مبارک نہایت گھنی تھی۔ حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث منقول ہے فرماتے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ریش مبارک کے بال اس قدر گھنے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سینہ اقدس بھر گیا تھا۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ یوں ہیں۔

"كَانَ رَسُوْلَ اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم لَتّ اللِّحْيَةِ ."

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک ریش کے بال بکثرت تھے۔"

شفاء شریف از قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ میں بیان کیا گیا ہے "اَلْلِحْيَةِ يَمَلاُ صَدْرَهٗ. یعنی سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک ریش کے بال اس قدر کثرت سے گھنے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سینہ مبارک بالوں سے چھپ جاتا یعنی بھر جاتا تھا"

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ریش مبارک کتنی لمبی تھی اس سلسلے میں مختلف روایات کتب سیر میں تحریر ہیں "وظائف النبی" میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ریش مبارک طبعاً چار انگل تھی۔ اس سے کبھی کم نہیں ہوتی تھی۔ گو اس سلسلہ میں کوئی سند تو نہیں ملتی البتہ داڑھی کا لمبا ہونا مرد کیلئے حسن و جمال کا موجب ہے اگر داڑھی لمبی ہونے کے ساتھ ساتھ گھنی بھی ہو تب۔ واللہ اعلم "ترمذی" شریف میں حدیث مبارکہ ہے کہ :-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنی ریش مبارکہ کو اپنی مبارک مٹھی میں پکڑتے اور لبوں کو ترشواتے اور ارشاد فرمایا کرتے جو لبوں کو نہ ترشوائے وہ ہم میں سے نہیں" صحیح بخاری و مسلم شریف میں حدیث مذکور ہے۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا مشرکوں کی شکل کی مخالفت کرو" یعنی امت محمدیہ کا ہر مرد مشرکوں کی وضع اور چہرے کی بناوٹ مصنوعی اختیار نہ کرے۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا "مجوسیوں یعنی آگ کی پرستش کرنے والوں کی مخالفت کرو اور بہت کرو۔ اور اپنی داڑھیوں کو بڑھاؤ اور لبوں کو پست کرنے میں مبالغہ کرو"

مسئلہ

لبوں کو ترشوانے میں آئمہ کرام الگ الگ رائے رکھتے ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ مکمل لبوں کا کٹوا دینا یعنی انہیں منڈوانا بدعت ہے جبکہ بعض فرماتے ہیں کہ لبوں کو منڈوانا سنت ہے۔ پہلی رائے رکھنے والے ائمہ کرام یہ فرماتے ہیں کہ کم سے کم لبوں کو اس انداز سے منڈوایا جائے کہ اطراف لب ظاہر ہوں۔ احناف کے نزدیک لبوں کو ابرو کی مقدار کے برابر چھوڑ دینا چاہیے۔ اسلام کی سربلندی کے لئے لڑنے والے مجاہدین لبوں کو ترشوانے یا کٹوانے کے حکم سے مستثنیٰ ہیں اُن کے لیے لبوں کو لمبا رکھنا مستحب ہے تاکہ دشمنوں کی نظر میں اُنکے چہرے دبدبہ والے اور ہیبت کو ظاہر

کریں مگر لبوں کو اس قدر لمبا بھی نہ کریں کہ لبوں کی دونوں جانب پوشیدہ ہو جائیں۔ لبوں کے دونوں کناروں کے بالوں کو چھوڑنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت عمر فاروق اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین لبوں کے گوشوں کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ لبوں کے گوشوں کے بال اگر چھوڑ دیں یعنی انہیں کٹوایا نہ جائے تو وہ منہ کو نہیں ڈھانپتے اور نہ ہی کھانے پینے سے آلودہ ہوتے ہیں۔ داڑھی کے بڑھانے اور اسکی حد کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ حنفی مذہب کے مطابق چار انگل سے کم نہیں ہونی چاہیے اس سے زائد بال کٹوا دینا چاہیے۔ کیونکہ حدیث سے کہیں یہ بات ثابت نہیں کہ داڑھی کی چار انگل سے زائد کتنی لمبائی ہونی چاہیے اس لیے علماء ومشائخ چار انگل سے زائد داڑھی رکھتے ہیں جو کہ درست عمل ہے۔ اسکی دلیل میں حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صحیح بخاری شریف میں تحریر حدیث ہے جو کہ کتاب اللباس میں درج ہے:۔

''سیدنا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی داڑھی کو مٹھی میں لے کر اس سے زیادہ بال کٹوایا کاٹ دیا کرتے تھے۔''

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حج یا عمرہ کرتے وقت اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیتے اور جو اس سے زائد بال ہوتے قطع کرا دیتے۔''

صحیح بخاری کتاب اللباس

اس سلسلے میں حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک اور حدیث حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ:۔

''لبوں کو تراشنے میں مبالغہ کرو اور داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ اس سے تعرض نہ کرو''

مذکورہ احادیث کا مطالعہ کیا جائے تو بظاہر دونوں میں بیان کیا گیا مضمون ایک دوسرے سے الگ نظر آتا ہے پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں میں سے کونسا بیان صحیح ہے اور کونسا نہیں؟ شارحین کرام اسکی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پہلی روایت کا تعلق حج اور عمرہ کے ساتھ مخصوص تھا کیونکہ اس میں غیر عربوں کی طرح عمل کرنے کی ممانعت کی گئی ہے جبکہ دوسری روایت میں وہ بیان ہے جس پر ہمیشہ عمل کیا جاتا تھا۔ شارحین کرام مزید بیان فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی مبارک داڑھیاں انکے سینوں کو بھر دیتی تھیں۔ اسی طرح سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی شریفہ بھی طویل تھی۔ مختصراً داڑھی کی شرعی لمبائی کسی حال میں بھی چار انگل (انگشت) سے کم نہیں ہونی چاہیئے جبکہ داڑھی کی لمبائی کے سلسلے میں کوئی حتمی مقدار ثابت نہیں ہے۔ اگر داڑھی گھنی ہو تو اسکا طویل ہونا مرد کی وجاہت میں اضافے کا باعث ہے۔ واللہ اعلم۔

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس اور داڑھی مبارکہ میں کل چودہ (14) یا سترہ (17)

اٹھارہ (18) بال سفید تھے۔ ایک روایت کے مطابق قریباً بیس (20) بال سفید تھے۔ یوسف بن طلق بن حبیب سے روایت ہے کہ ایک حجام نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مونچھیں کتریں، داڑھی مبارک میں سفیدی دیکھی تو کترنے کا قصد کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے ہاتھ سے اُسے روکا اور فرمایا کہ ''اسلام میں جو کچھ بھی بوڑھا ہوگا قیامت میں اُس کے لئے ایک نُور ہوگا۔''

الہیثم بن دہر الاسلمی سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا بڑھاپا ہونٹوں کے نیچے اور پیشانی میں دیکھا میں نے اس کا اندازہ کیا تو تیس عدد سفید بال ہوں گے۔

زیاد مولائے سعد سے روایت ہے کہ میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خضاب لگایا تو انہوں نے کہا کہ نہیں آپ علیہ السلام نے تو اس کا ارادہ بھی نہیں کیا۔ آپ کا بڑھاپا داڑھی میں ہونٹوں کے نیچے اور پیشانی میں تھا اگر میں اُسے شمار کرنا چاہتا تو شمار کرسکتا تھا۔

ماخذ کتب

(1) صحیح بخاری شریف۔ کتاب اللباس

(2) صحیح مسلم شریف۔ کتاب اللباس۔

(3) الشفا شریف از قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ۔

(4) طبقات ابن سعد جلد دوم۔

(5) مدارج النبوت۔ جلد۔ 1۔ صفحہ۔ 29, 30

(6) سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 262

دستہائے (ہاتھ) مبارک

خالق ارض وسماء نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو جو ہاتھ مبارک عطا فرمائے ایسے ہاتھ مخلوق میں سے کسی کو نہ عطا فرمائے اور نہ ہی کبھی عطا فرمائے گا۔ ان مبارک ہاتھوں سے لاتعداد معجزے ظہور میں آئے۔ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دستہائے مبارک کے بارے میں ''شمائل ترمذی'' میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ ''طویل الزندین''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مٹھی مبارکہ بند یعنی دراز تھی۔ ''زند'' بفتح زاء وسکون نون (پنجہ) کو کہتے ہیں۔ اسی طرح ''قاموس میں ہے کہ'' ''الزند موصل الذراع و الكف و هما زندان'' یعنی کلائی اور ہتھیلی کے ملنے کی جگہ کو زند کہتے ہیں۔ ایک روایت میں ''عبل العضدين '' آتا ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دونوں بازو

اور کلائیاں فربہ یعنی موٹی تھیں۔صراح کی روایت میں ''بسط الکفین ''یعنی فراغ ہتھیلی آتا ہے۔اگر حرف ''بسط'' کو کسر کے ساتھ پڑھیں تو اسکا معنی ہوگا کشادہ ہاتھ۔ایک اور روایت میں ''سبط الکفین ''نرم ہتھیلیاں آتا ہے۔ اسی طرح قاموس میں ''رجل سبط الیدین ''یعنی کشادہ ہاتھوں والا مرد آتا ہے۔''سبط '' کے معنی سخی کے ہیں۔یہ ایک حقیقت ہے کہ سخی شخص فراخ دست ہوتا ہے۔ایک اور روایت میں ''ششن الکفین ''یعنی بہت سخت جسکی پکڑنے میں سختی ہو۔یہاں ہم مختصراً مذکورہ تشریحات کی روشنی میں سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک ہاتھوں کے بارے میں کمالات واوصاف کا ذکر کرنے کی سعادت عظمیٰ حاصل کر رہے ہیں۔

محدثین کرام نے بیان کیا ہے کہ آپ علیہ السلام کے دونوں ہاتھوں میں شہادت کی انگلیاں درمیانی سے لمبی تھیں۔

احادیث مبارکہ میں کف دست کی توصیف وتعریف میں حسین ونرم وارد ہوا ہے۔طبرانی میں حضرت مستورد بن شداد کی روایت مذکور ہے وہ کہتے ہیں ''میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک ہاتھوں کی کیفیت کے بارے میں بتایئے انہوں نے مجھے بتایا کہ میں سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور میں نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دست حق پرست کو چھوا یعنی مصافحہ کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ہاتھ مبارک ریشم سے زیادہ نرم اور برف سے زیادہ سرد تھا۔''اِسی سلسلہ میں صحیح بخاری شریف میں سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ النجاری سے مروی حدیث ہے انہوں نے کہا کہ

''میں نے سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دست مبارک سے زیادہ نرم حریر ودیبا کو نہ پایا۔''

یادرہے حریر تمام ریشمی کپڑوں میں سب سے زیادہ نرم ہوتا ہے یہ بات مسلمہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک ہاتھوں میں درشتی اور سختی اکٹھی ہو ہی نہیں سکتی البتہ یہ بات ہوسکتی ہے کہ نرمی،فربہی کے ساتھ اکٹھی ہو جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا جسم اقدس نرم،لطیف،فربہ اور مضبوط تھا۔بالکل اِسی طرح دست حق پرست کی ہتھیلیاں بھی نرم اور گوشت سے پر تھیں۔اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک ہاتھوں کی نرمی وسختی کا انحصار وقت اور حالات کے مطابق ہوتا تھا۔چنانچہ جس وقت جہاد میں مصروف ہوتے کاروبار کرتے یا گھر میں کام وغیرہ کرتے تو ہاتھوں کی مبارک ہتھیلیاں سخت ہوتیں جب یہ کام نہ فرماتے تو ہتھیلیاں نرمی اور ملائمت اور اپنی اصلی وجبلی حالت میں آجاتیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین فخر کونین تاجدار عرب وعجم سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی عظمت شان اور بلندی کا جس حد تک خیال کرتے اسکی مثال ملنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔چھوٹی چھوٹی سی بات سے لے کر حروف کے استعمال تک شان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو زندگی کی ہر چیز چاہے اسکا تعلق جان سے ہو یا دنیا سے ہر حال میں مقدم رکھتے۔یہاں ہم عرب کے امام لغت اصمعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر کرنا ضروری خیال کرتے

ہیں یہ وہ شخص ہیں جو اہلِ عرب کے ہاں لغت کی دنیا میں اپنا جواب آپ تھے انہوں نے مذکورہ روایت میں لفظ "دششن" کی خشونت اور سختی سے تفسیر کی تو ان سے کہا گیا کہ حدیث مبارکہ میں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مبارک ہاتھوں کے لئے نرمی وملائمت کے توصیفی الفاظ استعمال ہوئے ہیں جبکہ آپ نے اسی لفظ کی خشونت وسختی سے تفسیر کی ہے؟ لوگوں کی یہ بات سُن کر اصمعی امام لغت نے فیصلہ کرلیا کہ آئندہ کسی ایسی حدیث کا ترجمہ وتفسیر ہی نہیں کیا کریں گے جس میں وارد الفاظ ایسے ہوں جنکی تفسیر ذو معنٰی ہو یعنی تفسیر وترجمہ کرتے ہوئے ایسا نہ ہو کہ جو الفاظ استعمال ہوں اُن سے سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی شان اقدس پر کوئی حرف یا بے ادبی کا شک بھی گزر سکتا ہو آئندہ جب کبھی بھی حدیث مبارکہ کی تفسیر یا ترجمہ کرنا مقصود ہوا تو ہر حال میں مکمل احتیاط اور عقیدت کو سامنے رکھتے ہوئے ترجمہ وتفسیر کروں گا۔ سبحان اللہ یہ صحابہ کرام وبزرگان دین کے عقیدہ واحتیاط کا حال ہے کہ تحریر وتقریر میں مقام مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ہر چیز سے مقدم رکھتے تھے جو لوگ مقام ومرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو نظر انداز کرتے ہوئے تحریر وتقریر میں بے احتیاطی برتتے ہیں اللہ انکو ہدایت عطا فرمائے کہ وہ توبہ کریں اور آئندہ اس عمل سے مکمل احتیاط برتیں آمین۔ یہی حضرت اصمعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بڑے جلیل القدر مصنّف تھے۔ سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت اقدس یعنی تعریف مبارکہ میں نہایت ادب واحترام اور تعظیم وتکریم عقیدہ کا خیال رکھتے تھے۔

کتب سیر میں آتا ہے کہ ایک دفعہ لوگوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حدیث مبارکہ میں وارد الفاظ " لیغان علی قلبی " ترجمہ۔ "بعض اوقات میرے دل پر حجابات آجاتے ہیں" کا ترجمہ وتفسیر بیان کرنے کی درخواست کی اور یہ بھی عرض کی کہ ان الفاظ کی حقیقت بھی بیان فرمادیں۔ لوگوں کا سوال سُن کر حضرت اصمعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا اے لوگو اگر تم سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے قلب مبارک کے غین یعنی حجاب کے علاوہ کسی اور کے غین حجاب کے بارے میں مجھ سے پوچھو تو میں اسکی حقیقت بتاسکتا ہوں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے غین کو بیان کرنے کی نہ مجھ میں طاقت ہے اور نہ ہی مجھ سے یہ بیان ہوسکتی ہے کیونکہ اس حجاب کی حقیقت ومطلب صرف خالق کائنات کو ہی معلوم ہے۔ سبحان اللہ کیا ہی ایمان افروز جواب ارشاد فرمایا دوسری طرف ان لوگوں کا حال ہمارے سامنے ہے جو محض لغت عرب کی الف ب پڑھ کر ہی خود کو محقق خیال کرتے ہوئے ایسے نازک مسائل کو اپنی فانی کم عقلی کی بنا پر یوں بیان کردیتے ہیں جیسے کوئی بات ہی نہیں چاہے اس عمل وتحریر وتقریر سے سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تنقیص ہی ہورہی ہو اللہ ہم سب کو ایسا کرنے سے محفوظ رکھے آمین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی انگلیوں کے بارے میں شفاء شریف میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ یوں تحریر فرماتے ہیں " سائل الاطراف " یعنی اعضاء مقدسہ کی گرہیں دراز تھیں۔ مراد یہ ہے کہ سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک انگلیاں لمبی اور رواں تھیں۔ شفاء شریف میں ہی ایک دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا " طویل الاصابع " یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک انگلیاں دراز (لمبی) تھیں۔ ویسے تو سرکار دوعالم

نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک ہاتھوں کی صفات، برکات اور معجزات اس قدر زیادہ ہیں کہ انسانی عقل نہ تو اُن کا احاطہ کرسکتی ہے اور نہ ہی کما حقہ ضبطِ تحریر میں لانا ممکن ہے اپنے لیے توشہ آخرت کے طور پر چند صفات رقم کی جا رہی ہیں اللہ کریم قبول فرمائے آمین۔

مسلم شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک مرتبہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رخساروں پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک ہاتھ سے ایسی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس ہوئی جیسے ابھی عطار کی ڈبیہ سے ہاتھ مبارک نکالا ہو۔'' حضرت جابر اس وقت بچے تھے۔

امام بیہقی اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ''حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مصافحہ کی سعادت عظمیٰ حاصل کرتا تو میرا ہاتھ جسم اطہر سے مس ہونے کی وجہ سے ایسا معطر ہو جاتا کہ میں سارا دن اپنا ہاتھ سونگھتا رہتا اس ہاتھ میں سے مشک و نافہ سے بہتر خوشبو آتی رہتی تھی۔

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک ہاتھوں کی توصیف کرتے ہوئے حضرت یزید بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنا دستِ مبارک میرے ہاتھوں میں دیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا دستِ حق پرست برف سے زیادہ سرد اور مشک سے زیادہ خوشبودار پایا'' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک ہاتھوں کا اعجاز تھا۔

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک ہاتھوں کے بارے میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن نضر بن کنانہ القرشی الزہری۔ رشتے میں رسول کریم علیہ السلام کے ماموں اور فاتح ایران تھے) یوں فرماتے ہیں کہ ''ایک دفعہ میں بیمار ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میری عیادت کو تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنا دستِ اطہر میری پیشانی پر رکھا پھر میرے چہرے، سینہ اور شکم (پیٹ) پر مسح فرمایا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ دستِ مبارک کی ٹھنڈک اپنے جگر میں محسوس کرتا ہوں۔''

ضروری وضاحت

یاد رہے سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جسم اطہر سے خوشبو آتی تھی یہی وجہ ہے کہ سارے جسم مبارک کے اعضاء اس خوشبو سے معطر تھے۔ مذکورہ احادیث میں دستِ اقدس کی ٹھنڈک کا بیان گزر چکا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک ہاتھوں کی ٹھنڈک صحت وتندرستی کی وجہ سے تھی کیونکہ آپ صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلّم کا مزاج مبارک گرم ومعتدل تھا۔ یہ مزاج کا اعتدال حرارت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دست حق پرست کے چھوجانے سے لذت اورراحت وسکون میسر آتا تھا جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے جن میں سے کچھ ذکر ہم کر چکے ہیں۔

خالقِ کائنات نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہاتھ مبارک کی قرآن کریم فرقان حمید میں یوں تعریف فرمائی ہے ارشاد ہوتا ہے۔ سورۃ الانفال آیت 17

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

ترجمہ:۔ ''اوراے محبوب وہ خاک جوتم نے پھینکی تو نہیں پھینکی تو نے جس وقت کہ پھینکی تھی تو نے لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی۔''

مذکورہ آیت غزوہ بدر کے روز نازل ہوئی جب سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حکم الٰہی کے مطابق اپنے مبارک ہاتھوں کی مٹھیوں میں کنکریاں بھر کر مشرکین مکہ کی فوج کی طرف پھینکی تو مشرکین میدان چھوڑ کر بھاگ اُٹھے اور یوں اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے لشکر اور سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مبارک ہاتھوں کے اعجاز سے مسلمانوں کو فتح عظیم عطا فرمائی۔

مذکورہ قرآنی فرمان میں اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہاتھ مبارک کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے سبحان اللہ کیا ہی عظمت وشان ہے دست مقدسہ کی۔

فخرِ کونین تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مبارک ہاتھوں کا اعجاز ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو انگلی کے اشارے سے بیت اللہ میں مشرکین کی طرف سے رکھے ہوئے تین سو ساٹھ بت یکے بعد دیگرے منہ کے بل گر پڑے اور یوں اللہ کا گھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بتوں سے پاک ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے مبارک ہاتھ کی انگلی کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے فرما دیا۔ یہاں اِسی پر اکتفا کیا جاتا ہے دست مبارک کی تفصیل انشاء اللہ معجزات کی جلدوں میں بیان کی جائے گی۔

صحیح بخاری شریف باب اضقہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔

صحیح مسلم باب اضقہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔

بیہقی شریف وطبرانی

شفاء شریف از قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ۔

مدارج النبوت جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 35 ,34 از شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

سیرۃ رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔

الوفا با احوال مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔

مواہب الدنیہ۔

دلائل حافظ ابونعیم۔جلد۔ثانی۔صفحہ۔188۔

خصائص الکبریٰ۔جلد۔ثانی۔صفحہ۔75از امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔

بخاری شریف باب علامات النبوت فی الاسلام۔

بغل مبارک

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک بغلوں کے بارے میں بہت سی روایات کتب سیر میں بیان کی گئی ہیں ان میں سے چند ایک یہاں بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اصحاب سیر تحریر کرتے ہیں کہ سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ تاجدار عرب وعجم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک بغلیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے جسم اطہر کی طرح سفید تھیں جبکہ ہر شخص کی بغلوں کا رنگ جسم کے رنگ کی مانند نہیں ہوتا بلکہ سیاہی کی جھلک کی طرح ہوتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک بغلوں کے بارے میں امام طبری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ ''تاریخ طبری'' میں رقمطراز ہیں کہ

''سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک بغلیں باقی سارے جسم مبارک کی طرح سفید تھیں یہ صرف اور صرف حضور علیہ السلام کی ہی خصوصیت میں سے ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سوا دیگر تمام لوگوں کی بغلوں کا رنگ جسم کے رنگ سے جدا ہوتا ہے اور اس میں سیاہی کی جھلک نمایاں ہوتی ہے''

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی ا للہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک بغلوں کا رنگ سفید تھا اس سے ہرگز یہ ضروری نہیں ہو جاتا کہ مبارک بغلوں میں بال مبارک ہی نہ ہوں۔بعض احادیث مبارکہ میں آتا ہے ''نَتَفَ اِبْطِیَہٖ'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنی مبارک بغلوں کے بال اکھیڑ ڈالا کرتے تھے۔امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک بغلوں میں بال نہیں تھے۔کچھ لوگ اس بیان میں کلام کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ بات ثابت نہیں (واللہ اعلم)۔

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک بغلوں کے پسینہ سے اس قدر عمدہ خوشبو آتی تھی کہ مشک وعنبر اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے بغل گیر ہوا تو بغل مبارکہ سے مشک کی مانند خوشبو آرہی تھی۔

از: مدارج النبوت۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔32

سینہ مبارک

سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ فخر کونین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا سینہ اقدس کشادہ تھا۔ مبارک گلے اور ناف کے درمیان بالوں کا ایک باریک خط تھا۔ اس کے علاوہ شکم مبارک اور پستان مقدسہ پر بال نہ تھے۔ دونوں بازوؤں اور شانوں وسینہ مبارک کے اُوپر والے حصّہ میں بال زیادہ تھے۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک سینہ کے بال مقدسہ کے بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سینہ اقدس کے بال مبارک'' ذو مسربته '' تھے مسربتہ اُن بالوں کو کہتے ہیں جو سینہ کے اُوپر سے ناف تک ہوں۔ یہ باریک بال تھے جنہیں حیط ڈورا یا شاخ سے تعبیر کرتے ہیں۔ صراح میں'' مسربه بضم را '' یعنی سینہ وناف کے درمیان بالوں کو لکھا ہے۔ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سینہ اقدس پر دونوں طرف اور شکم مقدس کے بجز اس قدر بالوں کے جنہیں'' سرنبہ'' کہا جاتا ہے خالی تھے۔ آپ علیہ السلام کے دونوں بازومبارک دونوں مبارک کلائیاں دونوں کندھے مقدسہ سینہ کا بالائی حصّہ دونوں پنڈلیوں مبارکہ اور ٹخنے تک بال تھے۔ جسم مقدس پر پورے کے پورے بال نہ تھے۔ یعنی اشعر نہ تھے۔ اشعر اُسے کہتے ہیں جس کے سارے جسم پر بال ہوں۔

گردن مبارک

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی گردن مبارک کے بارے میں حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یوں آتا ہے'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک گردن چاندی کی صفائی میں چمکدار اور دمیہ کی مانند تھی۔''

البدایہ والنہایہ اور شمائل ترمذی کے حاشیہ میں دمیہ کے بارے میں یوں تحریر کیا گیا ہے۔'' الدمية الغزال '' یعنی دمیہ ہرن (غزال) کو کہتے ہیں دوسری جگہ دمیہ کا مطلب ہرن کا بچہ بتایا گیا ہے۔ ہمارے ہاں کسی کی خوبصورت گردن کی تعریف کرنا مقصود ہوتو کہتے ہیں اسکی گردن صحرائی دار یا غزال (ہرن) کی مانند ہے۔ حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک گردن'' صفاء الفضة '' تھی یعنی گردن مبارک صفائی میں چاندی کی مثل تھی۔ ایسا کہنے سے بظاہر گردن کی صفت معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح مواہب الدنیہ میں ایک حدیث بیان کی گئی ہے۔ جس کے عربی الفاظ یہ ہیں۔

'' قَالَ اَبُو هُرَيْرَه كَانَ جِيدُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَبْيَضَ كَاَنَّمَا صِيغَ مِنْ فِضَّةٍ . ''

'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی گردن

مبارک سفید تھی گویا کہ چاندی سے بنائی گئی ہے۔"

مذکورہ حدیث کی عبارت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صفات مقدسہ میں سے یہ صفت الگ ہی ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور اصحاب سیر نے اپنے اپنے انداز وعلم کے مطابق سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی گردن مبارکہ کی تعریف کی ہے تا کہ ہم لوگ ان مثالوں سے گردن مبارک کی شان وعظمت سمجھ سکیں ورنہ انسانی عقل کی کیا مجال کہ حقیقی وصف وعظمت کو بیان کر سکے۔

ماخذِ کتب

البدایہ والنہایہ

مواہب الدنیہ۔

قاموس کتاب لغت

مدارج النبوت۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔31

سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔صفحہ۔254

قلب (دل) مبارک

خالقِ کائنات نے اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قلب اطہر کو کائنات کے تمام اسرار ورموز سے مزین فرما کر کائنات کی رشد وہدایت کا سرچشمہ بنایا۔جیسا کہ ہر ذی عقل یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ دل باطنی اعضاء میں سے ایک عضو ہے اسکی ظاہری وحقیقی صورت کے بارے میں بحث ممکن نہیں اس لئے دل کے بارے میں غور وفکر کرنا چاہیئے تا کہ اسکی کچھ حقیقت کا علم ہو سکے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے صدر معنوی کی شرح اور قلب اطہر کی وسعت کا بیان بشری طاقت میں ہی نہیں۔

سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا دل مبارک کائنات کی ہر ذی روح میں سے وہ پہلا اور آخری مبارک دل ہے جس میں اسرار الٰہیہ اور معارف ربانیہ ودیعت کئے گئے ہیں۔کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نوری صورت کی وجہ سے سب سے پہلے پیدا کئے گئے۔سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قلب اطہر کو حکم خداوندی سے فرشتوں نے چار مرتبہ شق کیا پھر ہر مرتبہ قلب اطہر کو باہر نکال کو معطر و پاک آب زمزم سے دھویا اور اسے ایمان و حکمت اور اسرار ورموز الٰہی سے مزین کیا گیا۔اللہ سبحان وتعالیٰ نے اپنے پاک کلام قرآن کریم فرقان حمید میں اسکا یوں ذکر فرمایا ہے۔سورۃ الم نشرح آیت ا

ترجمہ۔ ”کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔“

مذکورہ آیت میں صدرِ معنوی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا مقام ورتبہ بہت ہی بلند واعلیٰ ہے کیونکہ اسکا تمام وکمال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ شک صدر کے وقت جو اسرار و رموز خداوندی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قلب اطہر کو عطا ہوئے وہ کسی اور مخلوق کو عطا نہیں ہوئے اور نہ ہی کسی اور مخلوق کا قلب اسکا متحمل ہوسکتا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہے کہ ”میری آنکھ سوتی ہے مگر دل نہیں سوتا۔“

از: صحیح بخاری شریف

مواہب الدنیہ

مدارج النبوت۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 32

سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ صفحہ۔ 255

بطن اطہر یعنی شکم مبارک

اللہ سبحان وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا شکم اطہر نہایت ہی متوازن واعلیٰ بنایا تھا۔ ایک روایت میں شکم اطہر کے بارے میں یوں آتا ہے۔

”سَوَاءُ الْبَطْنِ وَالْقَدْرِ“

سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا شکم اطہر اور سینہ مبارک ہموار اور برابر تھا۔ یعنی نہ سینہ مقدسہ بلند اور نہ شکم اطہر سینہ سے دونوں برابر وہموار تھے۔ جبکہ باقی مخلوق کے یا تو سینے بلند اور پیٹ اندر کو ہوتے ہیں یا پھر پیٹ باہر کو نکلا ہوا اور سینہ اندر ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبدالرحمٰن (عمیر) بن عامر بن عبد ذی الشریٰ بن طریف بن غیاث بن ہنیہ بن سعد بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس۔ قبیلہ دوس جو یمن میں آباد تھا المتوفی مدینہ منورہ 57ھ۔ 5374 حدیثیں روایت کی ہیں) نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بطن اقدس کے بارے میں یوں بیان فرمایا ہے۔ ”مفاض البطن “جس کی تفسیر” واسع البطن “سے کی گئی ہے جو کہ عریض الصدر کے لیے لازمی ہے۔

سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے شکم اطہر کے بارے میں حضرت اُم ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا (46 احادیث مروی ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں انتقال کیا) یوں ارشاد فرماتی ہیں کہ ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے شکم اطہر کو دیکھا ہے گویا وہ کاغذ تھا جسے لپیٹ کر تہہ در تہہ ایک

دوسرے پر رکھ دیا ہے۔''

از: خصائص الکبریٰ بحوالہ ابن سعد وطبرانی۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔73

مدارج النبوت۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔32

سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ صفحہ۔255

پشت مبارک

خالق ارض وسماء نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پشت مبارک ایسی صاف و سفید بنائی گویا جیسے پگھلائی ہوئی چاندی ہو۔ دونوں مبارک شانوں کے درمیان پشت کی جانب ایک نورانی گوشت کا ٹکڑا تھا جو باقی بدن اقدس کی نسبت ابھرا ہوا تھا۔ اُسے ہی مہر نبوت یا خاتم نبوت کہتے تھے۔

مہر نبوت

''بَیْنَ کَتِفَیْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَ هُوَ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ''

''یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خاتم النبیین ہیں۔''

کتب سابقہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی علامات نبوت میں سے ایک علامت یہ بھی مذکور تھی مہر نبوت ایک ایسی اُبھری ہوئی چیز تھی جو بدن اقدس کی ہم رنگ جسم مبارک کے مشابہ صاف اور نورانی تھی۔ یہی مہر نبوت اور خاتم النبوۃ تھی۔ ''خاتم'' بکسر تا ختم کا فاعل ہے جس کے معنٰی تمام یعنی آخر میں پہنچ کر مکمل کرنا اور فتح تاء کا معنٰی مہر و انگوٹھی کے ہیں یعنی وہ چیز جو اس پر دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سابقہ آسمانی کتب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اسی صفت سے یاد کیا گیا ہے۔ تعریف کی گئی ہے لہذا یہی وہ علامت ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پہچان لیے جائیں کہ آپ علیہ السلام ہی نبی آخر الزماں ہیں جن کی بشارت ہر زمانے میں دی جاتی رہی یوں مہر نبوت اللہ سبحان وتعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سے وہ ایک نشانی ہے جو سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کیلئے ہی مخصوص ہے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ''مستدرک'' میں حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ''کوئی نبی مبعوث نہ ہوا مگر یہ کہ ان کے داہنے ہاتھ میں کوئی علامتِ نبوت ہوتی لیکن ہمارے آقا و مولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی علامتِ نبوت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دونوں شانوں کے درمیان تھی۔''

شرح مشکوۃ میں حضرت شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مہر نبوت مبارکہ کے بارے

میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ اس مہر مبارک پر لکھا ہوا تھا۔

''اَللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ تَوَجَّہْ حَیْثُ کُنْتَ فَاِنَّکَ مَنْصُوْرٌ''۔''

ترجمہ۔ ''اللہ واحد یکتا ہے کوئی اسکا شریک نہیں آپ جس حال میں بھی ہیں توجہ فرمائیے بلاشبہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) ہی فتح یاب ہیں۔''

کتب سیر میں آتا ہے کہ مہر نبوت نوری تھی جو چمکتی تھی۔ بعض روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ مہر نبوت سرکارِ دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وصال شریف کے بعد روپوش ہوگئی تھی۔ اس علامت کے روپوش ہونے سے معلوم ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا وصال شریف ہوگیا ہے کیونکہ وصال شریف کے بارے میں وقتی طور پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے درمیان اختلاف واقع ہوگیا تھا یا پھر ایسا ہونے میں اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص حکمت ہو جسے وہی جانتا ہے۔ البتہ یہ بات بالکل ہی غلط اور عقل کے برعکس ہے کہ وصال شریف کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نبوت باقی نہیں رہی کیونکہ نبوت وصال کے بعد بھی قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گی اس پر اجماعِ اُمت ہے اور یہی حق سچ بات ہے۔

اکثر روایتوں میں آتا ہے کہ مہر نبوت ''بین الکتفین'' یعنی دونوں شانوں کے درمیان تھی۔ ایک روایت میں آتا ہے ''عِنْدَ نَاغِضِ کَتِفِهِ الْيُسْرٰی'' یعنی مہر نبوت بائیں شانہ کے باغض نرم گوشت جسے غضروف کہتے ہیں اس کے پاس تھی۔ حضرت علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ دونوں قول صحیح ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں شانوں کے درمیان ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ مہر نبوت بالکل شانوں کے درمیان تھی۔ اگر بائیں شانے کی طرف بھی ہوتو ''بین الکتفین'' ہے۔ اسی طرح اگر دائیں شانے کے پاس ہوتو ''عِنْدَ کَتِفِهِ الْيُمْنٰی'' والی روایت کے مطابق ہوئی یوں دونوں قول ہی ایک دُوسرے سے مطابقت رکھتے ہیں۔

اصحاب سیر نے مہر نبوت کی شکل وصورت کا بھی ذکر کیا ہے اور سمجھانے کیلئے تشبیہات استعمال کی ہیں مثلاً کسی نے کہا مہر نبوت کبوتری کے انڈے کی شکل کی تھی۔ کسی نے بیان کیا مہر نبوت سرخ غدود یا گرہ کی مانند تھی جو اکثر انسانی جسم میں ہوتی ہے۔ غدود گوشت کی سخت گرہ کو کہتے ہیں۔ یہ سب تشبیہات صرف ہمیں سمجھانے کیلئے استعمال کی گئیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس عظیم نشان کی اصل حقیقت خالق کائنات کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ مہر نبوت کیلئے جو تشبیہ ''غدہ'' اور سرخ رنگ استعمال کی گئی ہے اس سے مراد اس جگہ مبارک کا رنگ سرخ نہیں بلکہ سرخی کی طرف مائل ہے یوں گزشتہ روایت جس میں ذکر کیا گیا کہ مہر نبوت کا رنگ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے جسم اطہر کی مانند تھا کی تشریح ہوجاتی ہے کیونکہ جسم اطہر کا رنگ مبارک بھی مائل بہ سرخی تھا۔

ترمذی کی ایک روایت کے مطابق مہر نبوت گوشت کا ایک ٹکڑا تھا جسے عربی زبان میں ''شعرات مجتمعات'' کہا جاتا ہے۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں مہر نبوت کی شکل کو مشت یعنی مٹھی کی طرح کہا گیا ہے۔ جس میں ثالیل کی

مانند تل تھے۔ ثالیل ان دانوں کو کہتے ہیں جو جلد کے نیچے چنے کے دانے کے برابر نکل آتے ہیں واللہ اعلم۔

حدیث میں آتا ہے جسے جعد بن عبدالرحمان روایت کرتے ہیں کہ ''میں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سُنا کہ ایک مرتبہ مجھے میری خالہ سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں لے کر حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میرا یہ بھانجا دردمند ہے اور شدید درد میں مبتلا ہے اس پر نظر کرم فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنا دست اقدس میرے سر پر پھیرا اور میرے لئے دُعا خیر و برکت فرمائی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وضو فرمایا۔ اس دوران میں پشت اقدس کی طرف کھڑا تھا میں نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک کندھوں کے درمیان مہر نبوت کی زیارت کی جو کہ حجلہ عروس کی گھنڈی کی مانند تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وضو فرما چکے تو میں نے وضو والے پانی سے کچھ پانی بھی پیا۔ اسی روایت کو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عبداللہ اور حاتم کے حوالے سے اپنی صحیح بخاری میں نقل فرمایا ہے۔ حجلہ اس چھوٹے سے گھر کو کہتے ہیں جو قبہ کی مانند ہوتا ہے اسے پردوں سے مستور کر دیا جاتا ہے اور اسکا دروازہ اسکا ہم جنس ہوتا ہے اس پر گھنڈیاں لگائی جاتی ہیں یہ لفظ انہی معنٰی پر محمول ہے۔ اِسی سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد پاک ہے کہ ''عورتوں کو اسی طرح عزت ووقار عطا کرو کہ وہ حجلہ جات کو لازم پکڑیں'' حجلہ ایک پرندہ ہے اور رزّ اس اسکے انڈے کو کہتے ہیں یہاں اسی سے ہی مہر بنوت کو تشبیہ دی گئی ہے۔ اسے ابوسلیمان خطابی نے بھی بعض راویوں سے نقل کیا ہے۔

حضرت ابومعونہ بن قرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ مجھے گریبان مقدس میں ہاتھ ڈال کر مہر نبوت کو مس کرنے یعنی چھونے کی اجازت عطا فرمائیں رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نہ صرف مجھے ایسا کرنے کی اجازت ہی عطا فرمائی بلکہ میرے لئے دُعا خیر و برکت بھی فرمانے لگے۔ میں نے اپنا ہاتھ گریبان مقدس میں ڈال کر بائیں کندھے مبارک کے اُوپر اُبھرے ہوئے گوشت پارہ کی شکل میں مہر نبوت کو محسوس کیا اس دوران رحمت عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مجھے دُعا خیر و برکت سے نوازتے رہے اور دُعا میں کوئی رکاوٹ نہ فرمائی بلکہ متواتر جاری رکھی۔

ابونضرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مہر ختم نبوت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پشت مبارکہ پر اُبھرا ہوا گوشت کا پارہ تھا جو مہر ختم نبوت تھی''۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہر ختم نبوت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''میں نے سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا جو کہ سرخ رنگ کا ابھرا ہو گوشت کا پارہ تھا جیسے شتر مرغ کا انڈا''

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دیدار کا شرف عظیم حاصل کیا اور آپ علیہ السلام کے ہمراہ روٹی یا ثرید کھایا اسکے بعد حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پشت مبارکہ کی طرف پھرا یہاں تک کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بائیں کندھے مبارک کے درمیان مہر خاتم نبوت دیکھی جو کہ مٹھی (مشت) کی طرح اُبھرے ہوئے گوشت کی مانند تھی اور اس پر سیاہ بال تھے۔

حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ''اے ابوزید میرے قریب ہو اور میری پشت کو ہاتھوں سے ملو''۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی ا للہ علیہ وآلہ وسلّم کی پشت مبارکہ کو ملا تو میری انگلیاں مہر خاتم نبوت کے ساتھ مس ہوئیں۔ان سے دریافت کیا گیا کہ وہ مہر خاتم نبوت کیا تھی؟ حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ وہ چند بالوں کا گچھا تھا۔

بہرحال ہر راوی نے اپنے علم و معلومات کی بنا پر مہر نبوت کی شکل وصورت کا تذکرہ کیا ہے جبکہ یہ سب کچھ مہر نبوت کی ظاہری شکل وصورت کے بارے میں کہا گیا ہے جبکہ حقیقت حال اللہ ہی جانتا ہے یہ مہر نبوت صرف اور صرف سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ ہی مخصوص ہے آپ علیہ السلام کے علاوہ یہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔

از: خصائص الکبریٰ بحوالہ احمد و بیہقی۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔73

مستدرک از امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ۔

صحیح بخاری شمائل نبوی۔

شمائل ترمذی شریف۔

الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔صفحہ۔465 ,464

مدارج النبوت۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔33

سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔صفحہ۔255۔

شرح مشکوۃ از شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ۔

پائے (قدم) مبارک

خالقِ کائنات نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاؤں مبارک ایسے خوبصورت اور حسین بنائے جیسے نہ کسی کے تھے اور نہ ہی کسی کے ہوں گے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک پاؤں کی تعریف وتوصیف میں ''شثن القدمین'' اور ''ششن الکفین ''یعنی دونوں مبارک پاؤں موٹے تھے جیسے دونوں ہاتھ مبارک نرم وفربہ تھے'' پاؤں مبارک پُر گوشت ہونے کے ساتھ ساتھ نرم بھی تھے۔ایک روایت میں ''

خمصان الاخمصین ‘‘ بھی آیا ہے۔ ’’خمص‘‘ قدم کے اُس باطنی حصہ کو کہتے ہیں جو زمین پر قدم رکھتے وقت زمین سے نہ ملے۔

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ پاؤں مبارک اور قدم اقدس کا باطنی حصہ اور نچلی جانب ذرا خم تھا اور زیادہ پُر گوشت نہیں تھا۔ پاؤں مبارک کی تر و تازگی کا یہ عالم تھا کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوتا کہ ابھی ان سے پانی بہہ کر الگ ہوا ہے۔

سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاؤں مبارک کی لطافت و پاکیزگی اس قدر تھی کہ جب اُن پر پانی ڈالتے تو تیزی سے بہ جاتا تھا۔ ایڑیاں مبارک کم گوشت والی باریک نفیس اور لطیف تھیں گویا جیسے ’’ شحم النخل ‘‘یعنی کھجور کا گابھا ہو۔

حضرت عثمان بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے ماموں نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حاشیہ نشین اور حاضر بارگاہ تھے فرماتے ہیں کہ ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کف دست مبارک اور پائے مقدسہ ضخیم تھے۔‘‘

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے فرماتے ہیں کہ ’’جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم زمین پر قدم مبارک رکھ کر چلتے تو پورے قدم رکھ کر چلتے اور پاؤں مقدسہ میں اُبھری ہوئی جگہ نہ تھی‘‘۔ امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بڑھ کر چلنے میں میں نے کسی کو زیادہ بڑھ کر نہیں دیکھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ زمین آپ علیہ السلام کے لئے لپٹتی جاتی ہے۔ ہم تیز چلنے میں مشقت اُٹھاتے اور دوڑا کرتے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آسانی کے ساتھ بے تکلف چلتے تھے پھر بھی سب سے آگے رہتے‘‘ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو ہمراہ لے کر چلتے تو اُن سے فرماتے ’’تم آگے چلو میں پیچھے چلتا ہوں اور میری پشت فرشتوں کے لئے خالی چھوڑ دو‘‘

سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کیونکہ اپنے اصحاب کے لیے نہایت شفیق اور ان کے مربی و نگہبان تھے اس لیے انکے حالات کو ملاحظہ فرمانے کے لئے انکے پیچھے چلتے تاکہ حسب حال اپنے صحابہ کی تربیت فرما سکیں یا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ عمل مبارک تواضع پر مبنی ہوتا (واللہ اعلم)۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔

’’كَانَ رَسُوْ لُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ الْبَشَرِ قَدَمًا رَوَاهُ ابْنُ سَعْدٍ.

ترجمہ۔ ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قدم مبارک کی ظاہری شکل بہت حسین تھی۔‘‘

سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک ایڑیوں کو صاحب صراح نے ’’منہوس‘‘ یعنی کم گوشت

والی لکھا ہے۔ ایڑیاں مبارک نہایت ہی حسین وجمیل تھیں اور ان پر گوشت کم تھا۔

مواہب لدنیہ میں سیدہ حضرت میمونہ بنت کرزم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھا ہے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پائے اقدس میں انگشت سبابہ کو کبھی فراموش نہیں کرسکتی'' انگشت سبابہ پاؤں کے انگوٹھے کے برابر انگلی کو کہتے ہیں جو لمبائی میں پاؤں کی تمام دوسری انگلیوں سے بڑی ہوتی ہے۔ اسی حدیث کو امام طبرانی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی انگشت شہادت بیچ کی اُنگلی کی نسبت لمبی تھی جس کسی نے یہ بیان کیا ہے وہ غلط ہے البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک پاؤں کی انگلیوں میں قدم مبارک کی انگشت سبابہ دراز تھی۔ آپ علیہ السلام کے پاؤں کے تلوے قدرے گہرے اور کم گوشت تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بڑی ہڈیاں سیدھی تھیں کہ ان کے درمیان خمی یا ابھار اور گہراؤ نہیں تھا۔ آپ علیہ السلام کے تلوے خوب گہرے تھے یعنی قدم مبارک زمین پر رکھنے کے وقت تلوے زمین سے کافی اوپر رہتے تھے۔ آپ علیہ السلام کے قدم ہموار تھے یعنی جم کر پڑنے والے تھے یہ بات اس روایت کے مطابق ہے جس میں آیا ہے کہ جب آپ علیہ السلام قدم رکھتے تو پورا پاؤں پڑتا اس میں کوئی خالی حصہ نہیں رہتا تھا اور جب پاؤں اٹھاتے تو قدم پوری قوت کے ساتھ اٹھتا تھا (جو قوت وطاقت اور صحیح البدن ہونے کی علامت ہے)''

سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک پاؤں کا یہ معجزہ ہے کہ پتھر پر رکھا تو وہ اس حد تک نرم ہو گیا جیسے موم اور اُس پائے اقدس کا پتھر پر وہ نشان مبارک ''توپ کپی عجائب گھر'' استنبول ترکی میں موجود ہے راقم کے پاس اسکی فوٹو موجود ہے جو انشاء اللہ معجزات کے باب میں مطبوعہ تصاویر میں چھاپی جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک پاؤں کا یہ اعجاز ہے کہ جب ریت پر چلتے تو پاؤں کا نشان نہیں ہوتا تھا۔ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک پاؤں نے جب کوہ اُحد وکوہ ثبیر کی چوٹی کو چھوا تو پہاڑ بھی وجد میں آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب چلتے تو مبارک قدم قوت اور وقار وتواضع سے اٹھاتے جیسے کہ اہل شجاعت واہل ہمت کا طریقہ ہے۔

شمائل ترمذی باب ماجاء فی مشیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔
خصائص الکبریٰ از امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔
شرح ہمزیہ ابن حجرہ تیمی رحمۃ اللہ علیہ۔
مواہب لدنیہ از امام حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ۔
الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ صفحہ۔456۔ از امام عبدالرحمان ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ۔
مدارج النبوت از شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔36 ,35۔

سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم از علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ۔
زرقانی۔جلد۔5۔صفحہ۔219

پنڈلیاں مبارک

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک پنڈلیاں نہایت حسین اور طاقت ور تھیں۔روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک پنڈلیاں ''سَاقَیہ خَمُوشَة'' ''یعنی باریک ولطیف تھیں اور اُن پر گوشت زیادہ نہ تھا۔'' حدیث شریف میں آتا ہے کہ ''نَظَرْتُ اِلیٰ سَاقَیہِ کَاَنَّھَا جُمَّارَۃ'' ''یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک پنڈلی کی طرف نظر ڈالی تو وہ گویا درخت خرما تھا۔جمارۃ خرما کے درخت کو کہتے ہیں جو کہ ہموار صاف لطیف اور سفید رنگ ہوتا ہے۔مبارک پنڈلیوں کے بارے میں ''ضخم الکرادیس'' کے الفاظ بھی آئے ہیں۔کردوس بفھم ان دو ہڈیوں کو کہتے ہیں جو جوڑ میں پیوستہ ہوں۔ان سے مراد فربہ اور ہڈیوں کا قوی ومضبوط ہونا ہے۔کردوس کے بارے میں صراح میں آتا ہے کہ یہ دوگانہ ہڈیوں کو کہتے ہیں جیسے دونوں شانوں، بازوؤں اور زانو وغیرہ کی ہڈیاں۔سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک پنڈلیاں پتلی تھیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک پنڈلیاں قدموں مبارکہ کی طرف سے انتہائی موزوں انداز میں پتلی تھیں یعنی زیادہ موٹی نہ تھیں۔

حضرت عبدالرحمان بن مالک بن جُعشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سُراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مالک بن عمرو بن تیم بن مدلج بن مرہ بن عبد مناۃ بن علی بن کنانہ مدلجی کنانی۔قبیلہ بنی مدلج) (المتوفی 24ھ۔ان سے 19 حدیثیں مروی ہیں) کے بھائی تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے بھائی حضرت سُراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بتایا کہ'' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمارہے تھے تو میں آپ علیہ السلام کے تعاقب میں قریب پہنچا تو میں نے دیکھا فخر کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنی اونٹنی (قصوٰی) پر سوار تھے اور پاؤں مبارک غرز (رکاب) میں تھے۔اُس وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک پنڈلیوں کی زیارت کی۔پنڈلیاں مبارک اپنی سفیدی اور چمک دمک میں یوں معلوم ہو رہی تھیں جیسے کھجور کا خوشہ ابھی ابھی اپنے پردہ سے باہر نکلا ہو۔''

از: الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔صفحہ۔455
مدارج النبوت از شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔جلد۔اول۔صفحہ۔37

قامت (قد) مبارک

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا قد مبارک نہایت ہی متوازن تھا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نہ تو بہت دراز قد تھے اور نہ ہی کوتاہ قد (چھوٹا قد) بلکہ قد مبارک درازی کی طرف مائل تھا۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ ''کَانَ رَبْعَۃً مِنَ الْقَوْمِ'' یعنی قوم میں متوسط القامت تھے'' اِسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں آتا ہے۔

''اَطْوَلُ مِنَ الْمَربُوْعِ وَاَقْصَرُ مِنَ الْمُشَذَّبِ''

ترجمہ۔ پستہ قد سے طویل قامت اور طویل قامت سے کوتاہ تھے''

اس کا معنٰی یہ ہوا کہ سرکار دوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پستہ قد سے دراز (لمبے) تر تھے یہ اس بنا پر تھا کہ قد مبارک درازی کی طرف مائل تھا نا کہ پستہ۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وصف مبارک اور نعت شریف بیان کرتے ہوئے سُنا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سرکار مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میانہ قد تھے نہ انتہائی طویل اور نہ بالکل چھوٹے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی قامت رعنا (قد مبارک) نہ انتہائی دراز اور نہ بالکل کوتاہ بالکل انتہائی موزوں اور مناسب تھا۔

حضرت ابراھیم بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے جد مکرم سیدنا ومولانا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا قد مبارک نہ انتہائی بلند اور نہ بالکل کوتاہ (چھوٹا) تھا بلکہ قد مبارک درمیانہ تھا اور نہایت ہی موزوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کردہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

''لَیْسَ بِالذَّھَبِ طُوْلاً وَ فَوْقَ الرَّبْعَۃِ اِذَا جَاءَ مَعَ الْقَوْمِ غَمَرَ ھُمْ''

ترجمہ۔ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بہت زیادہ دراز قد نہ تھے لیکن درازی کی طرف مائل ہونے کے اعتبار سے ''ربعہ'' سے بلند تھے۔''

جب کسی قوم یا لوگوں میں تشریف فرما ہوتے تو سب سے بلند وسرفراز ہوتے اور لوگوں کو چھپا لیتے یعنی کوتاہ قد لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے قریب چھپ جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا معجزہ تھا کہ جب لوگوں کے ساتھ بیٹھتے یا چلتے تو سب سے نمایاں اور بلند نظر آتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جس طرح خالق کائنات نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے باطن اقدس کو ساری مخلوق میں بلند وبالا، ارفع واعلیٰ بنایا تھا اِسی طرح ظاہر شکل وصورت کو بھی اسی انداز سے بنایا کہ کوئی بھی دوسرا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے بلند وبالا معلوم نہ ہو سکے۔

سیدنا حضرت حسن بن سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم درمیانہ قد لوگوں سے دراز قد اور بہت طویل القامت لوگوں کی نسبت درمیانہ قد تھے۔

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ''سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مبارک قد کا یہ اعجاز تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تنہا ہوتے تو ''ربعہ'' یعنی متوسط القامت معلوم ہوتے اور جب قوم کے درمیان تشریف فرما ہوتے تو سب سے بلند و بالا نظر آتے۔ یعنی اس وقت قد مبارک درازی کی طرف مائل نظر آتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جس طویل سے طویل القامت (قد) شخص کے ساتھ مل کر چلتے یا بیٹھتے تو اُس سے بلند نظر آتے بعض اوقات اگر دو آدمی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دائیں بائیں چل رہے ہوتے تو حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ان دونوں سے بلند و بالا معلوم ہوتے اور جب وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے الگ ہوتے تو وہ دونوں طویل القامت معلوم ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میانہ قد ہی نظر آتے۔ اس کے علاوہ سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو دونوں مبارک شانے بلند سے بلند تر ہوتے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔

ماخذ کتب

(1) الوفا با احوال مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 458 ,457۔

(2) مواہب لدنیہ بحوالہ عبداللہ ابن الامام احمد رحمۃ اللہ علیہ۔

(3) زرقانی علی المواہب لدنیہ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 199۔

(4) خصائص الکبرٰی۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 451 ,450۔

(5) مدارج النبوت شریف۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 37

(6) سیرتِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 257۔

قامتِ زیبا کا سایہ نہ تھا

سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سایہ نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سورج، چاند اور چراغ کی روشنی میں چلتے یا تشریف فرما ہوتے تو جسم اطہر کا سایہ نہ ہوتا۔ اس حدیث کو حکیم ترمذی نے ذکوان سے ''نوادر الاصول'' میں نقل کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے جسم اطہر کا سایہ نہ ہونے پر یہ امر دلالت کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلّم کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام ''نور'' بھی ہے۔ اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ قربان جائیں خالق کائنات کی قدرت کاملہ کے کہ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جسم اطہر کو بے سایہ بنایا جبکہ یہی ذات مقدسہ سائبان عالم ہے۔

قرآن کریم فرقان حمید میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نور مبارک کا ذکر کرتے ہوئے ارشد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ المائدہ آیت 15

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

ترجمہ: ''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور کتاب مبین (واضح) آئی۔''

مذکورہ سورہ مائدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو خالقِ کائنات نے نور فرمایا ہے اور یہ امر مسلمہ ہے حقیقت ہے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

مشہور تابعی حضرت ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو حکیم ترمذی (متوفی 255ھ) نے نوادر الاصول میں نقل کیا ہے جسکا ذکر پہلے گزر چکا۔ حضرت امام ابن سبع کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خصائص شریفہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نور تھے جسم اطہر کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو سایہ نظر نہیں آتا تھا۔ اس بات کے ثبوت میں وہ حدیث پیش کی جاتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حدیث مبارکہ نقل کی گئی ہے۔ ارشاد فرمایا ''اے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ۔

''میرے تمام اعضاء اور جہات میں نور کر دے''۔ پھر اپنی اس حدیث مبارک کو ان الفاظ پر ختم فرمایا ''وَاجْعَلْنِي نُوْرًا'' اور مجھے نور بنا دے''

مشہور زمانہ سیرت مقدسہ کی کتاب ''زرقانی'' میں امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نقل شدہ حدیث مُرسل ہے۔

حضرت امام عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حفاظ حدیث میں بہت بلند مقام رکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (68ھ میں طائف میں وفات پائی وہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقبرہ ہے۔ مفسر قرآن تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 2660 احادیث مروی ہیں) نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا سایہ نہ تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دھوپ میں کھڑے ہوتے تو حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تابانی چہرہ اقدس سورج کی روشنی پر غالب آجاتی اور جب چراغ کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چہرہ اقدس کی تابانی وروشنی چراغ کی روشنی پر غالب ہوتی۔ بعض اصحاب سیر وائمہ فرماتے ہیں کہ خالق کائنات نے سرکارِ دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا سایہ مبارک اس لیے پیدا نہیں فرمایا تھا کہ کفار اور مشرکین میں سے کوئی سایہ مبارک پر بھی اپنا ناپاک قدم نہ رکھ سکے۔ سبحان اللہ کیسی عمدہ حکمت بیان فرمائی

ہے۔ جس مقدس ترین ہستی کے سایہ مبارک کو نہ بنا کر محبوب ومحبّ کے واسطے وتعلق کو بیان کیا ہے اس پاک ہستی کی تعریف کا کیا حال ہوگا۔ اس کیفیت وتقدس ذات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو بیان کرنا اور وہ بھی جملہ تمام تقاضوں کے ساتھ انسانی عقل وشعور اور طاقت سے باہر ہے ہم تو ثنا خوان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی فہرست میں اپنا نام درج کرانے کی سعادت عظمیٰ حاصل کررہے ہیں۔ اللہ قبول فرمائے آمین۔ سرکارِ دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سایہ مبارک نہ ہونے پر مولانا عبدالرحمان جامی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب ارشاد فرمایا ہے۔

''امی ودقیقہ دان عالم۔

بے سایہ وسائبان عالم۔

جسم مبارک سے خوشبو

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ'' مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سارے سُراپا میں سے عطر کی ایسی خوشبو آتی تھی کہ میں نے اس جیسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی۔ آپ علیہ السلام کی ڈاڑھی مبارکہ کے بال گنجان تھے ایک روایت میں ہے کہ آپ کی ڈاڑھی گھنی تھی اور آپ علیہ السلام اس میں پانی لگا کر کنگھا کیا کرتے تھے۔

انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قینچی سے اپنی ڈاڑھی بھی چوڑائی اور لمبائی میں بنایا کرتے تھے۔ یہ روایت اس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں ہے کہ مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں اپنی ڈاڑھی بڑھاؤں اور مونچھیں کتروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس ایک قینچی تھی جسے عربی میں مقص بھی کہتے ہیں آپ علیہ السلام اس سے اپنی مونچھوں کے کنارے کترتے تھے۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا جو شخص اپنی مونچھیں نہیں کترتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

ماخذ کتب

(1) قرآنِ مجید سورہ مائدہ۔

(2) صحیح ترمذی شریف بحوالہ نوادرالاصول۔

(3) خصائص الکبریٰ۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 68

(4) زرقانی علی المواہب لدنیہ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 220

(5) الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 453

(6) مدارج النبوت۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 38 ,37

(7) سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔جلد۔اول۔صفحہ۔257, 258

باکرامت مبارک انگلیاں

سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیاں مبارک باکرامت اور نہایت حسین تھیں سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک انگلیاں ہتھیلیوں اور قدموں مبارک کی جانب سے موٹی اور طویل تھیں۔

مبارک کلائیاں

سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک کلائیاں نہایت مضبوط اور خوبصورت تھیں اُن کی لمبائی مناسب اور پر گوشت تھیں۔حضرت ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی ہالہ سے مروی ہے کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک کلائیاں مناسب طولانی رکھتی تھیں اور کلائیوں کی ہڈیاں اور ران کے جوڑ ضخیم تھے جو کہ قوت وتوانائی کی علامت تھے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کلائیوں مبارکہ کے بارے میں حضرت صالح مولیٰ التوامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاجدار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت وکیفیت جسمانی بیان کرتے وقت فرمایا کرتے تھے کہ تاجدار عرب وعجم فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک کلائیاں دراز اور طولانی تھیں۔

ماخذ کتب

(1) الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔454،453۔
(2) خصائص الکبریٰ۔جلد۔2۔صفحہ۔69۔
(3) زرقانی علی المواہب۔جلد۔5۔صفحہ۔241

مبارک ایڑیاں اور رؤس عظام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایڑیاں مبارک پرگوشت اور بھاری نہ تھیں بلکہ نہایت ہی متوازن اور دلکش تھیں۔حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ۔

''سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ایڑیاں زیادہ بھاری اور پُر گوشت نہیں تھیں بلکہ خفیف اللحم ذرا دراز اور پتلی تھیں''۔خفیف اللحم جس پر زیادہ گوشت نہ ہو۔''

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اعضاء مبارکہ اور ہڈیاں مبارکہ ضخیم وعظیم تھے'' جو کہ خدا داد طاقت و قوت کے مظہر تھے۔

حضرت ابراھیم بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل پاک سے ہیں روایت فرماتے ہیں کہ۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جلیل المشاش تھے۔یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک اعضاء کے آخری حصّے عظیم وضخیم تھے۔مثلاً گھٹنے مبارک، کندھے اور کہنیاں مبارک۔''

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جسم اطہر میں کمال اعتدال تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا جسم اطہر نہ بالکل دُبلا پتلا تھا اور نہ بہت بھاری اور عمر مبارک کے آخری حصہ میں بھی بدن اقدس میں کسی قسم کا ڈھیلا پن پیدا نہیں ہوا تھا۔''

ماخذ کتب

(1) الوفاء با احوال مصطفٰے۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔ 456, 457

(2) از خصائص الکبریٰ۔جلد۔2۔صفحہ۔70۔

رنگ مبارک

سرکارِ دو عالم نورِ مجسم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا رنگ مبارک سفید روشن وتاباں تھا۔مگر رنگ مبارک میں کسی قدر سُرخی ملی ہوئی تھی۔بعض روایتوں میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا رنگ مبارک گندم گوں تھا۔گندم گوں سے مُراد مائل بہ سفیدی تھا جسکا اُوپر ذکر ہو چکا۔بعض اہل سیر لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا رنگ مبارک ''کـانـا بیض ملیحا'' تھا کچھ کی روایت میں ''ابیض ملیح الوجہ'' آیا ہے یعنی سپید رنگ، ملیح بشرہ تھا۔اس سے مراد سفیدی وملاحت ہے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا رنگ سرخی مائل تھا۔حدیث میں آپ علیہ السلام کے رنگ کے لئے اسمر کا لفظ آیا ہے اس سے یہی مراد ہے (کہ نہ بالکل دودھ کی طرح سفید اور نہ اتنا گہرا کہ سانولا کہلائے بلکہ گندم گوں رنگ تھا)۔چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ علیہ السلام کی رنگت کی سفیدی سرخی مائل تھی اور ایسے رنگ کو عرب میں اسمری کہا جاتا ہے ایک حدیث میں ہے کہ جسم کے کھلے ہوئے حصے نور سے جگمگاتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے رنگ مبارک میں بہت ہی آب وتاب اور چمک ودمک تھی نہ بالکل گندم گوں اور نہ بالکل سفید''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''سرکارِ دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا رنگ مبارک سفید تھا اور یوں لگتا تھا کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم چاندی سے بنائے گئے ہیں۔''

ایک روایت میں آتا ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا چہرہ انور بہت سفید اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے موئے مبارک سخت سیاہ تھے۔ ابو طالب کے درج ذیل شعر میں اس کا یوں ذکر کیا گیا ہے۔

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقِی الْغَمَامُ بِوَجْہِہٖ.

ثِمَالُ الْیَتَامیٰ عِصْمَۃٌ لِلْاَرَامِلِ.

ترجمہ۔ ''اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چہرہ انور کی سفیدی سے برسنے والا سفید بادل بارش کی بھیک مانگتا ہے اور آپ علیہ السلام یتیموں بیواؤں کی پرورش فرمانے والے ہیں۔''

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا رنگ مبارک سفید تھا۔ جس پر سُرخی جھلکتی تھی (جیسے چاندی پر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہو) یعنی بظاہر سرخی مائل تھا مگر غور سے دیکھنے والے کو اندر سے انوار پھوٹتے نظر آتے تھے۔''

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے فرمایا کہ

''اَبْیَضَ مُشْرَبٌ'' وَاَنَّہٗ شَرَابٌ'' خَلَطَ لَوْنٌ'' بِلَوْنٍ''

ترجمہ۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا رنگ مبارک سفید مشروبی تھا''۔ مشروب اس (شربت) شراب کو کہتے ہیں جس میں ایک رنگ میں دُوسرے رنگ کی آمیزش ہو۔ گویا ایک رنگ ملا کر دُوسرا رنگ ملایا ہو۔ یہاں شراب سے مراد سرخی ہے۔ ابیض مشرب بحمرۃ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا رنگ سرخ وسفید تھا۔

سنن نسائی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابو ہریرہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عامر بن عبد ذی الشریٰ بن طریف بن غیاث بن لہنیہ بن سعد بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس، قبیلہ دوس یمن میں آباد تھا) (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 5374 احادیث مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 78 سال کی عمر میں 57ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی) سے حدیث مروی ہے فرماتے ہیں کہ ''ایک روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مسجد نبوی میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے کہ ایک بدو ایلچی بن کر حاضر خدمت ہوا اس نے اپنی سادگی ومحبت اور تعجب سے پوچھا '' اَیْنَ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلب'' یعنی فرزند عبد المطلب کہاں ہیں اور تم میں سے وہ کون ہیں؟ یعنی وہ ذات مقدسہ جن کے حسن وجمال نے عالمگیر شہرت حاصل کی ہے اور ان کے جاہ وجلال کی دھوم سے سارے جہاں کے کان گونج رہے ہیں۔ اس بدو کے سوال کے جواب میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے

فرمایا "هٰذَا الْاَمْغَرُ الْمُرْفِقُ" یہ مرد سرخ وسفید رو جو اپنی کہنی مبارک کو تکیہ بنا کر ٹیک لگائے تشریف فرما ہیں"۔
قاموس میں ہے مرفق اس کو کہتے ہیں جو اپنی کہنی کو تکیہ بنا کر ٹیک لگائے ہوئے ہو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم رنگت مبارک کی رو سے سب لوگوں سے زیادہ حسین اور جاذب نظر تھے۔"

ماخذ کتب

(1) الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔جلد۔1۔صفحہ۔459۔
(2) زرقانی علی المواہب۔جلد۔10۔صفحہ۔220۔
(3) مدارج النبوت۔جلد۔1۔صفحہ۔38, 39۔
(4) سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔جلد۔1۔صفحہ۔258۔

جلد مبارک

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی جلد مبارک نہایت ملائم ولطیف اور نرم تھی۔حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دست حق پرست بہت لطیف تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے کف دست اقدس یعنی مبارک ہاتھ سب لوگوں سے زیادہ ملائم تھے میں نے ہر قسم کے خز و دیباج اور ریشم دیکھے بھالے ہیں مگر جو لطافت ونفاست اور نرمی وملائمت سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے کف دست میں محسوس ہوتی تھی وہ کہیں نظر نہیں آئی۔

حضرت عثمان بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ اپنے ماموں سے روایت نقل کرتے ہیں کہتے ہیں میرے ماموں جان جنگ صفین میں سیدنا ومولانا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ شریک تھے۔سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ تاجدار عرب وعجم فخر رُسل سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی جلد اقدس اور بشرہ مبارکہ انتہائی ملائم اور رقیق ونفیس تھا۔

ماخذ کتب

(1) الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔جلد۔1۔صفحہ۔459, 458۔
(2) خصائص الکبریٰ۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔69۔
(3) سیرت رسول عربی۔جلد۔1۔صفحہ۔258۔

حُسن وجمال

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو خالق کائنات نے اپنی پوری مخلوق میں سب سے زیادہ حُسن و جمال عطا فرمایا تھا ایسا حُسن وجمال نہ کسی کو ملا اور نہ ہی قیامت تک مل سکے گا۔ یہ رضائے الٰہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حسن وجمال میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

"مَا رَأَيْتُ شَيْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وسلّم"

ترجمہ۔ میں نے کبھی بھی کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے زیادہ حسین نہیں دیکھی بلکہ سب سے زیادہ حسین وجمیل صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ہی پایا"

(بخاری ومسلم)

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابواسحٰق سے مروی ہے کہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا چہرہ اقدس تلوار کی مانند تھا؟ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ نہیں بلکہ چہرہ اقدس چودھویں کے چاند کی مانند تھا۔ مطلب یہ تھا کہ گو تلوار میں بھی چمک ہوتی ہے لیکن پھر بھی لوہے کی سیاہی مکمل طور پر ختم نہیں ہوتی جبکہ تاجدار مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چہرہ اقدس میں سیاہی کا ذرہ بھر بھی میلان ممکن نہیں تھا۔ اس کے علاوہ چہرہ اقدس کو تلوار کے ساتھ تشبیہہ دینے میں طولانی کی طرف تو ہم پیدا ہوسکتا تھا حالانکہ وہ چاند کی طرح گول تھا اس لئے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عازب بن حارث بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس) (72ھ میں کوفہ میں انتقال فرمایا۔ مروی احادیث کی تعداد 305 ہے) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چہرہ انور کو تلوار کی بجائے چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حُسن جمال کو میں نے دیکھا اسکی کیفیت یہ تھی۔

"رَءَيت النبى صَلّى الله عَلَيهِ وآلهِ وسَلّم فِى حلّةِ حمراء فجعلت انظر اليه والى القمرِ فلهُوا حَسن فِى عينى مَن القمرِ ."

ترجمہ۔ "میں نے تاجدارِ عرب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو حلّہ (سُرخ دھاری دار لباس) میں ملبوس دیکھا اور ادھر چاند جو کہ اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا تھا اُسے دیکھا۔ میں کبھی نازنین خلق حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چہرہ اقدس کو دیکھتا اور کبھی آسمان کے چاند کو آخر میری نگاہوں نے فیصلہ کیا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم چاند

سے حسین ہیں۔"

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حُسن و جمال کی تعریف کرتے ہوئے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔

"مَا رَءَیْتُ احداً فِي حلّةٍ حمراء مُرجلا حَسِن مِن رسُولُ اللہِ صَلّی اللہِ علیہ وآلہٖ وسلّم و کان لَہ شعر قرِیبُ مِنُ المِنکُبیہِ۔"

ترجمہ۔ "میں نے کسی شخص کو جو سُرخ دھاریدار حلہ زیب تن کئے ہوئے اوراس نے تازہ کنگھی کی ہو سرکارِ مدینہ نبی محترم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے زیادہ حسین کوئی نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بال مبارک کندھوں کے قریب تھے۔"

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چہرہ اقدس کو دیکھ کر دُوسری طرف چودھویں کے چاند کو دیکھنا اور یہ فیصلہ کرنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا چہرہ اقدس چاند سے زیادہ حسین ہے واحد صحابی رضی اللہ تعالیٰ کا ہی فیصلہ نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا بھی یہی فیصلہ، ایمان، اعتقاد اور نظریہ تھا۔ یہ فیصلہ فرحت وسرور اور لذت وکیف کے حصول پر تنبیہہ کرتے ہوئے کہا۔ "فلھو عندی" اور احسن ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ چاند کی چاندنی عالم محسوس میں اثر انداز ہے جبکہ سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا پرتو جمال ظاہر و باطن دونوں منور کرنے والا ہے۔ پھر چاند کبھی روشن ہوتا ہے روشنی دیتا ہے اور کبھی مکمل طور پر آنکھوں سے اوجھل ہو کر ہماری راتوں کو تاریک بنا دیتا ہے۔ مگر سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے انوار تو ہر وقت نگاہِ حقیقت مبین سے عالم کو منور کر رہے ہیں اور ہمیشہ کرتے رہیں گے۔ یہ انوار تو ابدی و ازلی ہیں۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ۔

مَا رَءَیْتُ شَیئًا اَحْسَنَ مِن رسول اللہ صَلّی اللہ عَلَیہِ وَآلہٖ وسَلّم کَان الشّمسِ تجرِیٰ فِي وجُھّہِ۔"

ترجمہ۔ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے زیادہ حسین وجمیل کسی کو نہیں دیکھا اور نہ پایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا چہرہ تاباں یوں معلوم ہوتا کہ اس میں سورج رواں دواں ہے۔"

حضرت سعید جُر بری روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ۔

"میں نے سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا شرف دیدار لازوال حاصل کیا اس وقت روئے زمین پر میرے علاوہ کوئی ایسا شخص موجود نہیں جس نے یہ سعادت عظمیٰ حاصل کی ہو۔ میں (سعید جُر بری) نے عرض کیا حضرت (ابوالطفیل) رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مبارک حلیہ کے بارے میں تو

بتائیں تو انہوں نے جواب دیا" کان ابیض ملیحا مقصداً" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سفید چمکیلی رنگت والے تھے اور جاذب ودلکش اور میانہ قد اور جسد مقدس بھی درمیانی حالت پر تھا نہ بہت بھاری اور نہ بالکل چھریرا بلکہ جسم مبارک نہایت ہی متوازن تھا۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو سب سے پہلے قرآن کریم کے عربی ترجمہ کا اعزاز حاصل کرنے والے خوش قسمت صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ

"لم یکن لرسول اللہ صَلّی اللہ عَلَیہ و آلہٖ وسلّم ظِل وَلَم یقُمِ مع شمس قط الا غلبِ ضَوئ ئو ہ الشمسُ وَ لم یقُمِ معُ قط الاغلب ضوؤ ہ علیٰ ضوء السُراج."

ترجمہ۔ "سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سایہ مبارک نہیں تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چہرہ انور کی چمک دمک، نورانیت اور ضیاء مبارک سورج کی ضیاء ونورانیت پر غالب آجاتی اور جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم چراغ کے قریب کھڑے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نورانیت اور ضیائیں چراغ کے نور پر غالب آجاتیں"۔

واقعہ اِفک کے وقت جب سرکارِ دوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاک دامنی کے بارے میں ان کے خیالات کے بارے میں دریافت فرمایا تو سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں یہی عرض کیا تھا کہ "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خالق کائنات نے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سایہ مبارک ہی نہیں بنایا کہ مبادا کسی مشرک وکافر کا گندہ پاؤں سایہ مبارک پر نہ آجائے تو وہ مالک حقیقی یہ کس طرح گوارا کرسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ازواج مطہرات میں کسی ایسی زوجہ کو شامل فرمائے"۔ یہ جواب سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دُعا دی۔

خلیفہ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا چہرہ انور چودھویں کے چاند کے حلقہ اور دائرہ کی مانند تھا۔"

سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرکارِ دوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چہرہ انور کو چاند کے حلقہ یا دائرہ سے تشبیہ دینا فرحت وسرور ولذت وکیف کی وجہ سے تھا تاکہ حقیقت میں کیونکہ کہاں چاند اور کہاں کائنات کی تخلیق کے سبب فخر کونین تاجدارِ عرب وعجم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذات مقدسہ کا چہرہ پُرانوار۔ یہ تو وہ چہرہ مبارک ہے جسکی تابانی اور چمک دمک کائنات ارض وسماء کو منور کرنے کا موجب ہے۔

حضرت محمد بن عمار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے رُبَیّع بنت مُعَوّذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (بن حارث بن رفاعہ بن حارث بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار 6ھ بیعت رضوان میں شامل تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

قبیلہ نجار اور غزوہ بدر کے مشہور اصحاب معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن تھیں۔21احادیث مروی ہیں۔35ھ میں وفات پائی) سے عرض کی مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک حلیہ کے بارے میں بتائیں۔انہوں نے ارشاد فرمایا اے بیٹے۔

"لو رءَیۃِ الشمس طالعۃ"

"اگر تم سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرتا تو تجھے یوں معلوم ہوتا جیسے تو سورج کو طلوع ہوتا دیکھ رہا ہے۔"

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُسن و جمال کو بیان کرتے ہوئے سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں۔

"کَانَ رَسُول اللہِ صَلّی اللہ عَلَیہِ و آلہٖ وسَلّم اَحسَنِ النَّاس وَجھاو اَنورھم لُونا."

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے اور حسین وجمیل چہرہ انور کے لحاظ سے اور رنگت کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ نورانی اور چمکیلے تھے۔"

حضرت ام معبد خزاعیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (بنت خالد بن خلیف بن منقذ بن ربیعہ بن احرم بن خنیس بن حرام بن جیشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو۔عم زاد تمیم بن عبدالعزیٰ خزاعی کی اہلیہ۔دونوں کا تعلق بنو خزاعہ کی شاخ بنی کعب سے تھا) سے مروی ہے کہ:

"سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُور سے سب لوگوں سے زیادہ جمیل اور جاذب ودلکش لگتے اور قریب سے دیکھیں تو سب سے واضح ترین اور حسین معلوم ہوتے۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

"سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرتے تو یوں معلوم ہوتا کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاندی سے ڈھالے گئے ہیں۔"

ماخذ کتب

(1) صحیح بخاری وصحیح مسلم شریف۔باب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(2) خصائص الکبریٰ۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔68۔

(3) الوفا باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔459, 460, 461۔

(4) زرقانی علی المواہب الدنیہ۔صفحہ۔225۔

پسینہ مبارک کی بوئے خوش

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پسینہ مبارک میں خالقِ کائنات نے اس قدر عمدہ، نفیس اور پیاری خوشبو رکھی تھی جو کہ اللہ کی ساری مخلوق میں نہ پہلے کسی کو نصیب ہوئی اور نہ ہی آیندہ کسی کو نصیب ہوگی۔ اس مبارک خوشبو کے سامنے مشک، عنبر و کستوری کی خوشبو کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھی۔

سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ

''جب سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پیدا ہوئے تو میں نے غور سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طرف نگاہ کی کیا دیکھتی ہوں کہ چہرہ اقدس چودھویں رات کی مانند حسین وجمیل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے تیز کستوری سے بھی عمدہ خوشبو آ رہی ہے۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

''میں نے کسی کستوری یا عبیر کی خوشبو کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک خوشبو سے خوشتر نہ پایا''

یہاں لفظ ''عبیر'' کی مختصر وضاحت عرض کر رہا ہوں تا کہ اس خوشبو کے بارے میں تشنگی باقی نہ رہے۔ عبیر نہایت ہی عمدہ خوشبو کا نام ہے۔ اہل علم اسکی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ خوشبو صندل، گلاب و مشک تینوں سے بنائی جاتی ہے۔ بعض کا قول ہے کہ عبیر اُس خوشبو کا نام ہے جس میں زعفران ملا ہوتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی یہ حدیث مروی ہے کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے جایا کرتے اور انکی عدم موجودگی میں بعض اوقات انکے بستر پر کچھ دیر کے لئے آرام فرمالیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اُس وقت وہ گھر پر موجود نہ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ان کے بستر پر آرام فرمانے کے لئے لیٹ گئے۔ کسی نے حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جا کر خبر دی کہ تاجدار مدینہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آپ کے گھر تشریف لا کر محوِ استراحت ہیں۔ وہ فوراً گھر پہنچی۔ گھر آ کر دیکھا کہ تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم انکے چمڑے سے بنے ہوئے بستر پر محوِ استراحت ہیں اور پسینہ اقدس سے چمڑے کا بستر تر ہو چکا ہے عرق آلود ہے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے قیمتی ساز و سامان والا تھیلا کھولا اور اُس میں سے خوشبو والی شیشیاں اور بوتلیں نکالیں۔ کپڑے کی مدد سے پسینہ مبارک بستر سے اٹھاتیں اور اُسے خوشبو رکھنے والی شیشی میں نچوڑ نچوڑ کر ڈالتی جاتیں۔ اسی اثناء میں سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی

مبارک آنکھیں کھولیں اور حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا ''یہ کیا کر رہی ہو؟'' انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا پسینہ مبارک اکٹھا کر رہی ہوں اس مبارک پسینہ کو اپنی خوشبو والی شیشی میں ڈال رہی ہوں تاکہ وہ بھی خوشبو دار بن جائے۔ مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے عرض کی ''نرجو برکته لصبیا ننا''، یعنی ہم اُمید رکھتے ہیں کہ اس انوکھی خوشبو کو جب بچوں پر لگائیں گے اللہ تعالیٰ انہیں لا تعداد برکتیں عطا فرمائے گا۔

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''تم نے صحیح کہا اور صحیح سوچا''

اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پسینہ مبارک کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بچوں کے چہرے اور بدن پر مل دیا کرتے تھے اور یوں بچوں کے جسموں سے نہ صرف یہ کہ خوشبو ہی آنا شروع ہو جاتی بلکہ بچے تمام بلاؤں سے بھی محفوظ رہتے تھے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خادم تھے۔ اور لقب خادم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا۔

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زوجہ محترمہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ:۔

''سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی ا للہ علیہ وآلہ وسلّم کا پسینہ مبارک چہرہ انور پر یوں معلوم ہوتا تھا جیسے لُولُو آبدار اور مبارک پسینے کی خوشبو خالص کستوری سے زیادہ پاکیزہ اور مہک میں کہیں زیادہ تھی''۔

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مقرب خاص حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ''ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میری بیٹی کی شادی میں میری معاونت فرمائیں۔ سرکار دوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''اس وقت تو میں تمہاری مالی مدد نہیں کر سکتا البتہ کل ایک کھلے منہ کی شیشی لے کر میرے پاس آنا''۔ وہ شخص اگلے روز کھلے منہ کی شیشی لے کر حاضر خدمت ہوا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس لکڑی کی مدد سے جو وہ شخص شیشی کے ہمراہ لایا تھا اپنی مبارک کلائیوں سے پسینہ پونچھ پونچھ کر اس شیشی میں ڈالنا شروع کر دیا حتّٰی کہ شیشی بھر گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''اس شیشی کو لے جاؤ اور اپنے گھر والوں سے کہنا جب وہ خوشبو لگانے کا ارادہ کریں تو اس لکڑی کو بوتل میں ڈبو کر بدن پر لگا لیا کریں'' اس شخص کے گھر والے جب شیشی سے پسینہ مبارک نکال کر بدن پر لگاتے تو اسقدر عمدہ خوشبو اطراف میں پھیل جاتی جس کا بیان کرنا مشکل ہے۔ وہ مبارک خوشبو صرف اُس شخص کے گھر اور اہل گھرانہ کو ہی معطر نہیں کرتی تھی بلکہ وہ مبارک خوشبو پورے مدینہ منورہ کی گلیوں میں پھیل جاتی۔ یوں اس گھر والوں کا نام ہی ''مطیبین ''، یعنی خوشبو والوں کا گھر پڑ گیا۔

حضرت حبیب بن ابی حروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں اُس وقت اپنے والد کے ہمراہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ماعز بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ رجم کے وقت جب انہیں پتھر لگے تو اس کیفیت کو دیکھ کر میں خوفزدہ ہو گیا۔ میری حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھے اپنی مبارک بغل میں لے لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک بغل کا پسینہ بہہ رہا تھا جس میں سے کستوری کی مانند خوشبو آ رہی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

''سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مدینہ منورہ کے کسی کوچہ بازار سے گزر جاتے تو ایسی عمدہ خوشبو پھیل جاتی جس کے سامنے دُوسری تمام خوشبوئیں ماند ہوتیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جب وہ خوشبو سونگھتے تو انہیں پتہ چل جاتا کہ کائنات کے دولہا حبیب کبریا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کس طرف تشریف لے گئے ہیں۔'' اب مدینہ منورہ کے گلی کوچوں اور ہواؤں میں بسنے والی اس مبارک خوشبو کو محبان و عاشقان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم محبت وعشق کی وجہ سے محسوس کر لیتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں رہنے والا عاشق اور پیار و محبت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سرشار اب بھی در و دیوار سے وہ خوشبو محسوس کر لیتا ہے۔

شبیلی کہتے ہیں کہ خاکِ شفاء مدینہ منورہ میں ایک عجیب مہک ہے جو کسی دُوسری خوشبو میں نہیں۔ یاقوت تحریر کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے خصائص مقدسہ میں سے وہاں کی آب و ہوا کا خوشبودار ہونا سرِ فہرست۔ مدینہ منورہ کی بارش میں جو خوشبو مبارک ہے اور کسی جگہ کی بارش میں وہ خوشبو نہیں ہے۔ حضرت ابو عبداللہ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔

''بِطِیْبِ رَسُوْلِ اللهِ طَابَ نَسِیْمُهَا. فَمَا الْمُسِْکُ مَا الْکَافُوْرُ مَا الصَّنْدَلُ الرَّطَبُ.''

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خوشبو سے مدینہ کی ہوا خوشبودار ہو گئی۔ پس کیا ہے کستوری، کیا ہے کافور کیا ہے صندل تر و تازہ''

حضرت امام ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خصائص کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کپڑوں مبارک پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔ جوں نہیں ہوتی تھی کہ ایذاء پہنچائے کیونکہ جوں عفونت اور پسینے کی بو سے پیدا ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تو نور اور طیب تھے پسینہ مبارک خوشبودار تھا۔ لطافت شریفہ کی وجہ سے کپڑے مبارک بھی میلے نہ ہوتے تھے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے میرے رخسار پر اپنا دست مبارک پھیرا تو میں نے ایسی ٹھنڈک اور خوشبو پائی کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ابھی عطر کی ڈبیہ سے اپنا دست اقدس نکالا ہے۔ جو کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مصافحہ کرتا وہ تمام دن

اپنے ہاتھوں میں خوشبو موجود پاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس بچے کے سر پر دستِ شفقت رکھتے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشبو مبارک کی وجہ سے دُوسرے تمام بچوں میں ممتاز و معروف ہو جاتا۔

سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتی خوشبو کی کیفیت نہایت نرالی اور پُر کیف تھی بغیر کسی خوشبو کے استعمال کے جسم اطہر سے اسقدر عمدہ خوشبو آتی تھی جس کی ہمسری دنیا کی کوئی خوشبو نہیں کر سکتی تھی۔ اُم عاصم زوجہ حضرت عتبہ بن فرقد سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم چار عورتیں حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ہم میں سے ہر ایک کی یہی کوشش ہوا کرتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ خوشبو لگا کر اپنے خاوند کے قریب جائیں۔ ہم اچھی سے اچھی خوشبو استعمال کرتیں۔ لیکن ہم میں سے کسی کی خوشبو حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوشبو تک نہ پہنچ سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف اس حد تک خوشبو استعمال کرتے تھے کہ روغن کو اپنے ہاتھوں سے چھواتے اور اُسے اپنی داڑھی پر مل لیتے اور یوں ہمیشہ اُنکی خوشبو ہماری خوشبو پر غالب رہتی۔ جب حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر سے باہر تشریف لاتے تو لوگ کہتے ہم سب خوشبو استعمال کرتے ہیں لیکن کوئی خوشبو عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ اچھی اور عمدہ نہیں ہوتی۔ حضرت ام عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن اپنے خاوند سے پوچھا کہ ہم سب خوشبو لگانے میں نہایت ہی کوشش اور اہتمام کرتی ہیں لیکن ہماری خوشبو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوشبو کے سامنے کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی آج مجھے اسکی وجہ بتائیے۔ حضرت ام عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس سوال پر حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں اپنی بیوی کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظاہری زمانہ اقدس میں ایک دفعہ میرے جسم پر "شریٰ" یعنی شدید گرمی دانے جنہیں عرف عام میں "پت" کہتے ہیں نکل آئے جسکی وجہ سے مجھے سخت تکلیف ہو رہی تھی۔ میں سرکار مدینہ سرورِ سینہ بے کسوں کے کس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے جسم پر گرمی دانے نکل آئے ہیں اور یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے سارے بدن میں چنگاریاں لگی ہوئی ہیں۔ میرے مرض کا علاج فرما دیں۔ میری عرض سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا "اپنے جسم کے اُوپر والے کپڑے جہاں گرمی دانے نکلے ہوئے ہیں اُتار کر میرے سامنے بیٹھ جاؤ۔"

حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حکم آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق کپڑے اُتارے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا دست اقدس میری پشت اور پیٹ پر ملا اسی وقت میری تکلیف ختم ہو گئی۔ یوں اُس وقت سے لے کر آج تک سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ مبارک کی خوشبو کبھی بھی مجھ سے جدا نہیں ہوئی۔

ماخذ کتب

(1) صحیح بخاری کتاب الصیام باب ذکر صوم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔
(2) زرقانی علی المواہب۔ صفحہ۔223۔
(3) مواہب الدنیہ وخصائص الکبریٰ۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔230۔
(4) صحیح مسلم باب طیب عرقہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم
(5) وفا الوفا باخبار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم از الشیخ الاسلام سمہودی رحمۃ اللہ علیہ۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔12۔
(6) الوفا با احوال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ جلد۔1۔ صفحہ۔463، 462۔
(7) سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ صفحہ۔259,60,61۔

رفتار مبارک

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رفتار مبارکہ کے بیان سے پہلے مناسب لگتا ہے کہ رفتار کی اقسام بیان کردی جائیں۔ اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ رفتار کی دس اقسام ہیں جنکی مختصراً تفصیل درج ذیل ہے۔

(1) ہون (2) تحادت (3) ازعاج (4) سعی (5) رمل
(6) نسلان (7) خوری (8) قہقری (9) جمری (10) تبختر

(1) **ہون** یہ نہایت ہی بہترین انداز رفتار ہے جس میں مکمل حرکت اور قدرے سرعت کا انداز پایا جاتا ہے۔ اس انداز سے چلنے والا زمین پر قدم جما جما کر نہایت ہی اعتماد اور سکون سے باوقار اور تکبر کے بغیر احسن انداز سے چلتا ہے۔ ہمارے آقا ومولا فخر کونین تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اِسی انداز سے چلا کرتے تھے۔

(2) **تحادت:** افسردہ غمگین انداز میں چلنے کو رفتار تحادت کہتے ہیں۔ اس انداز میں آدمی چلتا ہوا مریل لگتا ہے۔ عرف عام میں اس چال کو ''مٹھی'' بہت آہستہ چال کہتے ہیں۔

(3) **ازعاج** غصہ وطیش وخفت کی حالت میں چلنے کو رفتار ازعاج کہتے ہیں۔ اس رفتار سے چلنے والے کے اضطراب و پریشانی کا اندازہ ہوتا ہے۔ مذکورہ دونوں چالیں انسان کی مردہ دلی پر دلالت کرتی ہیں اور انہیں پسند نہیں کیا جاتا۔ چال کو پسند نہ کرنے سے مراد فعل کا پسند کرنا نہیں بلکہ چلنے والے کو ناپسند کرنا ہے۔

(4) **سعی** چلنے میں تیزی ہو تو اس رفتار کو سعی کہتے ہیں عمرہ اور حج کے مخصوص موقع پر اسی انداز سے حاجی اور

عمرہ ادا کرنے والے چلتے ہیں۔

(5) **رمل** رمل اس انداز رفتار کو کہتے ہیں جو جلدی جلدی قدم اٹھا کر اپنے مونڈھوں کو جنبش دیتے ہوئے چلی جائے جیسے اکثر پہلوان چلتے ہیں۔اس انداز میں تکبر کی جھلک نظر آتی ہے جو اچھائی کی علامت نہیں۔

(6) **نسلان** انسان اس انداز سے چلے کہ نہ تو اسکی رفتار سعی والی یعنی تیز ہو اور نہ ہی وہ دوڑ رہا ہو بلکہ سعی اور تیز دوڑنے کے درمیان والی چال کو ''نسلان'' کہتے ہیں۔ انگریزی زبان میں اُسے جوگنگ (Jogging) کہتے ہیں۔ یہ انداز رفتار بھی مخصوص حالات میں یعنی جسم کو چاک وچوبند رکھنے کیلئے دن میں کسی وقت اختیار کیا جاتا ہے ہر وقت اس انداز سے چلنا ممکن نہیں۔

(7) **خوری** پنجوں کے بل چلنے کو خوری کہتے ہیں۔عام حالات یعنی روزمرہ چلتے ہوئے شاید کسی انسان کے لئے اس انداز میں چلنا ممکن نہ ہو پھر بھی یہ ہوسکتا ہے۔کہ کچھ لوگ اس انداز سے چلتے ہوں۔بہر حال یہ چال عام طور پر کم لوگ ہی چلتے ہیں۔

(8) **قہقری** انسان یہ چال شاید ہی کبھی چلتا ہو۔کیونکہ پشت کی طرف الٹے قدم چلنا قہقری کی رفتار چلنا کہلاتا ہے۔اردو زبان میں البتہ ایک محاورہ ''الٹے پاؤں بھاگنا'' آتا ہے۔ممکن ہے انسان کسی مخصوص وقت یا حالت مجبوری میں اس رفتار سے چلتا ہو۔

(9) **جمری** کود کود کر چلنے کو جمری رفتار چلنا کہتے ہیں شاید ہی کوئی انسان یہ چال چلتا ہو البتہ کنگرو جو مشہور جانور ہے یہ چال چلتا ہے بہر حال کود کود کر چلنے کو جمری چال چلنا کہتے ہیں۔

(10) **تبختر:** یہ اس انداز رفتار کو کہتے ہیں جس میں انسان آہستہ آہستہ خرامی، خرامی انداز میں گردن کو متکبرانہ انداز میں رکھتے ہوئے چلے۔یہ انداز رفتار بھی اچھا نہیں ہے۔

رفتار کی مذکورہ اقسام بیان ہو چکیں اب سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رفتار یعنی چلنے کے انداز مبارک کا بیان تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک رفتار کے بارے میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

"كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَآلِهٖ وسلّم اَذَا مَشٰى تَكَفَّأَ كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ".

ترجمہ۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب چلتے تو جھک جھک کر چلتے گویا کہ اُوپر سے اتر رہے ہیں۔''

''مشی'' یعنی آگے کی جانب جھک کر چلنا تکفو کی تفسیر بیان کی ہے۔اس کی مثال یوں ہے جیسے پھولوں سے لدی ٹہنی جھکتی ہے۔سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم چلتے ہوئے قدم مبارک چستی، طاقت اور سرعت کے

ساتھ اٹھاتے تھے۔ ایک اور حدیث جس کے راوی بھی سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اس میں آتا ہے کہ سرکار دوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چلتے تو زمین پر پورا قدم اٹھاتے اور کشادہ قدم مبارک رکھ کر چلتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک چال آسان اور بغیر کسی حرکت واضطراب کے قدرے تیز ہوتی۔ یوں محسوس ہوتا گویا کہ زمین کی بلندی سے اس کے نشیب وپستی میں اُتر رہے ہیں۔ یہ تمثیل پورے قدم مبارک اٹھانے کی قوت کے لئے ہے نہ کہ کسی تحرک اور کسی قسم کے اضطراب کے لئے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے راستے پر چلتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے زیادہ تیز تر کسی کو چلتے نہیں دیکھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا سرکار دوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قدموں مبارک کے نیچے زمین چھٹی جاتی تھی اور ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہمراہ چلتے ہوئے تکان اور محنت محسوس کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہمراہ رہنے کے لئے ہمیں دوڑنا پڑتا تھا اور یوں ہماری سانس پھول جاتی تھی جبکہ دُوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو کچھ محسوس نہیں ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم معمول کے مطابق بے تکلف چلتے تھے اور بالکل اضطراب نہ فرماتے تھے۔ یہ چال ہمت، طاقت، اولوالعزم اور شجاعت کی آئینہ دار ہے۔ ایسی چال چلنے سے ہمت وطاقت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ رفتار کی اقسام میں سے اس قسم کی رفتار سے چلنا اعضاء قوی اور اعتدال پر رہتے ہوئے راحت وآرام محسوس کرتے ہیں یا حاصل کرتے ہیں۔

سرکار دوعالم نورِمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کبھی نعلین (جوتے) مبارک پہن کر چلتے اور کبھی نعلین مبارک کے بغیر چلتے تھے۔ جب سرکارِ دوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہمراہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سفر یا ایک جگہ سے دوسری جگہ چل کر جاتے تو چلتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو اپنے آگے آگے چلنے کا حکم فرماتے اور خود محسن انسانیت پیچھے پیچھے چلتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ارشاد فرمایا کرتے تھے "میری پشت کو فرشتوں کے لئے خالی چھوڑ دو کیونکہ چلتے ہوئے میری پشت کے پیچھے فرشتوں کی ایک جماعت چلتی ہے"۔ سرکار دوعالم نورِمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سفر پر روانہ ہوتے وقت ہمیشہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو پہلے روانہ ہونے کا حکم فرماتے اور خود بعد میں کمزوروں اور ناتوانوں کو سہارا دے کر چلاتے ہوئے روانہ ہوتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہمیشہ "ہون" رفتار سے چلتے تھے ہون اقسام رفتار میں سے سب سے اعلیٰ، بہترین اور نہایت ہی جاذب نظر رفتار ہے۔ اس رفتار میں وقار، عزم ہمت شجاعت اور طاقت کا عملی مظاہرہ نظر آتا ہے۔ اس رفتار میں سستی، کاہلی، تکبر، رعونیت یا بڑائی کا ہرگز عنصر شامل نہیں۔ دُعا ہے اللہ کریم ہم سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سنت مقدسہ پر عمل کرنے کی ہمت طاقت وتوفیق عطا فرمائے اور چلتے ہوئے ہم اس سنت مقدسہ پر عمل کریں آمین۔

ماخذ کتب

(1) صحیح بخاری شریف۔

(2) وفاءالوفا۔جلد۔ثانی۔صفحہ۔110 از امام السمہودی رحمۃ اللہ علیہ۔

(3) الوفا با احوال مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔جلد۔اول۔صفحہ۔465۔

(4) مدارج النبوت۔جلد۔اول۔صفحہ۔40 ,39۔

بول مبارک

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بول مبارک (پیشاب مبارک) کی کیفیت کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی کثرت نے ملاحظہ کیا مشاہدہ کیا اگر تمام کے مشاہدات تحریر کیے جائیں تو دفتر کے دفتر درکار ہیں پھر ہمارا یہ موضوع بھی بہت طویل ہوجائے گا۔جس پاک ومحترم شخصیت کے بول مبارک میں خالق کائنات نے یہ برکات رکھی ہیں جنکا لاتعداد صحابہ کرام اور صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے مشاہدہ کیا اور اس کو مختلف مجالس میں بیان کیا اور احادیث مبارکہ بیان فرمائیں اُس شخصیت کے مقام ومرتبہ کو عقل انسانی بیان ہی نہیں کرسکتی۔

مدارج النبوت۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔42

دم (خون) مبارک

سرکارِ دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا بول ودم خون شریف طیب وطاہر تھا۔اور یہ حکم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے تمام فضلات کا ہے۔شارح صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام اعظم حضرت نعمان بن ثابت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی مذہب ہے۔حضرت شیخ ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فضلات کی طہارت پر بہت زیادہ اور کثرت سے دلائل موجود ہیں اور ہمارے ائمہ کرام اسے سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خصوصیات میں شمار کرتے ہیں۔یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دم مبارک کی برکات کے بیان میں کچھ واقعات وروایات تحریر کی جاتی ہیں۔

غزوہ اُحد کے روز جب سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چہرہ اقدس پر ضرب آئی اور دندان مبارک شہید ہوئے تو اس وقت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی حضرت مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبید بن ثعلبہ بن الجبر (خدرہ) بن عوف بن حارث بن خزرج) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک زخموں کا خون شریف چوس کر اپنی زبان سے زخموں کو صاف کردیا۔اُس وقت لوگوں نے حضرت مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اپنے منہ سے خون باہر نکالو انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا

کیونکہ میری غیرت اس بات کی اجازت ہی نہیں دیتی کہ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا خون مبارک زمین پر گرے انہوں نے یہ کہا اور خون مبارک کو نگل گئے اس پر تاجدار مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''جو شخص یہ خواہش رکھتا ہے کہ دنیا میں کسی جنتی کو دیکھے تو وہ مالک بن سنان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیکھ لے۔''

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حجام سے پچھنے لگوائے۔سنگھی یا چسکی سے جتنا لہو مبارک نکلتا حجام اس مبارک دم (خون) کو ساتھ ساتھ پیتا جاتا۔سرکار مدینہ سرورسینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حجام سے دریافت فرمایا''سنگھی سے نکلنے والے میرے خون کا کیا کر رہے ہو؟'' حجام نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں خون مبارک کو اپنے شکم میں ڈالتا جارہا ہوں۔میرا ایمان مجھے اِس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا خون مبارک زمین پر ڈالوں۔حجام کا یہ جواب سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا''بلاشبہ تم نے اپنی پناہ تلاش کرلی۔اور اپنے نفس کو محفوظ بنالیا یعنی ہر قسم کی بلا اور امراض سے بچ گئے۔''

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی الاسدی۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب قصی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مل جاتا ہے۔حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ صفیہ بنت عبدالمطلب آپ علیہ السلام کی پھوپھی تھیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھتیجے تھے۔حضرت عبداللہ کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی صاحبزادی تھیں) جو تاریخ اسلام کی نہایت ہی قدآور شخصیت ہیں فرماتے ہیں ایک مرتبہ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے پچھنے لگوائے اور جسم مبارک سے نکلنے والے خون کو مجھے دے کر فرمایا ''اسے کسی ایسی جگہ غائب کردو جہاں کسی کی اس پر نظر نہ پڑے''۔حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (73ھ میں مکہ مکرمہ میں حجاج بن یوسف کے ہاتھوں شہادت پائی خلافت 63ھ تا 73ھ۔ 33 حدیثیں روایت کی ہیں) فرماتے ہیں کہ میں نے وہ خون مبارک پی لیا کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ میرے شکم سے زیادہ کوئی دوسری پوشیدہ جگہ نہیں ہوسکتی۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ ''میرے خون کا کیا رہا؟ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوری صورتِ حال عرض کردی جسے سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔

''وائے تمہیں لوگوں سے اور وائے لوگوں کو تم سے'' یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قوت، مردانگی، شجاعت اور بہادری سے کنایہ تھا جو انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خون مبارک کے پی لینے سے حاصل ہوئی۔ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خون مبارک پیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا '' لَا تَمَسُّکَ النَّارُ اِلَّا قَسَم'' اَلْیَمِیْن '' یعنی تمہیں دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی مگر قسم کے لئے۔''

ماخذ کتب

(1) مواہب الدنیہ۔

(2) شفاء شریف۔

(3) مدارج النبوت؛۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔43۔

قضائے حاجت کے وقت زمین کا شق ہونا

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بول شریف اور دم (خون) مبارک کی طہارت کا بیان گزر چکا یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے قضائے حاجت کے وقت زمین کے شق ہونے کا بیان تحریر کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا بول و براز بھی طہارت کی کیفیت والا تھا۔چند روایات کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو فراغت کے بعد زمین میں شگاف پڑ جاتا اور زمین آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا بول و براز اپنے اندر سمو لیتی اور اُس جگہ سے نہایت ہی عمدہ خوشبو پیدا ہوتی جس سے اطراف میں خوشبو پھیل جاتی تھی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بول و براز کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بیت الخلاء سے استنجا فرمانے کے بعد باہر تشریف لاتے تو میں اندر جا کر دیکھتی تو وہاں براز نام کی کوئی چیز نہ ہوتی۔سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مزید ارشاد فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے اس سلسلے میں دریافت کیا تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تم نہیں جانتی انبیاء کرام علیہم السلام کے جسم اطہر سے جو کچھ نکلتا ہے اُسے فوراً زمین نگل جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اُسے کوئی نہیں دیکھ سکتا''۔

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں سفر کے دوران سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہمراہ تھا۔سفر کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم قضائے حاجت کے لئے ایک جگہ تشریف لے گئے فراغت کے بعد جب واپس تشریف لائے تو میں اس جگہ گیا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فراغت فرمائی تھی۔میں نے وہاں بول و براز شریف کا کوئی نشان تک نہ دیکھا۔البتہ وہاں چند ڈھیلے پڑے ہوئے تھے میں نے اُن ڈھیلوں کو اٹھایا تو ان میں سے نہایت ہی عمدہ لطیف اور پاکیزہ خوشبو آرہی تھی۔مذکورہ روایات کے علاوہ بھی فضلات کی طہارت پر روشن دلائل کتب سیر میں ملتے ہیں۔

مدارج النبوت۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔42۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے استعمال کی اشیاء

یعنی لباس مبارک

عمامہ (دستار) مبارک

سرکارِ دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا عام لباس چادر، قمیص اور تہ بند پر مشتمل ہوتا۔اور سر مبارک پر عمامہ شریف باندھا کرتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جو عمامہ شریف استعمال فرماتے اسکا نام ''سحاب'' تھا۔عمامہ شریف کا کبھی شملہ چھوڑا کرتے اور کبھی شملہ نہیں چھوڑا کرتے تھے۔اکثر شملہ مبارک کے دونوں پلو مبارک شانوں پر ڈالتے تھے۔اور بعض اوقات شملہ ایک کاندھے مبارک پر ڈالتے۔بعض اوقات عمامہ میں ''تحنیک'' فرماتے یعنی دستار مبارک کا ایک پیچ بائیں جانب سے ٹھوڑی مبارک کے نیچے سے گزار کر سر مبارک پر لپیٹ لیتے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اکثر سیاہ رنگ کا عمامہ استعمال فرماتے تھے۔عمامہ مبارک کے نیچے سر سے لپٹی ہوئی ٹوپی ہوا کرتی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اونچی ٹوپی استعمال نہیں فرمائی۔بعض اوقات عمامہ شریف ٹوپی کے بغیر بھی استعمال فرمالیا کرتے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بظاہر دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس عمامہ مبارک کو استعمال کیا۔حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ۔

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو منبر پر تشریف فرما دیکھا۔اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ شریف تھا جس کے دونوں سرے دونوں مبارک کاندھوں پر لٹک رہتے تھے۔''

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عمرو بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ۔قبیلہ خزرج 540 حدیثیں روایت کی ہیں) ارشاد فرماتے ہیں کہ ''فتح مکہ کے روز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مکہ شریف میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سیاہ عمامہ شریف زیب سر مبارک کیا ہوا تھا۔'' اس حدیث شریف میں عمامہ مبارک کے پلو کو لٹکانے کا ذکر نہیں ہے۔لہٰذا یہاں سے معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہمیشہ عمامہ مبارک کے پلو کو مبارک کندھوں پر نہیں لٹکایا کرتے تھے بلکہ کبھی لٹکا لیتے جیسا کہ پہلی حدیث سے ثابت ہے اور کبھی نہیں لٹکاتے تھے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جسم مبارک پر جنگ کا لباس تھا اور سر مبارک پر خود یعنی لوہے کی ٹوپی تھی۔یہاں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہر موقع پر ایک ہی لباس زیب تن نہیں فرماتے تھے بلکہ موقع کے مطابق لباس استعمال فرماتے۔
شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے عمامہ مبارک کے پلو کو لٹکانے کے بارے میں ایک عمدہ ولطیف نکتہ بیان فرمایا ہے کہتے ہیں ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مدینہ منورہ میں خواب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خالق کائنات کی زیارت فرمارہے ہیں۔اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس بات پر جھگڑ رہے ہیں؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے عرض کیا'' یا اللہ تو ہی بہتر جانتا ہے''۔ اس کے بعد اللہ سبحان وتعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دونوں مبارک کاندھوں کے درمیان رکھا تو جو کچھ زمین وآسمان کے درمیان تھا سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر عیاں ہوگیا اور ہر ایک چیز کا علم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حاصل ہوگیا''۔ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دست قدرت کی انتہائی ٹھنڈک کو اپنے سینہ اقدس تک محسوس فرمایا اور زمین وآسمان کے درمیان جو کچھ ہے سب کا علم حاصل فرمالیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی میں اس روایت کو نقل کیا ہے اُن سے پوچھا گیا کہ یہ روایت صحیح ہے نیز کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک کاندھوں پر پلو لٹکانے کی روایت بھی صحیح ہے؟ اس سوال کے جواب میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ''صرف جاہل لوگوں کی زبانیں اور دل ہی اس کا انکار کرسکتے ہیں۔ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سوا اور کسی کے متعلق پلو لٹکانے کی بات ثابت کرنا بھی فضول سمجھتا ہوں۔مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم عمامہ مبارک کے پلو کو کبھی کندھوں پر ڈال لیتے اور بعض اوقات نہ بھی ڈالتے۔

سرکارِ دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جو عمامہ مبارک استعمال فرماتے وہ نہ تو اتنا وزنی وبڑا ہوتا کہ سرِ اقدس پر وزن محسوس ہوتا اور نہ ہی اتنا چھوٹا وہلکا ہوتا کہ سرِ مبارک پر تنگ ہو۔روایات میں آتا ہے کہ عمامہ شریف چودہ ہاتھ سے لمبا نہیں ہوتا تھا اور پگڑی ودستار کے لئے یہی شرعی حدِ لمبائی ہے۔اس کے علاوہ پگڑی کے کپڑے کی لمبائی شرعی سات ہاتھ بھی ہے۔یعنی 14 ہاتھ یا 7 ہاتھ لمبائی شرعی ثابت ہے۔شرعی پیمانہ کی لمبائی ایک ہاتھ ہے۔یہ لمبائی بیچ کی انگلی سے کہنی تک ہوتی ہے اسکی مقدار دو بالشت یعنی چوبیس انگلی ہوتی ہے۔دو بالشت جگہ میں 24 حروف آتے ہیں اور یہ مقدار حروف وجگہ کلمہ شریف کی ہے۔'' لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّد'' رَّسُوْ لُ اللہِ'' کے حروف کی گنتی کیجئے یہ پورے 24 حروف ہیں۔(بعض جگھوں پر ناپنے کے لئے جو گز استعمال کیا جاتا ہے اسکی لمبائی تین فٹ یا 36 انچ ہوتی ہے۔جیسے ہم زمین یا کپڑا وغیرہ ناپنے کے لئے گز استعمال کرتے ہیں گز کی یہ لمبائی ہر قوم اور ہر زمانے سے رائج چلی آرہی ہے)۔

سرکارِ دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم عمامہ شریف کے نیچے سفید رنگ کی ٹوپی استعمال فرماتے جو سر مبارک کے ساتھ چمٹی ہوتی تھی۔یہ مبارک ٹوپی بلند نہ تھی اِسے عربی زبان میں طاقیہ کہتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلّم کا ارشادگرامی ہے کہ ''ہمارے اور مشرکوں کے درمیان فرق ٹوپیوں پر عمامہ باندھنا ہے''۔ اس ارشادگرامی کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ہمارے عمامے ٹوپیوں پر باندھے جاتے ہیں اور مشرکوں کے عمامے ٹوپیوں کے بغیر ہوتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم عمامہ باندھتے تو ''سدل'' فرماتے۔ سدل عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی سرا چھوڑنا ہے یعنی عمامہ شریف باندھ کر دونوں مبارک شانوں کے درمیان پشت مبارکہ کی طرف عمامہ کا سرا چھوڑتے لٹکاتے۔ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو عمامہ شریف باندھے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے عمامہ شریف کا سرا اپنی پشت مبارکہ پر دونوں شانوں کے درمیان لٹکا رکھا تھا'' حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کے الفاظ میں اتنا اضافہ فرمایا ہے۔

''قَدار خي طرفها بَيْنَ كُتِيفِه.''

''بے شک عمامہ کے سروں کو دونوں شانوں کے درمیان لٹکاتے'' شانوں کے درمیان پشت مبارکہ پر عمامے کے سرے کو لٹکانا عربی زبان میں عذابہ وذوابہ کہلاتا ہے۔ اسے سنت عمامہ بھی کہتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب عمامہ باندھتے تو اس میں ''تدویر'' فرماتے تدویر عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی گولائی کے ہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جو عمامہ شریف باندھتے وہ سرِ اقدس پر گولائی میں ہوتا۔ عمامہ شریف کے مبارک پیچ کو سرِ اقدس کے گرد لپیٹ لیتے اور کپڑے کے ایک سرے کو عمامہ سے اڑستے اور دوسرے کو چھوڑتے اور پشت مبارک کے پیچھے لٹکاتے تھے۔''

صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ:۔

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو منبر شریف پر اس حال میں دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا اور اسکے ایک سرے کو دونوں شانوں کے درمیان چھوڑا ہوا تھا۔''

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو سرِ اقدس پر سیاہ عمامہ تھا۔''

اس حدیث میں ذوابہ یعنی عمامہ کے سرے کو چھوڑنے کا ذکر نہیں ہے۔ اس حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بعض اوقات عمامہ کا سرا نہیں بھی چھوڑتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی عمامہ کے ساتھ زیارت کی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سرِ اقدس پر خود (آہنی ٹوپی) تھا اور یہ جنگ کی حالت تھی۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلّم جب شہر میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سرِ اقدس پر خود تھا۔علماء فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فتح مکہ کے روز شہر میں داخل ہوئے تو جسم اطہر پر ہتھیار سجے ہوئے تھے اور سر مبارک پر خود تھا عمامہ نہیں باندھا ہوا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حالات کی مناسبت سے لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے۔بعض علماء ومحققین دونوں قولوں میں یوں تطبیق کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خود کے اُوپر عمامہ باندھ رکھا تھا۔

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

''فتح مکہ کے روز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم شہر میں داخل ہوئے تو سر مبارک کے اُوپر خود تھا اور خود کے اُوپر عمامہ باندھ رکھا تھا۔''

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

''فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جب خطبہ ارشاد فرمایا اس وقت سرِ اقدس پر سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا یہ خطبہ کعبہ مقدسہ کے دروازے پر تشریف فرما ہوتے ہوئے دیا۔''

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی 31ھ مدینہ منورہ) ارشاد فرماتے ہیں کہ

''میرے سر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے عمامہ باندھا تو میری پشت پر دونوں شانوں کے درمیان اس عمامہ کا سرا لٹکا دیا۔''

کتب سیر میں آتا ہے کہ غزوہ بدر وحنین کے روز جو فرشتے اہل حق کی مدد کے لئے نازل ہوئے تھے ان سب نے بھی عمامے باندھ رکھے تھے جن کے سرے اُن کی پشتوں پر لٹک رہتے تھے۔(واللہ اعلم)

علماء ومحققین ارشاد فرماتے ہیں کہ عمامہ کا وہ سرا جو پشت پر دونوں شانوں کے درمیان لٹکایا جاتا ہے اس کی کم سے کم لمبائی چار انگل اور زیادہ سے زیادہ لمبائی نصف کمر تک ہونی چاہئے اگر لمبائی مذکورہ دونوں حدوں سے زیادہ یا کم ہو تو یہ ''اسبال'' یعنی مکروہ ہے۔عمامے کے شملہ کی جگہ ''تـخیک'' کرنا بھی ثابت ہے ''تـخیک'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عمامے کے شملہ کو بائیں جانب سے تالو اور ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر داہنی جانب اڑس لینا۔

ماخذ کتب

(1) از: صحیح بخاری شریف

(2) مواہب الدنیہ

(3) شفاء شریف

(4) مدارج النبوت

(5) زادالمعاد

(6) فتوحات مکیہ۔

حلّہ (لباس) مبارک

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم زیب تن فرمانے والے لباس میں قمیص، تہ بند اور چادر استعمال فرمایا کرتے تھے۔قمیص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو بہت پسند تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جبہ اور فروج مبارکہ بھی استعمال فرمائی۔ یہ دونوں چیزیں قباء کی طرح ہوتی ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جو قمیض استعمال فرماتے اسکی آستین تنگ ہوا کرتی تھی۔کھلی آستین کی قمیض استعمال نہیں فرماتے آستین مبارکہ اس قدر تنگ ہوتیں کہ وضو کے دوران اس میں سے ہاتھ باہر نکالنے پڑتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کسروانی جبہ مبارک بھی استعمال فرمایا کرتے تھے جسکی جیب اور دونوں چاکوں پر دیبا کی سنجاب تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جو مبارک چادر استعمال فرماتے اسکا طول چھ ذراع اور عرض تین ذراع اور ایک بالشت تھا۔

رسول اللہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جو تہ بند استعمال فرماتے وہ عمانی سوت سے تیار شدہ ہوتا تھا۔ اس مبارک چادر کا طول چار ذراع ایک بالشت اور عرض دو ذراع ایک بالشت تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اکثر سفید لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے سرخ رنگ کا لباس پسند نہیں فرماتے تھے۔اور نہ ہی کبھی سرخ رنگ کا لباس زیب تن فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ''حلّہ'' (ایک لباس کا نام ہے جو کہ دو کپڑوں پر مشتمل ہوتا ہے) استعمال فرماتے اگر کسی کے ذہن میں یہ آتا ہو کہ حلّہ بالکل ہی سُرخ رنگ کا تھا تو اُسے غلط فہمی ہوئی ہے۔کیونکہ حلّہ سے مُراد دو لمبی چادریں ہیں جن پر عام یمنی چادروں کی طرح سُرخ اور سیاہ لکیریں تھیں سُرخ لکیروں کی وجہ سے اُن کو سُرخ چادریں کہا جانے لگا۔جبکہ حقیقت میں سُرخ لباس مردوں کے لئے اسلام میں سختی سے منع ہے اس سلسلے میں صحیح بخاری کی روایت موجود ہے جس میں آتا ہے کہ:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے گدھوں پر سُرخ کاٹھیاں استعمال کرنے سے منع فرمایا''

سنن ابی داؤد میں روایت ہے جس میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت انہوں نے زعفرانی رنگ سے رنگی ہوئی ایک چادر اوڑھ رکھی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ کیسی چادر ہے جو تم نے اوڑھ رکھی ہے؟'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس ارشاد مبارک سے ناراضگی کو محسوس کر لیا فوراً گھر آیا تو تنور گرم ہو رہا تھا میں نے اپنی وہ چادر تنور میں ڈال دی۔دُوسرے روز خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دریافت فرمایا ''تم نے اُس چادر کا کیا کیا؟'' میں نے عرض کی چادر کو گرم تنور میں ڈال

دیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''اُس چادر کو گھر میں کسی عورت کو کیوں نہ پہنا دیا؟ کیونکہ عورتوں کے لئے اس رنگ کو پہننے کی اجازت ہے''۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھ پر دو کسم (کڑ کا پھول جس سے سرخ کپڑے رنگے جاتے ہیں) کی رنگی ہوئی چادریں دیکھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ ''ایسی چادریں مت پہنو یہ کفار کا لباس ہے''

صحیح مسلم شریف میں روایت ہے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے لباس کو کسم کا رنگ دینے سے منع فرمایا'' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کپڑے کو کسم کا رنگ دیا جائے تو کپڑا اُسرخ رنگ کا ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے لباس کو کسم کا رنگ دینے سے منع فرمایا۔

ایک حدیث شریف میں یوں آتا ہے کہ ''ایک دفعہ سفر کے دوران صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہمراہ جا رہے تھے راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ہمراہیوں کے سامان میں چادریں دیکھیں جن پر (واضح) سُرخ دھاریں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ ''میں تمہاری سواریوں پر یہ سرخی نہ دیکھوں!'' صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ فرمان سُنا تو اسقدر تیزی کے ساتھ اپنے اونٹوں کی طرف بڑھے کہ اونٹ بدک گئے اور ہم نے فوراً تمام سواریوں سے سرخ رنگ کے کپڑے اُتار لیے۔

حضرت امام احمد اور حضرت ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اپنی اپنی اسناد سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ ''شاہِ روم ہرقل نے سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت اقدس میں سندس کا نہایت ہی قیمتی اور شاندار جُبّہ بطور ہدیہ بھیجا اس جبّہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے زیب تن فرمایا مجھے ابھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مبارک ہاتھ اس جبّے سے باہر نکلے نظر آتے ہیں۔ اِسی روایت کے بارے میں خطابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے شاہ روم ہرقل کے بھیجے ہوئے جبّہ پر سندس (ریشم) کا کچھ کام کیا ہوا ہو ورنہ عام طور پر جبّہ سندس (ریشم) کا بنا ہوا نہیں ہوتا۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''انہوں نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا مبارک جبّہ ہے پھر انہوں نے ایک خسروانی بہترین جبّہ مبارک نکال کر دکھایا۔ اس جبہ مبارک پر ریشم کا کام کیا ہوا تھا۔ اس کے کناروں پر بھی ریشم کا کام کیا ہوا تھا۔ مزید فرماتی ہیں کہ جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انتقال فرما گئیں تو میں نے اس مبارک جبّہ کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس جبّہ مبارک کو استعمال فرمایا کرتے تھے۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا (زوجہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ التوفی 73ھ مکہ مکرمہ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے 56 حدیثیں روایت کی ہیں) مزید فرماتی ہیں کہ اگر کوئی مریض میرے پاس آتا تو میں اس جُبّہ کو دھو کر اسکا پانی اُسے پلا دیا کرتی تو مریض صحت یاب ہو جاتا تھا۔ سبحان اللہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے جبّہ مبارک کی برکت تھی تو ذات اقدس کا کیا کہنا۔

از: زادالمعاد۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 152, 153, 154

سیرت رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ صفحہ۔ 262, 263

انگوٹھی، کمبل، نعلین اور قمیص مبارکہ

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم چاندی کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ انگوٹھی کا نگینہ اندر کی طرف ہوتا تھا۔ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح ترمذی میں حدیث نقل فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے انگوٹھی اُتار دیتے تھے'' حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ حضرت امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔ (واللہ اعلم)

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لباس مبارک میں سے انگوٹھی (انگشتری) بھی شامل تھی۔ صحیح بخاری و مسلم شریف میں باب لباس نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بیان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت موجود ہے فرماتے ہیں کہ:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم چاندی کی انگوٹھی (انگشتری) استعمال فرماتے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دائیں دست مبارک کی انگلی میں رہتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وصال شریف کے بعد یہی انگشتری سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں رہی ان کے بعد یہی انگشتری سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں رہی اور ان کے بعد یہی انگشتری سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں رہی۔ مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آخری ایاّم میں یہ انگشتری مبارکہ ''بیرِ اریس'' میں گر گئی۔

''بیرِ اریس'' ایک کنویں کا نام ہے جو کہ مسجد قباء کے صدر دروازے کے بالکل سامنے ہے موجودہ دور میں سعودی حکومت نے مسجد قباء اور بیرِ اریس کے درمیان نمازیوں کے لئے وضو خانے تعمیر کر دیے ہیں۔ ان وضو خانوں کی پشت پر ایک چھوٹا سا گراسی گراؤنڈ (گھاس سے ڈھکی سطح زمین) ہے جس کے اختتام پر پختہ سڑک کے کنارے فائر بریگیڈ کے دفتر کے لئے اس کنویں پر ہائی ڈینٹ (بلند سطحی نشان) لگا کر لوہے کا جنگلہ لگا دیا گیا ہے اور کنواں بند کر کے صرف ایک بڑا فولادی پائپ باہر نظر آتا ہے لوگ اس جنگلے میں ڈبے۔ ٹین و دیگر کوڑا کرکٹ پھینک دیتے ہیں اور یوں

اس نہایت قدیم تاریخی کنوئیں کا نشان ہی ختم کر دیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادم ''معیقب'' کے پاس یہ انگشتری تھی اور وہ سید حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ کنویں کے کنارے بیٹھا ہوا تھا حضرت نے کسی کاغذ پر مہر لگانے کے لئے شاید یہ انگشتری اپنے اس خادم معیقب کو پکڑائی مگر اس سے انگشتری کنوئیں میں گر گئی۔ انگشتری کو بہت تلاش کیا گیا یہاں تک کہ کنوئیں کا سارا پانی نکال دیا گیا کنواں خشک ہو گیا مگر انگشتری پھر بھی نہ مل سکی۔ علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ اس مبارک انگشتری میں ملک وملت کا انتظام وانصرام چلانے کے لئے بہت سے رموز واسرار پوشیدہ تھے اس سے پہلے سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری میں بھی اسرار ورموز حکومت پوشیدہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مبارک انگشتری کے گم ہو جانے کے بعد سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ہی ملک میں تفرقہ وفتور کی ابتداء ہوئی جن میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا گیا تاریخ اسلام اسکی گواہ ہے۔ ان فتنوں کی ابتداء حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے ہوئی اور یوں یہ سلسلہ چل نکلا جو کہ شاید قیامت تک اسی طرح جاری رہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت صحیحین میں مذکور ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی انگشتری مبارکہ چاندی کی تھی اور اُس میں حبشی نگینہ لگا ہوا تھا''۔ حبشی نگینے کے بارے میں کئی قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ نگینہ سیاہ رنگ کا تھا بعض کے نزدیک وہ نگینہ سیاہ پتھر تھا جو کہ ملک حبشہ میں پایا جاتا ہے اور اس کی بہت سی کانیں وہاں موجود ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ اُس نگینے کو بنانے والا حبشی تھا وغیرہ۔ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم انگشتری مبارک کے نگینے کو ہتھیلی کی جانب رکھتے تھے۔

کئی حدیثوں میں آتا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے ہاتھ کی اُنگلی میں لوہے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس انگوٹھی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا ''میں تیرے پاس جہنمیوں کا زیور دیکھتا ہوں''۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ''چاندی کی انگوٹھی بنا اور اسے ایک مثقال یعنی ساڑھے تین ماشے سے زیادہ نہ کر''۔ ایک اور روایت میں ہے ارشاد فرمایا ''پورے ایک مثقال (ساڑھے تین ماشے) نہ کرنا''۔ یعنی اس وزن سے کچھ کم کرنا۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس کی انگلی میں تانبے کی انگوٹھی تھی جس سے بت بنائے جاتے تھے اس کا رنگ سونے کی طرح تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس انگوٹھی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا ''مجھے کیا ہوا میں بتوں کی بو پاتا ہوں'' عربی زبان میں پیتل کو (شبہ) کہتے ہیں اس شخص نے فوراً اس انگوٹھی کو انگلی سے اُتار کر پھینک دیا۔ بہرحال رانگ، لوہے اور پیتل کی انگوٹھی پہننا مکروہ ہے۔

سونے کی انگوٹھی کے بارے میں صحیح بخاری و مسلم شریف میں حضرت براء بن عازب اور حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث مروی ہے فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے (مردوں کو) سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے۔''

اسی طرح بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے 1630 احادیث مروی ہیں۔ آپ نے 74ھ میں مکہ مکرمہ میں تقریباً 84 سال کی عمر میں وفات پائی) کی ایک حدیث بھی نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ اس کے بعد سنت پر عمل کرتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے بھی سونے کی انگوٹھیاں نبوائیں۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خطبہ ارشاد فرمانے کیلئے منبر پر تشریف لائے اور اپنے دست حق پرست کی انگلی میں پہنی ہوئی سونے کی انگوٹھی نکال کر پھینک دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اس عمل مبارک کو دیکھ کر موجود ان تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے بھی اپنی اپنی انگلیوں سے انگوٹھیاں نکال کر پھینک دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا'' سونے کی انگوٹھی بنوانا (یعنی مرد کے لئے کہ وہ اُسے اپنے ہاتھ میں پہنے) منع ہے''۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اپنے اپنے ہاتھوں سے سونے کی انگوٹھیاں نکال کر پھینک دیں تو پھر انکو اٹھایا نہیں۔ وہاں موجود ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے کہا یہ انگوٹھیاں تمہارا مال ہیں تمہاری ملکیت ہیں انہیں اٹھالو (یعنی خود استعمال نہ کرنا انہیں اپنے گھر کی عورتوں کو دے دینا یا فروخت کر کے کسی دوسرے کام کے لئے رقم استعمال کر لینا) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے جواب دیا ہم اُس چیز کو ہرگز ہاتھ نہیں لگائیں گے جس سے سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے منع فرمایا ہے۔

عقیق کا پتھر

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ارشاد فرمایا کہ ''سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد گرامی ہے عقیق کا پتھر لگا کر انگوٹھی کو دائیں ہاتھ میں ڈالا کرو کیونکہ داہنا ہاتھ زینت کا زیادہ مستحق ہے۔'' عقیق کی انگوٹھی کے بارے میں مختلف روایات آتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ''عقیق کی انگوٹھی پہنو کیونکہ یہ محتاجی کو دور کرتا ہے۔'' سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ''عقیق مبارک ہے'' سیدہ خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد گرامی ہے کہ ''جس نے عقیق کی انگوٹھی پہنی وہ خیر دیکھے گا۔''

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جب بن

عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔ قبیلہ نجار۔ والدہ ماجدہ اُم سلیم سہلہ بنت لمحان انصاریہ۔ رشتہ میں وہ رسول کریم علیہ السلام کی خالہ ہوتی تھیں) (آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 2286 حدیثیں روایت کی ہیں۔ التوفی 93 ھ بعمر 103 سال) سے روایت منقول ہے فرمایا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جو انگوٹھی استعمال کرتے تھے وہ چاندی کی تھی اور اس کا نگ بھی چاندی کا تھا'' صحیح مسلم شریف میں اسی سلسلے میں روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی انگوٹھی مبارکہ چاندی کی تھی اور اس کا نگ حبشی تھا'' جسکا پہلے ذکر گزر چکا ہے۔ علماء کی اکثریت کا قول ہے کہ عین ممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے استعمال میں مذکورہ دونوں طرح کی انگوٹھیاں ہوں۔ ان میں سے کبھی چاندی کے نگ والی اور کبھی حبشی نگ والی استعمال فرماتے ہوں۔

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی انگوٹھی مبارکہ کے نگ پر جو مہر نبوی کندہ تھی اسکی عبارت اس ترتیب سے تھی۔ پہلی سطر پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) دوسری سطر میں رسول اور تیسری وہ آخری اوپر کی سطر میں اللہ کا اسم جلالت کندہ تھا۔ یوں ترتیب عبارت ایسے تھی۔

اللہ
رسول
محمد

اللہ

رسول

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم)

انگوٹھی کس ہاتھ میں پہنی جائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم انگوٹھی مبارک کس ہاتھ میں پہنتے تھے اس سلسلے میں دو قول ہیں پہلا یہ کہ دائیں ہاتھ مبارک میں پہنتے تھے اور دوسرا یہ کہ بائیں ہاتھ مبارک میں پہنتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم (1 ھ میں حبشہ میں دوران ہجرت پیدا ہوئے اور 80 ھ مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ چند احادیث روایت کیں دو متفق علیہ ہیں) کے نزدیک پہلا قول ہے جبکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسرا قول و عمل ہے۔ یوں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے کہ کس ہاتھ میں انگوٹھی پہننا افضل ہے اکثریت کے نزدیک دائیں ہاتھ میں پہننا افضل ہے جبکہ بائیں ہاتھ میں پہننا بھی ثابت ہے۔ علماء کرام نے اس اختلافی مسئلے کو یوں حل فرما دیا ہے کہ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنی جائے یا بائیں ہاتھ میں پہنی جائے دونوں طرح جائز ہے۔ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ عین ممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم انگوٹھی مبارکہ کو کبھی دائیں ہاتھ کی مبارک انگلی میں پہن لیتے ہوں اور کبھی بائیں ہاتھ کی مبارک انگلی میں۔

کمبل مبارک

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس ایک سیاہ کمبل تھا جسے استعمال فرمایا کرتے یہ کمبل بالوں کا بنا ہوا تھا۔ روایت ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک پرانا کمبل اور موٹے سوف کی ایک چادر نکالی اور فرمایا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب اس فانی دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ دونوں کپڑے زیب تن فرما رکھے تھے۔''

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ایک مرتبہ منقش کمبل میں نماز ادا فرمائی۔ دورانِ نماز نگاہ مقدسہ ان نقوش پر پڑی جو کمبل پر بنائے گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نماز کے فوراً بعد ارشاد فرمایا ''یہ کمبل ابوجہم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دے آؤ اور اُن سے اُن کا سادہ کمبل لا کر مجھے دے دو کیونکہ یہ کمبل دورانِ نماز مجھے اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے اور یوں نماز کے خشوع میں فرق کا موجب بن سکتا ہے''۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ہمیں ایک ملبد (ملبد کھردرے موٹے بھاری کو کہتے ہیں) کمبل دکھایا اور ایک موٹی چادر جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم استعمال فرمایا کرتے تھے۔ مزید فرماتے ہیں کہ جب سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا وصال شریف ہوا تو یہ دونوں کپڑے زیب تن فرما رکھے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ایک روز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مسجد کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بالوں سے بنا ہوا کمبل اوڑھ رکھا تھا۔

نعلین مبارکہ

سرکارِ دوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جو پاپوش مبارک یعنی نعلین (جوتا) شریف استعمال فرماتے تھے اُس کا نام ''ناسومہ'' تھا۔ اس نعلین مبارکہ کی شکل چپلی کی طرح تھی جس پر دو دو تسمے دہری تہہ والے لگے ہوئے تھے۔ اُن دو تسموں میں سے ایک تسمہ انگوٹھے اور اسکی ساتھ والی انگلی مبارکہ کے درمیان جبکہ دُوسرا تسمہ درمیانی انگلی مبارکہ کے درمیان ہوتا تھا۔ صوفیہ کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم معراج شریف پر تشریف لے گئے تو یہی مبارک نعلین زیب پاؤں مبارک تھی۔ خالق کائنات نے اُس وقت ارشاد فرمایا ''اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) ان نعلین سمیت ہی عرش پر تشریف فرما ہو جایئے۔''

حضرت مطرف بن عبداللہ شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''مجھے ایک اعرابی نے بتایا کہ میں

نے تمہارے نبی محترم سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جوتے میں پیوند لگے دیکھے ہیں۔'' قربان جائیں آقا نامدار رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کہ پوری کائنات انہی کے صدقے بنائی گئی اور سادگی کا عالم یہ ہے کہ مبارک نعلین کو پیوند لگا کر استعمال فرمالیا کرتے یہ سب کچھ حقیقت میں اُمت کی تعلیم کے لئے تھا۔ پتہ چلا کہ اپنا کام خود کرنا اور سادگی اختیار کرنا وہ سنت مبارکہ ہے جس پر عمل کرتے ہوئے ہی اُمت مسلمہ دین و دنیا کی فلاح وکامیابی حاصل کرسکتی ہے دُعا ہے اللہ کریم ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے امین۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جوتے مبارک میں اگلی جانب دوز مام اور قبالے تھے''۔ جوتے کے تسمے کو قبالہ کہتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نعل مبارک کے اگلے حصّہ میں انگلیوں کے درمیان پاؤں کو مضبوطی سے برقرار رکھنے کے لئے دوز مام اور تسمے تھے جنکو قبالہ کہا جاتا ہے''۔ ان کی مدد سے پاؤں جوتے میں مضبوطی کے ساتھ جما رہتا ہے۔

حضرت عُبید بن جریج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ''میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کی حضرت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں میں رنگے ہوئے چمڑے کی جوتیاں پہنے دیکھتا ہوں؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ایسے جوتے استعمال فرماتے دیکھا جو رنگے ہوئے چمڑے سے بنے ہوئے تھے اور سرکارِ دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان کو استعمال فرماتے ہوئے وضو بھی فرمالیا کرتے تھے۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''میں نے سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو گائے کے چمڑے سے بنے ہوئے جوتے زیب پاؤں مبارک کیے ہوئے دیکھا جن کو پیوند لگے ہوئے تھے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب جوتا مبارک پہنتے تو دائیں طرف سے آغاز فرماتے اور جب جوتا مبارک اُتارتے تو بائیں جانب والا پہلے اُتارتے۔''

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چھ سو (600) ہجری کے بعد یہ بات مشہور ہوئی کہ ایک تاجر ابن حدرد کے پاس نعلین مبارک (جوتے) کا ایک پیر ہے وہ کہتا ہے کہ یہ نبی علیہ السلام کا نعلین (جوتا) ہے الملک الاشرف موسیٰ بن الملک العادل ابی بکر بن ایوب نے کثیر سرمایہ دے کر اسے خریدنا چاہا مگر اس نے فروخت کرنے سے انکار کر دیا معمولی عرصہ بعد وہ فوت ہوگیا تو وہ جوتا الملک الاشرف مذکور کو میسّر آ گیا اس نے خوب تعظیم وتکریم کی جب اس نے قلعہ کے ایک گوشہ میں ''دارالحدیث الاشرفیہ'' کا سنگِ بنیاد رکھا تو اسے ایک کمرہ میں محفوظ کر دیا اور ایک خادم مقرر کر دیا۔ آج تک دارالحدیث الاشرفیہ میں موجود ہے۔ یہ ہماری خوش بختی ہے کہ نعلین مبارک لاہور شاہی مسجد میں محفوظ

ہیں اور عشاقانِ تشنگانِ تبرکات نبوی علیہ السلام زیارت وعقیدت سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔

خفین (موزے)

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خفین (موزے) بھی استعمال فرمایا کرتے تھے جو کہ اکثر چمڑے کے بنے ہوتے تھے وضو کے دوران ان پر مسح فرمایا کرتے تھے۔ چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا سُنت ہے پھر دن کی بقایا نمازوں میں وضو کے دوران پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں ہوتی مسح کر لیناہی کافی ہے۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد گرامی حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ''شاہِ حبشہ نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت اقدس میں دو سیاہ رنگ کے خفین (موزے) بطور ہدیہ بھیجے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُن موزوں کو پہنا اور ان پر مسح فرمایا پھر نماز ادا فرمائی۔''

قمیص مبارکہ

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو سفید لباس سب سے زیادہ پسند تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ''سفید رنگ کا کپڑا سب سے بہتر ہے یہی پہنا کرو اور اسی سے مُردوں کو کفن دیا کرو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو پہلے یہ دُعا پڑھا کرتے تھے۔

''اللھم انت کسوتنی ھذا (القمیص او الرداء او العمامة)

ممالک خیرہٗ و خیر منع له و اعوذ بک من شرہٖ و شرما منع له.''

ترجمہ۔ ''اے اللہ تو نے مجھے یہ (قمیص، چادر وعمامہ) پہنایا میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس کے لیے بنی ہے اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور اسکے شر سے اور جس کے لیے بنی ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جو جبّہ اور قمیص زیب تن فرماتے اسکی آستین تنگ ہوتیں کھلی آستینوں والی قمیص استعمال نہیں فرماتے تھے۔ ہمیشہ جب قمیص زیب تن فرمانے لگتے تو پہلے دائیں طرف سے شروع فرمایا کرتے۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو سب کپڑوں میں سے قمیص سب سے زیادہ پسند تھی۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ایک سوتی قمیص استعمال فرمایا کرتے جس کی لمبائی ذرا کم تھی اور آستینیں بھی تھیں۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ایسی قمیص

زیب تن فرمایا کرتے تھے جو ٹخنوں سے اُوپر تک ہوتی اور اس کی آستینیں انگلیوں کے سروں تک ہوتیں۔''

از: زاد المعاد۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 156,157۔

الوفا با احوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 607۔

صحیح بخاری ومسلم شریف۔

سوت اون اور کتان کا لباس

سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اکثر سوتی لباس زیب تن فرمایا کرتے بعض اوقات صوف اور کتان کا لباس بھی زیب تن فرمالیا کرتے تھے۔

شیخ ابو اسحاق اصفہانی صحیح سند کے ساتھ حضرت جابر بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل فرماتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ''حضرت صلت بن راشد حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے، ان کے بدن پر اُس وقت صوف سیاہ کا جبّہ، صوف کا تہ بند اور صوف کا عمامہ تھا۔ حضرت صلت بن راشد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لباس دیکھ کر حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت کوفت محسوس ہوئی فرمایا:۔

''بعض لوگ اُون پہنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی لباس زیب تن فرمایا تھا۔ جبکہ مجھے ایک ایسے شخص نے روایت کیا جو کسی اعتبار سے بھی جھوٹا نہیں تھا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کتان، صوف اور کپاس ہر طرح کا بنا ہوا لباس زیب تن فرمایا ہمارے لئے اپنے نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سُنت مقدسہ پر عمل کرنا اطاعت سنت میں ہے اور زیادہ قابل اطاعت امر ہے۔ حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان سے مراد یہ ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سیاہ لباس مستقل طور پر استعمال کرنا دوسرے ملبوسات سے افضل ہے۔ اس لیے وہ سیاہ لباس ہی پہنتے ہیں اور دوسرے لباس سے پرہیز کرتے ہوئے اِس لباس کو اختیار کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے سیاہ لباس کے علاوہ کوئی اور دُوسرا لباس پہنا تو ہمارا یہ عمل ہمارے لئے پریشانی اور مصیبت کا باعث ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ دُوسرے تمام لباس چھوڑ کر صرف ایک ہی رنگ کا لباس ہمیشہ پہننا ناجائز اور گناہ کا سبب ہے۔ سب سے افضل اور بہتر طریقہ وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ہے اور یہی مسنون ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہی حکم ہے اور اسی پر عمل فرماتے رہے یعنی یہ کہ کپاس، صوف یا کتان کا لباس استعمال فرماتے اس کے علاوہ جو بھی لباس میسر آجائے استعمال کر لینا چاہیے۔

سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی مبارک زندگی میں یمنی چادریں، سبز چادریں، جبّہ، قباء قمیص، پاجامے، تہ بند چادر، سادہ موزے اور جوتا شریف غرض سب مذکورہ اشیاء استعمال فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب عمامہ شریف استعمال فرماتے تو کبھی اُس کا پلو پیچھے کی طرف لٹکا لیتے اور کبھی نہ لٹکاتے بلکہ گردن مقدسہ

کے نیچے تک عمامہ کے پلو کو لپیٹ لیا کرتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واالہ وسلّم لباس میں جرہ استعمال فرماتے جرہ یمنی چادروں میں سے ایک قسم کی چادر ہے اس چادر کا زیادہ طرح کا سوت یمن کا ہوتا تھا۔ یہ علاقہ مدینہ منورہ کے قریب تھا۔ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ملک شام اور مصر کا بنا ہوا لباس بھی زیب تن فرما لیا کرتے تھے۔ مثلاً جیسے قباطی چادر جو کتان سے بنائی جاتی تھی اور قبطی لوگ اس کا سوت کاتتے تھے۔

سنن نسائی میں سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لیے صوف کی چادر بنائی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس چادر کو اوڑھا۔

سنن ابوداؤد میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جسم اقدس پر بہترین لباس بھی دیکھے ہیں۔

سنن ابوداؤد میں حضرت ابورمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو خطبہ ارشاد فرماتے دیکھا اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے تھے۔ ان چادروں میں گہرے سبز رنگ کی دھاریاں تھیں مراد یہ ہے کہ چادروں کا رنگ مکمل سبز نہیں تھا۔ بلکہ ان میں گہرے سبز رنگ کی دھاریاں تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لباس مبارک کا ذکر زیر تحریر ہے اسی سلسلے میں علماء کی رائے بھی رقم کر رہا ہوں فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنی طرف سے کچھ حلال چیزوں کو حرام کرنے اور اُنہیں استعمال نہ کرنے کو زہد وتقویٰ کی ضمانت قرار دے رکھا ہے۔ دوسری طرف کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ صرف اچھے اچھے لباس پہننے اور عمدہ سے عمدہ کھانے تناول کرنے اعلیٰ سے اعلیٰ رہائش گاہیں گاڑیوں اور دیگر پرلطف چیزوں میں ہی منہمک ہیں۔ موٹا کپڑا، سوتی کپڑا اور عام کھانے کو رعونت کے باعث استعمال ہی نہیں کرتے۔ یہ سب کچھ احکام اسلام کے خلاف ہے ایسا دنیا کی زندگی میں جو کہ چندروزہ ہے کر لینا باعث افتخار خیال کرتے ہوئے ہمیشہ ہمیشہ کی ابدی زندگی کو یکسر ہی بھول چکے ہیں جو کہ تباہی بربادی اور نقصان کے علاوہ کچھ نہیں۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے اسلاف جن کی مبارک زندگیاں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں کبھی بھی دنیا کی عارضی وفانی شہرت حاصل کرنے کے لئے بہترین لباس، عمدہ طعام ودیگر ایسی چیزوں کو پسند نہیں فرماتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کا ہی نام تاریخ کی زینت ہے اور رہے گا۔

سنن ابوداؤد میں سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جس نے شہرت حاصل کرنے کی خاطر لباس پہنا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُسے ذلت کا لباس پہنائے گا پھر دوزخ کے شعلوں میں جلے گا کیونکہ اُس نے تکبر کیا تھا۔ جو شخص تہہ بند کو یا کسی دُوسرے کپڑے کو لٹکاتا ہوا اس انداز سے چلتا ہے کہ وہ پیچھے زمین

کے ساتھ گھسٹتا ہو تو ایسے شخص کو زمین میں ہی دھنسا دیا جائے گا اور یوں وہ قیامت تک اِسی حالت میں رہے گا۔

صحیح بخاری و مسلم میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت منقول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ''جو تکبر سے ازار یعنی چادر یا دُوسرے کپڑے گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر نہیں ڈالے گا''۔ سنن میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث منقول ہے جس میں وضاحت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد گرامی یوں درج ہے۔

''فرمایا کہ اسبال (یعنی تکبّر سے کپڑا لمبا کرنا یا لٹکانا) چاہے وہ تہ بند ہو قمیص یا پگڑی وغیرہ جن میں اسبال ہوتا ہے ان کو اس انداز میں پہننے والوں کو کہ تکبّر کی بنا پر زمین پر گھسیٹا جائے قیامت کے روز اللہ سبحان وتعالیٰ ایسے لوگوں کی طرف نظر بھی نہیں اٹھائے گا۔'' یعنی ایسے لوگوں کی طرف خالق ارض وسماء کی نظر کرم نہیں ہوگی ظاہر ہے جنکی طرف نظر کرم نہ ہوگی وہ عذاب وعتاب کے ہی مستحق ہوں گے۔

لباس کے متعلق عرض ہے کہ جیسے بعض اوقات معمولی لباس معاشرہ میں قابلِ مذمت ہو جاتا ہے اور بعض اوقات قابل تعریف اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی معمولی لباس اس نیت سے پہنتا ہے کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں اور یوں وہ لوگوں میں شہرت حاصل کرے تو ایسا کرنا مذمت کا سبب ہے لیکن اگر معمولی لباس عاجزی اور مسکنت کے لیے پہنا جائے تو یہی عمل قابل تعریف ہو جاتا ہے۔ بالکل اِسی طرح اگر عمدہ و قیمتی لباس تکبر اور بڑائی کے اظہار کے لئے پہنا جائے تو یہ عمل قابلِ مذمت ہوگا لیکن اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی عطا شدہ نعمت کے اظہار کے لئے عمدہ و قیمتی لباس پہنے تو اسکا یہ عمل قابل ستائش ہوگا۔ مختصراً لباس پہننے کا تعلق انسان کی نیت کے ساتھ ہے۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔ حضرت ابوذر غفاری کی تجہیز و تکفین مقام ربذہ پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی فرمائی) (المتوفی مدینہ منورہ 32ھ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 848 حدیثیں روایت کی ہیں) سے روایت منقول ہے سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ''جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبّر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا اور جس کے دل میں رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ میں نہ جائے گا'' ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں چاہتا ہوں کہ میرے کپڑے اچھے ہوں اور میرا جوتا اچھا ہو۔ تو کیا یہ بھی کبر (تکبرّ) میں شامل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''نہیں! اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو ہی پسند کرتا ہے۔ کبر (تکبر) سے مراد حق سے سرکشی اور لوگوں کو ذلیل و رسوا سمجھتے ہوئے اپنی ذات کو افضل و اعلیٰ اور سب سے بڑا خیال کرنا ہے'' یہ بات اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نزدیک نہایت ہی قابل مذمت اور سخت ترین گرفت کا سبب ہے''۔ دُعا ہے اللہ کریم تمام اہل ایمان صحیح العقیدہ مسلمانوں کو تکبر سے دور رکھے آمین۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُون کا لباس زیب تن فرمایا'' پیوند لگا ہوا جوتا مبارک پہنا، موٹا اور کھردرا لباس بھی زیب تن فرمایا اور شبع تناول فرمایا'' حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا حضرت شبع سے کیا مراد ہے؟ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (12 ہجری میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام یسار تھا۔ ان کی والدہ اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی لونڈی تھیں۔ اس لئے انہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سایہ شفقت میں پلے تھے۔ روحانی اعتبار سے سرتاج اولیا تھے۔ 112 ہجری میں بصرہ میں وفات پائی) نے جواب میں ارشاد فرمایا شبع چھنے ہوئے جو کے آٹے سے تیار شدہ روٹی کو کہتے ہیں جو پانی کے گھونٹ کے بغیر حلق سے نیچے ہی نہیں اُترتی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے فرمایا کہ ''سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے تین روز تک اون سے تیار شدہ جبہ زیب تن فرمایا پھر پسینہ زیادہ آنے کی وجہ سے اُون کا وہ جبہ اُتار دیا''

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت ابوایوب خالد انصاری بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد عوف خزرجی۔ خاندان نجار کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ننھیالی رشتہ قرابت کی سرفرازی حاصل تھی۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خاندان کے رئیس تھے 5374 حدیثیں مروی ہیں المتوفی قسطنطنیہ 52ھ) سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اونی لباس استعمال فرماتے۔ اپنے جوتوں کو خود پیوند لگا لیتے زیب تن فرمائی ہوئی قمیص کو حسب ضرورت خود ہی پیوند لگا لیا کرتے تھے۔ دراز گوش (خچر) پر سواری فرماتے اور ارشاد فرمایا کرتے تھے ''جس نے میری سنت سے اعراض کیا یعنی اُسے چھوڑ دیا یا نہ مانا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اس کا میرے ساتھ کوئی ربط یا تعلق نہیں۔''

از: صحیح بخاری شریف باب لباس نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔
از: صحیح مسلم شریف باب لباس نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔
الوفاء باحوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔
مواہب الدنیہ۔ جلد۔ اوّل۔
شفاء شریف از امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ۔
عمدۃ القاری۔ جلد۔ دوم۔ صفحہ۔ 94۔
زاد المعاد۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 158,159۔
مدارج النبوت۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 45۔
سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ جلد۔ اوّل۔ باب نمبر 5۔

جبہ مبارک

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اون سے تیار شدہ جبہ بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔اور بالوں سے بنا ہوا جبہ بھی زیب تن فرمایا کرتے۔اہل سیر کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے تین جبّے تھے جن کو حضور علیہ السلام جنگ میں زیب تن اقدس فرماتے تھے ایک جبہ سبز سندس کا تھا اور دوسرا جبہ اطلس کا تھا اور تیسرا جبہ معلوم نہ ہوا کہ کس کپڑے کا تھا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے شامی جبہ زیب تن فرما رکھا تھا جب وضو فرماتے ہوئے چہرہ اقدس دھولیا پھر اپنی مبارک کلائیاں دھونے کے لئے اس شامی جبہ سے انہیں باہر نکالنے کی کوشش فرمائی تو جبہ کی آستینیں تنگ ہونے کی وجہ سے کلائیاں مبارک باہر نکالنے میں دقت محسوس فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آستینوں کو جو کہ بہت تنگ سروں والی تھیں اُوپر چڑھانے لگے مگر تنگی کی وجہ سے وہ اُوپر نہ ہوسکیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے مبارک ہاتھ جبہ کی آستینوں کے نیچے سے باہر نکال کر انہیں دھویا۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ''انہوں نے ملک شام سے ایک جبہ اور خفین کا جوڑا بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں بطور ہدیہ پیش کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان دونوں کو زیب تن فرمایا اور انہیں متواتر استعمال فرماتے رہے یہاں تک کہ وہ دونوں پھٹ گئے۔''

حضرت یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ ''حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمیں ایک مبارک جبہ دکھایا ہم نے اس مبارک جبّہ کی زیارت کی۔حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اس جبّہ مبارک کو زیب تن فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم لوگوں سے ملاقات فرمایا کرتے تھے۔''

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لئے ایک جبّہ صوف انمار سے تیار کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس جبّہ مبارک کو زیب تن فرما کر جتنے خوش ہوتے اتنے کسی دوسرے کپڑے کو زیب تن فرما کر خوش نہیں ہوتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس جبہ کو ہاتھ مبارک لگا کر ارشاد فرماتے دیکھو یہ کتنا خوبصورت ہے۔حاضرین مجلس میں ایک اعرابی بھی بیٹھا تھا۔اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم یہ جبّہ مبارک مجھے عطا فرمادیں اعرابی کی اس درخواست کو منظور فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے وہ جبّہ مبارک فوراً اپنے جسم اطہر سے اُتار کر اس اعرابی کو عنایت فرما دیا۔سبحان اللہ قربان جائیں جود و سخاوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ ''رسول کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلّم کا یہ جبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وصال فرما گئے تو میں نے اس جبہ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے لے لیا اور میں اسے بیماروں کے لئے دھو کر اس کا پانی شفایابی کے لئے دیتی ہوں''۔(رواہ مسلم)

دھاری دار چادر مبارک

سرکارِ دوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ملک شام اور نجران کی بنی ہوئی دھاری دار چادر استعمال فرماتے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جسم اطہر پر ایسے بجتی تھیں جیسے سیاہ بادل کے درمیان سورج چمک رہا ہو یہ چادریں حقیقت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جسم اطہر کی بدولت ابدی شہرت اور دوام پا گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سیاہ چادر زیب تن فرمائی میں نے رخ مصطفےٰ وجسم اطہر کی طرف نگاہ ڈالی اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہ چادریں جسم اطہر پر کتنی خوب لگ رہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مبارک رنگت کی سفیدی اس کی سیاہی سے اور اس کی سیاہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سفیدی سے مل کر یوں نظر آرہی ہیں جیسے سیاہ بادل کے درمیان سورج چمک رہا ہو''

حضرت سلیم بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس وقت سرکار دوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے درمیان تشریف فرما تھے اور ایک چادر سے احتبا فرمایا ہوا تھا۔(احتبا عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنیٰ ہیں کہ گھٹنوں کو کھڑے کر کے چادر کو کمر اور گھٹنوں کے گرد لپیٹ لینا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جو مبارک چادر استعمال فرما رکھی تھی اس کے سروں پر بٹے ہوئے دھاگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مبارک قدموں پر لگ رہے تھے۔

(گاؤں میں جب بڑے بوڑھے کسی چوپال ڈیرے یا بیٹھک وغیرہ میں بیٹھتے ہیں تو چادر کو گھٹنے کھڑے کر کے کمر کے گرد لپیٹ لیتے ہیں۔دیہی علاقوں کے رہنے والے بیٹھتے ہوئے جو چادر کو اس طرح استعمال کرتے ہیں حقیقت میں احباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سنت مقدسہ پر عمل کرتے ہیں جو اُن تک اُنکے بزرگوں سے سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہے)۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک چادر استعمال فرمایا کرتے تھے جو کہ دھاری دار تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وہ چادر خاص طور پر عیدین کے موقع پر ہی زیب تن فرماتے تھے۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ میں سرکار دوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہمراہ کہیں جا رہا تھا اُس وقت رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے جسمِ اطہر پر نجران کی بنی ہوئی چادر تھی جس کے کنارے موٹے تھے''۔

حضرت ابورمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زیارت کی اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دو سبز رنگ کی چادریں اپنے جسمِ اطہر پر اوڑھ رکھی تھیں'

صحیح بخاری شریف باب لباس مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔

الوفا باحوال مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ جلد۔ اوّل۔ صفحہ۔ 611۔

ٹوپی مبارک

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم عمامہ شریف تو استعمال فرماتے ہی تھے اس کے علاوہ ٹوپی مبارکہ بھی سرِ اقدس پر استعمال فرماتے۔ یوں عمامہ شریف اور ٹوپی مبارکہ دونوں کا استعمال سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے۔ ایک وقت میں ان دونوں چیزوں میں جسے بھی استعمال کیا جائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سنت مقدسہ کی پیروی ہوگی۔ کتب سیر میں ان تمام مبارک ٹوپیوں کے نام اور رنگ کے بارے میں ذکر موجود ہے۔ الوفا، باحوال مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حضرت امام عبدالرحمان ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق تصنیف ہے اس میں فرماتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے سرِ اقدس پر سفید رنگ کی ٹوپی استعمال فرماتے تھے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

''سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جو ٹوپیاں استعمال فرماتے تھے اُن کی تعداد تین تھی۔ اُن تین ٹوپیوں میں سے ایک سفید رنگ کی ٹوپی تھی جو کہ مصر کی بنی ہوئی تھی اُسے مصری ٹوپی کہتے تھے۔ دوسری ٹوپی یمنی چادر کے کپڑے سے بنی ہوئی تھی۔ جبکہ تیسری ٹوپی کانوں والی تھی یعنی اس ٹوپی کے ساتھ ہی دونوں کانوں کو ڈھانپنے کے لئے کپڑا لگا ہوا تھا جس کی وجہ سے کان مبارک گرد اور سردی سے محفوظ رہتے۔ یہ مبارک ٹوپی سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سفر کے دوران استعمال فرمایا کرتے تھے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک ٹوپیوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زیارت کرنے کا شرف عظیم حاصل ہوا اس وقت میں نے یہ بھی دیکھا کہ تاجدارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے استعمال کی تین ٹوپیاں ہیں جن میں سے ایک ٹوپی مصری

دُوسری شامی اور تیسری ٹوپی ایسی تھی جس کے کان بھی تھے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وہ خوش قسمت صحابی ہیں جنہیں خدمت اقدس میں ہر وقت رہنے کا اعزاز حاصل ہے فرماتے ہیں کہ

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سرِ اقدس پر سفید رنگ کی شامی ٹوپی کئی بار دیکھی۔''

سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زوجہ محترمہ اُم المومنین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ:۔

''فخر کونین تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب سفر پر تشریف لے جاتے تو وہ ٹوپی استعمال فرماتے تھے جس کے دونوں کنارے لمبے تھے (یعنی دونوں لمبے کناروں سے مراد کانوں والی ٹوپی ہے اس ٹوپی کے کنارے دونوں کانوں کے اُوپر آجاتے اور یوں مبارک کان گرد، گرمی اور سردی سے محفوظ رہتے) اور جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم گھر پر تشریف فرما ہوتے تو وہ ٹوپی استعمال فرماتے جو اُوپر چڑھی ہوئی ہوتی یعنی سفید رنگ شامی ٹوپی۔''

الوفا احوال مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔جلد۔اوّل۔صفحہ۔611

اوڑھنے والی مبارک چادر

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جو دھاری دار چادریں استعمال فرمایا کرتے تھے۔ان کا ذکر کر چکے ہیں یہاں اُن چادروں کا ذکر بیان کیا جارہا ہے جو سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وفود کے ساتھ ملاقات کے دوران اوڑھا کرتے اس کے علاوہ اکثر دیگر موقعوں پر استعمال فرمایا کرتے تھے۔اصحاب سیر نے اپنی تصنیفات میں ان کا ذکر کیا ہے۔

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جس لباس میں وفود کی طرف تشریف لیجاتے اس پر ایک چادر استعمال فرماتے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جو چادر مبارک اوڑھتے اُسکی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی اڑھائی (2 1/2) ہاتھ ہوتی تھی جو تہ بند زیر استعمال ہوتا اس کا رنگ سبز لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی دو ہاتھ تھی۔چوڑائی دو ہاتھ اور ایک بالشت بھی ہوتی۔وہ چادر مبارکہ خلفاء کے پاس محفوظ تھی جسے وہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روز اوڑھتے تھے متواتر استعمال اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب وہ چادر پرانی ہوگئی تو اس چادر کی حفاظت کے لئے اُسکی ایک طرف کپڑا لگا دیا گیا تھا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:۔

''ایک روز جب سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد نبوی میں تشریف لائے تو اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک موٹی کھردری چادر اوڑھ رکھی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے درمیان تشریف لائے تو ایک اعرابی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چادر مبارک کو کھینچا چادر کیونکہ موٹی اور کھُردری تھی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک گردن پر خراش پڑ گئی جس کی وجہ سے گردن مبارک سُرخ ہوگئی۔''

حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 94ھ مدینہ منورہ) ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو چادر مبارک اوڑھا کرتے تھے اس مبارک چادر کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی اڑھائی ہاتھ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم اطہر پر سبز رنگ کا کپڑا تھا۔ یہ چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وفود کی آمد کے وقت اُن کے ساتھ ملاقات فرماتے ہوئے استعمال فرمایا کرتے تھے۔''

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

''شاہِ حبشہ حضرت نجاشی رحمۃ اللہ علیہ نے سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف خط لکھا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قوم میں سے ایک عورت کے ساتھ کر دیا ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین پر ہے (یہ خوش قسمت خاتون ام المومنین سیدہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھیں) شاہِ حبشہ رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ایک جامہ، کمبل، قمیص، شلوار دو سادہ خفین (موزے) اور ایک طیلسان بھی بھیجے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہ خفین (موزے) استعمال فرمائے اور وضو کے دوران ان خفین (موزوں) پر مسح فرمایا۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اکثر ''قناع'' استعمال فرماتے تھے یعنی سر اقدس پر عمامہ شریف باندھنے سے پہلے ایک کپڑا رکھتے جو عمامہ یعنی دستار مقدسہ کو تیل سے محفوظ رکھتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کثرت سے سرِ اقدس پر تیل استعمال فرماتے تو وہ کپڑا تیل سے اس قدر تر ہو جاتا کہ اُسے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا کہ گویا یہ تیل نکالنے والے کا کپڑا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی نے مجھے بتایا کہ:۔

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس حال میں زیارت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو رنگ دار کپڑے زیب تن فرما رکھے تھے اور انکے اُوپر چادر اوڑھ رکھی تھی سرِ اقدس پر عمامہ مبارک تھا۔''

الوفا با احوال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ جلد۔ اول۔ صفحہ۔ 612۔

عادت مبارکہ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی تعالیٰ عنہا سے یوں روایت ہے کہ سات چیزیں ایسی تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر اور حضر میں ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے۔

(1) تیل کی شیشی (2) کنگھا (3) سرمہ دانی (4) قینچی (5) مسواک
(6) آئینہ (7) سوئی اور دھاگہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے آلاتِ حرب اور اسلحہ

شمشیریں

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی دس شمشیریں بیان کی گئی ہیں جو کہ اصحاب سیر کے مطابق متعدد اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دست مبارک میں رہیں۔

ان تلواروں میں سے ایک کا نام ''الذولفقار'' ہے اہل سیر کا بیان ہے کہ یہ تلوار غزوۂ بدر کے روز آپ علیہ السلام کے دست مبارک میں آئی اور تمام غزوات میں کام دیتی رہی بعد میں اس کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت فرمادیا۔

سیرت نبوی میں ہے کہ ''جہاں تک آپ علیہ السلام کی تلواروں کا تعلق ہے تو ان میں سے ایک کا نام ماثور تھا۔ یہ تلوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اپنے والد کے ترکہ میں ملی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے ساتھ مدینہ طیبہ لے آئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک جن کی بنائی ہوئی تھی۔

دوسری تلوار کا نام ماثور تھا۔ مؤلف مواہب الدنیہ فرماتے ہیں کہ یہ پہلی تلوار ہے جو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ملکیت میں آئی اور یہی وہ تلوار ہے جس کے بارے میں اہل سیر کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہجرت فرمائی۔ تیسری تلوار (شمشیر) کا نام عضب ہے اس تلوار کو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ولیم بن حارثہ بن حرام بن خزیمہ بن ثغلبہ بن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج۔ قبیلہ خزرج کے خاندان ساعدہ سے ہیں) (15ھ میں دمشق کے قریب حوازن میں فوت ہوئے) نے ہدیہ کے طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو پیش کیا تھا جس وقت کہ حضور علیہ السلام بدر کی جانب سفر فرما رہے تھے۔

چوتھی تلوار کا نام مخذم ہے اور پانچویں تلوار کا نام رسوب ہے۔ قاموس میں ہے کہ رسوب، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تلوار کا نام ہے۔ چھٹی تلوار کا نام قلعی ہے اور یہ صحرا میں ایک موضع ہے وہاں سے پہنچی تھی۔ ساتویں تلوار کا

نام ''قضب'' ہے۔ روضۃ الاحباب میں ہے یہ پہلی شمشیر ہے جو حضور علیہ السلام نے کمر مبارک پہ باندھی تھی۔ آٹھویں تلوار ''ذوالفقار'' ہے۔ یہ تلوار منبہ بن الحجاج سہمی کی تھی اور غزوۂ بدر کے دن اس کا بیٹا عاص بن منبہ لئے ہوئے تھا اس تلوار کے درمیان میں فقار ظہر یعنی مہرہائے پشت تھے۔ حضور علیہ السلام اس تلوار کو کبھی اپنے سے جدا نہیں کرتے تھے۔ یہ ہر جنگ میں ساتھ رہتی تھی اور قبیعہ، کلقح، وذابہ، نعل مکراب اور اس کا تمام ساز چاندی کا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عاص بن منبہ کو قتل کیا تو تلوار حضور علیہ السلام کی خدمت میں لائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اسے اپنے لئے پسند فرمایا بعدازاں غزوہ احزاب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت فرمادی یہی وہ تلوار ہے کہ اسکی شان اور اس کے صاحب کی شان میں کہا گیا:۔

''لاَ فتٰی اِلاَّ عَلِیّ'' وَ لاَ سَیفَ اِلاَّ ذُوالفِقَارِ ''

مدارج النبوت، جلد دوم، صفحہ نمبر 659

پانچ بغدے اوران کے نام

جہاں تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہتھیاروں میں بغدوں کا تعلق ہے جو تین تھے ان میں سے ایک کا نام ببعہ تھا دوسرے کا نام بیضاء تھا اور تیسرے کا نام جو چھوٹا تھا اور بلّم سے مشابہ تھا غزہ تھا یہ بغدہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبشہ سے لائے تھے ان کو یہ بغدہ نجاشی شاہِ حبشہ نے دیا تھا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی بغدہ کے ساتھ غزوہ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خیبر میں شرکت کی تھی پھر خیبر سے واپسی میں یہ بغدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے زبیر سے لے لیا تھا جسے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ عید کے روز آنحضرت علیہ السلام کے آگے آگے لئے جاتے اور وہاں عیدگاہ میں اس کو گاڑ دیا جاتا۔ چوتھے بغدے کا نام مہر تھا اور پانچویں کا نام نحر تھا۔

زرہ شریف

حضور علیہ السلام کی زرہ ایک تو ''سعدیہ'' اور دوسری ''فضہ'' نام کی ہے یہ دونوں زرہیں قینقاع کے یہودیوں کے اسلحہ سے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو پہنچی تھیں مؤلف مواہب الدنیہ فرماتے ہیں کہ سعدیہ زرہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زرہ تھی جسے انہوں نے جالوت کو قتل کرتے وقت پہنا تھا۔ ایک زرہ ''ذات الفضول'' تھی یہ نام اس کی درازی اور کشادگی کی بنا پر تھا اسے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کے مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے وقت بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ اس زرہ میں چار کڑے چاندی کے تھے دو سینہ کی جانب اور دو کندھے کی طرف۔ یہ وہ زرہ ہے جو ابوشحم یہودی کے پاس تیس صاع جو میں گروی رکھی تھی۔ جب آنحضرت علیہ السلام نے وصال فرمایا تو اس وقت بھی یہ زرہ گروی تھی۔ روز غزوۂ احد اس کو اور فضہ کو اس کے اوپر پہنا تھا اور روز غزوۂ حنین وغزوہ خیبر

میں بھی سعدیہ اور ذات الفضول دونوں کو پہنا تھا۔ ایک زرہ ''ذات الحواشی وترا'' نام کی تھی اس لئے اس کا یہ نام تھا کہ وہ منفرد تھی۔ ایک زرہ ''حریف'' نام کی تھی۔ منقول ہے کہ زرہ ذات الفضول کو حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبرک وتیمّن کے طور پر محفوظ رکھا تھا جسے جنگوں میں پہنتے تھے اور جنگ جمل میں اس زرہ کو پہنے ہوئے تھے۔ بعض اہل سیر کا خیال ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی وہ زرہ جسے جالوت کے قتل کے وقت انہوں نے پہنا تھا۔ حضور علیہ السلام کے پاس تھی اسے ''روحا'' کہتے تھے۔ جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے۔ مواہب لدنیہ میں زرہ سعدیہ قینقاعی کو زرہ داؤدی کہا گیا ہے۔ (واللہ اعلم)

کتب سیرت میں ہے کہ آپ علیہ السلام کی سات زرہیں تھیں ان میں سے ایک کا نام ذات الفضول تھا اس نام کی وجہ اس کی لمبائی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم غزوہ بدر کے لئے تشریف لے گئے تو یہ زرہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں بھیجی تھی آپ علیہ السلام کی دوسری زرہ کا نام ذات الحواشی تھا تیسری کا نام ذات الوشاح تھا چوتھی کا نام سغریہ تھا سغریہ ایک بستی کی طرف نسبت ہے جہاں زرہیں بنا کرتی تھیں کتاب نور میں ہے کہ میں نے اس زرہ کا نام سغدیہ سنا ہے پانچویں زرہ کو فضہ کہا جاتا تھا اس کا نام سعدیہ بھی تھا یہ دو زرہیں یعنی سغریہ اور فضہ بنی قینقاع کی زرہوں میں سے تھیں جو مال غنیمت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حاصل ہوئی تھیں کہا جاتا ہے کہ یہ زرہ حضرت داؤد علیہ السلام کی تھی جو آپ علیہ السلام نے جالوت سے جنگ کے وقت پہنی تھی۔ چھٹی زرہ کا نام بتراء تھا چونکہ یہ چھوٹی زرہ تھی اس لئے اس کو اس نام سے پکارا جاتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ساتویں زرہ کا نام خرنق تھا۔ عربی میں خرنق جوان خرگوش کو کہتے ہیں یہاں مراد نرمی اور ملائمت ہے اس زرہ کی نرمی اور ملائمت کی وجہ سے اس کو خرنق کہا جاتا تھا۔

مغفر شریف

حضور علیہ السلام کے دو مغفر تھے ایک کو ''مدشح'' اور دوسرے کو ''ذولبوع'' کہتے تھے۔ مغفر بُنی ہوئی زرہ کو کہتے ہیں جو ٹوپی کے نیچے پہنی جاتی ہے۔ یا وہ چادر ہے جس سے مسلح اپنے کو ڈھانپتا ہے۔

بعض اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ایک خود بھی تھا جسے ''بیضہ'' کہتے ہیں۔ روز غزوۂ احد اسے حضور علیہ السلام نے اپنے سر مبارک پر رکھا ہوا تھا اور اس کی کیل رخسار مبارک میں گھس گئی تھی جس سے سر مبارک اور چہرہ انور لہولہان ہو گیا تھا۔ بعض مفسرین مغفر اور بیضہ کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ مغفر طاقیہ کی مانند ہوتا ہے اکثر بینی پر ڈھلک آتا ہے۔ بیضہ میں لمبائی ہوتی ہے۔ اور اوپر کی جانب ابھار ہوتا ہے جس طرح کہ مرغ کا آدھا انڈا ہوتا ہے اور اس میں زنجیریں ہوتی ہیں جو گردن و چہرے اور بعض صورتوں میں کندھے اور سینہ کو چھپاتی ہیں۔

ڈھال مبارک

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تین ڈھالیں (سپر) تھیں ایک کو ''ازلق'' کہتے تھے اور دوسرے کو ''فتق''۔ روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ایک اور ڈھال ''تمثال'' بھی تھی جس مین کبش یا عقاب کی تصویر تھی یہ تحفہ کے طور پر بھیجی گئی تھی۔ حضور علیہ السلام نے اس کی تصویر کو مکروہ جانا اور اسپر اپنا دست مبارک رکھا تو اس کی تصویر معدوم ہوگئی ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک روز صبح کو اٹھے تو حق تعالیٰ نے اس ڈھال سے تصویر کو مٹا دیا تھا۔

نیزے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چار نیزے تھے۔ تین تو بنی قینقاع کے یہودیوں کے اسلحہ میں سے پسند فرمائے تھے اور ایک اور نیزہ تھا جس کا نام ''مثوی'' تھا۔ بعض اصحاب سیر نے پانچ نیزے تحریر کئے ہیں اور ایک نیزے کا نام مثنی تھا۔ مثوی لفظ ثوی سے بنا ہے جس معنی ہیں ٹھہر جانا چونکہ اس نیزے کی ضرب جس پر پڑ جاتی تھی وہ کشتہ ہو کر وہیں کا وہیں رہ جاتا تھا اس لئے اس کو مثوی کہا جاتا تھا۔

حربہ

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کئی حربہ تھے ایک کو ''نبعہ'' کہتے ہیں دوسرے کو بیضاء تیسرے کو غزہ۔ صراح میں ہے کہ حربہ چوب دستی کو کہتے ہیں۔ بعضوں نے چھوٹے تیر سے تفسیر کی ہے اس کی جمع حراب ہے۔ حدیث میں ہے:

وَالْجَشَةُ کَانُوا یَلعَبُوْنَ بِا الْحِرَابِ .

حضور علیہ السلام کا ایک حربہ تھا جسے نبعہ کہتے ہیں۔ نبع ایک درخت ہے جس سے کمان بنائی جاتی ہے اور اس کی ٹہنیوں سے تیر بنائے جاتے ہیں نبع اس کی لکڑی ہے۔ اور نبعہ اس کا حصہ۔ دوسرا حربہ جسے بیضہ کہتے تھے ظاہر ہے کہ وہ سفید لکڑی کا تھا تیسرا حربہ جسے ''عنترۃ القر'' کہتے تھے جو تیر جیسا ہوتا تھا اسے حضور علیہ السلام کے خدام ہمراہ رکھتے تھے تا کہ اس سے سترہ بنائیں یا استنجے کے لئے ڈھیلے کھودیں۔ عید کے دنوں میں انہیں حضور علیہ السلام کے آگے گاڑتے تھے۔ روایت ہے کہ یہ بغدہ (حربہ) حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جبشہ سے لائے تھے ان کو یہ بغدہ نجاشی شاہ جبشہ نے دیا تھا۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بغدہ سے نجاشی کے سامنے ہی نجاشی کے ایک دشمن سے جنگ کی تھی نجاشی کو اس دشمن پر غلبہ حاصل ہو گیا تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی بغدہ کے ساتھ غزوہ بدر، غزوہ احد اور

غزوۂ خیبر میں شرکت کی تھی۔ پھر خیبر سے واپسی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ بغدہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے لیا تھا۔ اس کے بعد سے عید کے روز یہ حربہ (نیزہ) آپ علیہ السلام کے آگے آگے لے جایا جاتا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو اٹھا کر چلتے تھے۔ چوتھے کا نام مہر تھا اور پانچویں کا نام ''نمر'' تھا

کمان

حضور علیہ السلام کی کمانیں چھ تھیں جو بنی قینقاع کے اسلحہ سے ملی تھیں ایک کو'روحا' اور دوسرے کو' بیضاء'' اور دو کمانیں درخت شوط کی تھیں اور ایک نبع درخت کی۔ جسے ''صفراء کتوم'' اور ''پنجکشت'' کہتے تھے۔ اسے ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابوقتادہ حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ربعی بن بلدمہ بن خناس بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ بن زید بن جشم بن خزرج۔ قبیلہ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہیں) (عقبہ ثانیہ کے بعد اسلام قبول کیا 50ھ اور 60ھ کے درمیان وفات پائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 170 احادیث روایت کی ہیں) نے لیا تھا اسے ''متصلہ'' کہتے تھے ان کی کمر چمڑے کی تھی جس میں تین چاندی کے حلقے تھے۔ آپ علیہ السلام کی چوتھی کمان کا نام زوراء تھا آپ علیہ السلام کی چھٹی کمان کا نام ''سواد'' تھا۔

خیمہ مبارک

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ایک خیمہ تھا جسے ''کِنّ'' کہتے تھے۔ کِنّ اور کیان کے اصلی معنی پوشش کے ہیں اور اسکی جمع اکنان ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

سورۃ النحل آیت 81

وَّجَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡجِبَالِ اَكۡنَانًا

ترجمہ۔ ''اور تمہارے لئے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہ بنائی''۔

حضور علیہ السلام کے خیمے دبیز ہوتے تھے اور چمڑے کے بھی تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جس خیمہ میں تشریف فرما تھے وہ چھوٹا تھا پھر صحابی آئے اور ان کو خیمہ کے اندر طلب فرمایا۔ اس صحابی نے بطریق مزاح و مطائبہ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کیا اپنے پورے وجود کے ساتھ آجاؤں؟ (مطلب یہ کہ یہ خیمہ اتنا تنگ ہے کہ حضور علیہ السلام کے لئے بھی ناکافی ہے میں کس طرح مزید اس میں سما سکتا ہوں)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بھی خوش طبعی میں فرمایا ''ہاں اپنے پورے جسم کے ساتھ آجاؤ''۔

عَلَم مبارک

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کئی جھنڈے ایک عَلَم تھا اور عَلَم سیاہ تھا جس کا ''عقاب'' نام تھا۔ دوسرا عَلَم سفید تھا اور کبھی اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی چادروں کا علم مرتب فرماتے۔

مویشی

گھوڑے

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مویشی یعنی گھوڑے، اونٹ، خچر، دراز گوش اور بکریاں کثرت سے تھیں اور یہ ثابت نہیں کہ گائے بھینس میں سے کچھ رکھتے تھے یا نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دس گھوڑے بتائے گئے ہیں ان کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں۔ اوّل سکب وسکیب دراصل اس کے معنی پانی بہانے کے ہیں۔ رسول کریم علیہ السلام کے گھوڑے کا نام سکب بھی اسی بنا پر تھا کہ وہ اپنی رفتار میں پانی کے بہاؤ کی مانند رواں دواں تھا سکب ایسے گھوڑے کو کہتے ہیں جو رفتار میں عمدہ، تیز اور سریع السیر ہو اور پانی کی مانند رواں ہو۔ قاموس میں ہے سکب اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو تیز رفتار اور ثابت قدم ہو اور یہ حضور علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے اور یہ پہلا گھوڑا ہے جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ملکیت میں آیا اور اسے دس اوقیہ میں خرید فرمایا تھا اس پر جہاد فرماتے تھے اور اس گھوڑے کا نام اس کے پہلے مالک کے پاس ضربین تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس کا نام بدل کر سکب رکھا اسی گھوڑے پر دوڑ فرماتے اور آگے رہتے اور حضور علیہ السلام اس سے بہت خوش اور مسرور ہوتے تھے۔

یہ گھوڑا کمیت اغر محجل طلق الیمین تھا۔ کمیت ایسے گھوڑے کو کہتے ہیں جس کا رنگ سیاہی وسرخی کے درمیان ہو اور اغر اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی پیشانی پر ایک درم سے زیادہ سفیدی ہو۔ محجل وہ گھوڑا ہے جس کے چاروں ہاتھ پاؤں سفید ہوں۔ تحجل ہاتھ پاؤں کی سفیدی کو کہتے ہیں اور طلق الیمین وہ گھوڑا ہے جس کے دونوں پاؤں اور تیسرے میں (یعنی ہاتھ میں سفیدی اور چوتھے میں سفیدی نہ ہو۔ صراح میں کہا گیا ہے کہ ایک ہاتھ پاؤں یا دونوں میں سفیدی نہ ہو۔ ابن الاثر نے کہا وہ گھوڑا جس کا نام سکیب تھا وہ ادہم تھا یعنی سیاہ رنگ کا گھوڑا تھا۔ حدیث مبارک میں آیا ہے۔

خَیْرُ الْخَیْلِ اَدْھَمُ (برکت والا گھوڑا سیاہ ہے)

حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا دوسرا گھوڑا ''مرتجز'' تھا۔ اس گھوڑے کا یہ نام رکھنا اس وجہ سے تھا کہ اسکی ہنہناہٹ اچھی تھی یہ وہ گھوڑا ہے جسے ایک اعرابی سواد بن الحارث بن ظالم سے خریدا تھا اور یہ بنی مرہ یا بنی تمیم میں سے تھا۔ وہ اعرابی فروخت کر کے منکر ہو گیا تھا اور حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن فاکہ بن

ثعلبہ بن ساعدہ بن عامر بن عیان بن عامر بن خطمہ (عبداللہ) بن جشم بن مالک بن اوس) (37ھ میں جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی ذوالشہادتین (دوشہادتوں کے برابر) کا لقب عطا فرما دیا تھا۔ 38 احادیث روایت کی ہیں) نے گواہی دی تھی اور ان کی شہادت کو بمنزلہ دوشہادت کے قرار دیا گیا تھا اور ان کا ذوالشہادتین نام ہو گیا تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا تیسرا گھوڑا ''الزاز'' ہے جسے مقوقس شاہ اسکندریہ نے ہدیہ میں بھیجا تھا اہل سیر کا بیان ہے کہ حضور علیہ السلام اس گھوڑے کو بہت پسند فرماتے تھے اور اکثر اسی پر سفر کرتے تھے اور یہ نام اس کی رفتار کی تیزی کی بنا پر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا چوتھا گھوڑا ''الحیف'' تھا۔ اسے ربیعہ بن ابی البراء نے ہدیہ کیا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے چند اونٹ اس کے عوض عطا فرمائے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا پانچواں گھوڑا ''ورد'' بمعنی ''گلاب'' ہے اور یہ اسی گھوڑے کو کہتے ہیں جو کمیت اور اشقر کے درمیان ہو۔ چونکہ اونٹ کا بھی یہ رنگ ہوتا ہے اس لئے اس پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ اس گھوڑے کو تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہدیہ کے طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں لائے تھے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرما دیا اور انہوں نے ایک غازی کو راہِ خدا میں اس پر سوار ہو کر جہاد کرنے کے لئے دے دیا۔ اس شخص نے اس گھوڑے کو انتہائی لاغر ونحیف کر دیا اور وہ اسے فروخت کرنے لگا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ اس گھوڑے کو اس سے خرید لیں۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ''جو چیز خدا کی راہ میں صدقہ کر دی دوبارہ اسے لوٹانا نہیں چاہیئے''۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا چھٹا گھوڑا ''ضریس'' ہے ضریس اس کنویں کو کہتے ہیں جسے پتھر کے ساتھ چوڑا کیا گیا ہو۔ اس گھوڑے کو ''ضریس'' اس کی مضبوطی کی بنا پر کہتے ہیں۔ یہ اس گھوڑے کا نام ہے جسے حضور علیہ السلام نے فزاری سے خرید فرمایا تھا۔ روضۃ الاحباب میں ہے اس کا نام بدل کر سکب رکھا تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ساتوں گھوڑا ''ظرب'' ہے اسے فردہ بن عمرو جذامی نے ہدیہ کے طور پر بھیجا تھا اس گھوڑے کو صلابتی یا شدت کی وجہ سے ظرب کہتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا آٹھواں گھوڑا ''ملاوح'' ہے۔ یہ گھوڑا پہلے ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملکیت میں تھا۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ ملواح اور ملاوح اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی کمر پتلی ہو اور فربہ نہ ہو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا نواں گھوڑا اسبحہ ہے (سبحہ، سباحت سے ماخوذ ہے) مواہب لدنیہ میں ہے کہ یہ گھوڑا اشقر ہے جسے ایک اعرابی سے دس اونٹ کے عوض میں خرید فرمایا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا دسواں گھوڑا ''بحر'' ہے۔ اس گھوڑے کو ان تاجروں سے خریدا تھا جو یمن

سے آئے ہوئے تھے۔ اس گھوڑے پر تین مرتبہ مسابقت فرمائی اور تینوں مرتبہ یہ سابق یعنی آگے رہا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے اپنا دست مبارک اس کی پیشانی پر پھیر کر فرمایا:۔

مَا اَنتَ اِلَّا بحرٌ" فَسُمِّیَتْ بحْرًا وَ کَانَتْ بَیْضَآءَ (رواہ البخاری)

ترجمہ:۔ ''تو دریا ہے میں نے تیرا نام بحر رکھا'' وہ گھوڑا سفید تھا۔

بعض اصحاب سیر نے مزید نام بیان کئے ہیں جیسے:۔

ابلق، ذوالعقال، ذواللحہ، مرتجل، تراوح، سرجان، یعسوب، نحیب ادہم، سجاء، سجل، طرف اور مندوب وغیرہ۔

خچر یعنی بغل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خچر متعدد تھے ایک کا نام دلدل تھا۔ یہ خچر شیہا رنگ کا تھا۔ شیہ سفیدی و سیاہی مخروج کو کہتے ہیں جیسا کہ قاموس میں ہے اسے مقوقس نے حضرت ماریہ ام ابراھیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ہدیہ میں بھیجا تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر سواری کرتے رہے اس کے بعد امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں جب دلدل بارگاہ نبوی میں لایا گیا تو حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا کہ کچھ مقدار میں اون اور چھلڑ لاؤں۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اون سے اس کی رسی بٹی اور باگ ڈور تیار کی۔ پھر کاشانہ اقدس میں تشریف لے جا کر ایک کملی لائے اور اس کی چار تہہ کر کے اس خچر کی پشت پر ڈال دیا پھر بسم اللہ کہہ کر سوار ہوئے اور مجھے ردیف بنایا۔ یہ پہلا خچر تھا جو عہد اسلام میں سواری کے کام لائے۔ صاحب حیوۃ الحیوان فرماتے ہیں کہ محدثین کا اجماع ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ خچر نہ نر تھا نہ مادہ (واللہ اعلم)

طبرانی نے معجم اوسط میں بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کیا ہے کہ جب مسلمان غزوۂ حنین کے دن متزلزل ہوئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے بغلہ دلدل پر سوار تھے۔ حضور علیہ السلام نے اس سے فرمایا ''اے دلدل زمین کے قریب ہو۔'' تو دلدل نے سینہ زمین پر لگا دیا یہاں تک کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک مٹھی خاک زمین سے لی اور دشمنوں کے چہروں پر چھڑکی اور فرمایا:

'' ھُم لَا یُنصَرُوْنَ '' (وہ مغلوب ہونگے) اسی دم وہ ہزیمت کھا گئے۔ جیسا کہ گزرا۔

ایک اور خچر تھا جسے ''فضہ'' کہتے تھے۔ اسے فروہ بن عمرو جذامی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لئے ہدیہ میں بھیجا تھا اس خچر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔

ایک اور خچر تھا جس کو ''ایلیہ'' کہتے تھے اسے ابن لعلاء امیر ایلہ نے بھیجا تھا۔ ایک اور خچر دومتہ الجندل سے آیا تھا اور ایک اور خچر نجاشی شاہ حبشہ کے پاس سے آیا تھا۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں خچر پیش کیا گیا۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو وہ بہت پسند آیا اس پر صحابہ کرام نے عرض کیا ہم گھوڑوں پر گدھے کو چھوڑ دیں تا کہ اس سے خچر پیدا ہو مگر حضور علیہ السلام اس پر راضی نہ ہوئے فرمایا ''یہ کام وہ کرتے ہیں جو بے علم ہوتے ہیں'' اس ممانعت کی علت وغرض میں علماء فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے کسی جانور کو غیر جنس پر چھوڑنے کو مکروہ جانا ہے۔

دراز گوش

حضور علیہ السلام کے تین دراز گوش یعنی حمار تھے ایک کا نام ''عفیر'' تھا۔ اسے مقوقس نے بھیجا تھا دوسرے کا نام ''یعفور'' تھا جسے فروہ جذامی نے بھیجا تھا۔ تیسرا دراز گوش وہ ہے جسے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لائے تھے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام دراز گوش پر سواری کرتے، پشمینہ کا لباس پہنتے اور بکری کا دودھ دوہتے تھے اور حضور علیہ السلام کا ایک دراز گوش تھا جسے حضور علیہ السلام کے لئے مقوقس نے بھیجا تھا اس کا نام ''عفیر'' تھا اور بیان کیا کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک دراز گوش پایا جو سیاہ رنگ کا تھا اس نے حضور علیہ السلام سے کلام کیا حضور علیہ السلام نے اس سے اس کا نام پوچھا اس نے کہا میرا نام یزید بن شہاب ہے اللہ تعالیٰ نے میری جد کی نسل سے ساٹھ حمار پیدا کئے ہیں ان پر بجز انبیاء کرام کوئی سوار نہ ہوا اور میں امید رکھتا ہوں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مجھ پر سواری فرمائیں گے۔ میری جد کی نسل میں بجز میرے کوئی حمار باقی نہیں رہا ہے اور انبیاء میں سے بجز حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کوئی باقی نہیں اور میں حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے پہلے ایک یہودی کے قبضے میں تھا۔ میں دانستہ طور پر اسے سواری میں ٹھکرا دیتا تھا۔ وہ میرے پیٹ پر الم واذیت پہنچاتا اور میری کمر پر کوڑے برساتا تھا اس پر حضور سید المرسلین خاتم النبییّن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس سے فرمایا ''تو یغور ہے (یعنی تیرا نام یغور ہے) کیا تو مادہ کی خواہش رکھتا ہے۔'' اس نے کہا مجھے کوئی خواہش نہیں ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وصال فرمایا تو یغور ایک کنویں پر آیا اور خود کو اس کنویں میں گرا کر ہلاک کر لیا۔ یہ ہلاکت فراق میں بے صبری وناطاقتی کی بنا پر ہے۔ اس کے بعد وہی کنواں اس کی قبر بنا۔ امام سہیلی نے اس حدیث کو کتاب ''التعریف والاعلام'' میں بیان کیا ہے۔ درحقیقت یہ حضور علیہ السلام کا معجزہ ہے جو اس چوپایہ میں ظاہر ہوا۔

ناقہ (اونٹ)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اونٹ پندرہ سے زیادہ تھے ان میں سے ایک اونٹ کا نام قصواء (قصویٰ) تھا۔قصواء اونٹ کے کان کے گوشہ کو چیرنے کو کہتے ہیں۔اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ناقہ یعنی اونٹنی مقطوع الاذن نہ تھی بلکہ پیدائشی کان ہی ایسے تھے کہ ایک جانب کان کٹا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس ناقہ کو ہجرت کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خریدا تھا۔اسی ناقہ پر سوار ہو کر آپ علیہ السلام نے ہجرت فرمائی تھی اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے مامور تھی کہ جہاں لے جائے اور جہاں وہ بیٹھے۔حدیبیہ میں بھی اسی ناقہ پر سوار تھے سفر وحضر میں اسی پر سواری فرماتے اور اس ناقہ کی سواری کے وقت وحی بھی نازل ہوتی تھی۔اہل سیر بیان کرتے ہیں اس قصواء اونٹنی کے سوا کوئی اور ناقہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی وحی کے نزول کا بوجھ برداشت نہ کرسکتا تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اونٹوں کے ناموں میں ''عضباء'' اور'' جذعا'' بھی آیا ہے ان ناموں میں صرما اور صلما بھی آیا ہے اور محضرمہ بھی۔مروی ہے کہ عضباء حضور علیہ السلام کی اونٹنی تھی کوئی اونٹنی اس سے سبقت نہیں لے گئی اچانک ایک اعرابی شتر سوار آیا اور وہ عضباء پر سبقت لے گیا یہ بات صحابہ پر شاق گزری اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا'' حق تعالیٰ پر حق ہے کہ کسی دنیاوی چیز کو بلند نہ کرے مگر یہ کہ اسے پست کرے۔''

ایک اونٹ ابوجہل کا تھا جو غزوۂ بدر میں مال غنیمت میں قبضہ میں آیا تھا اس کی ناک میں چاندی کا چھلا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس اونٹ کو حدیبیہ میں مشرکوں کو غصّہ دلانے کے لئے ہدی میں بھیجا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بیس اونٹ دودھ والے تھے جو مدینہ طیبہ کے نواح میں مقام غابہ میں چرائے جاتے تھے۔ اور ہر رات دو مشکیزے دودھ لایا جاتا جو حضور علیہ السلام کے اہل وعیال کے خرچ میں آتا تھا۔حضور علیہ السلام کے کل اونٹ دودھ والے پنتالیس تھے جو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں پیش کئے تھے ان کے نام سیر کی کتابوں میں مسطور ہیں۔

گوسفند (بکریاں)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سات بکریاں دودھ والی تھیں جن کو ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا چراتی تھیں اور جس گھر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم شب باشی فرماتے وہ ان کا دودھ لے کر آتیں۔ان کے نام بھی مذکور ہیں۔(واللہ اعلم)

محجن

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس محجن تھی۔ محجن ایک چوبی لکڑی ہوتی ہے جس کا سرا ٹیڑھا ہوتا ہے حضور علیہ السلام کا یہ محجن تین ہاتھ یا کچھ زیادہ لمبا تھا۔ حضور علیہ السلام اس کو ساتھ لے کر چلتے تھے اور اسکے سہارے سواری پر چڑھتے تھے اور اسکو دونوں دست مبارک کے سامنے اونٹ پر لٹکا دیتے تھے۔ مروی ہے کہ حضور علیہ السلام اسے اکثر اپنے دست مبارک میں رکھا کرتے تھے۔

مخصرہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ایک مخصرہ تھا جسے عرجون کہتے تھے حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم باہر تشریف لائے کہ آپ علیہ السلام کے ساتھ آپ کا مخصرہ تھا اہل سیر کہتے ہیں کہ مخصرہ بادشاہوں کے شعار میں سے تھا۔ مخصرہ اسے کہتے ہیں جس سے ٹیک لگائی جائے۔

عصائے مبارک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم عصا شریف رکھتے اور اس پر ٹیک لگاتے تھے۔ حضور علیہ السلام فرماتے عصا پر ٹیک لگانا انبیاء علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہے اور عرجون کھجور کی وہ شاخ ہے جو خشک ہو کر ٹیڑھی ہو جائے گویا مراد شریف یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مخصرہ کو عرجون سے تشبیہہ دی گئی ہے یا شاخ خرما ہی مخصرہ تھی (واللہ اعلم) اور قضیب شوخط کی لکڑی کا تھا جسے ممشوق کہتے ہیں (قضیب لکڑی کی شاخ کو بھی کہتے ہیں اور تیز تلوار کو بھی) اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تلوار کا یہ نام تھا کبھی درخت کی شاخ بھی اپنے دست مبارک میں رکھتے تھے اور اس درخت کا نام شوخط تھا۔

قدح مبارک

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ایک پیالہ تھا جس کو ریان کہتے تھے (اس کے معنی سیرابی کے ہیں) قدح یعنی پیالہ میں پانی، دودھ اور شربت وغیرہ پیا جاتا تھا۔ ایک اور پیالہ تھا جس کو مغیث کہتے تھے (جس کے معنی بارش کے ہیں۔ ایک اور پیالہ مغیب تھا جس میں تین جگہ چاندی کی کیلیں نصب تھیں اور اس پیالہ میں ایک حلقہ تھا جس سے اسے لٹکاتے تھے۔ ایک اور پیالہ عیدان تھا۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ایک پیالہ عیدان کا تھا جسے حضور علیہ السلام کے سرہانے رکھا جاتا تھا اور اس میں بول شریف کرتے تھے۔ عیدان ایک طویل درخت ہے اوپر سے نیچے تک اس میں پتے نہیں ہوتے۔ ایک اور پیالہ زجاج (شیشہ) کا تھا جسے کسی بادشاہ نے ہدیہ میں بھیجا تھا

اور ایک تورے یعنی ایک طغار تھی جو پتھر کی تھی اسے مغضب کہتے تھے احادیث میں اس کا تذکرہ ہے اور ایک مرکن تھا اس کے معنی بھی طغار کے ہیں اور ایک طغار پیتل کی تھی اور ایک مغتسل تھا اسے صادرہ کہتے تھے وہ ایک چمڑہ کا برتن تھا جس سے غسل فرماتے تھے اسے واڑھ یعنی واردہ بھی کہتے ہیں۔ صادرہ وہ برتن جس سے پانی نکالا جائے اور واردہ وہ برتن ہے جس میں پانی بھرا جائے۔

گھریلو سامان

ایک ربعہ اسکندریہ تھا جس میں آئینہ رکھتے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا آئینہ تھا جس میں حضور علیہ السلام اپنے جمال باکمال کا مشاہدہ فرماتے تھے۔ حق یہ ہے کہ آئینہ دیکھنا آپ علیہ السلام ہی کو سزاوار ہے اس لئے کہ آپ علیہ السلام حق تعالیٰ کے مظہر جلال و جمال تھے۔ اس آئینہ کا نام مولہ تھا۔

ایک مدہن تھا جس میں تیل رکھا جاتا تھا بعض اہل سیر نے استرہ اور چقماق کا بھی ذکر کیا ہے۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کنگھی عاج کی تھی۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ عاج سے مراد ہاتھی دانت یا اس کی ہڈی ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی ظاہر ہے کیونکہ ہڈی میں موت سرایت نہیں کرتی بوجہ اس میں عدم حیات کے اور اس حدیث سے ہاتھی دانت یا اس کی ہڈی کی تجارت کے جائز ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ بعض اسلاف اس سے کنگھی بناتے تھے امام شافعی کے نزدیک نجس ہے اور مراد عاج سے دریائی کچھوے کی پشت کی ہڈی ہے یا مویشی کے کمر کی ہڈی ہے اس کو لیتے اور اس سے کنگھی اور کنگن دھار بناتے ہیں اور اسے ذبل کہتے ہیں اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے عاج کا قلبہ خرید فرمایا تو اس سے مراد یہی ذبل ہے (واللہ اعلم)۔

ایک مکحلہ سرمہ دانی تھی جس سے روزانہ رات کو سونے سے پہلے دونوں آنکھوں میں تین تین بار سرمہ لگاتے تھے ایک روایت میں ہے کہ پہلے دو مرتبہ داہنی آنکھ میں پھر تین مرتبہ بائیں آنکھ میں پھر ایک مرتبہ داہنی آنکھ میں سلائی پھیرتے تھے تاکہ داہنی آنکھ سے شروع ہو کر داہنی آنکھ پر ہی ختم ہو لیکن صحیح و مشہور پہلا طریقہ ہی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قصعہ تھا اس کا نام غزا تھا اس میں چار حلقہ تھے۔ قصعہ بڑے برتن کو کہتے ہیں اور جفنہ بھی کاسۂ بزرگ اور صحفہ بھی کاسۂ بزرگ کو کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ صحفہ وہ برتن ہے جس میں پانچ آدمی شکم سیر ہو سکیں اور قصعہ وہ ہے جس میں دس آدمی شکم سیر ہو سکیں۔ صحاح میں کسائی سے منقول ہے کہ برتنوں میں سب سے بڑا برتن جفنہ ہے پھر قصعہ ہے جو دس آدمیوں کو آسودہ کرتا ہے پھر صحفہ ہے جو سات آدمیوں کو آسودہ کرتا ہے پھر ملیکہ ہے جو دو یا تین آدمیوں کو آسودہ کرتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا صاع اور مد تھا جس سے ناپ کر فطرہ نکالا کرتے تھے اور کھانا بھی ناپ کر پکایا جاتا ہو تو بعید نہیں ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ طعام کو ناپ کر خرچ

کرو۔ صاع اور مد دو پیمانے ہیں ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ایک پلنگ تھا جس کی پٹی پائے رشاج کے تھے اور اس پر بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے چھلکے بھرے ہوئے تھے اس کے اوپر ٹاٹ یعنی پلاس تھا جس کی دو تہہ کر کے رات کو اس پر تکیہ کرتے تھے۔

نعلین مبارک

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دو نعلین مبارک مسادہ تھے جس کو نجاشی نے ہدیہ میں بھیجا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے انہیں سفروں میں پہنا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نعلین مبارک دو فیتوں یعنی تسموں والی تھیں (اگر جوتا پاؤں کو بالکل ڈھانپ لے تو موزہ کہلاتا ہے ورنہ نعلین) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''تم میں سے جو کوئی جوتی پہنے اسے چاہیئے کہ وہ پہلے دایاں پاؤں پہنے اور جب اتارے تو پہلے بائیں پاؤں سے۔'' اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک جوتی پہن کر چلنے سے منع فرمایا ہے۔ اور مذاہب لدنیہ، علماء کرام اور مفسرین عظام نے نعلین مبارک سے برکت۔ نفع اور فضل کے حصول پر کتب ورسائل تحریر کیے ہیں۔ اور فضائل پہ قصیدے لکھے ہیں۔

زادالمعاد، شفاء شریف، صحیح بخاری شریف
صحیح مسلم، مدارج النبوت، عمدۃ القاری،
انسان العیون فی سیرت الامین المامون

بیت الخلا جانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو فرماتے۔

اَللّٰھم اِنِّی اَعُوذُبِکَ مِنَ الخُبثِ وَالخبائث،

ترجمہ:۔ ''اے اللہ میں تیری ذات اقدس کی پناہ لیتا ہوں۔ ذکور واناث خبیث خباث سے''

بیت الخلا سے نکلنا

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے! غفرانک۔ ترجمہ:۔ ''اے اللہ تیری مغفرت وبخشش کا طلبگار

ہوں۔''

اگر چہ قضاء حاجت بشری تقاضا کے تحت لابدی امر ہے اور اس سے چارہ نہیں تو اس غیر ارادی اور بلا عمد صادر ہونے والی تقصیر اور کوتاہی پر بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب فرمایا کرتے تھے اور اس میں امت کے لیے ذکر خداوندی پر تاکید اکید ہے کہ کسی بھی موزوں وقت میں اسے ترک نہ کرنا چاہیے اور غفلت میں مبتلا نہ ہونا چاہیے۔ نیز تعلیم امت بھی مقصود ہے کہ جب سرور عالم سید المرسلین علیہ السلام ان سے تعوذ و تحفظ کے لیے بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہیں تو ہمیں بھی لامحالہ دعا کرنی چاہیے۔

زمین کا احترام

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ علیہ السلام کو بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہوئے دیکھتی ہوں اور پھر آپ علیہ السلام کے بعد جو بھی داخل ہوتا ہے تو وہ آپ کے بطن اقدس سے نکلنے والی کسی شئی کا نام ونشان نہیں دیکھتا آپ علیہ السلام نے فرمایا''اے عائشہ تجھے معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے فضلات مبارکہ کو نگل جائے''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قضائے حاجت سے فارغ ہو کر غائط (بیت الخلاء) سے باہر نکلتے تو میں بعد میں اندر داخل ہوتی مگر کوئی چیز نظر نہ آتی میں نے آپ علیہ السلام سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا''اے عائشہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ہمارے اجساد اور ابدان اہل جنت کے ارواح کی صفات وکیفیات پر پیدا کیے گئے ہیں۔ ہم سے جو کچھ باہر آتا ہے اسے زمین نگل جاتی ہے اور نگاہ خلق سے پوشیدہ کر لیتی ہے''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں بھی قضائے حاجت فرمائی زمین نے اس کو اپنے اندر جگہ دی اور نگل لیا۔

مدارج النبوت میں اسی سلسلے میں بعض صحابہ سے روایت نقل فرما کر آخر میں فرمایا الغرض بول اور براز میں جسم وجرم کے ظہور وعدم ظہور کے لحاظ سے فرق واضح ہے لہذا احکام میں بھی فرق پیدا فرما دیا ایک کے متعلق زمین کو نگل جانے کے حکم دیا اور دوسرے کے متعلق نہیں دیا اور بعض روایات میں دونوں کا حکم ایک جیسا معلوم ہوتا ہے۔ یعنی زمین بامر خداوندی دونوں کے نگلنے کی پابند ہے نیز آپ علیہ السلام نے کمال تنزہ کے پیش نظر حجرہ مبارکہ میں پیشاب سے اجتناب فرمایا کیونکہ وہ محل نزول ملائکہ۔ اور مقام نزول وحی ہے اور جائے عبادت خداوندی لہذا اس کا ظاہر و باطن فضلات سے منزہ ہونا چاہیے اگر چہ وہ پاک ہی کیوں نہ ہوں کذا قال الشهاب اقول جیسے کہ لعاب دہن پاک ہے

مگر مسجد کو اس سے پاک رکھنا ضروری ہے۔

علامہ علی قاری اور علامہ خفاجی نے ابن دحیہ کے حوالہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت جس کو امام ابن سعد نے نقل کیا ہے فرمایا ''سندہ ثابت وھوا قویٰ مانی ھذا الباب '' یعنی اس کی سند ثابت ہے اور اس باب میں مروی روایات میں سب سے قوی روایت یہ ہے اور جب صحت متن ثابت ہو جائے تو بعض طرق کا ضعف مضر نہیں ہوسکتا۔ علاوہ ازیں محدثین کی بحث صحت روایات کے متعلق محض تحقیق وتصحیح اسناد سے متعلق ہوتی ہے اور یہ ایک صناعی اور اصطلاحی امر ہے اس سے انکار مقصود استبعاد متن یا اس کا استحالہ بیان کرنا نہیں ہوتا۔

مدارج النبوت جلداول صفحہ 25

شفاء شریف صفحہ 40

نسیم الریاض جلداول صفحہ 353

شرح شفا جلداول صفحہ 353

وضو اور غسل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضوء میں ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھوتے اور وضو کا برتن ایسا ہوتا تھا جس میں دو رطل یعنی ایک سیر پانی سما سکتا تھا اور ایک صاع پانی کے ساتھ آپ علیہ السلام غسل فرماتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (74ھ میں 94 سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ 1540 احادیث روایت کی ہیں) سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صاع پانی سے غسل فرماتے اور ایک مد (سیر) پانی سے وضوء فرماتے۔

ہر نماز کیلئے وضو

عمرو بن عامر سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے وقت وضوء جدید فرماتے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ تمہارا عمل کیسے ہوتا تھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک ہی وضو سے نمازیں ادا کرتے رہتے جب تک وضو قائم رہتا اور حدث طاری نہ ہوتا۔

ایک ہی وضو سے متعدد نمازیں

سلیمان بن بریدہ اپنے باپ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے لئے الگ وضو فرمایا کرتے۔ جب فتح مکہ کا دن آیا تو آپ علیہ السلام نے وضو فرمایا اور موزوں پر

فرمایا اور چند نمازیں ایک ہی وضو کے ساتھ ادا فرمائیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام نے آج ایسا عمل فرمایا ہے جو پہلے نہیں فرماتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا "اے عمر میں نے عمداً اور دیدہ و دانستہ ایسا کیا ہے"۔ (تاکہ عملی طور پر بھی تمہیں تعلیم دوں کہ وضو واحد سے متعدد نمازیں ادا کرنا درست ہے)

مسواک کرنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے مسواک کرنے کا حکم اس قدر تاکید کے ساتھ کیا گیا کہ میں نے گمان کیا کہ اس کے متعلق مجھ پر قرآن مجید کی سورت میں احکام نازل ہوں گے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے منہ مبارک کو مسواک سے اچھی طرح مزین فرماتے۔

خفین پر مسح

بخاری و مسلم میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (بن ابی عامر بن مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن عوف بن قیس۔ 5 ہجری میں مشرف باسلام ہوئے اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے۔ غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی گفتگو کے لئے آیا۔ طریقہ تخاطب مناسب نہ تھا۔ مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت ہتھیار لگائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پشت کی جانب کھڑے تھے۔ تلوار کے قبضہ پر ہاتھ لے جا کر عروہ کو سخت ڈانٹ دی) سے مروی ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں تھا اور ایک سفر میں رفاقت کے شرف سے مشرف۔ آپ علیہ السلام نے قضاء حاجت فرمائی اور جیسے نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے اس طرح وضو فرمایا اور خفین پر مسح فرمایا۔

کیفیت غسل

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نہانے کا پانی حاضر کیا اور غسل والے برتن میں ڈالا۔ آپ علیہ السلام نے دائیں ہاتھ سے پانی لے کر بائیں پر ڈالا اور دونوں ہاتھوں کو دھویا۔ پھر زیر ناف حصہ کو دھویا۔ پھر بایاں ہاتھ مٹی پر ملا اور اسے دھویا۔ پھر کلی فرمائی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر چہرہ اقدس کو دھویا بعد ازاں سر اقدس پر پانی بہایا۔ پھر اس جگہ سے سرک کر اپنے پاؤں کو دھویا۔

آپ علیہ السلام کا بستر اون کے سخت کپڑے کا تھا

شمائل ترمذی میں حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر ٹاٹ کا ہوتا۔

اون کا ٹاٹ یا اون کا سخت کھردرا کپڑا جس کے اوپر اوڑھنے والی چادر منسوب ہوتی ہے۔ بقیہ حدیث یہ ہے کہ ہم دو تہہ والی چادر نیچے بچھاتے، ایک رات میں نے خیال کیا کہ اگر چار تہہ بناؤں تو بستر نرم ہو جائے گا۔ چنانچہ چار تہہ بنا دیں تو صبح کی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''آج رات بستر کس چیز کا بچھایا'' تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کا بستر تو وہی ہے جو سابقہ راتوں کو بچھایا جاتا تھا مگر آج رات اس کی چار تہہ کر دی تھیں تا کہ کچھ نرم ہو جائے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ''بستر کو پہلے کی طرح کیا جائے، اس نرم بستر نے تو مجھے آج رات نوافل سے محروم رکھا''

آپ علیہ السلام کا چمڑے کا تکیہ

آپ کا تکیہ چمڑے کا تھا:۔

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے ابن عساکر سے روایات کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تکیہ جس کو آپ علیہ السلام سوتے وقت استعمال کرتے تھے چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔

اس حدیث سے آپ علیہ السلام کا دنیا سے کمال زہد اور اس کے متاع وانعامات سے اعراض کی طرف اشارہ ہے۔

خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ آپ علیہ السلام بہت خوش طبعی کرنے والے تھے۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں آپ علیہ السلام کے مزاج کا سبب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام شدید غیرت والے تھے اس لیے آپ علیہ السلام سعادت سے زیادہ غیرت سے خوبی بیان کی کہ مبالغے کا صیغہ غیور بیان کیا غیرت محبت کے وصف سے ہے اور لوگ اسے ظاہر نہیں کرتے۔ پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور جو مزاج میں وجد اور چھوٹے کے ساتھ پیار ہے اور ازواج۔ ابنا اور اصحاب سے جو محبت ہے اس کا اظہار کرنا اور آپ علیہ السلام نے فرمایا ''بے شک میں بشر ہوں''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ خوش طبع اور پاکیزہ نفس تھے'' طبرانی نے ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔

امام مناوی رقم طراز ہیں کہ یہ حدیث دوسری روایت کہ آپ علیہ السلام صرف تبسم فرماتے کیونکہ اکثر و بیشتر تبسم ہی فرماتے تو جس نے اس کی روایت کی تو اس نے اکثر احوال سے روایت کی۔ جس نے ضحک روایت کی تو اس نے بعض اوقات سے کی، آپ علیہ السلام بعض اوقات ضحک فرماتے کہ آپ علیہ السلام کی نواجذ (سامنے والے دانتوں کے دائیں بائیں دو دو داڑھوں کو نواجذ کہتے ہیں) ظاہر ہو جاتی تو یہ اختلاف روایت اختلاف زمان و مکان کے اعتبار سے ہے۔ کبھی ابتداء امر میں ضحک فرماتے کہ نواجذ ظاہر ہو جاتی اور پھر بعد میں تبسم ہی فرماتے (صرف سامنے والے دانت ہی نظر آتے) اس کے باوجود دنیا کی طرف کسی قسم کا میلان نہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی شغل باری تعالیٰ سے مشغول کر سکا بلکہ محبت الٰہیہ میں مستغرق رہتے بسا اوقات یہ خطرہ لاحق ہو جاتا کہ محبت باری تعالیٰ سے قلب اقدس جل نہ جائے اور جسد اقدس منہدم نہ ہو جائے۔ اسی لئے بعض اوقات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ران پر ہاتھ رکھ کر فرماتے کہ ہم سے کوئی بات کرو تا کہ اس سے وہ امر عظیم جس کی جسم میں برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں اس میں کچھ افاقہ ہو اور آپ علیہ السلام کی طبع شریف اللہ تعالیٰ سے مانوس تھی اور مخلوق سے عارضی تھی اپنے جسد پر رفعت ہوئے اسے امام غزالی نے بیان کیا۔

آپ صرف تبسم فرماتے

امام احمد نے ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ آپ علیہ السلام گفتگو کرتے وقت صرف تبسم فرماتے (تبسم کہتے ہیں بغیر آواز کے قلیل ضحک کو مصباح میں ہے کہ بغیر آواز کے ضحک کو تبسم کہتے ہیں)

کشاف میں ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا ضحک ایسے ہی تھا۔

طبرانی نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ضحک کبھی کبھار ہوتا۔

لاینبعث اے الایستر یعنی ضحک دراز اور طویل وقت تک نہ ہوتا بلکہ کبھی کبھی ہوتا وہ سبیل الوقار اور اطمینان کیونکہ اکثر و بیشتر آپ علیہ السلام غموں میں متفکر رہتے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غم جدا نہ ہوتا۔ اسی لئے بخاری شریف میں ہے۔ آپ علیہ السلام کو زیادہ ہنستے ہوئے نہ دیکھا گیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ خوش مزاج تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابن عسا کر نے روایت کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے۔ انہوں نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چہرہ رنگ دیا اور جناب سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں دیکھ کر مسکراتے رہے۔ اسے زبیر بن بکار نے کتاب اعفا کہتہ اور ابویعلی اسناد جید کے ساتھ روایت جیسا کہ حافظ

عراقی نے بیان کیا۔

آپ علیہ السلام تہمت قبول نہ فرماتے

ابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی تہمت کو قبول نہ کرتے۔

عبادات نبوی علیہ السلام

مقصود آفرینش عبادت رب ذوالجلال ہے:۔

اس میں شک وشبہ نہیں کہ جہان کی تخلیق وآفرینش کا مقصود عبادت ہے۔ کیونکہ حق تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے سورۃ الذاریات آیت 56:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿۵۶﴾

ترجمہ:۔ ''اور ہم نے جن وانسان کو اسی لئے پیدا فرمایا کہ وہ میری عبادت کریں''

اور حق تعالیٰ سے قرب وحصول کیلئے سیدھا راستہ عبادت ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں فرماتا ہے سورۃ آلِ عمران آیت 51

إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿۵۱﴾

ترجمہ:۔ ''بیشک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے۔ تو اس کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے''

اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔ سورۃ الحجر آیات 97،98،99

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴿۹۹﴾

ترجمہ:۔ ''اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے تو آپ اپنے رب کی حمد کیجئے اور سجدہ کرنے والوں میں ہو جائیے۔ اور اپنے رب کی عبادت کیجئے یہاں تک کہ یقینی امر آپ کے پاس آجائے''

اس آیہء کریمہ میں یقین سے مراد موت ہے اس بنا پر کہ وہ ضیق صدر، تنگ دلی اور حزن وغم کے زوال کے سبب میں امر یقینی ہے اور عبادت سے اس کا زوال اس بنا پر ہے کہ جب انسان عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس پر

عالم ربوبیت کی شعاعیں منکشف ہوتی ہیں اور جب اسے یہ انکشاف حاصل ہو جاتا ہے تو اس کی نظر میں ساری دنیا چیونٹی سے زیادہ حقیر و ذلیل ہو جاتی ہے اور دل پر سے اس کے وجود کا مٹانا آسان ہو جاتا ہے اس کے بعد وہ اس کے ناپیدا ہونے پر پریشان نہیں ہوتا۔ اور اس کے خیالات پراگندہ نہیں ہوتے لہٰذا حزن وغم بھی زائل ہو جاتا ہے۔ اور جب بندے پر مکروہات وشدائد نازل ہوں اور اس سے بھاگ کر اللہ تعالیٰ کی طاقت کی طرف آئے گویا وہ کہتا ہے مجھ پر تیری عبادت واجب ہے خواہ تو مجھے بھلائی عطا فرمائے یا مکروہات میں ڈالے اس پر وہ مکروہ کو بھلا دیتا ہے۔ اور اس کی امیدوں کو کشادہ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سورۃ مریم آیت 65:

فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ

ترجمہ: ''تو اس کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر قائم رہو''

اور اس میں اس فرقہ کا رد ہے جو کہتا ہے کہ جب بندہ کو حق تعالیٰ کی محبت وقرب حاصل ہو گیا تو اس کے اعمال ظاہرہ ساقط ہو گئے اور اس سے ہر عمل ظاہری چھٹکارا پا گیا اور شرعی تکلیف اس سے جاتی رہی۔ اور جب بندہ بارگاہ حق کی طرف مسافر ہے اور اس کی مسافت نہیں ہوئی ہے تو جب تک وہ قید حیات میں ہے راستہ کے توشہ کا محتاج ہے۔ اور اسی کو عبادت سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ اس سے مستغنی نہیں ہے خواہ وہ کتنا ہی مقرب ہو جائے اور اس کی عبادت کتنی ہی زیادہ اور عظیم ہو جائے۔ ایک شخص حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی 297ھ) کی مجلس میں کہہ رہا تھا اور وہ عمل کے ساقط ہونے پر غور کر رہا تھا تو حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا ہم اس بات کو زنا اور شراب پینے سے زیادہ بدتر جانتے ہیں۔ علماء کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبل بعثت عبادت کرنے کے بارے میں اختلاف ہے آیا آپ علیہ السلام کسی سابقہ شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے؟ اس میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ شرائع سابقہ میں سے کسی چیز کی آپ علیہ السلام پیروی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آپ علیہ السلام کے دل میں عبادت کی جو شکل وصورت آتی کرتے اور اس پر عقل کو اس کا تابع بناتے۔ بعض علماء اس مسئلہ میں توقف کرتے ہیں اس میں بھی اختلاف ہے کہ عبادت ذکر کے ساتھ تھی یا فکر کے ساتھ۔ اس میں مختار یہ ہے کہ ذکر کے ساتھ تھی اور اگر ذکر وفکر دونوں ہوں تو ممکن ہے کہ ذکر کی نورانیت سے فکر صاف ہو جاتا تا علوم حقائق منکشف ہو جاتے ہوں (واللہ اعلم) جیسا کہ مولانا رومی فی مثنوی میں فرماتے ہیں۔

ایں ہمہ گفتیم وباقی فکر کن فکر گر جامد بود رو ذکر کن

ذکر کا مرتبہ بلند ہے کیونکہ بے واسطہ ذات حق سے اتصال حاصل ہو کر فیوضات کا ورود ہوتا ہے اور فکر کا نفس اور ان معلومات سے تعلق ہے جو منہ میں موجود ہے اور اسے خاص طریقہ پر ترتیب دینے سے مجہول حاصل ہو جاتا ہے۔

اور بعض علماء اس کے قائل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں پر عمل کرتے خصوصا حضرت ابراہیم علیہ

السلام کی شریعت پر عمل کرتے تھے اور وہ اس سے استدلال فرماتے ہیں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اقتداء واتباع کا بعثت کے بعد مامور بنایا گیا تھا چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے سورۃ الانعام آیت 90:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ

ترجمہ: ''یہ وہ حضرات ہیں جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی تو اس کی ہدایت کی تم پیروی کرو''۔ اور حق سبحانہ وتعالی نے فرمایا سورۃ النحل آیت 123

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ

ترجمہ:۔''ہم نے تمہاری طرف وحی فرمائی کہ دین ابراہیمی کی پیروی کرو''

لہٰذا اگر قبل از بعثت اس کے عامل ہوں تو کیا تعجب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ''فبھداھم'' سے مراد ایمان باللہ، توحید اور باہمی متفق علیہ اصول دین ہیں نہ کہ فروع وشرائع، کیونکہ یہ مختلف ہیں اور بجائے خود ان کا اتباع بربنائے اختلاف شرائع ممکن نہیں ہے۔ اور ان میں منسوخ بھی ہیں اور نسخ کے بعد ان میں ہدایت نہیں رہتی لہٰذا اس پر اس سے استدلال درست نہیں کہ حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرائع انبیاء سابق انبیاء علیہم السلام پر عبادت کرتے تھے کوئی یہ نہ کہے کہ جب بعد از بعثت متعبد ہیں تو قبل از بعثت بھی ہوں گے۔ ہاں اس کا احتمال ہے کہ ان میں سے کسی ایک کی شریعت پر عبادت کرتے ہوں اور اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر ہو تو اولیٰ وانسب ہے۔ (واللہ اعلم)

اس جگہ ایک نکتہ یہ متوہم ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، انبیاء علیہم السلام کے متبع اور مقتدی ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی فضیلت ان پر کیسے ہوگی تو اس توہم کا ازالہ اس طرح کرتے ہیں کہ جب آپ علیہ السلام سب کے مقتدی ومتبع ہوں گے تو ان سب کے کمالات بھی آپ علیہ السلام ہی میں جمع ہوں گے۔ لہٰذا آپ علیہ السلام سب میں کامل تر ہوئے۔

صاحب مواہب لدنیہ نے عبادتوں کے مقاصد کو سات نوع پر ترتیب دیا ہے ہم نے بھی اتنے ہی نوع مرتب کئے ہیں۔ نوع اول طہارت۔ دوم نماز۔ سوم زکوۃ۔۔ چہارم روزہ۔ پنجم حج۔ ششم دعا۔ ہفتم تلاوت۔

طہارت

اس نوع میں چند فصلیں ہیں۔ فصل اول:۔ پہلی فصل وضو۔ مسواک، آب وضو کی مقدار حسن ونظافت کے بیان میں ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں اس کا وجوب حق تعالی کے اس ارشاد سے مدینہ منورہ میں ہوا ''سورۃ المائدہ آیت 6،،

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ۭ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

ترجمہ: ''اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہو لو اور اگر تم بیمار ہو یا تم میں سے کوئی حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمّم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کر دے کہ کہیں تم احسان مانو''

یہ آیہء کریمہ سورہ مائدہ میں ہے جو کہ مدنی ہے لیکن حدیثوں میں آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے سرکارِ دو عالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابتدائے وحی میں نماز اور وضو کا طریقہ سکھا دیا تھا۔

نیز حدیث میں ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس روتی ہوئی آئیں اور کہنے لگیں کہ قریش نے آپ علیہ السلام کے قتل کا عہد اٹھایا ہے۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وضو کیلئے پانی لاؤ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا یہ مکہ مکرمہ کا واقعہ ہے۔ ابن عبدالبر نقل کرتے ہیں کہ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ غسل جنابت مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض کیا گیا جس طرح کہ نماز فرض کی گئی۔ اور نماز کبھی بھی بغیر وضو نہیں ادا کی گئی اور ابن عبدالبر یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس سے کوئی عالم بھی ناواقف نہیں ہے۔ شیخ ابن الہمام فرماتے ہیں کہ یہ رد اس شخص کا کیا گیا ہے جو وضو کے وجود کا قبل ہجرت منکر ہے نہ کہ اس شخص کا جو قبل ہجرت اس کے وجوب کا منکر ہے۔ اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ وضو کا وجوب آیہ کریمہ سے ہوا۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ قبل ہجرت وضو مستحب تھا نہ کہ واجب۔ لیکن اس تقدیر پر یہ لازم آتا ہے کہ بے وضو نماز جائز ہے۔ حالانکہ یہ خلاف اجماع ہے۔ اور ممکن ہے کہ کہا گیا ہو کہ آیہ کریمہ کا نزول وضو کے وجوب اور قیام نماز کیلئے ہے اور تم لوگ جو بے وضو اور ناپاک ہوا ایسا خیال نہ کرنا جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کیونکہ ابتداء میں مطلقاً قیام نماز کے

وقت وضوفرض تھا جو آخر میں منسوخ ہوا۔ اور حدث یعنی بے وضو ہونے کے وجود کے ساتھ مقید فرمایا۔ لیکن سورۂ مائدہ کی احکام نسخ میں کلام ہے۔

حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر نماز کیلئے وضو کیا اور بعض اوقات ایک ہی وضو سے چند فریضے گذارے ہیں۔ مسلم میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کیلئے وضو کرتے تھے اور روز فتح مکہ ایک وضو سے چند نمازیں ادا فرمائیں۔ ایک روایت کے مطابق پانچ نمازیں ایک وضو سے ادا فرمائیں اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آج آپ علیہ السلام نے ایسا عمل کیا ہے جو کبھی آپ نے نہیں فرمایا؟ ارشاد فرمایا ''اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نے قصداً ایسا کیا ہے بیان جواز کیلئے تاکہ لوگ جان لیں کہ ہر نماز کیلئے نیا وضو کرنا فرض نہیں ہے''۔ بخاری، ابوداؤد اور ترمذی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کیلئے نیا وضو کرتے تھے اس پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ فرمایا ایک وضو ہمیں اس وقت تک کفایت کرتا ہے جب تک کہ میں حدث یعنی بے وضو نہ ہوں اور اس جگہ علماء فرماتے ہیں کہ ہر نماز کیلئے نیا وضو، سرکار دو عالم رسول کریم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے نہیں ہے۔ چنانچہ امام احمد و ابوداؤد کی روایت میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ابی عامر عمرو بن صیفی بن مالک بن امیہ بن ضبیعہ بن زید بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔ قبیلہ اوس کی شاخ عمرو بن عوف سے ہیں) سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو کرنے پر مامور ہوئے تھے خواہ طاہر ہوں یا غیر طاہر۔ اور جب آپ علیہ السلام پر شاق ہوا تو ہر نماز کیلئے مسواک کا حکم دیا گیا اور آپ علیہ السلام سے نیا وضو کرنے کا حکم اٹھا لیا گیا مگر جبکہ حدث لاحق ہو چکا ہو۔

مسواک

مسواک، سواک سے بنا ہے جس کے معنی ملنے اور منہ کو ملنے کے ہیں اور سواک سین کے زیر سے، بمعنی دانتوں کی لکڑی، اسی سے مسواک بنا ہے۔ اور مسواک کی فضیلت واستحباب میں بکثرت احادیث مروی ہیں۔ فرمایا ''اگر امت پر دشوار ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں ان پر ہر نماز کے لئے مسواک کو واجب قرار دیتا''۔ اور فرمایا ''مسواک کرنا منہ کی پاکیزگی کا ذریعہ اور موجب رضائے حق وسبحانہ وتعالیٰ وتقدس ہے'' اور فرمایا ''جب بھی جبریل علیہ السلام آئے تو انہوں نے مجھے مسواک کرنے کا حکم سنایا۔ میں ڈرا کہ میں اپنی منہ کو گھسوں اور پست کروں'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''لثہ (مسوڑھے) کو لثہ سے رگڑوں''۔ اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسواک کرنا حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واجب تھا لیکن اس حدیث کی صحت میں کلام

ہے اور خصائص دلیل صحیح سے ہی ثابت ہوتے ہیں۔

طبرانی اور بیہقی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ہیں جو مجھ پر تو فرض ہیں لیکن امتی کیلئے سنت ہیں۔ وتر، مسواک اور قیام لیل (نماز تہجد) ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول کریم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''مجھے مسواک کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ میں ڈرا کہ کہیں مجھ پر فرض نہ کر دیا گیا ہو''۔ یہ حدیث عدم وجوب میں صریح ہے۔ لیکن اس سے پہلی حدیث میں وجوب واقع ہوا ہے۔ لیکن امت پر اجماع یہ ہے کہ یہ واجب نہیں ہے بلکہ سنت موکدہ ہے وضو کے وقت باتفاق اور امام شافعی کے نزدیک بوقت نماز اور خواب سے اٹھنے کے بعد۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات کے وقت خواب سے اٹھتے تو مسواک کو ملتے اور دہن مبارک کو پاکیزہ تر بناتے تھے اور ظاہر ہے کہ قیام لیل سے مراد، نماز (تہجد) کیلئے قیام کرنا ہے۔ لہٰذا مسواک سے مراد، نماز کے وضو کیلئے ہے اور وضو کا تعلق خواب سے اٹھنے کے وقت سے ہے نہ کہ نماز شب کیلئے یہ علیحدہ سنت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرأت قرآن اور سونے کا ارادہ کرتے وقت بھی مسواک کرتے تھے اور تغیر فم کے وقت خواہ تغیر منہ کی بو کا ہو یا دانتوں کی رنگت کا تغیر۔ اور گھر میں داخل ہونے کے وقت بھی مسواک کرتے تھے۔ چنانچہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور رسول کریم سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شانہ اقدس میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلا جو کام کرتے وہ مسواک کرنا ہوتا تھا اور ظاہر ہے کہ ایسا وضو اور نماز کے وقت بھی کرتے تھے۔ اور حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک میں خوب مبالغہ کرتے تھے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور رسول اللہ سرکارِ دوعالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک کرتے تھے چنانچہ آپ علیہ السلام کے دہن مبارک سے اُع اُع کی مانند آواز نکلتی تھی گویا کہ قے کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں غین سے یعنی اغ اغ آیا ہے اور نسائی کی روایت میں اعاعا آیا ہے اور ابوداؤد کی روایت میں آہ آہ اور بعض روایتوں میں اُخ اُخ آیا ہے۔

مستحب ہے کہ مسواک، درخت اراک کی ہو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی اسی سے کرتے اور اسی سے کرنے کا حکم بھی فرماتے تھے اور انگلی سے مسواک کرنا بھی کافی ہے۔ خواہ اپنی انگلی سے ہو یا دوسرے کی انگلی سے اور اگر سخت و درشت کپڑے سے ہو تب بھی کافی ہے۔ اور شوافع جو ہر نماز کیلئے کرتے ہیں زیادہ تر ایسے ہی کپڑے سے کرتے ہیں۔

ابونعیم اور بیہقی روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دانتوں کے عرض پر مسواک کرتے تھے اور مواہب لدنیہ میں کہا گیا ہے کہ مسواک داہنے ہاتھ سے کرنی چاہیئے یا بائیں ہاتھ سے۔ کون سا مستحب و اولیٰ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ حدیث میں ہے کہ سواری پر چڑھنے اور جوتا پہننے اور طہارت کرنے اور مسواک کرنے میں داہنی جانب کو اختیار کرنا چاہیئے اس لئے داہنے ہاتھ ہی سے مسواک کرنی مستحب ہے کیونکہ مسواک کرنا یا تو تطہیر و تطییب کی

قبیل سے ہوگا یا گندگی وآلائش وغیرہ کے دور کرنے کی قبیل سے۔ اگر ہم کہیں کہ اول قبیل سے ہے تو یہی مستحب ہوگا یعنی داہنے ہاتھ سے۔ اور اگر دوسرے قبیل سے کہیں تو بائیں ہاتھ سے مستحب ہوگا۔ اس لئے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا داہنا دست مبارک، طہارت کرنے اور کھانے کیلئے اور بایاں دست مبارک، بیت الخلاء میں استنجا کرنے اور ناپاکی دور کرنے کے لئے تھا۔ اسے ابوداؤد نے باسناد صحیح روایت کیا ہے۔

بعض شراح حدیث نے کہا ہے کہ مسواک میں تیمّن سے مراد یہ ہے کہ ابتدا داہنی جانب سے کرے جیسا کہ چلنے اور جوتے پہننے میں ہے۔ لہٰذا اس سے داہنے ہاتھ سے مسواک کرنے پر استدلال کرنا درست نہ ہوگا پھر داہنے ہاتھ سے مسواک کرنے میں نقل درکار ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ یہ از باب ازالہ اذی یعنی تکلیف دور کرنے کے قبیل سے ہے جیسا کہ ناک صاف کرنا۔ لہٰذا بائیں ہاتھ سے ہو۔

امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ مسجدوں میں مسواک نہ کرنی چاہئے اس لئے کہ یہ ناپاکی دور کرنے کی قبیل سے ہے۔ یہ ساری گفتگو مواہب میں ہے۔ (واللہ اعلم)

غسل اور وضو میں پانی کی مقدار

رسول اللہ ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل اور وضو میں، پانی کی مقدار کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل ایک صاع پانی سے کرتے جو کہ پانچ مد کے برابر ہے۔ اور وضو ایک مد پانی سے کرتے تھے اور ایک حدیث میں ہے کہ وضو دو رطل پانی سے کرتے۔ (بلاشبہ ہمارے ملک کی زبان میں صاع اور رطل کی مقدار کی تحقیق وضاحت وتوضیح سے خالی نہیں)۔ اگر اس مقدار مذکورہ سے کم یا زیادہ پانی ہو تب بھی جائز ہے۔ اصل قاعدہ یہ ہے کہ جتنا پانی بھی مقصود برآری میں کفایت کرے کام میں لائے۔ جب تک کہ پانی حد اسراف تک نہ پہنچے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آب وضو کی کمی اور اس کے کم بہانے میں مبالغہ فرماتے تھے اور امت کو وضو میں اسراف اور زیادہ پانی بہانے سے منع فرماتے اور تنبیہ فرمایا کرتے تھے اور فرماتے ''میری امت میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو وضو میں تعدی اور حد سے تجاوز کریں گے اور پانی بہانے میں بہت اسراف کریں گے'' اور فرماتے کہ ''وضو کیلئے ایک شیطان ہے جس کا نام ''دلہان،، ہے جو آدمی کو وضو میں اور پانی کے اسراف میں وسوسے ڈالتا ہے۔ لہٰذا اس کے وسوسوں سے بچو۔ اور اس کے وسوسوں سے بچنے اور اسے دفع کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ براہ تغافل مارو اور دلوں سے بہ کوشش اسے دور کرو اور اس کے وسوسوں سے بچو۔ اور اس کے وسوسوں کی پیروی نہ کرو۔ نیز رخصت پر عمل کرو۔ اور اگر شیطان بہت مزاحمت کرے تو کہو یہ جو تو عمل کرتا ہے ناقص اور نادرست ہے درگاہ حق میں اس کی پذیرائی نہیں ہے۔ اور اس کے گمان پر کہو دور ہو جا میرے پاس سے میں اس سے زیادہ ہرگز نہیں کروں گا۔ اور میرا مولا یعنی

اللہ تعالیٰ تقدس وکریم ہے۔ وہ اتنا ہی قبول فرمالے گا اور اس کا فضل وکرم بہت وسیع ہے۔ یہی صورت نماز اور دیگر مواقع عبادات وغیرہ میں وسوسوں کا ہے اور اصل وسوسہ اس میں کمی وناقص رہنے کا خیال پیدا کرنا ہے۔ اور جب شیطان ان راہوں میں دخل انداز ہو تو چاہیئے کہ استعاذہ اور "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے" یہ اس کے ازالہ اور دفعیہ میں انتہائی موثر ہے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ مسند امام احمد اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی 55ھ مدینہ منورہ جنت البقیع میں مدفون ہیں) کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ وہ وضو کر رہے تھے فرمایا "لَاتُسْرِفْ بِالْمَآءِ" "پانی میں اسراف نہ کرو" ایک روایت میں ہے کہ "مَاھٰذَا السَّرْفُ یَاسَعْدُ" "اے سعد (رضی اللہ عنہ) یہ کیا اسراف ہے؟" حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا "ھَلْ فِی الْمَآءِ اِسْرَافٌ" "کیا پانی میں بھی اسراف ہے؟ کیونکہ پانی میں کوئی چیز کم یاب اور عزیز الوجود نہیں ہے؟ اسراف کیسے ہوگا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "نَعَمْ وَاِنْ کُنْتَ عَلٰی نَھْرٍ جَارٍ" "ہاں پانی میں بھی اسراف ہے اگرچہ تم نہر جاری پر ہو" اور یہ منع اور تنبیہ میں مبالغہ ہے کہ پانی میں ہرگز کسی جگہ اسراف نہ کیا جائے۔ غالباً حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بطریق دفع وسواس میں یہ ارشاد ہے کہ کوئی چیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قسم کی محسوس فرمائی ہوگی۔ یہاں تک کہ اس کے دفع کرنے میں اتنا مبالغہ ظاہر فرمایا اور مسائل فقہ میں مذکور ہے کہ اگر وضو کرنے والا نہر کے کنارے پر ہو تو پانی کے بہانے میں وہاں اسراف نہیں ہے اس لئے کہ جتنا پانی بہائے گا وہ لوٹ کر نہر میں ہی چلا جائے گا۔ بجز اس صورت کے اگر غسالہ نہر کے باہر بہایا جائے۔

نہر جاری اور غیر جاری کے درمیان فرق یہ ہے کہ وضو میں آب مستعمل باتفاق پاک کرنے والا نہیں ہے اور اکثر کے نزدیک تو آب مستعمل خود بھی پاک نہیں ہے۔ لہٰذا آب مستعمل کو کسی اور جگہ بھی استعمال نہیں کر سکتے۔ اس لئے ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کرنا ضائع ہوگا اور نہر جاری میں جب کہ غسالہ اسی میں ڈالا جائے تو ضائع کرنا نہ ہوگا۔ اور یہ بھی بات ہے کہ نہر جاری میں آب مستعمل نہیں رہتا لیکن اس جگہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مبالغہ فرمایا کہ حد سے تجاوز مناسب نہیں ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر زیادہ پانی بہانے میں، پانی میں اسراف نہ بھی ہو تو عمر میں اسراف اور وقت کو ضائع کرنا تو باقی ہے۔ اور اسی مفہوم کے قریب قریب وہ بات ہے جو بعض علماء فرماتے ہیں کہ حدیث میں اسراف سے مراد، گناہ ہے یا نہیں، اگرچہ جاری نہر میں کثرت سے پانی بہانے میں اسراف اور پانی کا ضائع کرنا نہیں ہے لیکن مقدار شرع سے تجاوز کرنے میں تو ایک گناہ ہے (واللہ اعلم)

وصل

کبھی کبھی سرکارِ دوعالم ختم الرسل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعضاء وضو کو ایک مرتبہ سے زیادہ نہیں

دھوتے تھے اور یہ تعلیم امت کی بنا پر تھا کیونکہ اتنی مقدار کافی ہے اور مقدار فرض پر انحصار فرمانا اس لئے ہے کہ اس سے کم پر وضو درست نہیں ہے جیسا کہ فرمایا ''ھٰذَا وُضُوْءٌ'' لَّا یَقْبَلُ اللہُ الصَّلٰوۃَ اِلَّا بِہٖ۔ ترجمہ: ''یہ وضو ہے اس کے بغیر اللہ نماز کو قبول نہیں فرماتا''۔ ابوداؤد میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرمایا کہ ''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وضو کیا تھا؟ اس کی بعد انہوں نے اعضاء وضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا اور کبھی وضو کو طہارت میں مبالغہ کے لئے دو مرتبہ دھویا اور اسے ''نور علیٰ نور'' فرمایا۔ اور ثواب میں زیادتی اور اجر کو بڑھانے کا سبب قرار دیا ہے جیسا کہ زرین کی حدیث میں عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وضو کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو میں ہر عضو کو دو دو مرتبہ دھویا اور فرمایا ''نور علی نور'' اور کبھی تین مرتبہ دھویا اور یہ طہارت کے مرتبہ میں آخری حد ہے۔ اور ''اسباغ وضو'' جو کہ حدیثوں میں آیا ہے اکثر علماء کے نزدیک یہی ہے۔ اور اس باب میں صحیح وحسن حدیثیں بلاشبہ بکثرت مروی ہیں چونکہ عزیمت وفضیلت اس میں ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضون اللہ تعالیٰ اجمعین اکثر حالتوں میں ایسا ہی کرتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین تین مرتبہ اعضاء وضو کو دھوتے تھے اور فرمایا ''ھٰذَا وُضُوْ لِیْ وَوُضُوْءُ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ قَبْلِیْ'' ''یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے کے تمام نبیوں کا وضو ہے'' ایک اور روایت میں ہے کہ ''وَوُضُوْءُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلَ الرَّحْمٰنِ'' ''اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا وضو ہے''۔ اور کبھی کسی عضو کو تین مرتبہ اور کسی عضو کو دو مرتبہ دھوتے جیسا کہ بخاری ومسلم میں حضرت عبد اللہ بن زید بن عاصم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج۔ قبیلہ خزرج) سے مروی ہے کہ ان سے کہا گیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانند وضو کر کے ہمیں دکھائیں تو انہوں نے پانی منگایا اور اس سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور تین مرتبہ دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر ہاتھ سے پانی نکال کر ایک ہاتھ سے کلی کی اور ناک میں تین تین مرتبہ پانی ڈالا اور اس کے بعد برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی نکالا اور اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا، پھر دونوں ہاتھوں کو دو دو مرتبہ دھویا اور اپنے سر کا آگے اور پیچھے سے مسح کیا اور اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔ اسی کی مانند موطا، نسائی اور ترمذی میں مروی ہے۔

نیز اسی طرح مروی ہے کہ پاؤں کے دھونے میں کوئی گنتی مذکور نہیں ہوئی اور نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ دونوں پاؤں کو دو دو مرتبہ دھویا۔ اور بعض حدیثوں میں مطلقاً اعضاء دھونا آیا ہے اس میں عدد کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ ایک مرتبہ دھویا ہوگا۔ یا اس مقام میں راوی کا مقصود اصل دھونے کا بیان ہو اور عدد کے بیان میں خاموش رہا ہو اور کسی حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وضو میں تین سے زیادہ مرتبہ دھونے کی ممانعت آئی ہے۔ اور فرمایا کہ ''جو شخص تین بار سے زیادہ دھوئے یا اس سے کم کرے تو اس نے برا کیا اور ظلم کیا'' لیکن اس میں مشکل یہ

ہے کہ اس حدیث کا ظاہر، تین سے کمی کی مذمت میں ہے اور جواب میں کہتے ہیں کہ یہ حکم نسبتی ہے اور برائی میں متعلق کمی سے ہے اور ظلم زیادتی سے اور نسائی کی روایت میں نقص یعنی کمی کا ذکر نہیں ہے اس میں اتنا ہی ہے کہ جس نے تین بار سے زیادہ دھویا اس نے برا کیا تعدی کی اور ظلم کیا۔ یہی زیادہ صحیح ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں ایک کلمہ مقدر ہے اور مراد۔ من واحدۃ ہے اور بعض روایتوں میں صراحت سے ہے مَنْ نَقَصَ مِنْ وَّاحِدَةٍ اَوْزَادَ عَلٰى ثَلَاثٍ فَقَدْ اَخْطَاءَ. ''جس نے ایک سے کم کیا اور تین سے زیادہ کیا بلاشبہ اس نے غلطی کی''

امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ فرمایا میں پسند نہیں کرتا کہ متوضی تین بار سے زیادہ دھوئے اور اگر کسی نے زیادہ کیا تو اسے مکروہ بھی نہیں جانتا۔ اہل علم فرماتے ہیں کہ ان کی مراد اس سے یہ ہے کہ میں اسے حرام نہیں جانتا اور درست یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ بکراہت تنزیہہ ہے اور دارمی نے شوافع کی ایک جماعت سے نقل کیا کہ تین پر زیادتی سے وضو کو باطل قرار دیتے تھے جس طرح کہ نماز میں رکعت زیادہ ہو جانے کی صورت میں ہے اور یہ قیاس فاسد ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ فرمایا تین پر زیادتی جائز نہیں ہے اور ابن المبارک فرماتے ہیں کہ بے خوف نہیں ہوں کہ یہ گناہ ہو اور شمنی فتاوی ظہیریہ میں بیان کرتے ہیں کہ جو ایک مرتبہ دھونے پر اکتفا کرتا ہے وہ گنہگار ہے اور بعض کے نزدیک سنت مشہورہ کے تارک ہونے کی وجہ سے گنہگار اور بعض گنہگار نہیں بتاتے کیونکہ وہ مامور بہ کو تو لا رہا ہے اور اس میں صحیح حدیث وارد ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ (کاتب مذہب حنفیہ) اپنی موطا میں فرماتے ہیں کہ تین بار دھونا افضل ہے۔ اور دو بار کافی ہے اور ایک بار اگر مکمل اور درست طریق پر ہو تو بھی کافی ہے اور فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔

اکثر حدیثوں میں ایسا ہی واقع ہوا ہے کہ پہلے دونوں ہاتھ پہنچے تک دھوئے جائیں۔ اس کے بعد کلی کی جائے اور ناک میں پانی ڈالا جائے۔ پھر چہرے کو دھویا جائے پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا جائے۔

مشکوٰۃ میں ایک روایت بخاری و مسلم سے ہے کہ مضمضہ (کلی) اور استنشاق (ناک میں پانی لینا)، تین مرتبہ تین چلو سے فرمایا۔ یہ بھی دو وجہ پر محتمل ہے۔ از روئے فصل بھی اور از روئے وصل بھی لیکن بعض روایتوں میں صراحت سے آیا ہے کہ مضمضہ اور استنشاق ایک چلو سے کیا۔ امام شافعی کا مذہب اس وجہ پر ہے جو مذکور ہوا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا مذہب مضمضہ اور استنشاق میں بر وجہ مذکور فصل میں ہے اس لئے کہ منہ اور ناک دونوں جدا جدا عضو ہیں۔ لہٰذا دھونے میں بھی جدا جدا طریقہ ہوگا۔ جیسا کہ تمام اعضاء میں ہے۔ درحقیقت یہ وجہ فصل کی حدیث کو ترجیح دینے کیلئے اپنے قیاس کی موافقت سے ہے جیسا کہ اصول فقہ میں قاعدہ مقرر ہے نہ یہ کہ نص کی متابلے میں تعلیل کرنا ہے۔ جیسا کہ مخالف خیال کرتے ہیں۔ ہماری دلیل (یعنی مذہب احناف کی) وہ حدیث ہے جو طبرانی میں ابوداؤد سے مروی ہے۔ چنانچہ شمنی روایت کرتے ہیں کہ طلحہ بن مطرف جو کہ اعلام ائمہ اور ثقات تابعین میں سے ہیں

اپنے والداور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا پھر تین بار مضمضہ کیا پھر تین بار استنشاق کیا۔ اور ہر بار نئے پانی کو لیا ابن سعد ''طبقات'' میں ایک حدیث باب مسح میں طلحہ کے دادا سے ان لفظوں سے روایت کرتے ہیں کہ ''رَاَیۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ یَمۡسَحُ ھٰکَذَا''، (میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح مسح کرتے دیکھا ہے) لہٰذا ان کی صحبت ثابت ہے۔ ایسا ہی شیخ ابن الہمام فرماتے ہیں اور شمنی فتاوی ظہیریہ میں نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی مضمضہ واستنشاق میں جمع وہ وصل کو مکروہ نہیں جانتے ہیں۔ اور مضمضہ واستنشاق وضو میں تین اماموں کے نزدیک سنت ہے اور امام احمد کے نزدیک فرض ہے۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داہنے ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالتے اور بائیں ہاتھ سے ناک صرف کیا کرتے تھے۔

سر کا مسح

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اور پورے سر کا مسح سنت ہے۔ مسح کی کیفیت یہ ہے کہ سر کے اگلے حصے سے دونوں ہاتھوں کو پچھلے سرے تک لے جائے پھر پچھلے سرے سے دونوں ہاتھوں کو وہاں تک واپس لائے جہاں سے مسح شروع کیا گیا تھا۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مسح سر ایک مرتبہ سنت ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک پورے سر کا مسح تین مرتبہ جدید پانیوں سے سنت ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کی بھی ایک روایت ہے کہ ایک ہی پانی سے تین مرتبہ مسح کرنا چاہیے اور ہدایہ میں ہے کہ امام اعظم سے یہی مشروع ومروی ہے اور بعض شروح ہدایہ میں ہے کہ امام اعظم کی روایت حسن ہے کہ اگر ایک پانی سے تین مرتبہ مسح کیا جائے تو مسنون ہوگا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مروی ہے کہ آپ مسح میں تکرار نہیں کرتے تھے اور مسح کی اکثر حدیثوں میں، مطلق بغیر تقیید عدد آیا ہے اور ایک مرتبہ کے ساتھ مقید بھی آیا ہے اور کچھ حدیثوں سے صحت کے ساتھ جو معلوم ہوا ہے یہی ہے اور بعض حدیثوں میں دو مرتبہ بھی آیا ہے۔ اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو سر کے اگلے حصے سے پچھلے حصے تک لے جائے پھر پچھلے سرے سے اگلے حصہ تک واپس لائے۔ نیز ان حدیثوں کو ضعیف کا نام دیتے ہیں۔ لیکن تین مرتبہ مسح کرنے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے مگر یہ کہ وضو فرمایا، ایک ایک بار اور دو دو بار اور تین تین بار، اور وضو دھونے اور مسح کرنے دونوں ہی کو شامل ہے۔

ابوداؤد میں کہا گیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثیں جو صحاح میں ہیں وہ سب مسح کے ایک بار مرتبہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور ابوعبیدہ مبالغہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں سلف میں ایسے کسی ایک سے بھی واقف نہیں جس نے مسح میں تین بار کو مستحب رکھا ہو بجز ابراہیم تیمی کے۔ لیکن اس قول میں نظر وکلام ہے۔ اس لئے کہ ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر حضرت انس اور عطاء وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اسے نقل کر چکے ہیں۔ اور ابن خزیمہ وغیرہ حضرت

عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں تین بار کو صحیح ظاہر کر چکے ہیں۔ جامع الاصول اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ مسح سر، تین مرتبہ کیا گیا۔ اور شیخ ابن الہمام، بیہقی سے نقل کر کے کہتے ہیں کہ بوجوہ غریبہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تکرار مسح روایت کیا گیا ہے۔ لیکن یہ احادیث صحیحہ کی مخالف ہونے کی بناء پر اہل علم کے نزدیک حجت نہیں ہے۔

ترمذی میں وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ''ثُمَّ مَسَحَ عَلٰی رَاسِہٖ ثَلٰثًا وَّمَسَحَ اُذُنَیْہِ ثَلٰثًا۔'' پھر اپنے سر پر تین بار مسح فرمایا اور اپنے دونوں کانوں پر تین بار مسح کیا۔ اس ضمن میں جو کچھ مذکور ہے اگر صحت کو پہنچ جائے تو ایک پانی کی ساتھ تکرار پر محمول ہے نہ کہ جدا جدا پانی کے ساتھ۔

مسح گوش

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ظاہر و باطن گوشہائے مبارک کا مسح کرتے مطلب یہ کہ کان کے بیرونی حصے کا بھی مسح کرتے اور اندرونی حصے کو بھی مسح کرتے اور کان کے سوراخ میں انگلیوں کے سرے کو داخل کر کے مسح ہوتا اور کان کا مسح تینوں اماموں کے نزدیک جدید پانی سے ہے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بروایت از امام احمد رحمۃ اللہ بقیہ آب سر سے ہے۔ اور اکثر حدیثوں میں سر اور کانوں کا مسح، بغیر آب جدید کے بیان کے آیا ہے اور ان کا ظاہر سیاق، آب سر سے اس کے مسح کرنے میں ہے لیکن یہ جو روایت کیا گیا ہے کہ کانوں کے مسح کیلئے جدید پانی لیا تو یہ اس پر محمول ہے کہ پورے سر کا مسح کرنے کے بعد ہاتھوں میں تری نہ رہی ہوگی۔ یہ حدیثوں کے درمیان تطبیق کی بنا پر ہے۔ غرضیکہ آب سر سے کانوں کا مسح کرنا تو یہ اکثر و مشہور ہے اور بکثرت صحابہ عظام سے بطرق کثیرہ مروی ہے جیسا کہ شیخ ابن الہمام نے فرمایا۔

پاؤں کا دھونا

اب رہا وضو میں پاؤں کے دھونے کا مسئلہ تو اکثر روایتیں بغیر ذکر تعداد کے مطلق، مروی ہیں۔ اب اس کا ملنا اور پاک وصاف کرنا۔ تو اس بارے میں بعض حضرات تین بار دھونے کے قائل نہیں ہیں جیسا کہ شرح ابن الہمام میں ہے اور نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ دونوں پاؤں کو دو مرتبہ دھویا اور بعض روایتوں میں تین بار بھی آیا ہے اور بعض روایتوں میں پہلے دائیں پاؤں کو تین مرتبہ پھر بائیں پاؤں کو تین مرتبہ آیا ہے ظاہر ہے کہ یہ کسی خاص وقت اور خاص طریقہ سے واقع ہوا ہوگا۔ (واللہ اعلم)

ڈاڑھی میں خلال کرنا

ڈاڑھی کے خلال کرنے میں حضرت عثمان اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث مروی ہے اور محدثین

کو ان کی صحت وثبوت میں اختلاف ہے مگر ترجیح جانب ثبوت میں ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سنت ہے اور امام احمد کے نزدیک مذہب معروف کی بنا پر بھی ہے۔ اور بعض ائمہ مذاہب کے نزدیک یہ واجب بر بنائے حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وضو فرماتے تو ہاتھ میں پانی لے کر انگلیوں کے گھائیوں میں داخل کرتے پھر اپنی ڈاڑھی شریف کا خلال فرماتے اور فرماتے کہ ''میرے رب نے مجھے اس کا حکم دیا ہے''

خلال کرنے کی کیفیت یہ ہے کہ اپنی انگلیوں کو ڈاڑھی کے نچلے حصہ سے اوپر کی جانب داخل کرتے ایسا ہی شمنی نے کہا ہے اور ظاہر حدیث یہ ہے کہ جدید پانی سے ہو۔ اور بعض کہتے ہیں کہ چہرے کے پانی کے ساتھ ہے۔ خلال چہرے کو دھوتے وقت کرنا چاہئے لیکن امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اختیار دیا گیا ہے کہ چاہے تو چہرے کے دھوتے وقت خلال کرے اور چاہے تو سر کے مسح کے وقت خلال کرے اور ابوداؤد کے نزدیک، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وضو فرماتے تو اپنے دونوں رخساروں کو ملتے پھر اپنی انگشتہائے مبارک ڈاڑھی شریف کے نیچے حصہ سے داخل فرماتے۔

ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال

لیکن ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کبھی کبھی کرتے جیسا کہ سفر السعادات میں ہے اور یہ بھی امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک سنت ہے۔ اور امام احمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک صرف پاؤں کی انگلیوں کا خلال سنت ہے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے خلال میں دو روایتیں ہیں۔ زیادہ مشہور سنت ہے۔ ایک اور روایت کے بموجب نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ان کا کھلا ہونا خلال سے بے نیاز ہے اور امام مالک رحمتہ اللہ علیہ پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرنے کو مخصوص رکھتے ہیں اور وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر اسے ترک کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن خلال کرنا نفس کی پاکی کیلئے ہے۔ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال چھنگلیوں سے کرے اور کہتے ہیں کہ یہ اس لئے ہے کہ اصاغر کے ساتھ خدمت شروع کرنا زیادہ مناسب ہے اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی چھنگلیہ سے، داہنے پاؤں کی چھنگلیہ سے خلال شروع کرے اور بائیں پاؤں کی چھنگلیہ پر ختم کرے اور یہ داہنی جانب سے شروع کرنے کی رعایت سے ہے اور ہاتھوں کی انگلیوں میں خلال کرنا اس طرح ہے کہ ہر ایک انگلی دوسری ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرے اور شیخ ابن الہمام فرماتے ہیں کہ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں میں اس عمل کرنے کی تعلیم دینے کی حقیقت معلوم نہیں ہے۔

انگوٹھی کو حرکت دینا

مسلک حنفی میں اسے بھی وضو کے مستحبات وسنن میں شمار کیا ہے اور ابن الہمام ''زاد الفقہ،، میں فرماتے ہیں کہ انگشتری کا حرکت دینا اگر کھلی اور فراخ ہو تو سنت ہے اور اگر تنگ ہو اور اس کے نیچے پانی نہ پہنچے تو اس کا گھمانا اور حرکت دینا واجب ہے۔

گردن کا مسح

گردن کا مسح کرنے میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص سر کے مسح کے ساتھ گردن پر مسح کرے، حق تعالیٰ روز قیامت اس کی گردن کو طوق سے محفوظ رکھے گا''۔ اس حدیث کو مسند الفردوس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا گیا ہے ایک اور روایت بھی ہی جسے شمنی نے بیان کیا ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے اور یہ مذہب حنفی میں مستحب ہے۔ اور بعض شوافع نے بھی ایسا ہی اختیار کیا ہے اور شیخ ابن الہمام اس کے استحباب کے اثبات کیلئے ترمذی میں وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بھی لائے ہیں کہ'' مَسَحَ عَلٰی رَاسِهٖ ثَلٰثًا وَّ مَسَحَ اُذُنَیْهِ ثَلٰثًا وَّ ظَاهِرَ رَقَبَتِهٖ،،۔ اور ایک اور حدیث کعب بن عمر یمامی سے بروایت ابوداؤد ہے کہ ''اِنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَسَحَ رَقَبَتَهٗ مَعَ الرَّاسِ،،۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر کے ساتھ گردن کا بھی مسح فرمایا اور وضو میں پانی بہانا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر سفر وحضر میں ثابت شدہ ہے اور اس باب میں احادیث صحیحہ مروی ہیں یہ اس پر دلیل ہے کہ وضو میں دوسرے شخص سے اپنے ہاتھ پر پانی ڈالنے میں مدد لینا بہ کراہت جائز ہے اور دوسرے سے پانی منگوانا تو بطریق اولی جائز ہوگا لیکن اس سے ہمیشہ ہی دوسرے سے مدد لینا لازم نہیں آتا اور یہ جو بعض لوگ کرتے ہیں کہ پاؤں دھوتے وقت اپنے ہاتھ میں دوسرے سے برتن لے لیتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں ہے مگر یہ کہ اگر اس بات کا لحاظ رکھنا مقصود ہو کہ دوسرے سے زیادہ پانی نہ بہہ جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی رومال نہ تھا جس سے وضو کے بعد اعضاء کو خشک کیا جاتا ہے۔ بلکہ اعضاء کو اپنے حال پر خشک ہونے کیلئے چھوڑ دیتے۔ البتہ کپڑے کے کنارے سے چہرۂ مبارک کا مسح کرنا بھی آیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے فرمایا کہ حبیب خدا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بدن مبارک کو خشک کرنے کیلئے رومال تھا جس سے وضو کرنے کے بعد پانی کو خشک فرماتے تھے لیکن یہ ضعیف ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ حدیث اور کپڑے کے کنارہ سے چہرہ انور خشک کرنے کی حدیث دونوں ضعیف ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں جامع ترمذی میں مذکور ہیں اور وہ بھی ضعیف قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس

ضمن میں کوئی چیز صحت کو نہیں پہنچی ہے اور صحابہ وتابعین اور اہل علم کی ایک جماعت فرماتی ہے کہ اس باب میں رخصت دی گئی ہے اور بعض مکروہ جانتے ہیں اور وہ اعضاء کو خشک ہونے کیلئے اپنے حال پر چھوڑتے ہیں۔ کیونکہ یہ نورانیت اور میزان عمل کو بھاری کرنے کا موجب ہے۔ اور یہ قول سعید بن المسیب اور زہری سے روایت کیا گیا ہے اور کتب حنفیہ میں مذکور ہے کہ اگر تنزہ اور تکبر کا قصد نہ ہو تو کراہیت نہیں ہے اور بعض شروح مشکوۃ میں ازہار سے منقول ہے کہ کپڑے وغیرہ سے خشک نہ کرنا مستحب ہے اس لئے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا نہیں کیا اور اگر خشک کرے تو قول اصح پر مکروہ بھی نہیں ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔

اذکار وضو

ابتدائے وضو میں بسم اللہ کہنا چاہئے اور سلف سے یہ قول منقول ہے کہ ''بِسْمِ اللهِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى دِيْنِ الْاِسْلَامِ ''۔ اور شیخ ابن الہمام دونوں کلمہ شہادت کو ہر عضو کے دھوتے وقت مستحبات میں سے شمار کرتے ہیں اور بعض علماء ہر عضو کو دھوتے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کو مستحب قرار دیتے ہیں اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ان کے مقلدین کی جماعت کے اختیار کر لینے کے بموجب ابتدائے وضو میں تسمیہ واجب ہے اور صحت وضو کی شرط ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّا وُضُوْلَهٗ وَلَا وُضُوْ لِمَنْ لَّمْ يُسَمِّ) (رواہ احمد ابوداؤد والحاکم عن ابی ھریرۃ) ''جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں اور جس نے بسم اللہ نہ کہا اس کا وضو نہیں''۔ اور وضو کے آخر میں کہے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جس نے وضو کے بعد اس کلمہ کو کہا اس پر جنت کے آٹھوں دروازے کھل جائیں گے اور کہا جائے گا کہ جس دروازے سے چاہے داخل ہو جا، اور بعض حدیثوں میں دونوں کلمات شہادت کے بعد ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِىْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ''بھی آیا ہے اور بعض میں ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ ''۔ آیا ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ اسے ایک کاغذ کے پرزے پر لکھا جائے گا اور اس پر مہر کر دیا جائے گا پھر وہ روز قیامت سے پہلے کبھی نہ کھولا جائے گا۔ (واللہ اعلم)

شیخ ابن الہمام شرح ہدایہ میں مستحبات وضو کو جمع کر کے لکھتے ہیں کہ پانی میں ترک اسراف۔ اور اس میں کمی ترک کلام ناس، دوسرے سے مدد لینا، موضع استنجا کو کپڑے سے پونچھنا، وضو کے پانی میں اپنی پھونک نہ مارنا، استنجے کے بعد ستر کو ڈھانپنے میں جلدی کرنا، استنجے کی حالت میں اس انگشتری کو اتارنا جس میں نام خدا عزاسمہ یا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو مٹی کا لوٹا ہونا، لوٹے کو بائیں جانب رکھنا، اگر ایسا برتن ہو جو ڈھکا ہو تو اسے دائنی جانب رکھنا۔ دھوتے وقت لوٹے کے دستہ پر ہاتھ رکھنا نہ کہ لوٹے کے منہ پر، وقت سے پہلے وضو کر لینا، ہر عضو کے دھو

وقت ذکر شہادتیں کرنا۔ وضو میں قبلہ رو بیٹھنا، تمام افعال میں بے فکر نہ ہونا، آنکھ کے سلوٹوں سے باخبر ہونا، ان کا مسح کرنا، ان کا دھونا، ان سے غافل نہ ہونا، انگشتری کے نیچے کی جگہ کا خیال رکھنا۔ ہر عضو کے وقت دعا پڑھنا، پانی کا چہرے پر زور سے نہ مارنا، دھوئے ہوئے عضو پر ہاتھ پھیرنا۔ اعضاء کے دھونے میں اطمینان وسکون برتنا، اعضا کو ہاتھ سے ملنا، خصوصاً سردی کے موسم میں، چہرے کے حدود، دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے حدود سے تجاوز کرنا، ان کے دھونے میں خوب یقین کرنا، طویل غرارہ کرنا، اس دعا کا پڑھنا کہ:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ.
اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِی مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ.

کھڑے ہو کر قبلہ رو ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی پینا، اگر بیٹھ کر پیئے تو بھی جائز ہے، وضو کے بعد دو رکعت پڑھنا۔ آئندہ نماز کی تیاری کیلئے برتن میں پانی بھر کر رکھنا، قطروں سے کپڑوں کو بچانا، ناک میں پانی ڈالتے وقت ناک کو بائیں ہاتھ سے صاف کرنا۔ کیونکہ داہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنا مکروہ ہے۔ یہ سب آداب وضو میں سے ہیں، ایسے ہی پانی میں تھوکنا مکروہ ہے۔ اور اعضاء کو تین بار سے زیادہ دھونا اور اگر کسی عضو میں شک کرے تو فارغ ہونے سے پہلے اس شک کا ازالہ کرے اور اگر پہلے سے ہی شک نہیں تو نہیں اور اگر وضو کے بعد شک کیا تو مطلقاً اعادہ نہ کرے۔

موزوں پر مسح کرنا

جاننا چاہیے کہ ائمہ حدیث کی کتابوں میں خصوصاً صحاح ستہ وغیرہ میں بروایت متعددہ وطرق مختلف مروی ہے کہ سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر وحضر میں موزہ پر مسح کرتے تھے اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے کہ موزوں پر مسح کرنے کی حدیث تواتر کے ساتھ ثابت ہوئی ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں اور بعض علماء نے اس کے راویوں کو جمع کیا ہے جو اسّی (80) سے متجاوز ہیں اور ان میں عشرہ مبشرہ بھی داخل ہیں۔ اور سلف کے تمام لوگ اس کے قائل ہیں مگر امام مالک رحمہ اللہ کی منقولہ ایک روایت کے بموجب وہ مقیم کیلئے اس کے قائل نہیں۔ حالانکہ اس میں روایت صحیحہ مطلقاً اس کے جواز کی صراحت کر رہی ہیں اور مالکیوں کے نزدیک مشہور ومسلم دو قول ہیں ایک قول مطلقاً جواز کا اور دوسرا قول مسافر کیلئے نہ کہ مقیم کیلئے۔ جو کچھ مدون شدہ ہے اس کا مقتضا یہی ہے اور اسی پر ابن حاجب نے جزم ویقین کیا ہے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ حالت اقامت میں موزہ پر مسح کرنے میں امام مالک کا توقف خاص اپنی ذات کیلئے ہے۔ ورنہ ان کا فتویٰ اس کے جواز پر تھا اسی کی مانند ابوایوب انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ بظاہر ان کی مراد یہ ہے کہ وہ حالت اقامت میں مسح نہیں کرتے تھے۔ اور مشقت کے نہ پائے جانے کی بنا پر عزیمت کو اس حال میں اختیار فرماتے تھے نہ یہ کہ وہ اس کے جواز کے ہی قائل نہ تھے۔ (واللہ اعلم)

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے علماء روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں نے اس وقت تک موزوں پر مسح کرنے کا حکم نہیں دیا جب تک کہ میں نے روز روشن کی مانند اس میں آثار واخبار نہ دیکھ لیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سینتیس (37) صحابی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے موزوں پر مسح کرنے کی حدیث روایت کرتے ہیں۔ ایک روایت میں فرمایا کہ چالیس صحابہ کرام سے مرفوعاً حدیثیں مروی ہیں۔

امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستر (70) صحابہ کرام نے مجھ سے موزوں پر مسح کرنے کی حدیث روایت کی ہے اور ہدایہ میں ہے کہ مسح خفین میں احادیث واخبار مستفیض ومشہور ہیں۔ اور جو اس پر عقیدہ نہ رکھے وہ بدعتی ہے اور امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے کفر سے ڈرتا ہوں جو مسح خفین پر اعتقاد نہ رکھے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی کے مثل مروی ہے اور اہل سنت وجماعت کے عقائد میں ہے کہ وَتَرَیِ الْمَسَحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ (موزوں پر مسح کا اعتقاد رکھو) اور مسح خفین کو علامات اہل سنت وجماعت میں سے جانتے ہیں۔

مدت مسح خفین

صحیح حدیثوں میں ثابت ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر وحضر میں موزہ پر مسح کرتے تھے۔ حضر یعنی حالت اقامت کی مدت شبانہ روز اور سفر کی حالت میں مدت تین شبانہ روز ہے جیسا کہ مسلم میں سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان لفظوں کے ساتھ حدیث مروی ہے کہ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَسَحَ عَلَی الْخُفَّیْنَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ وَلَیَالِیْھِنَّ لِلْمُسَافِرِ وَ یَوْمًا وَّلَیْلَۃً لِلْمُقِیْمِ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موزوں پر مسح کی مدت مسافر کے لیے تین شبانہ روز اور مقیم کے لیے ایک شبانہ روز مقرر فرمائی ہے۔ اور موزہ پر مسح اس کے ظاہر پر یعنی پاؤں کی پشت پر کیا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور سنن ابوداؤد میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق متعددہ مروی ہے کہ فرمایا اگر دین کا کاروبار عقل کے حکم پر ہوتا تو پاؤں کے اوپر کے حصہ پر مسح کرنے کی بجائے نچلے حصہ پر مسح ہوتا لیکن بلا شبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ظاہر موزہ پر مسح فرمایا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک مسح ظاہر موزہ پر ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ کے مسلک میں بھی یہی ہے اور امام شافعی وامام مالک رحمہا اللہ کے نزدیک ظاہر موزہ پر فرض اور نچلے حصے پر سنت ہے۔

ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ دھونا افضل ہے اس لیے کہ دھونا عزیمت ہے اور مسح رخصت۔ اور عزیمت پر عمل کرنا رخصت پر عمل کرنے سے افضل ہے۔ لہٰذا اگر پاؤں سے موزہ اتار کر دھوئیں تو افضل ہے اور اس پر اجر وثواب ہے صاحب ہدایہ کے نزدیک بھی یہی مختار ہے۔ اور ایک جماعت کے نزدیک اگر پاؤں کھلے ہوں تو موزہ پہنیں اور مسح

کریں اور صواب یہ ہے کہ مسح کرنا اور دھونا دونوں مشروع اور برابر ہیں اور کوئی ایک دوسرے سے افضل وارجح نہیں ہے۔صاحب سفر السعادۃ کہتے ہیں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موزوں پر مسح کرنے اور پائے اقدس کو دھونے میں کوئی زحمت نہ تھی۔ بلکہ اگر وضو کرتے وقت پائے اقدس مکشوف ہوتے تو دھوتے تھے اور مسح کرنے کے لیے موزہ نہ پہنتے تھے۔اور اگر موزہ پہنے ہوئے ہوتے تو مسح کرتے اور موزہ نہ اتارتے اور فرمایا کہ احسن اقوال یہی ہے کیونکہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ کے موافق ہے۔

تیمّم

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے: سورۃ المائدہ آیت 6

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۶

ترجمہ:۔ ”اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہو لو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمّم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں ستھرا کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے کہ کہیں احسان مانو۔“

تیمّم کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے اور یہ اس امت کے خصوصیات میں سے ہے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس زمین پر چاہتے نماز ادا کرتے تھے۔خواہ پتھر ہو یا مٹی یا ریت، تیمّم کرتے اور مٹی اور ریت وغیرہ میں فرق وامتیاز نہ فرماتے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تیمّم کو مٹی کے ساتھ مخصوص رکھتے ہیں اور اس کے سوا سے

درست نہیں مانتے امام ابو یوسف (93ھ-182ھ) فرماتے ہیں کہ مٹی اور ریت کے سوا درست نہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (النعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ۔ پیدائش کوفہ 80ھ وفات بغداد 150ھ) کا مسلک ہے کہ مٹی، ریت، پتھر اور ہر وہ چیز جو جنس ارض سے ہو اس پر تیمّم جائز ہے۔ جنس ارض سے ان کی مراد یہ ہے کہ آگ سے پکائی نہ گئی ہو اور اسے خاکستر نہ بنایا گیا ہو اور وہ پتھر جس پر قطعاً گرد وغبار نہ ہو امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک تیمّم درست ہے۔ ہمارے نزدیک تیمّم کا حکم وضو کی مانند ہے اور ایک تیمّم سے چند نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں جس طرح کہ وضو سے ہوتی ہیں۔ کتاب وسنت کا ظاہر اسی کے موافق ہے اور امام شافعی کے نزدیک تیمّم ایک ضروری طہارت ہے جو دفع حرج کے لیے ہے جس طرح عذر والے کے لیے طہارت ہوتی ہے۔

صاحب سفر السعادۃ فرماتے ہیں کہ کسی حدیث صحیح میں میں ایسا نہیں پاتا کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک فریضہ کی ادائیگی کے لیے جدید تیمّم کیا ہو۔

تیمّم کی مشروعیت کی ابتدا یہ ہے کہ ایک غزوہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار گم ہو گیا تھا اور رسولِ کریم ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس کی تلاش کے لیے مقرر فرما کر قیام فرمالیا۔ اس وقت نماز کا وقت آ گیا اور صحابہ کے پاس پانی نہ تھا کہ جس سے وہ وضو کر سکتے۔ اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی، زوجہ رسول سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اظہار ناراضگی کیا کہ تم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روک رکھا ہے اور مسلمان پانی کے بغیر ہیں اس وقت تیمّم کی آیت نازل ہوئی اور اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی 16ھ) (بن سماک بن عتیک بن رافع بن امراء القیس بن زید بن عبد الاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔ حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضیر قبیلہ اوس کے سردار تھے اور جنگ بعاث (ہجرت سے 5 سال قبل) میں سپہ سالار تھے) نے کہا اے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہاری بدولت مسلمانوں پر کیسی کیسی برکتیں نازل ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی برکتیں نازل فرمائے اے عائشہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں نہیں دیکھتا کہ کوئی معاملہ تمہاری طرف سے ایسا درپیش ہو جو اگرچہ بظاہر ناگوار ومکروہ معلوم ہوتا ہو مگر یہ کہ حق تعالیٰ اس میں مسلمانوں کے لیے فراخی اور کشادگی فرما دیتا ہے۔ پھر کچھ دیر کے بعد ان کا ہار کجاوے کے نیچے سے مل گیا اور حکمت الٰہی نے اس کا اقتضاء کیا کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی اسے پوشیدہ فرما دیا۔

تیمّم کی کیفیت میں اختلاف ہے کیونکہ تیمّم کی دو ضربیں ہیں یعنی دو مرتبہ زمین پر ہاتھ مارنا۔ ایک بار چہرے کے لیے اور ایک بار کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لیے۔ یہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک و امام شافعی اور بعض اصحاب امام احمد رحمہما اللہ کا مسلک ہے۔

غسل شریف

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل سے پہلے شروع میں وضو کرتے اوراس میں سر کے مسح کے بارے میں دو روایتیں ہیں لیکن افضل یہی ہے کہ وضو کامل کرے۔جیسا کہ غیر حالت غسل میں کیا جاتا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غسل کے وضو میں مسح نہ کرے۔ بلکہ اس میں سر کا غسل کافی ہے اور دونوں پاؤں پہلے دھولے اور اس کی تاخیر اس صورت میں ہو جب کہ غسل کی جگہ پاک وصاف نہ ہو اور تقدیم فرمانا لطافت اور آپ علیہ السلام کی عادت شریفہ کی تقدیر پر تھی کہ وضو کے بعد انگلیوں میں پانی ڈالتے اور اس سے بالوں کی جڑوں میں خلال کرتے اس کے بعد چلو پانی دونوں ہاتھوں پر ڈالتے اس کے بعد تمام بدن پر پانی بہاتے تھے۔ بالوں کی جڑوں میں خلال کرنے سے مراد، سر کے بال ہیں جیسا کہ حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے اور بعض ڈاڑھی کے بال بھی مراد لیتے ہیں۔یا اس بنا پر کہ بالوں کی جڑیں مطلق آیا ہے، اس سے ڈاڑھی اور سر کے بال دونوں قیاس کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ڈاڑھی میں خلال کرنا واجب نہیں ہے مگر یہ کہ بالوں میں کوئی چیز ملی ہو جو کہ بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچنے میں مانع آتی ہو،

غسل کے بعد رومال وتولیہ وغیرہ سے بدن کو خشک کرنے میں اختلاف ہے اور حدیث میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں مروی ہے کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو غسل فرمانے کے بعد رومال پیش کرتیں تا کہ اس سے بدن مبارک خشک فرمالیں مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رومال نہ لیتے۔ اس سے خشک کرنے کی کراہت لازم نہیں آتی کیونکہ ممکن ہے کہ رومال نہ لینا کسی اور وجہ سے ہو۔ جو کپڑے سے متعلق ہے مثلاً وہ ریشم کا ہو یا میلا ہو یا تواضع فرمائی ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ گرمیوں میں مکروہ ہے اور سردیوں میں مباح ہے۔ اور ہاتھ سے پانی نچوڑنا مکروہ نہیں ہے۔

نماز رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

نماز تمام عبادتوں میں افضل واشرف اور اتم واکمل عبادت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ'' ''نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی ہے'' رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ دل میں جو خوشی ومسرت اور آنکھوں کی روشنی اور خوش دلی نماز میں رکھتے اور جو ذوق ومشاہدہ اس وقت میں پاتے وہ کسی عبادت اور کسی وقت میں نہ پاتے اور ''قرہ العین'' مقصود اور غیب سے نور پانے میں فرحت وسرور سے کنایہ ہے۔ قرۃ، قر بفتح قاف سے بنا ہے جس کے معنی قرار وثبات کے ہیں اس لئے کہ نظارہ محبوب سے آنکھ کو جتنا قرار وسکون ملتا ہے کسی اور چیز سے حاصل نہیں ہوتا۔ اور حالت سرور وخوش حالی میں اپنی جگہ ساکن رہتی ہے۔ اور غیر محبوب پر نظر ڈالنے سے نظر پراگندہ اور متلاشی محبوب رہتی ہے اور حزن وخوف کی حالت میں لرزاں وسرگرداں ہوتی ہے۔ علماء

فرماتے ہیں کہ ''اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ'' (مومن کی معراج نماز ہے) اس جگہ مومن سے مراد سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہے اور ہر مومن کو آپ علیہ السلام کے اتباع کے طفیل میں اس کے ایمان ویقین کے اندازہ کے مطابق اس مقام سے حصہ حاصل ہے اور التحیات کی مشروعیت میں اس مقام کے حصول کی طرف ایک اشارہ اور دلالت موجود ہے۔ اور نماز میں ظاہر و باطن اور قلب و جوارح سب کے سب بدرگاہ قرب وعزت حق سبحانہ وتعالیٰ، متوجہ ومشغول ہیں۔ اور حق تبارک وتعالیٰ نے ہر نمازی کے لیے ایک رکعت میں وہ تمام عبادتیں جمع فرمادی ہیں جو تمام فرشتوں میں جدا جدا بنائی گئی ہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ حق تعالیٰ نے کچھ فرشتے ایسے پیدا فرمائے ہیں جو ہمیشہ رکوع میں مشغول رہتے ہیں اور جب سے انہیں پیدا فرمایا گیا ہے وہ رکوع سے سر اٹھاتے ہی نہیں۔ روز قیامت تک بلکہ ابد تک اسی طرح سجود، قیام، قرأت اور قعود کی حالت ہے اور یہ سب نماز کی ایک رکعت میں جمع فرمائے ہیں اور یہ ایسا مجموعہ عبادات ہے جو کسی اور عبادت میں جمع نہیں ہے۔ طہارت، صحت، استقبال قبلہ، استفتاح یعنی تکبیر تحریمہ، تکبیرات، قرأت، قیام، رکوع، سجود، تسبیح، دعا، توجہ حضور قلب، اور خشوع وخضوع وغیرہ ہر ایک ان میں سے مستقل عبادت ہے اور کس خوبی سے ان سب کو ایک ہی طریقہ عبادت میں جمع فرمایا ہے اور اس جامعیت کے ساتھ یہ کتنی عجیب خوبی ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس نماز کے مشابہ ہے جس کی حقیقت تمام برکات وکمالات کی جامع ہے اور اسی تعلق ومناسبت سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''قرۃ العین'' فرمایا اور رب العزت جل وجلالہٗ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا سورۃ العنکبوت آیت 45

اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَؕ

ترجمہ: (اے محبوب پڑھو جو کتاب تمہاری طرف وحی کی گئی اور نماز قائم فرماؤ۔ بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بری بات سے اور بے شک اللہ کا ذکر سب سے بڑا اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو)۔

اور فرمایا سورۃ طٰہٰ آیت 132

وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَیْهَا

ترجمہ: (اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجیے اور اس پر صبر چاہیں)۔

اور ارشاد باری میں ''واصطبر علیھا'' میں اس پر ایک اشارہ ہے کہ نماز میں ایک ایسی تکلیف ہے جو نفوس بشریہ پر شاق ہے۔ اس لیے کہ وہ بندوں کی لذتوں، شہوتوں اور مشغولیتوں کے وقتوں میں آتی ہے تو وہ ان تمام سے کنارہ کش ہو کر حق تعالیٰ کی طلب میں آتا ہے۔ اور بارگاہ حق میں قیام کرتا ہے اور ماسوی اللہ سے فراغت حاصل کرتا ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے فرمایا سورۃ البقر آیت 45

وَ اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِؕ

ترجمہ: ''اور صبر ونماز سے استعانت کرو''۔

اور صبر ونماز ملا کر فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ نماز کئی قسموں کے صبر کی متمنی ہے ایک اوقات نماز کی نگہداشت اور حفاظت پر صبر، ایک واجبات ومسنونات اور مستحبات پر صبر، ایک غفلتوں اور توجہات سے نماز میں دل کو باز رکھنے پر صبر ہے اسی بناء پر فرمایا سورۃ البقر آیت 45

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ

ترجمہ: ''بلاشبہ نماز بڑی عظیم شی ہے مگر خشوع کرنے والوں پر آسان ہے''

نماز کی فرضیت معراج شریف کی رات ہوئی۔ سب سے پہلے پچاس نمازوں کا حکم ہوا تھا اس کے بعد پچاس سے پانچ ہوئیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہوا یہ پانچ ہی پچاس کے حکم میں ہیں۔ کیونکہ میرے حکم میں تبدیلی نہیں ہوتی اور ان پانچ نمازوں کے اوقات کا تعین سید عالم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج شریف سے واپسی کے بعد ہوا۔ مواہب میں محمد بن اسحاق سے منقول ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج کے بعد جب صبح فرمائی تو جبریل علیہ السلام نے آکر نماز پنجگانہ کے اوقات بتائے اور بعضوں کا خیال ہے کہ ہجرت کے بعد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے جبریل علیہ السلام کے بیان کرنے سے ہے۔ اور ہجرت کے بعد خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائے بہر تقدیر جبریل علیہ السلام ظہر کے وقت میں دو دن برابر آئے اس پر حضور ختم الرسل علیہ السلام نے اذان دینے کا حکم فرمایا کہ: ''اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ'' پکاریں۔ پھر جب صحابہ کرام جمع ہو گئے تو جبریل علیہ السلام نے ظہر کے شروع وقت میں امامت کی اور نماز ظہر ادا کرائی۔ وقت زوال کے فوراً بعد کا تھا اس کے بعد امامت کی اور نماز عصر ادا کی یہ وقت آدمی کی مثل سایہ ہو جانے کے بعد تھا۔ پھر مغرب ادا کی اور یہ وقت غروب آفتاب کے فوراً بعد تھا اور غروب شفق کے بعد عشاء کی نماز ادا کی۔ پھر نماز فجر ادا کی۔ جب کہ طلوع صبح صادق ہو چکی تھی۔ دوسرے دن جبریل علیہ السلام آئے امامت کی اور ظہر کی نماز ادا کی۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ سایہ ایک مثل کے قریب پہنچ گیا تھا اور نماز عصر ادا کی جب کہ سایہ دو مثل سے متجاوز ہو گیا تھا اور مغرب کی نماز ادا کی جب کہ آفتاب غروب ہو گیا تھا۔ نماز مغرب دونوں دن ایک وقت میں گزاری اور عشاء کی نماز تہائی رات یا نصف رات کے وقت گزاری۔ اس میں راوی کا شک ہے اور نماز فجر ادا کی جب کہ وقت دراز ہو چکا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ روشنی پھیلنے کے بعد (قبل طلوع آفتاب) ادا کی اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے کہا ''اے حبیب خدا! یہ ان انبیاء علیہم السلام کا وقت ہے جو آپ علیہ السلام سے پہلے گزرے اور نماز کے اوقات ان دونوں وقتوں کے درمیان ہیں''۔

تعجیل صلوٰۃ کی فضیلت اور اس میں جلدی کرنے میں جبکہ وقت داخل ہو جائے۔ اور اس میں سستی نہ کرنی چاہیے اور اخیر وقت تک تاخیر کرنے میں کلام نہیں ہے لیکن یہ ان نمازوں کے سوا میں ہوگا۔ جن میں تاخیر مستحب ہے جیسے کہ اسفار فجر اور ظہر کو ٹھنڈا کر کے اور تاخیر نماز عشا وغیرہ میں تکمیل نماز اور تیمّم ثواب کے لیے تاخیر ہے اور شوافع

مطلقاً اول وقت میں نماز ادا کرتے ہیں اور تمام نماز میں اول اوقات ہی ان میں متعارف ہیں اور اسی کو وہ افضل جانتے ہیں۔اور بغیر فرق وامتیاز کے کہ جن کی رعایت واجب ہے وہ سنت شمار کرتے ہیں۔مثلاً گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا کیونکہ حدیثوں میں اس کا حکم واقع ہوا ہے اور اس میں تاکید ومبالغہ فرمایا گیا ہے مگر شوافع کے نزدیک رخصت ہے۔اور بعض شوافع ٹھنڈا کرنے کو زوال آفتاب پر محمول کرتے ہیں۔حالانکہ یہ تاویل انتہائی بعید ہے۔کیونکہ زوال بجائے خود اول وقت ہے البتہ ظہر کی فوقیت ایک مثال کے پہنچنے تک احوط ہے۔ بعض کے نزدیک امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مفتٰی بہ قول بھی یہی ہے۔نماز مغرب میں اول وقت کی جلدی میں سب متفق ہیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور نماز عصر کو اس وقت تک کہ آفتاب بلند روشن اور تاباں ہے ادا کرنا چاہیے۔ایک حدیث میں ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز عصر گزاری اور اس کے بعد اونٹ کو ذبح کیا اس کے ٹکڑے بنائے پھر اسے پکایا اور غروب آفتاب سے پہلے پکا ہوا گوشت ہم سب نے کھایا اس حدیث سے ایک قسم کی تعجیل کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے جو کہ آئمہ کے مسلک کے نزدیک ہے اور ممکن ہے کہ بعض اوقات تعلیم وتقرر وقت کے لیے ایسا کیا گیا ہو۔یہ دوام واستمرار پر اس کی دلالت مسلم نہیں ہے۔اس لیے کہ اس کا وقوع بعض مواضع میں، اصل و دوام واستمرار کی صورت نہیں رکھتی۔

محقق مذہب حنفیہ شیخ کمال الدین بن الہمام رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر نماز عصر کو تغیر آفتاب سے پہلے ادا کریں تو ممکن ہے کہ باقی وقت میں غروب آفتاب تک اس قسم کے کام کر سکیں۔جیسا کہ ماہر باورچیوں سے مشاہدہ میں آتا ہے کہ اپنے سرداروں کے سفروں میں کھانا پکانے میں مستعدی دکھاتے ہیں۔اس معنی میں یہ مستبعد نہیں ہے مطلب یہ کہ ایک جماعت کثیرہ ہے جس میں سے کچھ لوگوں نے اونٹ ذبح کیا اور کچھ لوگوں نے ٹکڑے کیے اور کچھ لوگوں نے پکانے کا سامان فراہم کیا آگ وغیرہ جلائی تو اس صورت میں ہر شخص اپنا اپنا کام کرے،ایک اونٹ کا پکا لینا کوئی دشوار نہیں ہے۔البتہ اتنے وقت میں ایک ہاتھ سے یہ کام انجام نہیں پا سکتے۔اور ان کا حق تبارک وتعالیٰ کے ارشاد سے استدلال کرنا کہ سورۃ آلِ عمران آیت 133 سورۃ آل عمران آیت 133

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

ترجمہ: ’’اپنے رب کی مغفرت کی طرف جلدی کرو۔

تو یہ مسارعت وجلدی ایسے طریقہ پر چاہیے جو حق کے موافق ہو اور مقام میں چاہیے جہاں تاخیر مستحب نہ ہو۔جیسے کہ ظہر کا ٹھنڈا کرنا موسم گرما میں، فجر کو روشن کرنا اور عشاء میں تاخیر کرنا کہ یہ سب مستحب ہیں۔احادیث صحیحہ میں ان میں مبالغہ وارد ہوا ہے اور ہمارے مسلک کے علماء فرماتے ہیں کہ عصر میں تاخیر کثرت نوافل کی بنا پر ہے کیونکہ نماز عصر کے بعد نوافل پڑھنا مکروہ ہے اور اول وقت میں نماز عصر پڑھنے سے بکثرت نوافل پڑھنا افضل ہے۔غرضیکہ ہمارے مسلک حنفیہ میں نماز عصر میں اس حد تک تاخیر کرنا مستحب ہے کہ آفتاب متغیر نہ ہو اور وہ بلند وروشن اور تاباں رہے۔

جیسا کہ کہا گیا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اسی پر دلالت کرتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عصر ایسے وقت میں ادا فرماتے کہ آفتاب سفید وصاف ہوتا۔ ان کا مقصود نماز عصر میں اس حد تک تاخیر ہے کہ آفتاب میں تغیر نہ ہو اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عصر ایسے وقت میں ادا فرماتے کہ آفتاب زندہ ہوتا اس میں کسی آدمی کے گھر لوٹنے کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ تعجیل واقع ہوئی ہے تو بعض اوقات میں ہوئی ہے۔ شیخ ابن الہمام تاخیر عصر میں حدیثیں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ان حدیثوں میں اور ان حدیثوں میں جن میں تعجیل کا ذکر ہے کوئی تعارض منافات نہیں ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ عصر کو عصر اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ وقت میں اعتصار کیا گیا ہے یعنی اس میں وقت کو نچوڑا جاتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ فرمایا عصر میں افضل، غیر روز میں تعجیل پر ہے۔ تاخیر عصر کے دلائل میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ''تمہاری حالت اور تمہاری مثال بمقابلہ ان لوگوں کے جو تم سے پہلے یہود و نصاریٰ میں سے گزرے ہیں اس شخص کی مثال کی مانند ہے جس نے تین مزدور لیے اور ہر ایک کی اجرت ایک ایک درہم مقرر کی۔ ایک نے صبح سے دوپہر تک کام کیا اسے بھی ایک درہم ملے گا دوسرے نے دوپہر سے نماز عصر تک کام کیا اسے بھی ایک درہم دیا جائے گا۔ اور تیسرے نے نماز عصر سے مغرب تک کام کیا اسے بھی ایک درہم دیا جائے گا۔ جب تینوں مزدوروں کو ان کی مقررہ اجرت دینے کا وقت آیا تو وہ دونوں مزدور جن میں سے ایک نے صبح سے دوپہر تک اور دوسرے نے دوپہر سے عصر تک کام کیا تھا کہنے لگے کہ کیا وجہ ہے کہ ہمارا کام زیادہ ہے اور اجرت اس تیسرے مزدور سے بہت کم ہے اور وہ مزدور جس کا کام کم ہے اس کی اجرت ہم سے زیادہ ہے۔ آقا کہتا ہے کہ میں نے جو کچھ تم سے مقرر کیا تھا وہ میں نے تم کو دے دیا۔ باقی میرا فضل ہے میں جسے چاہوں دوں۔ تم کو کیا سروکار''۔ اس پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پہلے مزدور کی مثال یہودیوں کی ہے کہ ان کی عمریں سب سے زیادہ ہیں اور ان کے عمل ان سب سے زیادہ ہیں اور دوسرے مزدور کی مثال نصاریٰ کی ہے اور تیسرے مزدور کی مثال تمہاری ہے کیونکہ تمہاری عمریں بھی بہت کم ہیں اور عمل بھی بہت کم ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صبح سے دوپہر تک اور دوپہر سے عصر تک زمانہ و فاصلہ بمقابلہ زمانہ عصر و مغرب بہت زیادہ ہے۔ اور آیات قرآنیہ مثلاً ''سورۃ طٰہٰ آیت 130

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ

ترجمہ: ''تو اپنے رب کی حمد طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے کرو''۔

اور سورۃ الدہر آیت 25

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾

ترجمہ: اور اپنے رب کا ذکر صبح وشام کرو۔

ان میں نماز فجر اور نماز عصر کی جانب ہی اشارہ مراد لیتے ہیں اور مقصود سے ہی سروکار رکھنا چاہیے۔ اوقات نماز کی تفصیلات مشکواۃ شریف کی شرح میں اس سے زیادہ مذکور ہے۔ (واللہ اعلم)

ذکرِ اذان

پہلے امامت جبریل علیہ السلام کے ذکر میں گذر چکا ہے کہ "اَلصَّلوٰۃُ جَامِعَۃٌ" سے ندا کی گئی۔ تو یہ اذان کی مشروعیت سے پہلے کا ذکر ہے۔ کیونکہ اذان مدینہ طیبہ میں 1 ہجری میں شروع ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ 2 ہجری میں ہوئی۔ اور مشہور یہ ہے کہ تعیین وقت کے سلسلے میں سب نماز کیلئے جمع ہو جائیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باہم مسلمانوں سے مشورہ کیا کہ کیا صورت اختیار کی جائے۔ کسی نے کہا کہ ناقوس بجانا چاہیئے۔ جس طرح کہ نصاریٰ نماز کیلئے بجاتے ہیں کسی نے کہا کہ یہودیوں کی طرح قرن یعنی سینگ پھونکنا چاہیئے۔ کسی نے کہا کسی بلند جگہ پر آگ روشن کرنی چاہیے سب نے ان چیزوں کی ناپسند کیا اس پر عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ بن عبدریہ بن ثعلبہ بن زید بن حارث بن خزرج۔ صاحب الاذان۔ قبیلہ خزرج سے۔ زید بن ثعلبہ بیعت عقبہ میں شامل تھے) نے جن کو صاحب الاذان کہتے ہیں خواب میں دیکھا کہ ایک مرد آسمان سے نیچے آیا اس کے ہاتھ میں ناقوس ہے عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا اے بندۂ خدا اس ناقوس کو بیچتے ہو؟ اس نے کہا تم اس کا کیا کرو گے۔ انہوں نے کہا میں اس سے نماز کیلئے لوگوں کو بلاؤں گا اس نے کہا میں تم کو اس سے بہتر چیز سکھاتا ہوں تو اس نے اللہ اکبر اللہ اکبر آخر اذان تک مخصوص کیفیت کے ساتھ سکھایا۔ اسی طرح اقامت بھی سکھائی۔ جب انہوں نے صبح کی تو اپنا خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَنَّھَا لَرُؤْیَا حَقٌّ اِنْشَآءَ اللہُ۔ "یقیناً انشاء اللہ یہ خواب حق ہے جاؤ حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بتاؤ کیونکہ ان کی آواز بلندتر، نرم تر اور شیریں تر ہے"۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اذان سنی تو دوڑتے ہوئے اور اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے آئے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں نے بھی وہی کچھ دیکھا ہے جو عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ" "اگر ایسا ہی ہے تو ان دونوں خوابوں میں تمہارے خواب کی موافقت پر اللہ تعالیٰ ہی کو حمد ہے کہ اس نے اپنی طرف سے الہام فرمایا اور صدق وصواب کا راستہ دکھایا"۔ بعض روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہی خواب دیکھا تھا۔ امام غزالی نے فرمایا کہ دس صحابہ نے دیکھا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ چودہ صحابہ نے دیکھا تھا جن میں سے سات صحابی انصار میں سے تھے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ بارگاہِ رسالت میں آئے تو جواب دینے میں تاخیر فرمائی کیونکہ اس سے قبل اس کی وحی آرہی تھی اور امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے اور سرا پردۂ عزت میں حاضری ہوئی جو کہ کبریائے حق کا محل خاص تھا وہاں ایک فرشتہ نمودار ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا ''یہ فرشتہ کون ہے؟'' جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ قسم ہے اس خدائے ذوالجلال کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ میں بارگاہِ رب العزت میں سب سے زیادہ مقرب بندہ ہوں میں نے اس فرشتہ کو اس ساعت سے پہلے جب سے کہ مجھے پیدا کیا گیا ہے نہیں دیکھا۔ پھر اس فرشتے نے کہا ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' پردۂ جلال کے پیچھے سے آواز آئی ''میرے بندے تو نے سچ کہا میں اکبر ہوں'' اس کے بعد اذان کے بقیہ کلمات کو بیان کیا۔ تحقیق یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں اذان کے کلمات کو سنا لیکن حکم نہ ہوا کہ ان کلماتِ اذان کو نماز کیلئے کہا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں بغیر اذان کے نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے اور یہاں اس باب میں صحابہ کے ساتھ مشورہ کیا۔ بعض صحابہ نے اذان کو خواب میں سنا اس پر وحی آئی کہ ان کلمات کو جو آسمان پر سنا تھا زمین پر اذان کا طریقہ اختیار کرو۔ (واللہ اعلم)

کاتبانِ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کئی کاتب تھے۔ بعض وحی کی کتابت کرتے تھے اور بعض سلاطین و امراء وغیرہ کے نام خطوط لکھا کرتے تھے اور بعض صدقات کے اموال کی کتابت کرتے تھے۔ چونکہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خط و کتابت سے پاک ومنزہ تھے اور اکثر صحابہ بھی عرب کی عادت کے مطابق اس ہنر سے عاری تھے تو لامحالہ ان اصحاب میں سے جو خط و کتابت کے ہنر سے متصف تھے انہیں اس خدمت پر مقرر کیا جاتا تھا۔

روضۃ الاحباب میں فرماتے ہیں کہ کاتبوں کا تقرر اس طرح تھا کہ حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم وحی کی کتابت کرتے تھے۔ اگر یہ دونوں موجود نہ ہوتے تو حضرت ابی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم لکھا کرتے تھے۔ اگر ان چاروں صحابہ میں سے کوئی موجود نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کاتبوں میں سے جو موجود ہوتا اس سے لکھواتے تھے۔ اس ترتیب پر دوام واستمرار محل سخن ہے بلکہ حضرت زید بن ثابت اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اکثر وحی لکھنے پر ہیں بلکہ وہ اس کام پر متعین ہی تھے، آخر میں تمام اسماء بیان کرنے کے بعد اس پر استیعاب سے نقل کروں گا جو انشاء اللہ اس باب میں نافع ہوگی۔

روضۃ الاحباب میں کاتبوں کی تعداد چالیس بیان کی گئی ہے۔ خلفاء اربعہ انہیں میں شمار کیے گئے ہیں۔ ان

کے فضائل ومناقب مشہور ومعروف ہیں۔اس کے باوجود اگر ان کے اسماء مبارک جدا جدا لکھے جائیں اور ان کے بعض ضروری احوال مثلاً تاریخ وفات ومدت خلافت وغیرہ بیان کردیئے جائیں تو مناسب ہوگا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک کاتب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ابوقحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی التیمی۔اس طرح سلسلہ نسب چھٹی پشت میں مرہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مل جاتا ہے۔خلافت 11ھ تا 13ھ) ہیں۔ان کا نام جاہلیت میں عبدالکعبہ تھا اور بعض عبدرب الکعبہ نام بتاتے ہیں۔حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔ایک قول ہے کہ عتیق رکھا اس بنا پر کہ وہ آتش دوزخ سے آزاد ہیں۔بعض کہتے ہیں کہ ان کی والدہ کا کوئی بچہ زندہ نہ رہتا تھا جب یہ پیدا ہوئے تو ان کو قبلہ رو کھڑا کر کے کہا ''اے خدا ان کو موت سے رستگاری دے اور ان کو میرے لئے بخش دے۔'' بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ بھی ان کا قدیمی نام ہے۔درست وصواب یہ ہے کہ یہ نام اور لقب دونوں اسلامی ہیں۔ترمذی میں مروی ہے کہ۔

''مَنْ اَرَادَ اَنْ یَنْظُرَ اِلیٰ الْعَتِیْقِ مِنَ النَّارِ فلینظر اِلٰیٰ اَبِیْ بَکْرٍ''

ترجمہ: ''جو چاہتا ہے کہ ایسے شخص کو دیکھے جو جہنم سے آزاد ہے تو اسے چاہئے کہ وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھے۔''

ایک قول یہ ہے کہ:'' لَقَب'' لُقِّبَ بِهٖ لِعتاقِهٖ اَیْ حُسْنِهٖ وَ جَمَالِهٖ'' اور بعض کہتے ہیں کہ عتیق اس بنا پر لقب تھا کہ ان کے نسب میں کوئی بات ایسی نہ تھی جس سے ان پر عیب لگایا جاتا۔کیونکہ وہ پہلے سے ہی خیر پر تھے۔ قاموس میں ہے العتق، الکرم و الجمال و النجابتہ و الشرف و العتیق لقب الصدیق او سمتہ بہ امّہ'' اور تمام امت کا آپ کے صدیق نام ہونے پر اتفاق ہے۔اسکی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تصدیق میں انہوں نے سبقت وپہل کی۔اور تمام احوال میں حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صداقت پر انہوں نے تصدیق کو لازم جانا۔دارقطنی اور حاکم نے ابویحییٰ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ میں شمار نہیں کرسکتا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر شریف پر فرماتے، کتنی مرتبہ میں نے سنا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زبان پر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام صدیق رکھا۔حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ولادت مبارکہ سے دو سال اور چند ماہ بعد ہے۔اور اتنی ہی مدت ان کی خلافت (11ھ-13ھ) کی ہے۔جو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ختم الرسل رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد پوری کر کے وفات پائی ہے ان کی عمر شریف تریسٹھ سال کی ہوئی۔ان کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دوسرے کاتب اور خلیفہ راشد، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر۔ اس طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مل جاتا ہے۔ خلافت 13ھ تا23ھ) ہیں۔ عام الفیل کے تیرہ سال بعد محرم کی چاندرات کو آپ کی ولادت ہے۔ وہ اشراف قریش میں سے تھے۔ جاہلیت میں ان کے سپرد سفارت تھی۔ جب قریش میں ان کے درمیان جنگ ہوتی تو ان کو سفیر وقاصد بنا کے بھیجتے تھے۔ اور وہ لوگوں میں طول قامت میں فائق رہتے تھے گویا کہ خود سوار ہیں اور لوگ پیدل ہیں۔ وہب ابن منبہ فرماتے ہیں کہ ان کی صفت توریت میں یہ ہے:۔

"قَرْن" جَدِيْد" شَدِيد" اَمِين" وَ القرنُ الجَبَلُ الصَّغِيْرُ وَ سُمِّىَ الْفَارُوْقُ بِفُرْقَةٍ بَيْنِ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ."

جب وہ اسلام لائے تو جبریل علیہ السلام نے آکر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم! آسمان والے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے پر خوشیاں منارہے ہیں۔ اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ سورۃ الانفال آیت 64

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٤﴾

ترجمہ:۔ "اے نبی اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے"

ان کی خلافت کے زمانہ میں ایک ہزار چھتیس شہران کے قصبات ودیہات کے ساتھ مفتوح ہوئے۔ چار ہزار مسجدیں تعمیر ہوئیں اور چار ہزار مندر، بت کدے اور آتش کدے منہدم ہوئے۔ اور ایک ہزار نوسو منبر جوامع میں رکھے گئے۔ ان کے مناقب وفضائل میں بکثرت حدیثیں مروی ہیں۔ اور سب سے بڑی فضیلت جو وارد ہوئی یہ ہے کہ:

"اِنَّ اللهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلىٰ لِسَانِ عُمَرَ"

بلاشبہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر حق رکھا، صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔

"لَقَدْ كَانَ فِيمَنْ قَبْلَكُم مُحَدِّثُوْنَ، فَاِنَّ يَکُ فِیْ اُمَّتِیْ اَحَد فَاِنَّهٗ عُمَرُ"

یعنی "بلاشبہ تم سے پہلوں میں محدثین ہوتے تھے اور بلاشبہ میری امت میں اگر کوئی ہے تو وہ عمر ہیں" اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"كُنَّا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ لاَ نَشُكُّ اَنَّ السَّكِيْنَةَ يَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ"

ترجمہ: "ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلّم شک نہیں رکھتے کہ سکینہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر گویا ہے۔" ان کے فضائل اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی مدت خلافت دس سال اور چھ مہینہ ہے۔ ان کی وفات حج سے واپسی کے بعد ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا کیا کرتے تھے کہ:

"اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِيْ بِبَلاَدِ رَسُوْلِكَ" اَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ

ترجمہ: "اے خدا اپنی راہ میں مجھے شہادۃ نصیب فرما اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے شہر مبارک میں میری وفات کو مقرر فرما"

کعب احبار کہا کرتے تھے کہ میں آپ کو توریت میں شہید پاتا ہوں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تیسرے کاتب اور تیسرے خلیفہ راشد، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی۔ اس طرح پانچویں پشت میں سلسلہ نسب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مل جاتا ہے۔ خلافت 23ھ تا 35ھ) ہیں۔ ان کی ولادت، عام الفیل سے چھٹے سال میں ہے۔ اور آپ قدیم الاسلام ہیں۔ دار ارقم میں حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے داخل ہونے سے پہلے اسلام لائے یہ چوتھے مسلمان تھے۔ سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی اسد اللہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت پر اسلام لائے۔ جب وہ اسلام لائے تو حکم بن العاص نے انکو پکڑ کر باندھ دیا اور بڑی اذیتیں پہنچائیں۔ جب دین میں ان کی صلابت و پختگی کو دیکھا تو انہیں چھوڑ دیا۔ ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ ایسے شخص ہیں جن کو ملاء اعلیٰ میں "ذوالنورین" دونور والے کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے فرماتے سنا ہے کہ "اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے ان کو دیتا جاتا" اور جب سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ان کے ساتھ فرمایا تو ان سے فرمایا "تمہارے شوہر، تمہارے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے والد ماجد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے لوگوں میں سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔" حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا "کیا تم نے ان دو زوج سے بہتر کسی زوجین کو دیکھا ہے" انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم! نہیں؛ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

فضیلت میں بکثرت حدیثیں وارد ہیں ان میں سب سے زیادہ مشہور حیا کرنے کی حدیث ہے ابن عساکر نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہِ وآلہ وسلّم کو فرماتے سنا کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہِ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''میرے پاس ایک فرشتہ خدا کے فرشتوں میں سے تھا وہ کہتا تھا:

''شَهِيدٌ'' يَقْتُلُهُ قَوْمُهُ فَإِنَّا نَسْتَحِي مِنْهُ''

''یہ شہید ہیں ان کو ان کی قوم کے لوگ قتل کریں گے ہم ان سے حیا کرتے ہیں۔''

اسے ترمذی وحاکم نے بیان کیا اور اس کو صحیح کہا ہے۔ابن ماجہ، مرہ بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہِ وآلہ وسلّم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور اسکو بہت نزدیک بتایا۔اتنے میں ایک شخص سر سے چادر لپیٹے گزرا۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہِ وآلہ وسلّم نے فرمایا''یہ شخص اس دن راہ راست پر ہوگا''۔پھر میں کھڑا ہوا کہ دیکھوں وہ کون ہے تو میں نے دیکھا کہ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ان کی شہادت کا قصہ مشہور ہے یہ پہلا فتنہ ہے جو اسلام میں نمودار ہوا۔حضرت ذوالنورین کی مدت خلافت بارہ سال ہے۔اور ان کی وفات 35ہجری کے ایام تشریق کے وسط میں روز جمعہ ہے۔اور شب شنبہ کو مغرب وعشاء کے مابین دفن کیے گئے۔عمر شریف بیاسی سال کی ہوئی۔بعض چھیاسی اور اٹھاسی اور نواسی بھی بتاتے ہیں۔(واللہ اعلم)

حضرت علی اسد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

چوتھے کاتب اور چوتھے خلیفہ راشد، حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔علی ان کا نام ہے اور ابو الحسن وابوتراب ان کی کنیت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہِ وآلہ وسلّم کے چچا ابو طالب کے فرزند اور برادر مواخات ہیں۔ فاطمہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا، سیدۃ نساء العالمین کے شوہر اور سبطین سعیدین، حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سید شباب اہل الجنتہ کے والد نامدار ہیں۔زمانۂ جاہلیت اور عہدِ اسلام میں ان کا نام علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے۔ اہلِ سیر کہتے ہیں کہ ان کی والدہ فاطمہ بنت اسد نے اپنے باپ کے نام پر جو اسد تھا ان کا نام حیدر رکھا۔جب ابو طالب تشریف لائے تو انہوں نے یہ نام ناپسند کیا اور علی نام رکھا اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہِ وآلہ وسلّم نے ان کا نام صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رکھا جیسا کہ ریاض النضرۃ میں ہے اور ان کی کنیت ابو الریحانین رکھی گئی۔اور آپ کا لقب بیضۃ البلد، امین، شریف، ہادی، مہدی، ذی الاذن الزرعیہ، یعسوب الامتہ تھا۔

اہلِ سیر کہتے ہیں کہ ان کی ولادت جوفِ کعبہ میں ہوئی تھی یہ قدیم الاسلام تھے۔حضرت ابن عباس، زید بن ارقم، سلمان فارسی، مقداد بن اسود اور بکثرت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس پر ہیں کہ وہ اول الاسلام ہیں۔شیخ ابن حجر نے''اصابہ فی معرفتہ الصحابہ'' میں کہا ہے کہ اکثر اہلِ علم کا قول یہی ہے۔ابو یعلیٰ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ (بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چچازاد بھائی ہیں۔ خلافت 35ھ تا 40ھ = 656ء تا 661ء آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 586 حدیثیں روایت کی ہیں) سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم دوشنبہ کے دن مبعوث ہوئے اور میں دوشنبہ کے دن ہی اسلام لایا۔ (واللہ اعلم) جس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے ان کی عمر دس سال یا آٹھ سال کی تھی، جیسا کہ علامہ سیوطی نے نقل کیا ہے جامع الاصول میں ہے کہ اس دن ان کی عمر میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض کا خیال ہے پندرہ سال تھی بعض کا چودہ سال مگر صحیح یہ ہے کہ صغرسنی میں قبل از بلوغ ایمان لائے۔ انہوں نے کبھی بتوں کی پرستش نہ کی تھی ان کی ڈاڑھی بہت بڑی اور طویل تھی۔ ''فصل الخطاب'' میں تاج الاسلام کی اربعین سے منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چودھویں رات کی مانند حسین الوجیہ تھے۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے بجز غزوۂ تبوک کے کیونکہ اس وقت حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان کو اہلِ بیت کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ ان کے فضائل مذکور اور ان کے آثار شجاعت مشہور ہیں کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان کو روزِ خیبر علَم دیا اور فرمایا ''آج میں اسے علَم دوں گا جو خدا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) سے محبت رکھتا ہے اور خدا اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اس سے محبت رکھتا ہے۔'' جیسا کہ گزرا۔ اور فرمایا ''جس نے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی جس نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔ اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مومن و مسلمان ہی محبت رکھیں گے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منافق ہی بغض وعداوت رکھیں گے''۔ خلافت راشدہ کی تیس سالہ مدت کی تکمیل کے ابتدائی سال میں ان کو شہید کر دیا گیا۔ ان کی خلافت کی مدت چار سال سات مہینہ اور چھ روز یا بارہ روز ہے۔ بعض چار سال نو مہینے بتاتے ہیں اور پانچویں سال کو ان کے فرزند ارجمند امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پورا فرمایا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پانچویں کاتب، حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ عثمان حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد ہیں۔ لہٰذا حضرت طلحہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے برادر زادہ ہیں۔ اور حضرت ابوبکر اور عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دونوں حضرت عثمان ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ہیں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام عبید اللہ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو محمد ہے۔ یہ ان آٹھ افراد میں سے ایک ہیں جنہوں نے اسلام لانے میں سبقت کی ہے۔ اور یہ ان پانچ افراد میں سے ایک ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے ہیں اور یہ ان چھ اصحاب شوریٰ میں سے ایک ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم راضی تھے۔ اور یہ ان دس

اصحاب میں سے ایک ہیں جن کے لئے حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے (یعنی عشرہ مبشرہ)۔ یہ تمام غزوات میں شریک ہوئے بجز بدر کے۔ کیونکہ اس دن ان کو حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قافلہ کی خبر لانے کے لئے (جو ابوسفیان اور قریش کا قافلہ تھا) سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا تھا۔ روز اُحد، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوب حفاظت و پاسبانی کی۔ اور اتنی زیادہ مدافعت کی کہ ان کی انگلیاں شل ہو گئیں، اس دن انہوں نے چوبیس زخم کھائے تھے۔

اہلِ سیر کہتے ہیں کہ اس دن ان کے جسم پر تیر و نیزے کے پچھتّر زخم آئے تھے۔ اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دن دو زرہ پہنے ہوئے تھے۔ اور اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت کوفت پہنچی تھی۔ پھر حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ ایک پتھر پر چڑھ جائیں مگر چڑھ نہ سکے۔ اور پھر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے لئے بٹھا کر قدم اقدس رکھ کر پتھر پر چڑھے۔ اس پر حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مژدہ دیا کہ ''اَوْجَبَ طَلْحَۃُ'' یعنی ''طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنے لئے اس عمل سے جنت واجب کر لی'' اور حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! یہی جبریل علیہ السلام ہیں اور تمہیں سلام کہتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہولنا کیوں میں میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔ تاکہ میں تم کو اس سے محفوظ رکھوں''۔ روزِ اُحد جب لشکر اسلام نے ہزیمت کھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے دور ہوئے یہاں تک کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مہاجر و انصار میں سے صرف بارہ (بعض روایات میں چودہ) اصحاب رہ گئے تو ان میں ایک حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس کے بعد ایک مشرک نے حملہ کیا اور چاہا کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور پر تلوار مارے تو حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکے حملہ کو روکا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''بسم اللہ، بلاشبہ میں نے دیکھا کہ تمہارا گھر جنت میں بنایا گیا ہے۔ حالانکہ تم ابھی دنیا میں ہی ہو۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزِ اُحد ان کا نام ''طلحۃ الخیر'' رکھا۔ اور غزوہ ذات العسیرۃ میں طلحۃ الفیاض اور روز خیبر، طلحہ الجواد نام رکھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب روز اُحد کا تذکرہ کرتے تو فرماتے وہ دن تمام تر طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تھا۔ وہ جنگ جمل میں جمعرات کے دن جمادی الاخریٰ 36 ہجری میں شہید ہوئے انہوں نے ساٹھ سال کی عمر پائی۔ بعض نے باسٹھ سال بعض نے چونسٹھ سال بتایا ہے اور کہا کہ ان کو مروان بن الحکم نے اپنے اس کینہ پر شہید کیا جو اسے ان سے پہلے سے تھا۔ اس نے ایسا تیر مارا کہ ان کے حلق میں چھد گیا۔ جنگِ جمل میں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطائے اجتہادی کی بنا پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ تھے۔ اور ثور بن مجراء سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں جنگِ جمل میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا تو وہ زمین پر گرے ہوئے تھے اور زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ میں ان کے پاس رکا انہوں نے سر اٹھا کر فرمایا میں ایک ایسے شخص کا چہرہ دیکھ رہا ہوں گویا کہ وہ قمر ہے۔ بتاؤ تم

کون ہو؟ انہوں نے کہا میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہوں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اپنا ہاتھ بڑھاؤ تا کہ میں تمہاری بیعت کروں۔ میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور انہوں نے بیعت کی اور اپنی جاں، جاں آفرین کے سپرد کردی۔ اس کے بعد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات ان سے بیان کی۔ آپ نے فرمایا ''اللہ اکبر اللہ اکبر صَدَقَ رَسُوْلُ اللہ'' حق تعالیٰ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت میں داخل ہونے سے میری بیعت کے بغیر منع فرماتا۔ منقول ہے کہ جنگ جمل کے دن ایک شخص آیا۔ اس نے کہا حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل کو اذن دیجئے آپ نے فرمایا اسے آتش دوزخ کی بشارت دیدو۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا میں امید رکھتا ہوں کہ میں اور طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (سورۃ الحجر آیت 47)

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝

ترجمہ:۔ ''ہم نے ان کے سینوں سے کینے نکال دیئے بھائی بھائی آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہیں۔'' (سورۃ الحجر آیت 47)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

چھٹے کاتب حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب اسدی۔ حضور علیہ السلام سے نسب شریف قصیٰ میں مل جاتا ہے۔ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عبدالمطلب، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پھوپھی ہیں یہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ تھیں اور ام المومنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی پھوپھی ہیں اور اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی زوجہ ہیں یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر سولہ سال کی عمر میں اسلام لائے بعض سے پچیس سال، بارہ سال اور آٹھ سال بھی منقول ہے اسلام لانے کے بعد ان کے چچا نے ان پر بہت سختیاں کیں ان کو چٹائی میں لپیٹ کر دھواں پہنچاتے تھے تا کہ یہ اسلام چھوڑ دیں مگر انہوں نے اسلام نہ چھوڑا اور ہجرت اور غزوۂ خندق میں وہ حضور علیہ السلام کی نگہبانی کرتے تھے اور ان دس عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور وہ ان چھ اشخاص میں سے ایک ہیں جن کی رائے پر امر خلافت کا مشورہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سپرد کیا تھا ان کے ایک ہزار غلام تھے جو خراج دیتے تھے اور وہ اس میں سے کچھ گھر نہ لاتے تھے سب کو صدقہ کر دیتے تھے۔ جنگ جمل میں 36 ہجری میں چونسٹھ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ساتویں کاتب، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں اوران دس میں سے یہ آخری وفات پانے والے ہیں۔ مجلس شوریٰ کے چھ ارکان میں سے ایک ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سعد بن ابی وقاص مالک بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن نضر بن کنانہ القرشی الزہری۔ رشتہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ماموں تھے کیونکہ آپ علیہ السلام کے ننھیال زہری خاندان میں تھے) سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے راہ خدا میں تیراندازی کی اوران لوگوں کے امیر وسردار ہیں جنہوں نے عراق کو فتح کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے کوفہ کے حاکم مقرر ہوئے اور کوفہ کی بناءِ تعمیر رکھی کوفہ بلاد اسلامیہ میں سے ہے جس کی بنیاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں رکھی گئی۔ ان کی وفات 55 یا 58 ہجری میں مدینہ منورہ سے دس میل کے فاصلے پر ان کے مکان واقع عقیق میں ہوئی۔ جنازہ کو کندھوں پر اٹھا کر لایا گیا اور مدینہ طیبہ میں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ اس قت ان کی عمر ستر سال یا 82 سال تھی۔

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آٹھویں کاتب حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مولیٰ تھے۔ ان کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خرید کر آزاد کیا تھا۔ یہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دارارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لائے تھے اور حسن الاسلام تھے۔ یہ سفر ہجرت میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہِ وآلہ وسلّم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ غزوات بدر واُحد میں حاضر ہوئے۔ ان سے حضرت جابر بن عبداللہ، عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حدیث لی۔ اور بئر معونہ کے دن وہ شہید ہوئے اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔ جب ان کی پشت پر نیزہ مارا گیا تو فرمایا "فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَة" رب کعبہ کی قسم! میں بامراد ہو گیا۔ میں نے مقصود پالیا اور فیروزمندی حاصل ہوگئی۔ منقول ہے کہ ان کی لاش کو مقتولوں میں تلاش کیا گیا مگر کسی کو نہ ملی۔ اس پر لوگوں نے کہا فرشتوں نے ان کو دفن کر دیا۔ اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے ان کو زمین وآسمان کے درمیان لے جاتے دیکھا یہاں تک کہ وہ آسمان میں روپوش ہوگئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نویں کاتب حضرت ثابت بن قیس بن شماس مدنی انصاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن زہیر بن مالک بن امراء القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج) ہیں۔ ان کی کنیت ابومحمد ہے۔ اور انہیں ابوعبدالرحمٰن کہا جاتا تھا۔ وہ

اُحد اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے۔ اور اکابر صحابہ اور اعلام انصار میں سے تھے۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کو جنت کی بشارت دی۔ یہ انصار کے خطیب تھے۔ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا خطیب کہا جاتا تھا۔ بنوتمیم فخر کرتے اور اتراتے ہوئے آئے۔ اور انہوں نے خطبے دیئے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت ثابت کو حکم دیا کہ وہ ان کے خطبوں کا جواب دیں۔ انہوں نے فی البدیہہ بلیغ خطبہ دیا۔ اور وہ تمام لوگ حیران وشرمندہ ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی عالم غیب سے ایسی تائید ونصرت ہوتی ہے۔ جو کسی کی نہیں ہوتی۔ ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے فرزندوں نے روایت لی ہے اور ان کی روایتیں بخاری، ابوداؤد اور نسائی میں مذکور ہیں۔ جنگ یمامہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسیلمہ کذاب سے شدید جنگ لڑی اور شہادت پائی۔ ان کی شہادت 12 ہجری میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ہے۔ سورۃ الحجرات آیت 2

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲

ترجمہ "اے ایمان والو نبی علیہ السلام کی آواز سے اپنی آوازیں اونچی نہ کرو۔ اس نبی (علیہ السلام) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔" نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ رہے اور اپنے اوپر دروازے بند کر لئے۔ حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مجلس شریف کی حاضری ترک کر دی چونکہ وہ بلند آواز والے تھے تاکہ ان سے بلند آوازی کا ارتکاب نہ ہو۔ جس کی بناء پر اعمال رائیگاں ہو جائیں۔ جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی مجلس مبارک میں ان کو ملاحظہ نہ فرمایا تو دریافت فرمایا کہ "ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نہیں آتے کیا حال ہے اور کیا بات ہوئی اور کہاں ہیں؟" پھر ایک شخص کو ان کے پاس بھیجا اس نے دیکھا کہ سر ڈالے بیٹھے ہیں۔ اس شخص نے کہا تمہارا کیا حال ہے؟ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں بلند آواز والا آدمی ہوں میں ڈرتا ہوں کہ میری بلند آوازی سے میرے عمل ضائع نہ ہو جائیں۔ پھر وہ شخص حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اس کی خبر دی اور حقیقت حال عرض کی کہ وہ ایسا کہتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "جاؤ ان سے کہو کہ وہ ان لوگوں میں سے نہیں۔ تم خیر کے ساتھ زندہ رہو گے اور خیر کے ساتھ وفات پاؤ گے اور جنت میں داخل ہو گے"۔

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی کہ: سورۂ لقمان آیت 18

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿١٨﴾

ترجمہ:۔ ”(اور کسی سے بات کرنے میں اپنا رخسارہ کج نہ کر اور زمین میں اتراتا نہ چل۔ بیشک اللہ ہر اترانے والے اور فخر کرنے والے کو محبوب نہیں رکھتا) اس موقعہ پر بھی وہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور گھر سے باہر نہ آئے۔ اس پر حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کا احوال دریافت فرمایا اور کسی کو ان کے پاس بھیجا۔ انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم! میں ایسا آدمی ہوں جو جمال مبارک کو محبوب رکھتا ہوں اور میں خواہشمند ہوں کہ اس بات سے اپنی قوم پر فائق رہوں۔ لیکن میں ڈرتا ہوں کہ مختال وفخور لوگوں میں میرا شمار نہ ہو۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ”تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو۔ تم محمود زندگی گزارتے ہو اور شہید ہو کر وفات پاؤ گے اور جنت میں داخل ہو گے“

حضرت خالد اور ابان رضی اللہ تعالیٰ عنہم

انہیں کاتبوں میں حضرت خالد (المتوفی 8ھ مقام مرج صفر قریب دمشق) اور ابان رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں جو سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی اموی کے فرزند ہیں۔ (پانچویں پشت پر عبد مناف پر سلسلہ نسب آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے) ان سعید بن العاص کے آٹھ لڑکے تھے۔ ان میں سے تین تو کفر پر رہے۔ ایک احیحہ ہے اور اسی کے نام سے سعید بن العاص کی کنیت تھی اور ابو احیحہ سعید بن العاص کو کہا جاتا تھا۔ دوسرا عاص اور تیسرا عبیدہ تھا۔ پانچ لڑکوں نے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صحبت شریف سے مشرف ہوئے اور حکومت وامارت کے ساتھ مخصوص ہوئے وہ پانچ یہ ہیں۔ خالد، عمرو، سعید، ابان اور حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ لیکن حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حکم کے نام کو عبد اللہ سے تبدیل فرما دیا۔ اور حضرت خالد بن سعید بن العاص بن امیہ قدیم اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی عمرو بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور کچھ اوپر دس سال وہاں اقامت کی۔ اور وہیں ان کے بیٹے سعید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سعید اور ایک لڑکی اُم خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئے۔ غزوۂ خیبر میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسکے بعد دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ ان کو صدقات کی وصولی کے لئے یمن بھیجا گیا اور وہ یمن میں ہی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس جہان سے وصال فرمایا۔

اب رہا ابان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ۔ تو وہ سعید بن العاص بن امیہ کے بیٹے تھے۔ اور وہ اپنے بھائی خالد وعمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد اسلام لائے وہ ان کو طعنہ دیتے اور عیب لگاتے اور مذمت کرتے تھے کہ کیوں اسلام لائے۔ اس کے بعد وہ بھی مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلام نیک ہوا۔ انہوں نے ہی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو امان دی تھی جبکہ حدیبیہ کے موقعہ پر حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کو قریش کی جانب بھیجا تھا۔انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے گھوڑے پر سوار کیا اور کہا کہ بلا خوف وخطر آیئے اور جایئے۔سعید کے بیٹے حرم کے عزت دار لوگوں میں سے تھے۔ابان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام لانا حدیبیہ اور غزوۂ خیبر کے درمیان ہے۔حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک لشکر کا امیر بنا کے نجد کی طرف بھیجا۔اور علاء الحضرمی کی معزولی کے بعد ان کو بحرین کا حاکم مقرر فرمایا وہ بحرین پر ہی حاکم رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وصال فرمایا۔

سعید ابن العاص (بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی اموی) کے ان دونوں بیٹوں کو یعنی خالد وابان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اہلِ سیر نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کاتبوں کی فہرست میں داخل کیا ہے کاش کہ وہ ایسے اخبار وآثار بھی بیان کرتے جو کہ اس منصب جلیل پر دلالت کرتے۔اور ان کے بقیہ تینوں بھائیوں کا حال بھی یعنی عمرو، سعید اور حکم جن کا عبداللہ نام رکھا گیا۔اسماء الرجال کی کتابوں میں مذکور ہیں۔استیعاب میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سعید بن العاص کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ جاہلیت میں ان کا نام حکم تھا حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کا نام عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رکھا۔اور ان کو حکم فرمایا کہ وہ کتابت سیکھیں۔چنانچہ وہ خوشنویس ہوئے۔وہ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے بعض کہتے ہیں کہ موتہ میں شہید ہوئے بعض نے کہا کہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن العاص ہجرت کے سال یا ہجرت کے ایک سال پہلے پیدا ہوئے۔اشراف قریش میں سے ہیں۔فصاحت وبلاغت اور سخاوت کے جامع تھے۔ان کو عکۃ العسل کہتے ہیں۔اور یہ اس جماعت کے ایک فرد ہیں جنہوں نے بحکم امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کریم کے مصاحف لکھے۔

اہلِ سیر کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لہجہ میں زیادہ مشابہ تھے۔اور قرآن کی عربیت ان کی زبان پر خوب سجتی تھی۔حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کوفہ پر عامل بنایا اور طبرستان پر جہاد کیا اور اسے فتح کیا۔اور جرجان پر جہاد کیا اور فتح کیا۔اور آذربائیجان کو 29 یا 30 ہجری میں فتح کیا۔حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد جب فتنے برپا ہوئے تو وہ گوشہ نشین ہو گئے۔اور جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت مضبوط ہو گئی تو ان کو مدینہ طیبہ پر حاکم مقرر کیا گیا اس کے بعد ان کو معزول کر کے مروان کو حاکم بنایا۔پھر مروان کو معزول کر کے حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاکم بنایا۔اس کے بعد ان دونوں کے درمیان ولایت ادلتی بدلتی رہی۔کبھی مروان کو لکھتے کہ سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر بار کو تباہ کر دو۔اور کبھی سعید کو لکھتے کہ مروان کی املاک وجائیداد کو تباہ کر دو، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان افعال پر دونوں حیرت وتعجب کرتے اور دونوں اس سلوک سے عاجز آ گئے تھے۔یہ سعید بن العاص الاصغر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانہ میں دس یا نو سال کے تھے۔حضرت امیر

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخر عہد 58 یا 59 ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ بعض نے وفات 69ھ تحریر کی ہے۔

حضرت حنظلہ (غسیل ملائکہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبان بارگاہِ رسالت میں سے ایک حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الربیع اسیدی بھی ہیں جو اسید بن عمرو بن تمیم سے منسوب ہیں۔ مواہب لدنیہ میں اصابہ سے انہیں کو غسیل ملائکہ کہا ہے۔ اور استیعاب سے معلوم ہوتا ہے کہ حنظلہ بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتب اور ہیں۔ اور غسیل ملائکہ حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن ابی عامر راہب اور ہیں۔

(غسیل ملائکہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر عمرو بن صیفی بن مالک بن امیہ بن ضبیعہ بن زید بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔ قبیلہ اوس) (حضرت عبداللہ بن حضرت حنظلہ غسیل ملائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے واقعہ حرہ میں مدنی فوج کا سپہ سالار بن کر شامی افواج کا مقابلہ کیا۔ اپنے آٹھ بیٹوں کو آگے بڑھایا جو سب شہید ہوئے آخر خود مقابلہ کے لیے آگے بڑھے اور شہادت کے مرتبہ پر سرفراز ہوئے۔ یہ واقعہ ذی الحجہ 63ھ میں پیش آیا)۔

اہلِ سیر بتاتے ہیں کہ حضرت حنظلہ کاتب اکتم صیفی منسوب بہ صیف کے برادرزادہ ہیں۔ اور اکتم عرب کے دیہات میں سے سن رسیدہ تھے۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بعثت کا زمانہ انہوں نے پایا ہے ان کی عمر ایک سو نوے سال کی تھی۔ اور وہ حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تشریف آوری کی اپنی قوم کو بشارت و وصیت کیا کرتے تھے۔ اور جب حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مبعوث ہوئے تو انہوں نے اپنی قوم کو جمع کیا اور ان کو بارگاہِ رسالت میں ایمان لانے کے لئے بھیجا پھر مالک بن نویرہ یربوعی آگے آیا اور اس جماعت کو منتشر کر دیا۔ پھر اکتم نے اپنے بیٹے کو ایسے لوگوں کے ساتھ جو اس کی اطاعت کرتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس بھیجا وہ قریش میں سے تھے۔ وہ راستہ میں ہی اختلاف کرنے لگے اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تک نہ پہنچے۔ اکتم حکیم و دانا شخص تھا۔ ان کے کلمات میں سے ہے کہ جو شخص صاحب اقبال و دولت ہو جاتا ہے تو اسکی عقل اور اسکی تمنائیں اس کی خدمت کرتی ہیں۔ اور جس پر ادبار آتا ہے اور دولت جاتی رہتی ہے تو اس کی عقل دوسروں کی خدمت کرتی ہے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلِ بصرہ کے ساتھ جنگ کرنے میں جنگِ جمل میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخلف کیا اور ان کے ہمراہ نہ گئے۔ ان کی حدیث اہل کوفہ میں ہے۔ اور ان سے ابو عثمان نہدی اور زید بن الشجر نے روایت کی ہے۔ وہ اوائل عہد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فوت ہوئے۔

حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبوں میں سے ابوسفیان بن حرب (بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی اموی) ہے ان کے دو بیٹے ہیں یزید و معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما لیکن ابوسفیان اور ابوحنظلہ بھی ان کی کنیت ہے۔ یہ حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کے بیٹے ہیں۔ عام الفیل سے دس سال پہلے پیدا ہوئے اور جاہلیت میں اعیان قریش میں سے تھے۔ اور حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ انتہائی عداوت اور حسد و عناد رکھتے تھے۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ اور حنین و طائف میں حاضر ہوئے۔

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ طائف کے روز ابوسفیان کی آنکھ میں ایک تیر لگا۔ تو اس نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے آ کر عرض کیا کہ میری آنکھ میں تیر لگا۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "تو چاہتا ہے تو آنکھ کی واپسی کی میں دعا کروں اور اگر جنت چاہتا ہے تو صبر کر"۔ اس نے کہا میں جنت چاہتا ہوں۔ اور دوسری آنکھ بھی یرموک میں جاتی رہی اور وہ دونوں آنکھوں سے نابینا ہو گیا۔ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاجر تھے۔ وہ شام اور بلاد عجم میں مال تجارت بھیجا کرتے تھے۔ کبھی خود بھی چلے جاتے تھے۔ اور بدر و اُحد کی جنگ میں اہل مکہ کو ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ہی جنگ پر ابھارا تھا۔ وہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں 34 یا 31 ہجری میں مدینہ طیبہ میں فوت ہوئے اور بقیع میں مدفون ہوئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور بقیع میں مدفون ہوئے ان کی عمر اٹھاسی سال کی تھی ایک قول یہ ہے کہ کچھ اوپر نوے سال کی تھی اور بھی کئی قول ہیں۔

حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبان بارگاہِ رسالت میں سے یزید بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ یہ روز فتح مکہ اسلام لائے اور حنین میں حاضر ہوئے کہتے ہیں کہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزندوں میں یہ بہترین شخص تھے۔ ان کو یزید الحرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بنی اعراس کے صدقات کا عامل بنایا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو 12 ہجری میں عامل بنایا اور عمرو بن العاص، ابوعبیدہ بن الجراح، اور شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو فلسطین کی طرف بھیجا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ راشد بنائے گئے تو انہوں نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر بنایا تو حق تعالیٰ نے شامیوں پر فتح عطا فرمائی۔ اور یزید بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فلسطین اور اسکے گرد و نواح پر حاکم مقرر فرمایا۔ اور جب حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قائم مقام بنایا۔ اور جب حضرت معاذ بن

جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی تو ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاکم بنایا جب وہ بھی وفات پا گئے تو یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حاکم بنایا۔ جب انہوں نے بھی وفات پائی تو ان کے بھائی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو والی بنایا۔ ان سب نے طاعون کی وباء سے وفات پائی۔ جو 18 ہجری میں پھیلی تھی۔

حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما

انہیں کاتبان بارگاہِ رسالت میں سے ایک حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی۔ وہ اور ان کے والد اور ان کے بھائی فتح مکہ کے مسلمانوں میں سے مولفۃ القلوب میں سے ہیں۔

اہلِ سیر بتاتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام لانا قبل از فتح مکہ اور قبل از تشریف آوری سید عالم صلی اللہ علیہِ وآلہٖ وسلّم برائے فتح مکہ ہے۔ وہ بدر سے پہلے گئے اور حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہِ وآلہٖ وسلّم کا طریقہ معلوم کیا اور اسلام لائے۔ مروی ہے فرمایا کہ میں عمرۃ القضاء کے دن اسلام لایا۔ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہِ وآلہٖ وسلّم سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملاقات کی۔ اور یہ ان اصحاب میں سے ایک ہیں جو حضور رسول کریم صلی اللہ علیہِ وآلہٖ وسلّم کی خط وکتابت کیا کرتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ وحی لکھا کرتے تھے۔ بلکہ وہ خطوط وفرامین کی کتابت کرتے تھے۔ اور ملک شام کے والی اپنے بھائی یزید بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں بنائے گئے اور ملک شام کی حکومت ان کے قبضہ میں چوالیس سال رہی۔ ان میں سے چار سال دور فاروقی میں اور خلافت عثمانی اور خلافت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور خلافت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام مدت گویا ان خلافتوں میں بیس سال تک ان کی امارت رہی۔ یہاں تک کہ یہ امارت، امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے 41 ہجری میں ان کو سپرد کر دینے پر مستقل ہوگئی (41ھ۔60ھ)۔ ایسی امارت جو بیس سال رہی اس طرح ان کی مجموعی امارت چوالیس سال تھی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماہ رجب 60 ہجری انہتر سال کی عمر میں دمشق میں وفات پائی۔ بعض چھیاسی سال بتاتے ہیں۔ ان کو آخر عمر میں لقوہ کا عارضہ لاحق ہوگیا تھا وہ آخر عمر میں کہا کرتے تھے کہ کاش میں وادی ذی طوی میں پڑا ہوا قریش کا ایک شخص ہوتا۔ ذی طویٰ قبرستان معلیٰ کے قریب مکہ کے باہر ایک جگہ کا نام ہے۔

اہلِ سیر کہتے ہیں کہ ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہِ وآلہٖ وسلّم کی چادر مبارک اور قمیص مبارک اور چند موہائے شریف اور ناخن ہائے شریف تھے۔ انہوں نے وصیت کی کہ مجھے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہِ وآلہٖ وسلّم کی قمیص مبارک پہنا کر چادر شریف میں لپیٹ کر اور آپ کی ازار مبارک دے کر کفنانا اور میری ناک، منہ اور مواضع سجود میں موہائے مبارک اور تراشہائے ناخن شریف رکھ کر ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا۔ دیگر ان کے احوال معلوم ومشہور

اور مذکور و مسطور ہیں۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا ایک رسالہ ہے جس کا نام "اوائل" ہے اس میں انہوں نے ان چیزوں کو بیان کیا ہے جو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایجاد کیں انہیں ان سے پہلے خلفاء میں سے کسی نے نہ کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت کو ناپسند و مکروہ نہ جانو اگر وہ نہ ہوں تو بہت سے لوگوں کے سر، ان کے جسموں سے اتر جائیں۔ اس سے ان وقائع و شنائع کی طرف اشارہ کیا ہے جو ان کے بیٹے یزید پلید کے زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبانِ بارگاہِ رسالت میں سے حضرت زید بن ثابت بن ضحاک انصاری نجاری (بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار) (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ یہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی وحی لکھا کرتے تھے۔ اور وہ اجل فقہائے صحابہ سے اور عالم فرائض تھے۔ جب ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہجرت کر کے تشریف لائے تو وہ گیارہ سال کے تھے، غزوۂ بدر میں (غالباً کم سنی کی بنا پر) سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کو شامل نہ کیا۔ اُحد اور اس کے بعد تمام غزوات میں حاضر و شریک رہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کا سب سے پہلا جہاد خندق ہے انہوں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، ابوبکر، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث بیان کی ہے۔ اور ان سے صحابہ کی جماعت کثیرہ نے حدیث لی مثلاً حضرت ابو ہریرہ، ابو سعید۔ انس، سہیل بن سعد وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین میں سے حضرت سعید بن المسیب، ان کے فرزند، خارجہ، سلمان وقاسم محمد وغیرہ نے روایت حاصل کی۔ اور یہ ان اصحاب میں سے ہیں جنہوں نے عہد خلافت صدیقی میں جمع قرآن کیا۔ اور عہد خلافتِ عثمانی میں مصاحف میں ان کو نقل کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (جبکہ انہوں نے جمع قرآن سے معذوری ظاہر کی) کہ تم نوجوان اور عقلمند ہو میں تم پر اتہام نہ رکھوں گا ان کے فرزند خارجہ بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو مجھے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں لایا گیا اور کہا گیا کہ یہ بنی نجار کا لڑکا ہے۔ اس نے قرآن کی سترہ سورتیں یاد کی ہیں۔ میں نے ان کو حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے آگے پڑھا حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میری قرأت سے خوش ہوئے اور فرمایا "اے زید! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہود کی خط وکتابت سیکھ لو کیونکہ مجھے یہود کی کتابت پر اعتماد نہیں ہے ممکن ہے کہ وہ کم و زیادہ کر دیں"۔ پھر میں نے سریانی زبان کو سیکھا اور پندرہ دن نہ گزرے تھے کہ میں اس میں ماہر ہو گیا۔ اس کے بعد میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خط وکتابت لکھا کرتا جب ان کی طرف کوئی خط یا فرمان بھیجنا ہوتا۔ یا ان کی طرف سے کوئی مراسلہ آتا تو میں ہی اسے پڑھ کر سناتا تھا۔

سلیمان بن یسار سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

کسی کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قضا، فتویٰ، فرائض اور قرأت میں ترجیح نہ دیتے تھے۔ قاسم بن محمد روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سفر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا قائم مقام خلیفہ مقرر کرتے تھے۔ اور فرماتے۔ مجھ پر زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ساقط نہیں ہے لیکن اہل شہران کے محتاج ہیں۔ نیز ان کے پاس علم، قضا اور فتویٰ اتنا وافر ہے کہ کسی دوسرے میں اتنا نہ ہوگا۔

سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ انہوں نے اس دن جس روز زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی فرمایا آج عالم الناس کا انتقال ہوگیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا اس امت کا بہترین شخص فوت ہوگیا۔ اور امید ہے کہ حق تعالیٰ ان کا قائم مقام حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بنائے گا۔ ابوعبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرآن کریم پڑھتا تھا۔ مجھ سے انہوں نے فرمایا۔ تم مجھے لوگوں کے معاملات میں غور وفکر کرنے سے باز رکھتے ہو۔ تم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے پڑھا کرو کیونکہ وہ اس کام کے لئے فارغ ہیں۔ میری قرأت اور ان کی قرأت ایک ہے اور میرے اور ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یعقوب بن سفیان نے شعبی سے باسناد صحیح روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا ایک دن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری کررہے تھے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے (ادب واحترام میں) ان کی رکاب تھام لی۔ اس پر انہوں نے فرمایا "اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چچا کے فرزند! ایک طرف ہوجاؤ اور رکاب چھوڑ دو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا "ہمیں ایسا ہی حکم دیا گیا ہے کہ ہم علماء ومشائخ کے ساتھ اسی طرح ادب واحترام بجالائیں۔" اس پر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اپنا ہاتھ قریب لاؤ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا ہاتھ تھام کر اس کا بوسہ لے لیا۔ اور فرمایا ہمیں ایسا ہی حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے نبی علیہ السلام کی اہلِ بیت کے ساتھ اسی طرح پیش آئیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ فرمایا ہم اپنے بزرگوں کے ساتھ اسی طرح عمل کریں۔ ابن سعد نے باسناد صحیح روایت کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحاب فتاویٰ میں سے ایک تھے۔ اور اصحاب فتویٰ چھ اشخاص تھے۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابوموسیٰ، حضرت ابوزید اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ حضرت زید بن ثابت 42 یا 43 یا 45 ہجری میں فوت ہوئے۔ آپ سے 92 حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبان بارگاہِ رسالت میں سے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی 18ھ) ہیں۔ ان کا نام عبداللہ ہے اور وہ بنی جمح میں سے تھے۔ یہ صحابی اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کے امیر تھے۔ اعیان قریش

میں شمار ہوتے تھے۔ان کے بھائی عبدالرحمٰن ابن حسنہ ہیں۔ان کی کنیت ابوعبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور بعض ابوعبد الرحمٰن بتاتے ہیں۔ وہ اوران کے بھائی عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسنہ کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ دونوں کی والدہ ایک ہیں۔اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں بھائی حسنہ کے منہ بولے بیٹے ہیں۔اور انکی نسبت ان پر غالب ہوگئی ہے ابن ماجہ نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ایک حدیث روایت کی ہے جونماز میں ترک طمانیت کی وعید پر ہے اوراس کا ذکراس حدیث میں ہے جس میں نجاشی نے سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ کیا تھا۔حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کو اپنا سفیر بنا کے مصر بھیجا، ابھی وہ مصر میں ہی تھے کہ حضور رسول کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وصال فرمایا۔انہوں نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی۔اوران سے ان کے بیٹے ربیعہ نے روایت لی۔ان کی کتابت کا کوئی تذکرہ معلوم نہ ہوا ممکن ہے کہ اسی سفارتِ مصر کے ضمن میں ہی کتابت کے لئے ان سے فرمایا ہو۔(واللہ اعلم)

حضرت علاء الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبان بارگاہِ رسالت میں سے ایک حضرت علاء الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔یہ مشہور صحابی ہیں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف سے بحرین پر عامل مقرر ہوئے تھے اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی ان کو برقرار رکھا تھا یہاں تک کہ 14 ہجری میں انہوں نے وفات پائی۔بعض کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ارض بصرہ کا حاکم بنایا اور ارض بنی تمیم میں اس سن میں وفات پائی۔بعض کہتے ہیں 11 ہجری بحرین میں وفات پائی۔ان کے بعد ان کی جگہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاکم مقرر فرمایا۔

ان کے نام اوران کے نسب میں علماء بہت زیادہ اختلاف رکھتے ہیں۔لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ حضرموت کے رہنے والے تھے۔جیسا کہ جامع الاصول میں ہے۔اور کاشف میں ہے کہ بنی امیہ کے حلیف تھے۔اور ان کے دس بھائی تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے سوا اور حضرات بھی بیان کرتے ہیں کہ علاء الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند کلمات پڑھ کر دریا میں داخل ہوئے اور پار نکل گئے۔ان کی یہ حکایت بہت مشہور ہے وہ کلمات یہ تھے "یاحلیم یاعلیم" وہ مستجاب الدعوات تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبانِ بارگاہِ رسالت میں سے حضرت خالد بن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی قرشی سیف اللہ ابوسلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں،ان کی والدہ لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صغریٰ بنت الحارث الہلالیہ،بہنیں لبابہ

کبریٰ زوجہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب ہیں۔ یہ دونوں بہنیں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہنیں تھیں۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اشراف اوراعیان قریش میں سے جاہلیت کے زمانہ میں تھے اور دورِ جاہلیت میں گھوڑوں کی عنان ان کے ہاتھ میں تھی۔ یہ کافروں کے ساتھ عمرہ حدیبیہ تک رہے۔ خصوصاً غزوۂ اُحد میں مشرکوں کے لشکر کے مقدمۃ الجیش تھے۔ 7 ہجری میں غزوۂ خیبر کے بعد غزوۂ موتہ سے دو ماہ پہلے اسلام لائے۔ اور غزوۂ موتہ کی فتح انہیں کے ہاتھ پر واقع ہوئی۔ خدا کے دین میں ان کی مساعی جمیلہ اور اسکی تقویت وتائید رسول اللہ صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم کی حیات ظاہرہ اور بعد وصال بہت ہیں۔ ان سے 18 احادیث مروی ہیں۔

ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ ایک منزل میں ٹھہرے ہوئے تھے اس کے بعد لوگ ایک ایک کر کے حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم کے سامنے سے گزرے رسول کریم صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم دریافت کرتے یہ کون ہے یہ کون ہے؟ جواب دیا جاتا کہ یہ فلاں ہے یہ فلاں ہے۔ یہاں تک کہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم نے دریافت فرمایا ''یہ کون ہیں؟'' میں نے عرض کیا یہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں؟ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ''یہ خدا کا نیک بندہ ہے اور اللہ کی تلواروں سے ایک تلوار ہے''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مرتدین کی سرکوبی کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا اور انہیں علم عطا فرمایا تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے سنا ہے۔ کہ:۔

''نِعمَ عَبدُ اللہِ وَاَخُو العَشرَۃِ خَالِدُ بنُ الوَلِیدِ سَیف'' مِن سُیُوفِ اللہِ ''

اورانہوں نے اس تلوار کو کافروں پر کھینچا ہے۔

مروی ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ٹوپی کو جنگ یرموک میں گم کر دیا۔ پھر انہوں نے حکم دیا کہ اسی ٹوپی کو ڈھونڈو اور خوب تلاش کرو۔ انہوں نے اسے بہت تلاش کیا مگر یہ نہ ملی۔ اس کے بعد اس کی تلاش میں بہت زیادہ کوشش کی۔ بالآخر وہ ٹوپی مل گئی۔ لوگوں نے دیکھا کہ وہ تو بہت پرانی اور بوسیدہ ہے، اس پر لوگوں نے کہا یہ ہے وہ ٹوپی جس کی اتنی جستجو تھی اس کے لئے اتنی کدوکاوش اٹھانے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم نے عمرہ کیا تھا اور اپنے سر مبارک کا حلق فرمایا تھا اس پر لوگوں نے موہہائے مبارک لینے میں عجلت کی اور میں نے پیشانی مبارک کے موئے شریف کے لینے میں سبقت کی۔ پھر حضور رسول کریم صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم نے ان موہہائے مبارک کو اس ٹوپی میں محفوظ کر کے مجھے عنایت فرما دیا۔ اس کے بعد میں جس جنگ میں بھی شریک ہوا۔ یہ ٹوپی میرے ساتھ رہی، اور حق تعالیٰ نے مجھے اسکی برکت سے ہر جگہ فتح ونصرت عطا فرمائی۔ مروی ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جب مقام جسرہ کے پاس پہنچے تو ان کے سامنے زہر لایا گیا آپ نے اسے اپنی ہتھیلی پر رکھا اور پی گئے اس زہر نے کوئی ضرر نہ پہنچایا۔ نیز مروی ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص آیا جس کے پاس

شراب کا بھرا ہوا مشکیزہ تھا انہوں نے اس سے پوچھا اس مشکیزے میں کیا ہے اس نے کہا سرکہ ہے۔ انہوں نے کہا اے خدا! اسے سرکہ بنادے، تو وہ سرکہ بن گیا۔ ایک روایت میں ہے کہا کہ خداوند! اسے شہد بنادے تو وہ شہد ہو گیا۔ مروی ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کوئی رات میرے نزدیک مہاجرین کے لشکر میں سخت تاریک رات سے محبوب نہیں ہے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے انہوں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت سست کہا۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے قصد کیا ہے کہ تم سے بات نہ کروں گا۔ اس کے بعد حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم کے پاس آئے اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت کی۔ اس پر حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ''اے خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تمہیں عمار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کیا کام ہے وہ ایک جنتی شخص ہیں جو بدر میں حاضر ہوئے'' اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے''۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور معذرت خواہی کی۔ اور استغفار کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں ہمیشہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتا رہا۔ اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رسولِ کریم صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم سے شکایت کی۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ''اے خالد! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیوں ایسے شخص کو ایذا پہنچاتے ہو جو اہل بدر میں سے ہے۔ اگر تم اُحد پہاڑ کی برابر بھی سونا صدقہ کرو تو ان کے عمل کے برابر نہیں پہنچ سکتے''۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم! یہ میرے پیچھے پڑ گئے اور مجھے ایذا دینے لگے تو میں نے اس کے جواب میں ایسا کہا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔ ''خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایذا نہ دو۔ وہ خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے''۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بعض وجوہات کی بنا پر معزول فرما دیا تھا۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عظیم کارنامے سرانجام دیئے ہیں میں ڈرتا ہوں کہ ان کے دل میں عجب اپنا سر نہ اٹھائے۔

جب حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے کہا سبحان اللہ! میں سو یا سو سے زیادہ جنگوں میں شریک رہا ہوں اور میرے جسم میں ایک بالشت برابر بھی ایسا حصہ نہیں ہے جہاں نیزہ وتلوار اور تیر کے زخم نہ لگے ہوں۔ مگر آج میں اس حال میں جان دے رہا ہوں جیسے اونٹ مرتا ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات حمص میں ہوئی اور بعض مدینہ طیبہ میں 21 یا 22 ہجری میں بزمانہ خلافت فاروقی بتاتے ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وصیت کی کہ ان کا تمام اسلحہ اور گھوڑے خدا کی راہ میں کام آئیں۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ پر آئے جب

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں پہنچے تو دیکھا کہ ان کے گھر میں بنی مغیرہ کی عورتیں جمع ہیں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رو رہی ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں ہے ان پر کہ وہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے روئیں بجز اس بات کے کہ اس میں فریاد اور نوحہ نہ ہو۔ یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبان بارگاہِ رسالت میں سے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاسبان رسالت میں بھی تھے۔ غزوۂ تبوک کے سوا بدر اور تمام غزوات میں حاضر ہوئے۔ غزوۂ تبوک کے موقعہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان کو مدینہ طیبہ میں چھوڑ گئے تھے۔ اصحاب میں سب سے پہلے انہیں کا نام محمد رکھا گیا۔ جنگ جمل وصفین میں شریک نہ ہوئے۔ مشکوٰۃ میں بروایت ابوداؤد منقول ہے محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مُروی ہے انہوں نے فرمایا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک تلوار دے کر فرمایا ''اس تلوار سے مشرکوں کے قتال کرو جب تک کہ قتال کیا جائے اور جب امت کا یہ حال ہو کہ وہ ایک دوسرے کی گردن زدنی کریں تو اس تلوار کو پتھر مار کر توڑ دینا اور اپنے گھر میں بیٹھ جانا''۔ اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ جو لوگ فتنہ کے زمانہ میں گھروں میں بیٹھے رہے ان میں حضرت سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر، محمد بن مسلمہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دس لڑکے اور چھ لڑکیاں اسلام لائیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ستّر سال کی عمر میں 46 تا 47 ہجری میں وفات پائی۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن سلمہ بن خالد بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس) کی نگہبانی حضور علیہ السلام کے لئے روز غزوۂ اُحد تھی۔ چھ (6) احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبان بارگاہ رسالت میں سے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کی کنیت ابومحمد ہے۔ یہ انصاری، خزرجی، سابقین اولین میں سے اور انصار کے نقباء میں سے ایک ہیں۔ بعض حضرات ان کی کنیت ابومحمد اور ابو رواحہ بتاتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کے اور حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان مواخاۃ فرمائی تھی۔ وہ جاہلیت میں عظیم المرتبت تھے۔ عقبہ، بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ بجز فتح مکہ اور اس کے بعد کے غزوات کے۔ اس بنا پر کہ وہ غزوۂ موتہ میں 8 ہجری میں شہید ہو گئے تھے۔ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جب مسلمانوں کو غزوۂ موتہ کے لئے رخصت فرمایا تو مسلمان دعا کرتے اور ندا

کرتے تھے کہ سلامتی کے ساتھ جاؤ اور سلامتی کے ساتھ واپس آؤ۔ لیکن ان حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

لکنی اسأل الرحمن مغفرة وضربه ذات فدع تقذف الزبد

یہ شہادت کے طالب اور اسکے مشتاق بن کر نکلے تھے۔ یہ شعرائے اسلام میں سے تھے اور کفار کی ایذاؤں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی جانب سے ان کی طرف لوٹاتے تھے اور جواب دیتے تھے۔ ان کے اور ان دونوں صحابہ حضرت حسان بن ثابت اور کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ سورۃ الشعراء آیت 227

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانتَصَرُوا مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ﴿٢٢٧﴾

ترجمہ: ''مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا اور بدلہ لیا اس کا جوان پر ظلم ہوا۔ اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے''

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ بن امراء القیس بن عمرو بن امراء القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج) سے حضرت ابن عباس، حضرت اسامہ بن زید (بن حارثہ بن شرجیل بن کعب بن عبدالعزیٰ بن امراء القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن دبرہ بن ثعلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ) اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے تابعین کی ایک جماعت نے مثلاً ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور عکرمہ وغیرہ نے روایت لی ہے۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کتابت کیا کرتے تھے اور وہی فتح بدر کی بشارت مدینہ لے کے آئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کو تیس سواروں کے ساتھ اسیر بن زارم یہودی کی طرف (6ھ) خیبر بھیجا انہوں نے ہی اسے قتل کیا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت اچھے آدمی ہیں۔ یہ حدیث طویل ہے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی صحابی سے ملتے تو ان سے کہتے بیٹھو تا کہ میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی کچھ دیر یاد کروں۔ (الحدیث) اور بیہقی نے بسند صحیح بروایت ثابت از ابو یعلی روایت کیا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ داخل ہوئے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرما رہے تھے کہ بیٹھ جاؤ حضرت عبداللہ بن رواحہ وہیں بیٹھ گئے حالانکہ ابھی وہ مسجد کے باہر ہی تھے پھر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خطبہ سے فارغ ہوئے تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان سے فرمایا ''اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے رسول (صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلّم) کی فرمانبرداری کی اور زیادہ توفیق بخشے''۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی بیوی سے نکاح کر لیا اس شخص نے ان کی بیوی سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا انہوں نے بتایا کہ وہ جب گھر سے باہر نکلتے تو پہلے دو رکعت پڑھتے اور جب گھر میں داخل ہوتے تو دو رکعت پڑھتے تھے یہ عمل انہوں نے کبھی ترک نہ کیا۔ ہشام بن عروہ سے مروی ہے کہ جب آیہ کریمہ سورۃ الشعراء آیت 224۔

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾

ترجمہ: ''اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں'' (الشعراء آیت 224)

نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ حق تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کیا میں ان میں سے ہوں؟ اس پر آیہ کریمہ سورۃ الشعراء آیت 227

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾

ترجمہ:۔ ''مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے (اس میں شعراء اسلام کا استثنا فرمایا گیا) اور بکثرت اللہ کی یاد کی (اللہ کی حمد وثنا اور رسول کریم علیہ السلام کی نعت) اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے''۔

نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مدح میں جو شعر سب سے بہتر کہا ہے وہ یہ ہے۔

لو لم يكن فيه آيات مبينة كانت بديهية بينك بالخير

اس شعر میں ایک قسم کی تلمیح ہے جو اس آیہ کریمہ میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ سورۃ النور آیت 35

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِىْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳۵﴾

ترجمہ:۔ ''اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اسکے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے برکت والے درخت (پیڑ) زیتون سے جو نہ مشرکانہ مغرب کا قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگرچہ اُسے آگ نہ چھوئے نور پر نور ہے اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لئے اور اللہ سب کچھ جانتا

ہے۔"

جیسا کہ قرآنی تفاسیر میں آیہ کریمہ سورۃ نور آیت 35، کی تفسیر میں وضاحت کی گئی ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبان بارگاہ رسالت میں سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ ان کو کاتبوں کے ضمن میں بھی بیان کیا گیا ہے اور مواہب لدنیہ میں پاسبان بارگاہ رسالت میں بھی شمار کیا گیا ہے۔ مروی ہے کہ حدیبیہ کے روز وہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سرہانے شمشیر برہنہ لئے کھڑے تھے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ابوعبداللہ ہیں اور کہا گیا ہے ان کی کنیت ابوعیسیٰ بھی ہے۔ یہ مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن شعبہ بن ابی عامر ثقفی (بن مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن عوف بن قیس) مدینہ طیبہ میں آکر عام الخندق میں اسلام لائے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کا سب سے پہلا واقعہ حدیبیہ ہے۔ ان سے ان کی اولاد عروہ وحمزہ اور ان کے غلام حرّاد اور ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری وشعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ جماعت کثیرہ نے روایت کیا ہے (133 حدیثیں روایت کی ہیں)۔ اصابہ میں ہے کہ وہ حدیبیہ سے پہلے اسلام لائے اور بیعت الرضوان میں حاضر ہوئے۔ اس جگہ ان کا تذکرہ ہے اور وہ عرب کے دیہات سے تھے یعنی سخت محنت ومشقت کا کام ہوشیاری سے کرنے والے عرب میں چار اشخاص ہیں۔ ایک معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی سفیان (بن حرب بن امیہ بن عبدشمس) دوم عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن العاص (بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سلہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی بن غالب قرشی سہمی) سوم مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چہارم زیاد۔ استیعاب میں مرقوم ہے کہ قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سعد بن عبادہ اپنی فضیلت وبزرگی کے باوجود سخت محنت ومشقت کا کام، ہوشیاری سے کرنے والوں میں کم نہیں ہیں۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دراز قامت، بڑی آنکھیں، سفید وگھونگھریالے بال، موٹے ہونٹ، بڑا سر، فربہ بازو اور چوڑے شانے کے آدمی تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بصرے پر حاکم مقرر فرمایا اور انہوں نے ہمدان اور چند دیگر شہر فتح کئے۔

اس کے بعد ان کو کوفہ پر حاکم بنایا اور یہ ہمیشہ اس پر حاکم رہے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بدستور برقرار رکھا۔ اور جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان صفین وغیرہ کا نزاع واقع ہوا تو انہوں نے یکسوئی اختیار کی۔ اور جب حکمین کا قضیہ لاحق ہوا تو وہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مل گئے۔ اور جب امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان مصالحت ہوئی اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اجتماع ہو گیا تو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لی۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ انہوں نے ہی

یزید کی امارت کی تدبیر کی اور لوگوں کو اس پر آمادہ کیا تھا۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کوفہ سے اپنے پاس بلایا انہوں نے جانے میں تاخیر کی۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر عتاب کیا۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ تاخیر کا موجب خدمت میں کوتاہی نہیں ہے۔ میں خدمت میں ہی مشغول ہوں کہ یزید کی امارت کی تدبیر میں مشغول ہوں۔ اسکے بعد وہ کوفہ کی گورنری پر برقرار رہے۔ اور وہاں ان کے احکام برابر جاری رہے حتّٰی کہ وہ 50 ہجری میں فوت ہو گئے اور انہوں نے اپنے بیٹے عروہ کو اپنی وفات کے وقت اپنا قائم مقام بنایا۔ مگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی منظوری نہ دی اور کوفہ و بصرہ پر زیاد کو گورنر بنایا اور اس پر انہوں نے عراق کے دونوں صوبوں کو مجتمع کر دیا۔

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ جب امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر جلوہ آرا ہوئے اور لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس آئے اور کہا اے امیر المومنین! آپ کے لئے میری ایک نصیحت اور خیر خواہی ہے۔ امیر المومنین نے فرمایا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ پر امر خلافت مستحکم و مستقیم رہے تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ پر اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بصرہ پر حاکم مقرر کر دیجئے اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے عہدہ پر شام میں ہی ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیجئے۔ تاکہ وہ آپ کی اطاعت میں ہمیشہ رہیں اور جب امر خلافت مستقیم ہو جائے تو ان کے ساتھ جس طرح چاہئے کیجئے اور جیسی کچھ آپ کی رائے ہو اسے عملی جامہ پہنائیے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں تو میں غور و فکر کر کے رائے قائم کروں گا۔ لیکن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں، تو ہرگز نہیں، خدا کی قسم! میں اپنے آپ کو اس پر عمل کرنے والا نہیں پاتا۔ اور نہ ان سے کوئی مدد لینے والا دیکھتا ہوں۔ جب تک کہ وہ اپنے حال پر ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ کہ اور مسلمانوں نے اختیار کیا ہے وہ بھی اختیار کریں۔ اگر وہ انکار کریں تو ان کا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اس پر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امیر المومنین کے پاس سے غصے ہو کر چلے گئے کیونکہ ان کی نصیحت کو انہوں نے قبول نہ فرمایا تھا۔ دوسرے دن وہ پھر آئے اور کہا کہ کل جو کچھ میں نے کہا اور جو کچھ کہ آپ نے جواب دیا اس پر میں نے غور و فکر کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے خیر کی توفیق پائی اور حق کی جستجو فرمائی ہے۔ جب مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر نکلے تو امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے اور وہ اپنے والد بزرگوار کے پاس پہنچے۔ اور پوچھا کہ یہ اعور آپ سے کیا کہتا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ کل اس نے مجھ سے ایسا کہا تھا اور آج اس نے مجھ سے ایسا کہا۔

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کل اس نے خیر خواہی میں کہا تھا اور آج خوشامد میں کہا ہے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں معاویہ پر اسے برقرار رکھوں جو میرے قبضہ و اختیار میں ہے تو میں حق تعالیٰ کے ارشاد کا مصداق بنوں گا کہ فرمایا: سورۃ الکہف آیت 51

وَمَا كُنتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا

''اور نہ میری شان کہ گمراہ کرنے والوں کو بازو بناؤں''

جس طرح کہ مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر المومنین سے باتیں کی تھیں۔ اسی طرح طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی باتیں کیں ان کی بات کو بھی قبول نہ فرمایا۔ بالآخر حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا وہی حال ہوا جو سب کو معلوم ہے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبان بارگاہِ رسالت میں سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن وائل (بن ہاشم بن سعید بن سلہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی بن غالب) قرشی سہمی منسوب بہ قبیلہ سہم بن عمرو بطنی قرشی ہیں ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ بقول صحیح 8 ہجری میں اسلام لائے۔ بعض کہتے ہیں کہ حدیبیہ اور غزوۂ خیبر کے درمیان جب حضرت خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ حجبی رضی اللہ تعالیٰ عنہم آئے اور اسلام لائے۔ اس وقت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صحابہ سے فرمایا کہ ''مکہ مکرمہ نے اپنے جگر گوشوں کو تمہاری طرف پھینک دیا ہے''۔ واقدی نے کہا کہ حضرت عمرو بن العاص 8 ہجری میں نجاشی کے پاس سے مسلمان آئے تھے اور وہ اسلام نجاشی کے پاس ہی قبول کر چکے تھے۔ اور دین اسلام کے معتقد ہوگئے تھے۔ اس لئے کہ نجاشی نے ان سے کہا:

اے عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تمہارے ابن عم کا دین تم پر کیسے مخفی ہے خدا کی قسم! وہ سچے خدا کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) ہیں۔ انہوں نے ان سے کہا ''کیا تم یہ بات حق وصداقت اور یقین سے کہتے ہو۔'' نجاشی نے کہا خدا کی قسم میں یقین سے کہتا ہوں۔ اس کے بعد وہ نجاشی کے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حضور حاضری کے قصد سے فتح مکہ سے چھ ماہ قبل نکلے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد یہ حضرت عمر فاروق حضرت عثمان ذوالنورین اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عامل رہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو مصر کی طرف بھیجا اور انہوں نے مصر کو فتح کیا اور وہاں کے حاکم رہے۔ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریباً چار سال برقرار رکھا اس کے بعد ان کو معزول کر کے حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاکم مقرر کیا۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رضاعی بھائی تھے۔ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسکندریہ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے اسے فتح کیا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوگئے تو عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاکر ان سے مل گئے۔ اور ان کے مدار المہام بن گئے وہ صفین میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے اور اس میں حکم بنانے کا قصہ پیش آیا تھا۔ جیسا کہ معلوم ومشہور

ہے۔اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ امارت میں مصر کو ان کی جاگیر میں دیدیا اور 43 یا 41 یا 51 ہجری میں عید الفطر کے دن مقام مقطم مصر میں وفات پائی۔43 ہجری زیادہ صحیح ہے اور ایک قول ہے کہ 41 ہجری ہے ان کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصر کا گورنر بنایا۔ان کی عمر نوے سال کی ہوئی بعض ننانوے سال بتاتے ہیں۔ان کی نمازِ جنازہ ان کے بیٹے نے پڑھی۔اس کے بعد عید گاہ آ کے لوگوں کے ساتھ عید کی نماز پڑھی۔پھر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ کو معزول کر دیا۔اور اپنے بھائی عتبہ بن ابوسفیان کو وہاں کا گورنر (ناظم) بنایا۔

منقول ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب کے دانشوروں اور ان کے رؤساء میں سے تھے اور وہ صاحب فہم وفراست، ذہن رسا اور پستہ قامت کے تھے۔حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جب وہ کسی شخص کو بات کرنے اور بات سمجھنے میں عاجز دیکھتے تھے تو کہتے کہ "سبحان اللہ خالق ھذا و عمرو واحد" تعجب ہے کہ ایسی فہم وفراست رکھنے کے باوجود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب کو چھوڑ کر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تابع ہو گئے۔حکیم فارابی نے رسالہ "تقاسیم عقل" میں کہا ہے کہ عقل کوئی معنی میں بولا جاتا ہے کبھی قوت عاقلہ نفس ناطقہ پر اطلاق کرتے ہیں اور کبھی ایسے امور کے سوچ بچار پر جو مبدء ومعاد کی صلاح پر ہو اس میں بولتے ہیں۔جیسا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس قسم کے دیگر معاملات وغیرہ دوسرے لوگوں سے واقعہ ہوئے۔

بظاہر عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت سے پہلے تھی۔کیونکہ وہ کہتے تھے کہ مجھے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی پیدائش کی رات میں دیکھنا یاد ہے۔اصابہ میں ہے کہ زبیر بن بکاء نے بیان کیا کہ کسی شخص نے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ تم نے اسلام لانے میں دیر کیوں لگائی باوجودیکہ تم بڑی فہم وفراست اور عقل والے تھے۔انہوں نے جواب دیا کہ میں اپنی قوم کے ساتھ تھا اور ان کا غلبہ مجھ پر از حد تھا کیونکہ ان کی عقلیں پہاڑ کی مانند تھیں۔مطلب یہ کہ پہاڑ کی مانند مضبوط وثابت اور راسخ و ٹھوس تھیں۔ان کی اس سے مراد جہل وعناد میں ثبوت ورسوخ ہوگا۔اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو دشمنی وعناد کی روش انہوں نے اختیار کی اور انکار وضد اور ہٹ دھرمی کو اپنایا ہم نے بھی ان کی متابعت و موافقت میں چلنے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا۔جب وہ لوگ جہان سے مرکھپ گئے اور معاملہ ہمارے اختیار میں آیا تو ہم نے غور وفکر کیا تو حق بین نظر آیا اور میرے دل میں دین اسلام کی محبت نے جڑ پکڑ لی اور اسے قریش نے بھی میری طرف سے جان لیا۔اس کے بعد میں ان کا معین ومددگار اس بات میں ہو گیا کہ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوں۔پھر انہوں نے ایک شخص کو میرے پاس بھیجا کہ وہ اس بارے میں مجھ سے مناظرہ کرے تو میں نے اس شخص کو کہا میں تجھے اس خدا کی قسم دیتا ہوں جو تیرا رب ہے اور تجھ سے پہلے اور تجھ سے بعد والوں کا رب ہے بتا کہ ہم راہ راست پر زیادہ

ہیں یا فارس وروم کے لوگ؟ اس نے کہا ہم راہ راست پر زیادہ ہیں۔ میں نے کہا بتاؤ ہم فراخی اور عیش وعشرت میں زیادہ ہیں یا وہ۔ اس نے کہا وہ زیادہ ہیں۔ میں نے کہا ان پر ہماری فضیلت کا کیا فائدہ ہے جبکہ اسی دنیا میں وہ ہیں اور اسی دنیا میں ہم ہیں۔ حالانکہ وہ لوگ اسی دنیا میں ہم سے عظیم تر ہیں۔ اب میرے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی یہ بات جاگزیں ہوگئی ہے کہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مرنے کے بعد اٹھنا ہوگا تاکہ نیکوکاروں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دیا جائے اور بدکاروں کو ان کی بدی کی سزا دی جائے۔ اور یہ بات ہے بھی حق۔ جب وہ ایمان لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کو ان کی فہم وفراست اور اُن کی دانائی وشجاعت کی بنا پر آگے بڑھایا اور اپنا مقرب بنا کر غزوۂ ذات السلاسل میں ان کو لشکر کا امیر بنایا۔ اور حضرت ابوبکر وعمر اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تائید فرمائی۔ اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ان کی دانائی کی خبر تھی۔ یہاں تک کہ اگر کسی معاملہ میں مناقشہ واقع ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان پر چڑھ دوڑتے اور دخل دے کر انکار واعتراض کرتے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو اے عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کو جنگی مصلحتوں اور اس کی تدبیروں کو بہترین جاننے والا سمجھ کر امیر بنایا ہے۔ انہوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں شام، حلب، انطاکیہ اور فلسطین کو فتح کیا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی کارکردگی کو دیکھا تو فرمایا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زمین پر زندگی نہ گزارنی چاہئے مگر امیر ہو کے۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث روایت کیں آپ نے 39 حدیثیں روایت کی ہیں۔ اور ان سے ان کے دونوں فرزندوں عبداللہ ومحمد اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور ابوعثمان نہدی اور کثیر تابعین نے روایت کی۔ مسند امام احمد میں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش کے صالحین میں سے ہیں''۔ نیز مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا'' عمرو بن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اپنی زرہ پہن کر اور ہتھیار لگا کر میرے پاس آؤ۔ تاکہ میں تمہیں کسی جانب جہاد کے لئے بھیجوں تاکہ غنیمت ملے اور تمہیں کچھ مال حاصل ہو''۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم! میں مال کے لئے اسلام نہیں لایا ہوں بلکہ دین اسلام کی محبت ورغبت سے اسلام لایا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا''نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلْمَرْءِ الصَّالِحِ'' ''صالح مال صالح شخص کے لئے اچھا ہے''۔ نیز مروی ہے کہ حضور رسول کریم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔ ''اَسْلَمَ النَّاسُ وَاٰمَنَ عَمْرو'' ''لوگ اسلام لائے اور عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے''۔ ظاہر ہے کہ لوگ سے مراد قوم ہوگی، اور بھی حدیثیں ان کی شان میں مروی ہیں (واللہ اعلم)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا قصہ افادیت سے خالی نہیں ہے۔ مسلم کی حدیث میں

ہے کہ عمرو بن العاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جہان کو چھوڑتے وقت بہت خوف وافسوس اور اضطراب کا اظہار کرتے تھے۔لوگ ان کی عیادت کو آتے تو بہت زیادہ روتے اور اپنے منہ کو دیوار کی جانب پھیر لیتے۔اس پر ان کے بیٹے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے پدر بزرگوار! یہ خوف وپریشانی کس لئے ہے آپ نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صحبت اٹھائی ہے ان کے ساتھ جہاد کئے ہیں اور ان سے بشارتیں پائی ہیں۔پھر انہوں نے اپنا رخ لوگوں کی طرف پھیر کے کہا ''اے بیٹے! مجھ پر تین حالتیں گزری ہیں میں ابتدائی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سخت دشمنی رکھتا تھا اگر میں اس حالت میں مرتا تو جہنمیوں میں سے ہوتا۔اس کے بعد میں مسلمان ہوا۔اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صحبت میں رہا۔اور ایسا ہوگیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بڑھ کر کوئی مجھے محبوب نہ تھا۔یہاں تک کہ انتہائی ادب واحترام اور عزت واکرام کے تحت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف نگاہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔اگر کوئی مجھ سے کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حلیہ شریف کو بیان کرو تو میں بیان نہیں کر سکتا تھا اس لئے کہ مجھ میں اتنی طاقت ہی نہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف دیکھ سکتا۔اگر میں اس حالت میں اس جہان سے جاتا تو میں امید رکھتا میں اہلِ جنت میں سے ہوں۔اس کے بعد میں امارت و ولایت میں رہا اور اس میں بھی گھل مل گیا اور مجھ پر دنیا کی شاہراہوں میں سے جو کچھ پہنچا وہ پہنچا۔اب میں نہیں جانتا کہ میرا کیا انجام ہوگا۔پھر جب میں مر جاؤں تو رونے والوں کو میرے ساتھ نہ کرنا اور جب مجھے دفن کر دو تو آہستہ سے مجھ پر مٹی ڈالنا اور میری قبر کے پاس اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر اونٹ ذبح ہو کر اس کے گوشت کو تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے انسیت پکڑوں اور میں دیکھوں کہ میں کیا جواب دیتا ہوں اپنے رب کے فرستادوں کے سوالات کا۔ جامع الاصول میں مسلم سے اسی طرح مروی ہے۔

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ صفین میں شہید ہوئے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ کر حسرت وندامت کا اظہار کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سنا ہے کہ حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''تَقْتُلُکَ الفِۃُ الْبَاغِیَۃُ''

ترجمہ:۔ ''تم کو باغی جماعت قتل کرے گی''۔

چونکہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے ہاتھ سے قتل ہوئے تو اس لئے ہم باغی جماعت سے ہوئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم عجیب آدمی ہو کہ اپنے پیشاب میں آپ ہی لتھڑتے ہو۔درحقیقت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی قتل کیا ہے۔کیونکہ وہ ان کو جنگ میں لائے۔لوگوں نے کہا کہ یہ تاویل باطل ہے۔اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں خوف اور احساس حق بینی موجود تھا۔

صحیح بخاری میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صلح کے قصہ میں مذکور ہے'' وَكَانَ خَيْرَ الرَّجُلَيْنِ '' وہ اچھے آدمیوں میں سے تھے۔ (واللہ اعلم)

حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبان بارگاہ رسالت میں سے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی ابن سلول رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حارث بن عبید بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف بن خزرج) ہیں۔ عبداللہ بن ابی مشہور منافق تھا۔ اسے راس المنافقین کہتے ہیں کیونکہ افک عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جڑ بنیاد یہی تھا۔ اور اسکی دیگر شرارتیں اور خباثتیں حدوشمار سے باہر ہیں۔ وہ خزرج کے سربرآوردہ لوگوں میں سے تھا۔ اور خزرج کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تشریف آوری سے قبل چاہتے تھے کہ اسکے سر پر تاج رکھ کر اس کو اپنا امیر بنالیں۔ لیکن جب حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لے آئے تو اسنے نفاق وحسد اور بغاوت کی روش اختیار کرلی۔ اس خبیث کا ایک بیٹا تھا جس کا نام عبداللہ بن عبداللہ تھا وہ مومنوں، مخلصوں اور صدیقوں میں سے تھا۔ ان کا نام حباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کا نام عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رکھ دیا۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ بدر اور تمام غزوات میں حاضر وشریک رہے۔ یہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مراسلت کو لکھا پڑھا کرتے تھے۔ جنگ یمامہ میں بزمانہ خلافت صدیقی 12 ہجری میں شہید ہوئے ان سے حضرت عائشہ اور جہم بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت کی ہے۔ قضاعی نے ان کو حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کاتبوں میں سے بیان کیا ہے وہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اموال صدقات کو لکھا کرتے تھے۔ قرطبی نے ''مولد نبوی'' میں جو کہ ان کی تالیفات میں سے ہے ایسا ہی لکھا ہے۔

حضرت جہم بن الصلت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبوں میں سے ایک حضرت جہم بن صلت بن مخرمہ بن عبدالمطلب بن عبدمناف قرشی مطلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ استیعاب میں ہے کہ وہ خیبر کے زمانہ میں اسلام لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے انہیں خیبر کی غنیمت میں سے تین وسق مرحمت فرمائے۔ اصابہ میں ہے کہ وہ مراسلت لکھا کرتے تھے۔ اور بلاشبہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خط وکتابت لکھی ہے۔ ابن اسحٰق مغازی میں کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم غزوہ تبوک پہنچے تو حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس تحسینہ بن روید آیا اور اس نے صلح کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس کے لئے والا نامہ تحریر کرا کے دیا اسکے لکھنے والے یہی جہم بن الصلت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جہم اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں اموال صدقات کی کتابت کرتے تھے۔

حضرت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبوں میں سے ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی ارقم قرشی مخزومی (بن اسد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم)، مہاجرین اولین اور قدیم الاسلام سات میں کے ساتویں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ دس کے بعد اسلام لائے۔ ابن عقبہ اور ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ وہ بدر میں حاضر ہوئے اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے قریش سے پوشیدہ ہو کر دار ارقم یعنی ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں اقامت فرمائی اور ابتداء میں ان کے گھر سے لوگوں کو دعوت اسلام دیتے تھے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم وہاں سے باہر تشریف لائے۔ ان کا گھر کوہ صفا کے اوپر تھا۔ اسی گھر میں اکابر صحابہ کرام کی جماعت کثیرہ ابتداء اسلام میں اسلام لائی یہاں تک کہ چالیس کا عدد پورا ہوا۔ چالیسویں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جب چالیس کا عدد مکمل ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم باہر تشریف لائے۔ حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے حدیثیں روایت کی ہیں 55 ہجری 83 برس کی عمر میں مدینہ طیبہ میں انہوں نے وفات پائی ان کی عمر شریف کچھ اوپر اسی سال کی ہوئی۔ اور انہوں نے وصیت کی کہ ان کی نماز جنازہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھیں۔ مروان نے کہا کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے صحابی کو ایک غیر حاضر شخص کی وجہ سے روکے رکھوں۔ مگر عبید اللہ بن ارقم نے مروان کو باز رکھا اور انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور نماز پڑھائی۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبوں میں سے حضرت عبداللہ بن زید بن عبد رب ابو محمد انصاری خزرجی حارثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ بنی الحارث بن خزرج سے تھے اور صاحب اذان تھے کہ انہوں نے خواب میں اذان کے کلمات سنے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کو حکم فرمایا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کلمات سکھاؤ تاکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو اذان میں کہیں۔

ان کو صاحب الاذان کہتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کاتبوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ عقبہ، بدر اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ رہے۔ اور انہیں کے ہاتھ میں فتح مکہ کے دن بنی الحارث بن خزرج کا علم تھا۔ ان سے حضرت سعید بن المسیب، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور ان کے بیٹے محمد بن عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت کی ہے۔ جیسا کہ استیعاب میں مذکور ہے۔ اور اصابہ میں بھی اسی طرح ہے نیز انہوں نے کہا کہ ترمذی نے بیان کیا ہے کہ ان کی کوئی حدیث معلوم نہ ہوسکی بجز اذان والی حدیث کے۔ ابن عدی، بغوی اور دیگر حضرات بھی یہی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے سوا ان کی کوئی اور حدیث نہیں ہے شیخ فرماتے ہیں کہ یہ خطا

ہے بلکہ ان سے کئی حدیثیں مروی ہیں جو کہ چھ یا سات ہیں۔ مداینی نے محمد بن عبداللہ بن زید سے نقل کیا ہے کہ وہ 32 ہجری میں فوت ہوئے اسوقت ان کی عمر چونسٹھ سال کی تھی۔ انکی نماز جنازہ حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ حاکم نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ وہ اُحد میں شہید ہوئے تھے۔ اور وہ دلیل میں نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (عہد خلافت 99ھ-101ھ) کے پاس آئی اور کہا کہ میں عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہوں جو بدر میں حاضر ہوئے اور اُحد میں شہید ہوئے اسکے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا اپنی جو حاجت ہو مجھ سے کہو تو انہوں نے کچھ حاجت بیان کی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی حاجت پوری فرمادی۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اور صحابی بھی ہیں۔ جن کو صاحبِ وضو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کہتے ہیں۔ تشریح یہ ہے کہ وہ عبداللہ بن زید بن عاصم انصاری مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یہ بنی مازن بنی نجار کے قبیلے سے ہیں ان کی کنیت بھی ابومحمد ہے۔ یہ اُحد میں حاضر ہوئے لیکن بدر میں حاضر نہ ہوئے حاکم وابن منذر کا خیال ہے وہ بدر میں بھی حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وضو کی حدیث روایت کی ہے چند اور حدیثیں بھی روایت کی ہیں۔ ان کے ایک بھائی خبیب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جن کو مسیلمہ کذاب ملعون نے شہید کیا تھا جب صحابہ نے جنگ یمامہ لڑی تو عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے وحشی بن حرب کے ساتھ مسیلمہ کے قتل کرنے میں شریک تھے۔ یہ 63 ہجری میں یوم الحرہ میں مقتول ہوئے۔ ان سے ابن المسیب اوران کے بھتیجے عباد بن تمیم بن زید بن عاصم اور واضع بن حبان وغیرہ رحمہما اللہ نے روایت کی ہے۔

حضرت العلاء بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبوں میں سے العلاء بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اصابہ میں مذکور ہے کہ ان کو مستغفری نے صحابہ میں بیان کیا ہے۔ اور مرزبانی نے بیان کیا ہے کہ وہ اور ارقم انصار کے زمانہ میں تھے۔ اور تاریخ معتصم بن صارح میں ہے کہ علاء بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاہدے و معاملات کو لکھا کرتے تھے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبان بارگاہ رسالت میں سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں یہ جلیل القدر صحابی پاسبان بارگاہ رسالت تھے۔ ان کا نام خالد بن زید ہے قبیلہ بنی نجار سے ہیں۔ بیعتِ عقبہ میں حاضر ہو کر مکہ مکرمہ میں اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئے۔ عقبہ، بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے

ساتھ حاضر رہے۔ سرزمین روم میں قسطنطنیہ میں 50 یا 51 ہجری میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں وفات پائی۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب وفضائل بہت زیادہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہجرت کے بعد مسجد نبوی شریف کی تعمیر تک ان کے گھر میں قیام فرمایا اور یہ مشہور ہے اور انہوں نے حضور علیہ السلام سے احادیث روایت کی ہیں اور ان سے ابی بن کعب، براء بن عازب، انس، ابن عباس، جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے سوا بہت حضرات نے روایت لی ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا جبکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عراق کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پاسبانی انہوں نے غزوۂ خیبر میں کی تھی۔ جب حضرت صفیہ اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عروسی کی رات تھی کیونکہ اس وقت یہودیوں کی شرارت کا بہت خطرہ تھا۔

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ اہل روم نے ان مسلمانوں سے جو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین کے وقت موجود تھے کہا ان کی بڑی شان تھی۔ اس پر مسلمانوں نے کہا یہ ہمارے نبی علیہ السلام کے اکابر صحابہ میں سے تھے اور ہم سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھے اور ہم نے ان کو اس جگہ دفن کیا ہے جہاں تم دیکھ رہے ہو خدا کی قسم اگر تم نے ان کی قبر انور کی بے حرمتی کی تو جب تک ہماری سلطنت ہے کبھی تم ناقوس نہ پھونک سکو گے۔ مجاہد سے مروی کہ جب بھی ان رومیوں نے چاہا کہ ان کی قبر انور کی بے حرمتی کریں اور اسے کھولیں تو ان پر اس قدر مینہ برستا کہ وہ ایسا نہ کر سکتے اور ابن قاسم نے مالک سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ اہل روم ان کی قبر انور کے پاس بیٹھتے ہیں اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بارش کی دعا مانگتے ہیں اور زیارت کرتے اور برکت حاصل کرتے ہیں۔ شعبہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ابوایوب خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبدعوف خزرجی۔ خزرج کے خاندان نجار کے رئیس تھے) جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شریک تھے اور نہروان کے روز ان کے مقدمہ پر متعین تھے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

انہیں کاتبان بارگاہ رسالت میں سے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے یہ اکابر صحابہ سے صاحبِ اسرارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں، ان کو منافقوں کا علم تھا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کو منافقوں کے صفات کی تعلیم دی تھی۔ یہ منافقوں کی ذاتوں اور ان کی شخصیتوں اور ان کے ناموں کو خوب پہچانتے تھے کہ کون کون ہیں۔ مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے قیامت تک تمام ہونے والے واقعات وحوادث اور تمام فتنوں کی خبر دے دی ہے۔ غالباً ان کی مراد، کلیات حوادث، واقعات کا بیان ہوگا اور کچھ جزئیات بھی جو فتنوں کے واقعات سے

متعلق ہوں مراد ہوں گے (واللہ اعلم)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فتنہ کی حدیث اور نفاق کی علامات پوچھا کرتے تھے۔ اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ کیا میرے اندر کوئی نفاق کی علامت پاتے ہو؟ انہوں نے کہا ''میں نہیں پاتا البتہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے دسترخوان پر دو رنگ کے کھانے ہوتے ہیں۔ فرمایا بالکل نہیں ایسا کبھی نہیں ہے۔'' جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ انڈا تناول فرما رہے تھے اور انڈے میں زردی اور سفیدی تھی۔ اس سے دیکھنے والے کو شبہ ہوا کہ وہ دو رنگ کے کھانے ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم ان سے نفاق کی صفات اور ان کی علامتیں پوچھا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز جنازہ کے پڑھانے میں توقف فرماتے جب تک کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ آجاتے جب وہ آجاتے اور نماز میں شریک ہوجاتے تو نماز جنازہ پڑھاتے اور اگر وہ نہ آتے تو خود بھی نماز میں شریک نہ ہوتے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام حسل اور بعض حسیل بتاتے ہیں (حذیفہ بن حسل بن جابر بن عمرو بن ربیعہ بن فروہ بن حارث بن مازن بن قطیعہ بن عبس بن بغیض بن ریث بن غطفان العبسی۔ قبیلہ عطفان کے خاندان عبس سے ہیں) (36ھ میں مدائن میں وفات پائی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 100 سے زیادہ احادیث مروی ہیں) وہ جابر بن اسید عبسی کے بیٹے ہیں۔ عبسی قبیلہ عبس بن بغیض کی طرف منسوب ہے۔ اور یمان حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا لقب ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنی قوم میں سے کسی کو قتل کر دیا تھا پھر وہ بھاگ کر مدینہ طیبہ آگئے اور انصار کے قبیلہ بھی نہشل کے حلیف بن گئے۔ پھر قوم نے ان کا نام یمان رکھ دیا کہ حلیف یمان (قسم) ہوگئے یعنی انصار سے ہوگئے۔ یمان، یمن (قسم) سے بنا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے والد اُحد میں حاضر ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے صحابہ نے ان کے والد کو شبہ میں شہید کر دیا کیونکہ وہ مشرکوں سے جنگ کرتے ہوئے باہر نکل گئے تھے وہ دھوکے سے قتل ہو گئے تھے باوجودیکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پکار پکار کر کہتے رہے کہ اے خدا کے بندو! یہ میرے والد ہیں۔ مگر انہوں نے نہ چھوڑا یہاں تک کہ انہیں قتل کر دیا۔ اس پر حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''یَغْفِرَ اللہُ لَکُمْ'' ''اللہ تمہیں معاف کرے''۔ حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے بعد اپنے والد ماجد کے قاتلوں کے حق میں ہمیشہ دعا واستغفار کرتے رہے۔ جب تک کہ وہ دنیا میں زندہ رہے۔ اور اس جہان سے رخصت ہو کر انتقال فرمایا۔ ان کو ان کے باپ نے غزوۂ بدر میں حاضر ہونے سے روک دیا تھا کیونکہ مشرکوں نے ان کے باپ کو پیچھے چھوڑا تھا اس وجہ سے وہ باز رہے تھے۔ اور غزوۂ خندق میں حاضر ہوئے ان کا ذکر جمیل اسی طرح ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام مشاہد وغزوات میں حاضر ہوئے۔ اور وہ 22 ہجری میں فوت ہوئے۔ حضرت

حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفسار کیا گیا کہ کون سا فتنہ سب سے زیادہ سخت ہے انہوں نے فرمایا جب تمہارے سامنے خیر وشر دونوں پیش کئے جائیں اور تم ان دونوں میں سے کسی ایک کو دریافت نہ کر سکو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت اسوقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ ہر قبیلہ کے اوپر منافق سردار قائم نہ ہوں۔ انہیں سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ہر شخص خیر کی باتیں پوچھا کرتا تھا۔ لیکن میں شر کی باتیں پوچھا کرتا تھا تاکہ میں اس سے اجتناب کروں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت ابوالدرداؓ وغیرھم صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت بیان کی ہے۔ انہوں نے مداین میں وفات پائی اور ان کی قبر وہیں ہے سن وفات 35 ہجری ہے ایک قول ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے چند راتوں کے بعد 36 ہجری میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابتدائے خلافت میں وفات پائی اور ان کی قبر وہیں ہے سن وفات 35 ہجری ہے اور جنگِ جمل کا زمانہ نہیں پایا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں فرزند صفوان اور سعید جنگ صفین میں شہید ہوئے تھے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی متابعت اپنے والد ماجد کی وصیت کے مطابق کی تھی۔

حضرت بریدہ بن الحصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبانِ بارگاہِ رسالت میں سے حضرت بریدہ بن الحصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور مشہور بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے ہیں ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے ایک قول سے ابوسہل ہے۔ وہ بدر سے پہلے اسلام لائے اور غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے، جس وقت حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہجرت کر کے تشریف لے چلے اور ''کراع الغیم'' میں پہنچے (یہ دونوں حرموں کے درمیان ایک وادی کا نام اور مکہ مکرمہ سے دو منزل کے فاصلہ پر ہے) اس وقت قریش نے بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آمادہ کیا کہ یا تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کو لوٹا لائیں یا (معاذ اللہ) شہید کر دیں۔ اور اس معاوضہ میں ان کو سو اونٹ دینا قرار پائے تھے۔ تو وہ ستر سواروں کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سامنے پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے پوچھا ''تیرا نام کیا ہے اور تو کون ہے؟'' انہوں نے کہا میں بریدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رخ انور کر کے فرمایا ''بَـرَدَ اَمْرُنَا'' ''ہمارے کام نے خوشی وٹھنڈک پائی''۔ پوچھا ''تو کس قبیلہ سے ہے'' انہوں نے کہا میں اسلم سے ہوں۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''سلمنا'' ''ہم سلامت رہیں گے۔ اور انجام کار سلامتی ہے''۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے پوچھا ''بنی اسلم کی کس شاخ سے ہو انہوں نے کہا بنی سہم سے۔ فرمایا ''تجھے تیرا حصہ اور تیرا نصیب پہنچ گیا'' حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فال بد نہیں لیتے تھے البتہ تفاول یعنی نیک فال لیا کرتے تھے خصوصاً ان کے ناموں سے۔ تو حضرت

بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مع اپنے تمام ساتھی فوجیوں کے اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم! فوج کے ساتھ علم ہونا چاہئے تو حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی دستار مبارک کو پارہ کیا اور اسے نیزے پر آویزاں کر کے آگے آگے روانہ کیا۔ اس کے بعد وہ اپنے شہروں میں گئے اور کچھ قرآن کریم سیکھا۔ غزوۂ بدر میں حاضر نہ ہوئے غزوۂ اُحد کے بعد آئے۔ تعجب ہے کہ اتنا توقف کیا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حدیبیہ میں حاضر ہوئے اور بیعت رضوان پائی ہے۔ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ سولہ دیگر غزوات میں جہاد کیا ہے۔ بارگاہِ رسالت میں ان کی مساعی جمیلہ بہت ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ رہے اور جنگِ جمل وصفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہے۔

جب یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ یمن میں تھے تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے حجتہ الوداع سے واپسی کے وقت کی تھی۔ اور اسی بناء پر غدیر خم میں حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خطبہ دیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت وموالات کی ترغیب دی حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حصیب بن عبداللہ بن حارث بن اعرج بن سعد بن زراح بن عدی بن سہم بن مازن بن حارث بن سلامان بن اسلم اسلمی آپ نے 164 حدیثیں روایت کی ہیں) فرماتے ہیں اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہوگئے۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں خراسان پر جہاد کیا اس کے بعد مدینہ منورہ میں رہے پھر بصرہ چلے گئے اسکے بعد خراسان پہنچے اور جہاد کیا اور وہیں یزید بن معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

حضرت حصین بن نمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبوں میں سے حصین بن نمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اصابہ میں اس جیسے دو نام بیان کئے گئے ہیں، کہ ایک حصین بن نمیر انصاری ہیں جن کو ابن اسحٰق نے غزوہ تبوک میں بیان کیا ہے اور وہ بیان کرتے ہیں کہ اس حصین بن نمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اموال صدقہ کے قافلہ پر حملہ کیا اور اس نے کچھ مال چرا لیا۔ پھر حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس سے فرمایا ''افسوس ہے تیرے اوپر۔ کس بات نے تجھے اس فعل معیوب پر آمادہ کیا۔'' اس نے کہا مجھے اس بات نے برانگیختہ کیا کہ میرا گمان تھا کہ حق تعالیٰ عنہ آپ علیہ السلام کو اس پر مطلع نہ فرمائے گا۔ لیکن جبکہ حق تعالیٰ نے آپ کو اس پر مطلع فرما دیا تو اب میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ علیہ السلام یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ اس وقت سے پہلے میں آپ علیہ السلام پر ایمان اور یقین کامل نہ رکھتا تھا۔ اس پر حضور اکرم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس سے درگزر فرمایا اور اسکے گناہ کی مغفرت چاہی۔ اسے بیہقی نے دلائل النبوت اور سنن کبیر میں روایت کیا ہے۔

اسکے بعد لکھا کہ ایک اور حصین بن نمیر ہیں اور کہا کہ مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ یہ وہی ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے یا پھر دوسرے ہیں۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ان کو بیان کیا ہے۔ اور کہا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے اردن پر عامل تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوح میں صحابہ ہی کو امیر بنایا کرتے تھے۔ ابن عساکر نے ان حصین بن نمیر کو اس دوسرے حصین بن نمیر سکونی کے ساتھ خلط ملط کر دیا ہے جو یزید بن معاویہ کی طرف سے اہلِ کوفہ سے جنگ کرنے پر امیر تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ وہ ان کے ماسوا ہیں (واللہ اعلم)

ابو علی بن مسکویہ نے اپنی کتاب ''تجارب الامم'' میں حصین بن نُمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان اشخاص میں لکھا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم کی کتابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ اسی طرح عباس بن محمد نے اپنی اس تاریخ میں جو معتصم کے لئے جمع کی بیان کیا ہے اور کہا کہ مغیرہ بن شعبہ اور حصین بن نمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم کے حوائج لکھا کرتے تھے۔ اسی طرح ان لوگوں نے جنہوں نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم کے کاتبوں کو جمع کیا ہے بیان کیا ہے اس کی وضاحت میں کہا ہے کہ وہ حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن نمیر بن فاتک بن لُبید بن جعفر بن الحارث بن سکانہ ہیں۔ یہ حمص کے شرفاء میں سے تھے نیز ان کا بیٹا یزید اور ان کا پوتا معاویہ بن یزید والی حمص تھا۔

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبوں میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح قرشی عامری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رضاعی بھائی ہیں۔ ان کی ماں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دودھ پلایا تھا۔ ان کی ماں کا نام سعدیہ تھا۔ اہل سیر کہتے ہیں کہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باپ اکابر منافقین میں سے تھا۔ اور یہ وہی ہے، حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم نے فتح مکہ کے دن جس کا خون بہانے کو مباح کیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور جماعت بھی تھی جیسے ابن خطل وغیرہ۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عفو و شفاعت میں پناہ لی۔ لیکن حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم نے قبول نہ فرمایا ہر چند عرض و معروض کی گئی۔ ایک روز حضور رسول کریم صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم لوگوں کی بیعت لے رہے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو لوگوں کے درمیان کھڑا کر دیا۔ اور عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم! عبداللہ بیعت کرتا ہے۔ اسکی بیعت قبول فرمایئے'' اس پر حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم نے صحابہ کی جانب رخ انور پھیر کر فرمایا ''کیا تم میں کوئی مرد رشید ایسا نہ تھا جو اس پر اٹھتا جب کہ میں نے بیعت سے اپنا ہاتھ اس سے کھینچا تھا وہ اسے قتل کر دیتا''۔ صحابہ نے عرض کیا ''اگر حضور چشم ابرو سے اشارہ فرماتے تو ہم اسے قتل کر دیتے۔'' حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ''کسی نبی کو لائق و زیبا نہیں کہ اپنی آنکھ کی خیانت کو وجود میں لائے۔'' بہر تقدیر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی الحاح

وزاری اور عرض ومعروض کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کی توبہ قبول کر کے ان کا خون بہانے سے درگزر فرمایا۔ حضرت عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی وحی لکھا کرتے تھے۔ شیطان نے ان کو گمراہ کیا اور وہ مرتد ہو کے کافروں کے ساتھ مل گئے۔ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: سورۃ الانعام آیت 93

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌ

ترجمہ:۔ ''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے مجھے وحی ہوئی اور اُسے کچھ وحی نہ ہوئی۔''
(سورۃ الانعام آیت 93)

مفسرین کا بیان ہے آیت کا یہ حصّہ مسیلمہ کذاب کے بارے میں نازل ہوا جبکہ اسی آیت 93 سورۃ الانعام کا یہ حصّہ عبداللہ بن ابی سرح کے بارے میں نازل ہوا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ ؕ وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْہِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْہُوْنِ بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ وَکُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمہ:۔ ''اور جو کہے ابھی میں اتارتا ہوں جیسا اللہ نے اُتارا اور کبھی تم دیکھو جس وقت ظالم موت کی سختیوں میں ہیں اور فرشتے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں آج تمہیں خواری کا عذاب دیا جائے گا بدلہ اس کا کہ اللہ پر جھوٹ لگاتے تھے اور اس کی آیتوں سے تکبّر کرتے'' (واللہ اعلم) سورۃ الانعام آیت 93

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فتح مکہ کے دن انکو قتل کرنے کا حکم دیا۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی سفارش کی اور حضور اکرم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کے قتل کو معاف فرما دیا۔ اور یہ عبداللہ بن سعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ فتح مصر میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ لشکر اسلام کے میمنہ پر فتح مصر کے وقت متعین تھے۔ اسکے بعد امیر المومنین نے ان کو مصر پر حاکم بنا دیا اور جب فتنہ شہادت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقعہ ہوا تو عبداللہ عسقلان یا رملہ میں رہے۔ اور کسی کی بیعت نہ کی۔ نہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور نہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ اور وہ 36 یا 37 ہجری میں فوت ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ جنگ صفین میں شریک ہوئے اور 75 ہجری تک زندہ رہے اسے

ابن مندہ نے بیان کیا ہے۔

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں انہوں نے افریقہ فتح کیا اس کے بعد وہ مصر کے حاکم ہوئے۔ مصر پر ان کی ولایت 25 ہجری تک ہے اس کے بعد وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلے آئے۔ اور مصر پر سائب بن ہشام کو مقرر فرمایا۔ انہوں نے تین جہاد کئے افریقہ، ذات السواری، اور ارض روم کے اسادر میں۔ سب سے بڑی فتح افریقہ کی تھی۔ اور ان کو فارس کے حصہ میں سے تین ہزار دینار ملے تھے۔ یہ اپنی ولایت میں مقبول اور پسندیدہ شخص تھے۔

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رملہ کی طرف جا رہے تھے۔ جب صبح کی نماز کا وقت ہوا تو دعا مانگی خداوندا! میری عمر کا آخری وقت صبح کی نماز میں کر دے۔ اس کے بعد انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی اور داہنی جانب سلام پھیرا۔ چاہتے تھے کہ بائیں جانب سلام پھیریں اچانک ان کی روح قبض کر لی گئی۔ (رحمہ اللہ) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی توبہ صحیح تھی اور انجام بخیر ہوا۔

حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبوں میں سے ایک ابوسلمہ بن عبدالاسد قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کا نام عبداللہ تھا مگر یہ اپنی کنیت سے مشہور ہوئے یہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رضاعی بھائی ہیں۔ ان سب کو ابولہب کی باندی ثویبہ نے چار چار سال کے وقفہ سے دودھ پلایا تھا۔ پہلے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو پلایا اسکے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے بعد ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ یہ اسلام میں دس سابقین اولین میں سے ایک ہیں۔ اور یہ حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پھوپھی برہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے ہیں۔ انہوں نے مدینہ طیبہ میں غزوۂ بدر سے واپس آنے کے بعد وفات پائی۔ جیسا کہ ابن مندہ نے بیان کیا ہے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ وہ غزوۂ اُحد کے بعد فوت ہوئے اور یہی صحیح ہے اُحد میں زخمی ہو کر آئے ان کے زخم ٹھیک ہوئے اس کے بعد حضور اکرم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کو بنی سعد کی جانب ماہ صفر 4 ہجری کو لشکر کا امیر بنا کے بھیجا وہاں ان کے زخم کھل کر ہرے ہو گئے اور وفات پائی۔ ابن عبدالبر نے جمادی الاخریٰ 3 ہجری کہا ہے مگر قول اول راجح ہے۔ اور یہ ہجرت کر کے سب سے پہلے مدینہ طیبہ اپنی بیوی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حبشہ کی دونوں ہجرتوں کے بعد آنے والے ہیں۔ حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمانا ازواج مطہرات امہات المومنین کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کے وقت یہ دعا مانگی:۔

" اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِی سَلْمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِیالْمَهْدِ یِیْنَ وَ اَخْلِفْهُ فِیْ عَقِبِهٖ فِی الْغَابِدِیْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَ لَهٗ

یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَافْتَحْ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ وَ نَوِّرْ لَهٗ فِیْهِ .

حضرت حویطب بن عبدالعزیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبوں میں سے حویطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالعزیٰ (بن ابوقیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی۔120 سال کی عمر میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش دفن کرنے والے بہادروں میں شامل تھے) قرشی عامری ہیں یہ فتح مکہ کے بعد کے مسلمانوں اور مولفتہ القلوب میں سے ہیں۔انہوں نے اسلام پایا ہے اور وہ تقریباً ساٹھ سال تک زندہ رہے۔یہ حنین و طائف میں حاضر ہوئے حنین کے غنائم سے انہیں سو اونٹ ملے تھے۔یہ ان میں سے ایک ہیں جن کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحدید حرم کا حکم دیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہادت کے بعد دفن کرنے والوں میں سے ہیں۔انہوں نے ایک سو بیس سال عمر پائی ہے۔امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ایسا ہی بیان کیا ہے۔ لیکن واقدی نے کہا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں 54 ہجری میں فوت ہوئے بعض ان کی وفات آخر امارت کے زمانہ میں بتاتے ہیں۔ان سے ابونجیح مکی، سائب بن یزید ان کے بیٹے ابوسفیان اور عبداللہ بن بریدہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ابن معین کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں ان کی کوئی حدیث حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ہو۔

واقدی نے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حویطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبد العزیٰ بن ابوقیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی) کہا کرتے تھے کہ میں صلح حدیبیہ سے لوٹ کر آیا میں سہیل بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قریش کی طرف سے مصالحت کے لئے آیا تھا تو مجھے یقین تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) غالب آئیں گے۔اور پھر طویل تذکرہ بیان کیا۔انہیں سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں مشرکوں کے ساتھ بدر میں موجود تھا میں نے فرشتوں کو آسمان سے اترتے اور جنگ کرتے دیکھا ہے۔میں نے یہ بات قریش کے کسی شخص سے نہ کہی۔

ایک دن مروان بن الحکم نے حویطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔کیا وجہ ہے کہ تمہارا اسلام لانا چھوٹوں اور ہم عمروں کے بعد ہے۔حویطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ''اللہ المستعان'' خدا کی قسم میں نے بارہا ارادہ کیا کہ اسلام میں سبقت کروں ہر بار تیرے باپ نے مجھے روکے رکھا۔اور یہی کہتا رہا کہ کیوں اپنے درجہ شرافت سے گرتے ہو۔اور نئے دین کی خاطر اپنے باپ دادا کے دین اور اپنے دین سے پھرتے ہو۔اور ایک شخص کے تابع و فرمانبردار بنتے ہو۔اس پر مروان خاموش اور شرمندہ ہو گیا۔حویطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سننے کے بعد مروان اپنے باپ کے آخر انجام کا تصور کر کے بہت زیادہ غمگین ہوا۔اس کے بعد حویطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا قریش کے

بڑوں میں اپنے دین پر باقی رہنے والا اور اسلام کو ناپسند کرنے والا کوئی مجھ سے زیادہ نہ تھا۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ فتح ہوا اور جو کچھ تقدیر میں تھا واقع ہوا۔

طبقات ابن سعد میں بروایت ابن المنذر وغیرہ حویطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو مجھے انتہائی خوف وڈر محسوس ہوا اور پھر طویل قصہ بیان کیا۔ اور کہا کہ میں عوف کے گھر چلا آیا اور وہاں ٹھہر گیا۔ اچانک مجھے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے۔ میری ان سے شناسائی تھی۔ میں نے ان کو سلام کیا اور اپنا حال ان سے بیان کیا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا اپنے اہل وعیال میں جاؤ اور بے خوف ہو کے رہوا سکے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دربار میں حاضر ہوئے اور میری معافی کی درخواست کی۔ پھر وہ میرے پاس آئے اور فرمایا آؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سب سے زیادہ بھلائی واحسان فرمانے والے اور تمام لوگوں سے زیادہ ذی حوصلہ ہیں۔ ان کی شرافت تیری شرافت ہے اور ان کی عزت تیری عزت ہے۔ جب تم حضور اکرم ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ملوتو کہنا ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَتُهُ الله'' چنانچہ میں نے اسی طرح عرض کیا حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ''وعلیک السلام'' اس کے بعد میں نے دین اسلام کی شہادت دی۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بہت خوش ہوئے اور فرمایا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَهَدَاكَ'' اس کے بعد حضور اکرم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھ سے قرض طلب فرمایا تو میں نے آپ کو چالیس ہزار درہم قرض پیش کئے۔ اور آپ کے ساتھ میں حنین وطائف میں حاضر ہوا اور مجھے ان کے غنائم سے عنایت فرمایا۔ پھر حویطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ چلے آئے اور وہیں رہنے لگے۔ یہاں تک کہ وہیں وفات پائی۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں اپنے مکان کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ چالیس ہزار دینار میں فروخت کر دیا لوگوں نے کہا اب تو تم بڑے مالدار ہو گئے انہوں نے کہا یہ مال اس کے لئے کیا چیز ہے جس کے لئے کوئی چیز وقعت نہیں رکھتی۔ ان کے ان کلمات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ان مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں جن کا اسلام حسن ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت حاطب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبوں میں سے حاطب بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ استیعاب واصابہ میں ان کے سوا، حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی بلتعہ بھی بیان کیا ہے کیونکہ دو حاطب مشہور ہیں ایک حاطب بن عمرو بن عبداللہ بن عبدالشمس بن عبدود۔ اس کے بعد صاحب استیعاب نے کہا کہ ان کو ابن عقبہ نے ان لوگوں میں شمار کرایا ہے جو غزوۂ بدر میں بنی عامر سے حاضر ہوئے تھے۔ وہ دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لائے اور حبشہ کی طرف دونوں ہجرتیں کیں۔ یہ روایت ابن اسحٰق کی ہے اور بعض پہلی ہجرت جانب حبشہ کہتے ہیں۔ واقدی نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہی ثابت ہے۔

ابن اسحٰق اور واقدی دونوں ہی حاضرین بدر میں بیان کرتے ہے۔اصابہ میں کہا گیا ہے کہ حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو بن عبد الشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی قرشی عامری، سہیل بن عمرو کے بھائی تھے اور وہ سابقین میں سے بتائے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ زہری نے اسی پر جزم کیا ہے اور وہ بھی اس پر اتفاق کرتے ہیں کہ وہ ان میں سے تھے جو غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے۔ دوسرے حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو بن عتیک بن امیہ بن زید بن مالک بن اوس ہیں جو بدر میں حاضر ہوئے ابن اسحٰق نے ان کو بدریوں میں ذکر نہیں کیا ہے۔ استیعاب میں اسی قدر کہا گیا ہے۔ اصابہ میں کہتے ہیں کہ حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو بن عتیک انصاری اوسی ہیں۔ ابوعمرو نے کہا کہ وہ بدر میں حاضر ہوئے اور ابن اسحٰق نے ان کو بدریوں میں ذکر نہیں کیا۔ کہتے ہیں کہ ان کے سوا دوسروں کے نزدیک بھی بدری ہونا دیکھا ہے۔ (واللہ اعلم)

حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحبت بارگاہ رسالت حاصل تھی۔ اور ان دونوں کتابوں میں حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو ''واؤ'' کے ساتھ ہے اور روضۃ الاحباب کے صحیح نسخہ میں جو کہ موجود ہے بغیر واؤ کے ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبوں میں سے ایک سید القراء ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان کی کنیت ابو المنذر اور ابو الطفیل ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن المنذر رہیں ایک قول ہے کہ ابی ابن کعب بن قیس (بن عبید بن زیاد بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار) انصاری، خزرجی، نجاری، مغازی، اور مدنی ہیں۔ عقبہ ثانیہ میں اور غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے۔ یہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی وحی کی کتابت کیا کرتے تھے اور یہ ان چھ اشخاص میں سے ایک تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے عہد مبارک میں قرآن کو حفظ کیا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے عہد میں جن چار شخصوں نے قرآن کو جمع کیا ان میں ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہیں اور یہ صحابہ کرام کے فقہاء اور کتاب اللہ کے قاریوں میں سے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان کو ابو المنذر کنیت سے یاد فرماتے مخاطب کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کا لقب سید الانصار رکھا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سید المسلمین نام رکھا۔ المسلمین سے یا تو انصار مراد ہوں گے یا کوئی خاص جماعت نہ کہ تمام مسلمان، جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''حق تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ قرآن کی تلاوت کروں اور تم کو قرآن سناؤں''۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم! کیا حق تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لیا ہے حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ آیہ کریمہ تلاوت کی۔ سورۃ یونس آیت 58

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ ''تُم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اوراسی کی رحمت اوراسی پر چاہیئے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔(سورۃ یونس آیت 58)

ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''تمہارے آگے (سورۂ بیّنہ آیت 2،1) لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا پڑھوں'' ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے کیا آپ علیہ السلام سے میرا نام لیا ہے؟ فرمایا ''ہاں! تمہارا نام مجھ سے لیا ہے'' اس پر حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر گریہ مسرت طاری ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''اے ابوالمنذ ر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تمہیں علم سزاوار ہو''۔ یہ بات اس وقت فرمائی جبکہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اے ابوالمنذ ر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیا تم جانتے ہو کہ کتاب الٰہی میں کون سی آیت عظیم تر ہے حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا'' اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم ''پھر فرمایا''اے ابوالمنذ ر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہیں معلوم ہے کہ خدا کی کتاب میں کون سی آیت اعظم ہے؟'' اس پر انہوں نے عرض کیا: سورۃ البقر آیت 255

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْـحَيُّ الْقَيُّوْمُ ڬ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــــُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝

ترجمہ:۔ ''اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ ہے اوراوروں کا قائم رکھنے والا اُسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔ وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے۔ جانتا ہے جو اِن کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے اور وہ نہیں پاتے اسکے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی میں سمائے ہوئے ہیں آسمان اور زمین اور اُسے بھاری نہیں ان کی نگہبانی اور وہی ہے بلند بڑائی والا''

اس پر فرمایا ''تمہیں تمہارا علم سزاوار ہو''۔ اوران کے اس علم پر حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح وتعریف فرمائی۔ یہ آیہ کریمہ بطریق الہام واعلام الٰہی یا بہ تصرف سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم انہیں معلوم ہوئی۔ جیسا کہ مروی ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنا دست مبارک دوسری مرتبہ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ پر رکھا تو انہیں یہ آیہ کریمہ معلوم ہوگئی۔

واقدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضور سید المرسلین

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت انجام دی تھی۔ اور یہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے آخر خط میں لکھا کہ ''فلاں بن فلاں نے لکھا'' حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میانہ قد سفید ڈاڑھی اور سر کے بال سفید تھے یہ اپنے سر پر مہدی نہیں لگایا کرتے تھے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے نوازل وحوادث دریافت کیا کرتے اور مفصلات سے تحاکم کرتے تھے۔ صحابہ کی ایک جماعت کثیرہ نے ان سے روایت کی ہے (164 احادیث مروی ہیں)۔ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ میں 19 یا 20 یا 22 ہجری میں عہد فاروقی میں وفات پائی۔ بعض کہتے ہیں کہ خلافت عثمانی میں 30 ہجری میں وفات پائی۔ یہ قول زیادہ ثابت ہے۔ ابن عبد البر نے کہا کہ اکثر کا قول یہ ہے کہ عہد خلافت فاروقی میں وفات ہوئی۔ امام بغوی نے حضرت حسن سے روایت کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے پہلے جمعہ کے دن وفات ہوئی۔ الغرض ان کی سن وفات میں اختلاف ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مسلمان نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم! مجھے بتلایئے کہ ہمیں جو بیماریاں لاحق ہوتی ہیں کیا انکا کچھ فائدہ بھی ہے۔ فرمایا ''ہاں! یہ گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں''۔ اس پر اس نے کہا اگرچہ بیماری کم ہو فرمایا ''اگرچہ کانٹا چبھے''۔ اس وقت حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لئے دعا مانگی کہ آخر وقت تک بخار نہ اترے۔ اور حج وعمرہ، جہاد ونماز اور فرض جماعت سے مانع نہ ہو۔ چنانچہ وہ ہمیشہ بیمار اور تپ زدہ رہے یہاں تک کہ وفات پائی اسے ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہیں کاتبان بارگاہ رسالت میں سے حضرت عبد اللہ بن ارقم بن یغوث بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ (بن کلاب بن مرہ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے والد ارقم کی پھوپھی تھیں) قرشی زہری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یہ عام الفتح میں اسلام لائے۔ اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مراسلت لکھا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نزدیک وہ اتنے دیانتدار تھے کہ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ان سے فرماتے کہ فلاں کی طرف مکتوب گرامی لکھو اور یہ نہ فرماتے یہ لکھو۔ وہ لکھ کر پیش کرتے اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ان کی دیانت کی وجہ سے بغیر پڑھے مہر لگا دیتے تھے۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابت کی ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بیت المال کے بغیر اجرت کے والی مقرر ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے استعفیٰ دیدیا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے اسے قبول کرلیا۔ مالک نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انعام میں تیس ہزار درہم عطا فرمائے مگر انہوں نے قبول نہ کیا۔ انہوں نے کہا میں نے خدا کے لئے خدمت کی ہے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے اگر تم لوگ اعتراض نہ کرتے تو میں عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ارقم کو اپنا خلیفہ بناتا۔ میں نے کسی کو ان سے زیادہ خدا سے خائف نہ دیکھا۔ اور ان سے فرماتے اگر تمہاری قوم پہلوں کی مانند ہوتی تو میں کسی کو تم پر تقدیم نہ کرتا۔ ان سے عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسلم مولائے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے ائمہ اربعہ نے ان سے ایک حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کی ہے فرمایا کہ ''جب عشاء کا وقت آجائے اور قضائے حاجت کی ضرورت ہو تو پہلے قضائے حاجت کرے''۔ اس حدیث کو صاحب مشکوٰۃ نے باب الجماعت اور اسکی فضیلت میں بیان کیا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ وَوَجَدَا اَحَدُ کُمُ الْخَلاَءَ فَلْیَبْدَأ بِا الخَلاَءِ''

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں (35ھ) فوت ہوئے۔

حضرت معیقب بن ابی فاطمہ دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت معیقب بن ابی فاطمہ دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں جو تمام غزوات میں حاضر ہوئے اور خلافتِ عثمانی یا خلافتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فوت ہوئے اسی قدر مواہب میں ذکر کیا گیا ہے۔ استیعاب میں ہے کہ معیقب بن ابی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سعید بن العاص کے مولیٰ ہیں۔ اسی طرح ان کو موسیٰ ابن عقبہ نے ابن شہاب سے نقل کیا ہے اور کہا کہ لوگ گمان رکھتے ہیں کہ وہ دوس کے قبیلہ ازد سے ہیں۔ اور ان کے سوا نے کہا ہے کہ وہ دوسی ہیں اور سعید بن العاص کے حلیف ہیں۔ مکہ مکرمہ کے قدیمی مسلمان ہیں انہوں نے حبشہ کی جانب دوسری ہجرت کی، اور وہیں مقیم رہے یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے وہ مدینہ طیبہ آ گئے بعض کہتے ہیں کہ غزوۂ خیبر میں آئے۔ بعض اس سے پہلے آنا بتاتے ہیں۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی مہر شریف پر مقرر تھے۔ اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مدینہ طیبہ میں بیت المال پر ان کو عامل مقرر فرمایا۔ پھر انہیں مرض جذام لاحق ہو گیا۔ اس کا علاج حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت پر حنظل (اندرائن) سے کیا گیا اس کے بعد وہ اپنے کام سے باز رہے اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں فوت ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ 40 ہجری میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آخری دور میں فوت

ہوئے۔ ان سے کم حدیثیں مروی ہیں۔ ان سے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کیا ہے کہ "وَيْل" لِلْاَعْقَابِ من النار " دوسری حدیث موزہ پر مسح کرنے کے بارے میں مروی ہے کاتبین بارگاہ رسالت کا تذکرہ مکمل ہوگیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سلاطین وامراء کے نام جو نوشتے اور فرامین اقدس ارسال فرمائے تھے ان کا ذکر بیان کیا جاچکا ہے۔

دوسری قسم حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مکاتیب ورسائل کی وہ ہے جو عرب کے بعض قبائل کی زبان اور ان کی لغت میں لکھے ہیں اور بڑے بڑے فصحاء وبلغاء عرب نے اس کی تحسین وخوبی کا اظہار کیا ہے اور فہم و عقول اس سے خیرہ حیراں ہیں۔ ایسے چند خطوط کتاب الشفاء قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ومسطور ہیں۔ یہ خطوط درحقیقت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بین معجزات میں سے ہیں۔ کیونکہ نہ آپ علیہ السلام کہیں تشریف لے گئے اور نہ کسی اہل زبان اور اس قبیلہ کے لوگوں سے مصاحبت فرمائی اور نہ ان کے لغات کی جستجو وتلاش فرمائی نہ کسی سے تعلیم لی اور نہ علم حاصل کیا۔ اور آپ علیہ السلام کا یہ اعجاز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ان سفیروں اور قاصدوں میں بھی ظاہر ہوتا ہے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان کے سلاطین وامراء کے پاس بھیجتے تھے کہ وہ سفیر جس قوم اور جس زبان والوں کی طرف جاتے وہ انہیں کی زبان ولغت میں بات کرتے اور جواب دیتے تھے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم)۔

عشرہ مبشرہ

یعنی آپ علیہ السلام کے وہ دس صحابی جن کو دنیا میں جنت کی بشارت وخوش خبری مل چکی تھی ان میں سب سے پہلے تو چاروں خلفاء راشدین ہیں یعنی (1) حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (2) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (3) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور (4) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے علاوہ باقی چھ صحابہ یہ ہیں۔ (5) حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (6) حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (7) حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (8) حضرت سعید ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (9) حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور (10) حضرت ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین)۔

سلسلہ نسب عشرہ مبشرہ

1. حضرت ابوبکر صدیق (عبداللہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی التیمی۔ سلسلہ نسب چھٹی پشت میں مرہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مل جاتا ہے۔
2. حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الخطاب بن نفیل عبد العزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر۔ سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مل جاتا ہے۔
3. حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی۔ سلسلہ نسب پانچویں پشت میں عبد مناف پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مل جاتا ہے۔
4. حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔
5. حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبیداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی التیمی۔ سلسلہ نسب ساتویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مل جاتا ہے۔
6. حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی القرشی الاسدی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب قصی پر رسول کریم علیہ السلام سے مل جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے تھے ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھتیجے تھے۔ نیز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے داماد تھے۔

7. حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن ابی وقاص مالک بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن نضر بن کنانہ القرشی الزہری۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے رشتے میں ماموں تھے۔

8. حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرظ بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی القرشی العدوی۔ سلسلہ نسب کعب بن لوی پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور نفیل پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل جاتا ہے۔ حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیقی بہن تھیں۔

9. حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عوف بن عبد جوف بن معبد بن الحارث بن زہرہ بن کلاب بن مرہ القرشی الزہری۔ اصل نام عبد عمرو تھا ایمان لائے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بدل کر عبد الرحمٰن رکھا۔

10. حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابو عبیدہ (عامر) بن عبد اللہ بن الجراح بن ہلال بن اُہیب بن ضبہ بن الحارث بن فہر القرشی الفہری۔ پانچویں پشت میں سلسلہ نسب فہر پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مل جاتا ہے۔

سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کاتب

(حضرت) الحافظ ابو القاسم (المشہور بہ ابن عساکر علیہ الرحمۃ) نے تاریخ ''دمشق'' میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے کاتبوں کی تعداد 25 بتائی ہے۔ اور یہ تعداد امام ابن عساکر قدس سرہٗ نے بالاسناد ذکر کی ہے وہ حضرات یہ ہیں:

(1) سیدنا حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(2) سیدنا حضرت عمر بن خطاب (فاروق اعظم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(3) سیدنا حضرت عثمان (ذوالنورین) رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(4) سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(5) سیدنا حضرت زُبیر ابن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(6) سیدنا حضرت اُبیّ بن کعب سیّد القراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(7) سیدنا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(8) حضرت سیدنا مُعاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(9) حضرت سیدنا ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(10) حضرت سیدنا محمد بن مُسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(11) حضرت سیّدنا ابان بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(12) حضرت سیدنا ابان بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادر حضرت سیّدنا خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(13) حضرت سیدنا ثابت بن قیس ابن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(14) حضرت سیدنا حنظلہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(15) حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(16) حضرت سیدنا عبداللہ بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(17) حضرت سیدنا عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(18) حضرت سیدنا علاء بن عُتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(19) حضرت سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(20) حضرت سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(21) اور بعض (ارباب سیر) نے حضرت سیّدنا شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی شمار فرمایا ہے۔
(22) حضرت عامر ابن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(23) حضرت عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(24) حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(25) حضرت عبداللہ بن عبداللہ ابن اُبیّ ابن سلول رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(مذکورۃ الصدر کاتب حضرات میں سے سب سے زیادہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا کرتے تھے۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے محافظ و پہرے دار

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔سورۃ المائدہ آیت 67

”وَاللہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ“

ترجمہ:۔ ”اور اللہ تعالیٰ آپ (علیہ السلام) کی لوگوں سے نگہبانی کرے گا۔“

اس طرح اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے لیکن

اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے صحابہ کرام ڈرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دشمن آپ علیہ السلام کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔ اس لئے خصوصی موقعوں پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حفاظت اور پہرے داری کا فرض انجام دیتے تھے۔

گیارہ پہرے دار

غزوۂ بدر کی رات میں حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن نعمان بن امراء القیس بن زید بن عبد الاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن مالک بن اوس بن سید الاوس قبیلہ عبد الاشہل) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حفاظت کیلئے پہرہ دیا تھا یعنی یہ وہ رات تھی جس کی صبح کو غزوۂ بدر پیش آیا تھا۔ پھر غزوۂ بدر کے دن خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ علیہ السلام کی پہرے داری کی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ننگی تلوار لئے آپ علیہ السلام کی حفاظت کرتے رہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے اور دونوں بدر میں آپ علیہ السلام کی حفاظت و پہرے داری کرتے رہے اسی طرح حضرت محمد ابن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن سلمہ بن خالد بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس) نے غزوۂ اُحد کے موقعہ پر آپ علیہ السلام کی پہرے داری کی تھی۔ غزوہ خندق کے موقعہ پر حضرت زبیر ابن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فریضہ انجام دیا اور معاہدہ حدیبیہ کے وقت حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ علیہ السلام کی حفاظت کے لئے پہرہ دیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جب حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کی تو خیبر کے راستے میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (قبیلہ خزرج کے خاندان نجار کے رئیس ابوایوب انصاری خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد عوف خزرجی) بطور محافظ پہرہ دیتے رہے۔

ان کے علاوہ حضرت بلال، حضرت سعد ابن ابی وقاص اور حضرت ذکوان ابن عبد اللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے وادی قریٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حفاظت کا فرض انجام دیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خیمہ پر پاسبانی کی تھی حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت عباد بن بشیر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضور علیہ السلام کی پاسبانی کا شرف حاصل رہا۔ نیز حضرت ابن ابی مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی آپ علیہ السلام کی پاسبانی کی سعادت حاصل ہوئی یہ اس رات کی بات ہے جس کی صبح کو غزوۂ حنین پیش آیا۔ اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''کون ہے جو آج کی رات ہماری پاسبانی وحفاظت کرسکے''۔ اس پر حضرت ابن ابو مرثد نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں ہوں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے (مذکورہ بالا) یہ آیت نازل فرمائی ''وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ'' تو آپ علیہ السلام نے اپنی حفاظت و پہرے داری کا سلسلہ بند کرادیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دور میں بازاروں کے نگران

یہاں بازاروں کی نگرانی سے مراد وہ ہے جسے عرف عام میں حسبہ کہتے ہیں اور بازار کے نگران کو محتسب کہا جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فتح مکہ مکرمہ کے بعد حضرت سعد ابن سعید ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ مکرمہ کے بازاروں کا نگران بنایا اور حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ کے بازاروں کا نگران بنایا تھا۔

رسول کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مؤذن

مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مؤذن حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بلال بن رباح) اور حضرت ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عبداللہ بن عمر قرشی عامری) تھے۔ قباء میں آپ علیہ السلام کے مؤذن حضرت سعد القرظ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سعد بن عائذ قرظی) تھے جو حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے ان کو قرظ اس لئے کہا جاتا تھا کہ یہ وہاں تجارت کرتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں آپ علیہ السلام کے مؤذن حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اوس بن مغیرہ جمحی قرشی) تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سامنے کھڑے ہو کر حضرت زیاد ابن حرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اذان کہی اسی طرح یہ روایت میں ہے کہ عبدالعزیز ابن اصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ علیہ السلام کے سامنے اذان دی مگر ایسا صرف ایک مرتبہ ہوا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے موالی

(1) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(2) حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(3) حضرت ثوبان بن لجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(4) حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(5) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(6) حضرت سفینہ ابو عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

موالی کے معانی

لغت عربی کی مشہور کتاب القاموس میں موالی کے بہت سے معانی بیان کیے گئے ہیں۔ مولیٰ واحد ہے اسکا

صیغہ جمع موالی ہے۔ جس کے معانی یہ بیان ہوئے ہیں۔

(1) مددگار (2) غلام (3) محبّ (4) دوست
(5) قریب (6) مالک (7) ابن عم (8) ہم قسم ہمسایہ
(9) ابن اخت (10) اب ناصر (11) دامن شریک (12) منضم
(13) تابع (14) متعلق وغیرہ۔

یہاں موالی کے معانی متعلق یعنی آزاد کردہ یا آزاد کیا ہوا غلام کے ہوں گے۔ ان عظیم ہستیوں کے حالات پڑھ کر اندازہ ہو جائے گا کہ مذکورہ معانی ہی درست ہیں اور یہ لفظ موالی اِسی لیے استعمال کیا گیا ہے۔ یہاں ہم ان بزرگوں کے تفصیلی حالات تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

1 حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن شرجیل بن کعب بن عبد العزیٰ بن امراء القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن دبرہ بن ثعلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ۔ قبیلہ بنی قضاعہ یمن کا ایک معزز قبیلہ۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے صحابی اور سابقین اولین میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی سعدی بنت ثعلبہ تھا۔ جو کہ قبیلہ معن بن طے سے تھیں کتب تاریخ میں آتا ہے کہ دورِ جاہلیت میں بنی المعن بن جریر نے کسی قوم پر حملہ کر کے اُسے لوٹ لیا۔ بنی المعن بن جریر لوٹ مار سے فارغ ہو کر واپس جا رہا تھا کہ راستے میں قبیلہ معن بن طے سے اُس کا گزر ہوا اور یہ لوگ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب وہ بچے ہی تھے اُٹھا کر لے گئے۔ اُس وقت حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عمر شریف صرف آٹھ سال تھی۔ اُن لوگوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عکاظ کے بازار میں جا کر فروخت کر دیا۔ عکاظ وہ بازار تھا جہاں غلاموں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ اتفاق سے حضرت حکیم بن حزام بن خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِنکو خرید لیا اور چار سو درہم قیمت ادا کی۔ حضرت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی پھوپھی سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے خریدا تھا اور واپسی پر خدمت میں پیش کر دیا۔ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نکاح کیا تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام کو ہبہ کر دیئے۔ اس طرح انہیں فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی غلامی کا شرف عظیم حاصل ہوا۔

کچھ عرصہ بعد حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اور چچا کو اُن کے بارے میں معلوم ہوا۔ کہ وہ مکہ مکرمہ

میں رہائش پذیر ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حارثہ اپنے بھائی کے ہمراہ حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ وہ اپنے ہمراہ فدیہ کی رقم بھی لے کر آئے تا کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آزاد کرا سکیں۔ حضور علیہ السلام نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اختیار دیا کہ وہ اگر اپنے والد کے ہمراہ جانا چاہیں تو ان کی مرضی یا خدمت اقدس میں رہنے کو پسند کریں تب بھی انہیں اختیار حاصل ہے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مہربانیوں۔ الفتوں اور احسانات سے خوب واقف تھے انہوں نے اس فرمان مبارک کو سُن کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں ہر حال میں آپ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں رہنے کو پسند کرتا ہوں۔ اس لیے کائنات کے کسی دوسرے شخص یا شخصیّت کو آپ علیہ السلام پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ یہ جواب سُن کر حضور علیہ السلام حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں کے سامنے لے آئے اور ارشاد فرمایا ''اے لوگو گواہ رہنا میں نے زید کو اپنا بیٹا بنالیا ہے۔ اب یہ میرا متبنیٰ ہے یہ میرا وارث ہے اور میں اس کا وارث ہوں''۔ اس کے بعد لوگوں نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابن محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کہنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ جب حضور علیہ السلام نے اعلان نبوت فرمایا تو لوگ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابن محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ پھر قرآن کریم میں جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: سورۃ الاحزاب آیت 5

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ

ترجمہ: ''(منہ بولے بیٹوں) کو اُنکے حقیقی والدوں کے ناموں سے ہی پکارا کرو یہی اللہ کے نزدیک صحیح تر ہے۔''

اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے ان کو زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے پُکارنا شروع کر دیا۔

فضائل ومناقب

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ خوش قسمت انسان تھے جن کو آزاد مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اولین آدمی ہیں جن کو مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے کا فخر حاصل ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عمر میں دس سال بڑے تھے۔ ایک قول میں آتا ہے بیس سال بڑے تھے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ آپ علیہ السلام کے حضور خط وکتابت کی خدمات سرانجام دیا کرتے تھے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمادیا مگر یہ سلسلہ زیادہ دیر نہ چل سکا اور آخر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو

طلاق دے دی اس کا مفصل ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوسرا نکاح اپنی باندی حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ کر دیا جن کے بطن سے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت جری۔ بہادر۔ شجاع اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تھے۔ تیر پھینکنے میں کمال درجے کی مہارت رکھتے تھے۔ جنگ کے دوران بڑے بڑے دلیران کے تیر سے پناہ مانگتے تھے۔ غزوہ بدر غزوہ اُحد۔ حدیبیہ اور غزوہ خیبر میں شامل تھے۔ ان غزوات میں دلیری کے وہ ناقابل فراموش کارنامے سرانجام دیئے جنکو تاریخ کبھی نہیں بھول سکتی۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب غزوہ مریسیح کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنا کر گئے تھے۔ اس کے علاوہ جب حضور علیہ السلام نے سات اسلامی لشکر تیار کئے تو اُن پر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی امیر مقرر فرمایا تھا۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی صحابی کا نام قرآن پاک میں مذکور نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ الاحزاب آیت 37

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا

ترجمہ:۔ ''اور جب زید کی غرض اس سے نکل گئی۔''

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مواخات کے وقت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی بنایا تھا۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما بڑے جلیل القدر صحابی تھے انکی شان کے لیے اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ ان کو ''حب رسول اللہ'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کہا جاتا تھا۔

شہادت شریفہ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوئے۔ غزوہ موتہ جو کہ کفر اسلام کا عظیم معرکہ تھا۔ اس غزوہ میں اسلامی لشکر کی کمان حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھی۔ اس جنگ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے۔ غزوہ موتہ کا مفصل حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ شہادت کے وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف (55) برس تھی۔

(1) از البدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔36۔535۔

(2) از مدارج النبوت۔جلد۔2۔صفحہ۔820۔819۔وغیرہ۔

(2) حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت اُسامہ بن زید بن حارثہ ابوزید کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے انتہائی محبوب صحابی تھے۔ان کو ابوزید اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے غلام اور غلام کے بیٹے اور محبوب وآپ علیہ السلام کے محبوب کے بیٹے بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت اُم ایمن تھا۔جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی دایہ تھیں۔والد کا نام ثعلبہ بن عمرو تھا جو حبش کے رہنے والے تھے۔بچپن سے حضور علیہ السلام کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب کے ساتھ کنیز کے طور پر رہتی تھیں۔حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی تو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت کرنے لگیں سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ولادت باسعادت کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت اور خبر گیری پر وہی مامور تھیں۔مدینہ منورہ سے واپسی پر جب مقام ابواء پر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انتقال فرمایا تو یہ ہی ہمراہ تھیں۔حضور علیہ السلام کی بعثت مبارکہ کے بعد پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھیں۔انکا مفصل ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔

فضائل ومناقب

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔یہاں ہم اُن میں سے چیدہ چیدہ رقم کر رہے ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں آتا ہے جسے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں۔فرماتے ہیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مجھے اور سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی گود مبارکہ میں لے کر ارشاد فرمایا کرتے تھے۔"اے اللہ مجھے اِن دونوں سے محبت ہے پس تو بھی ان دونوں سے محبت رکھ۔"

شعبی سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے حدیث بیان کرتے ہیں۔فرماتی ہیں میں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے سُنا۔"جو شخص اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کا محبّ ہے وہ اُسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے محبت رکھے"۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی ظاہری حیات مبارکہ کے آخری ایام میں حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس لشکر اسلام کا امیر مقرر فرمایا جس میں سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عظیم صحابی شامل تھے۔اُس وقت حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عمر 18 یا 19 برس تھی۔یہ لشکر ابھی مقام جرف میں

ہی تھا کہ فخر کونین رحمت عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا وصال شریف ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما خلیفہ منتخب ہوئے۔ انہوں نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُن کے پاس ٹھہرنے کی اجازت دے دیں تاکہ اُن کے مشوروں سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خوشی کے ساتھ اجازت دے دی۔

لشکر اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روانگی کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا مشورہ تھا کہ ان نازک حالات میں لشکر کی روانگی کو کچھ عرصہ کے لئے روک دیا جائے۔ مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے رہے۔ ''خدا کی قسم جس جھنڈے کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے باندھا ہے میں اُسے ہرگز نہیں کھولوں گا''۔ اس کے بعد لشکر اُسامہ کو روانہ کیا یہ لشکر چلتا ہوا سرزمین شام میں بلقاء کے مقام پر اسی جگہ حملہ آور ہوا جہاں غزوۂ موتہ (8ھ غزوہ جیش الامراء) میں حضرت زید۔ حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ اس طرح یہ لشکر کامیاب وکامران مال غنیمت کے ہمراہ مدینہ منورہ واپس آیا۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب ملاقات فرماتے تو کہا کرتے۔ ''اے امیر آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پر سلامتی ہو''۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں فوجی وظیفہ حاصل کرنے والوں کا اندراج کیا تو حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پانچ ہزار درہم وظیفہ عطا فرماتے اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو چار ہزار درہم عطا فرماتے تھے۔ اُن سے ایسا کرنے کی وجہ دریافت کی گئی تو ارشاد فرمایا اے عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) یہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو تجھ سے زیادہ اور اسکا باپ تیرے باپ کے مقابلہ میں حضور علیہ السلام کو زیادہ محبوب تھا۔

عبدالرزاق نے عن معمر عن زہری عن عروہ عن اُسامہ روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم غزوۂ بدر سے پہلے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ تو آپ علیہ السلام نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گدھے پر اپنے پیچھے بٹھایا اور ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے۔

حجۃ الوداع کے وقت عرفات سے مزدلفہ کو آتے وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی اونٹنی قصویٰ کے پیچھے بٹھا رکھا تھا۔ اسکا مفصل بیان حجۃ الوداع کے باب میں گزر چکا ہے۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما شب رنگ۔ چپٹی ناک۔ شیریں فعال۔ نہایت فصیح البیان ربانی عالم تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا رنگ سفید نہ تھا جبکہ والد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سفید رنگ والے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نسب شریف سے واقف نہ تھے۔ انہوں نے نسب اور قرابت داری پر اعتراض کیا۔ ایک روز حضرت زید اور حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک ہی چادر میں سوئے تھے حُسن اتفاق سے دونوں کے پاؤں چادر سے باہر تھے۔ عین اُسی وقت مجزز (بعض نے مجذر تحریر کیا ہے) مدلجی وہاں سے گزرا اُس نے

دونوں کو لیٹے دیکھ کر کہا سبحان اللہ یہ دونوں ایک دُوسرے سے ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہ سُن کر بہت خوش ہوئے۔ گھر تشریف لائے تو چہرہ اقدس کی شکنیں چمک رہی تھیں۔ آپ علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا ''ابھی ابھی مجزز نے زید بن حارثہ اور اُسامہ بن زید کو دیکھ کر کہا ہے یہ دونوں ایک دوسرے سے ہیں''۔ یہ قصہ ہم پہلے تفصیلی انداز میں تحریر کر چکے ہیں۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عروہ بن زبیر۔ حضرت ابو عثمان اغوی اور دیگر کثیر لوگوں نے روایات بیان کی ہیں۔ نہایت شیریں بیان اور دل میں اُتر جانے والے انداز میں کلام فرمایا کرتے تھے۔ کتب احادیث میں آتا ہے کہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لیے امارت لشکر کا جھنڈا باندھا تو بعض لوگوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی امارت پر اعتراض کیا۔ اُس پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''تم لوگ اِس سے پہلے اس کے والد حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو جبکہ خدا کی قسم یہ امارت کے لائق ہیں اور مجھے یہ سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہے''۔ صحیح مسلم میں یہ حدیث موجود ہے۔

انتقال

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وصال شریف کے وقت حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عمر 18 یا 19 برس تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے 75 برس کی عمر شریف میں وفات فرمائی۔ سن کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابوعمر 54ھ میں انتقال پانے کو صحیح قول قرار دیتے ہیں۔ جبکہ ایک دُوسرے قول میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سن وفات 58 ھجری اور 59 ہجری بھی بیان کیا گیا ہے۔ زمانہ وفات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت کے دوران بیان کیا جاتا ہے۔ (واللہ اعلم)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 128 حدیثیں روایت کی ہیں۔

(1) از البدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔536-535۔

(2) از مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔820۔

(3) از صحیح بخاری وصحیح مسلم شریف۔

(3) حضرت ثوبان بن لجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ثوبان بن لجدد (بعض روایات کے مطابق بجدومہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مولیٰ تھے۔ ابوعبیدہ انکی کنیت تھی۔ ایک روایت میں ابوعبدالکریم اور ابوعبدالرحمٰن کنیت بھی آتی ہے۔ مگر پہلا

قول صحیح ہے۔یمن کے مشہور حمیری خاندان سے تعلق تھا۔

حضرت ثوبان بن لجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ السراۃ یا سرۃ کے باشندے تھے۔ یہ مقام مکہ مکرمہ اور یمن کے درمیان ہے۔ کچھ اصحاب سیران کو حمیر کا باشندہ لکھتے ہیں۔ کچھ کے نزدیک حکم بن سعد العشیر ہ جو مذحج کا ایک قبیلہ ہے یہی انکا اصل ہے۔ اس نے زمانہ جاہلیت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قید کرلیا تھا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے انہیں خرید کر آزاد فرما دیا۔ اور انہیں اختیار دیا کہ اگر وہ اپنی قوم میں واپس جانا چاہتے ہوں تو جا سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو حضور علیہ السلام کے پاس رہیں بلاشبہ یہ ان کے گھر کے آدمی ہی ہیں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی غلامی میں رہنا پسند کیا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر وحضر میں ہمیشہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے۔ کبھی بھی آپ علیہ السلام سے الگ نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ فخر دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وصال شریف فرمایا۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں فتح مصر میں شامل تھے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وصال شریف کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام چلے گئے تھے پہلے مقام رملہ پر رہائش اختیار کی بعد میں مستقل حمص منتقل ہو گئے۔ حمصؔ میں ایک سرائے تعمیر کی اور اپنا نیا گھر بھی بنایا پھر اپنی وفات تک اُسی جگہ مقیم رہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سی احادیث مبارکہ یاد کر رکھی تھیں۔ تابعین کی کثیر جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔ چار محدثین نے بھی انکی بیان کردہ روایات کو اختیار کیا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 127 حدیثیں مروی ہیں۔

وفات

حضرت ثوبان بن لجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 54ھ میں حمص کے مقام پر وفات پائی۔ کچھ اصحاب سیر کا بیان ہے کہ 44ھ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی۔ مگر پہلا قول ہی صحیح ہے۔ حمص میں ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار ہے۔

(1) از: صحیح بخاری کتاب الادب۔
(2) از صحیح مسلم باب اشی
(3) البدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔39۔538
(4) از: مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔21،820 وغیرہ

(4) حضرت ابوکبشہ انماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوکبشہ انماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فخر حاصل تھا کہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے غلام تھے۔ کُتب سیر کی مشہور روایت کے مطابق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذحج کے انمار میں سے تھے۔

حضرت ابوکبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ سب سے پہلا قول یہ ہے کہ ان کا نام سلیم تھا بعض عمرو بن سعد اور سعد بن عمرو بھی کہتے ہیں مگر پہلا قول ہی صحیح ہے۔ سیرۃ ابن ہشام میں لکھا ہے کہ انکا اصل وطن فارس تھا۔ مگر کثیر اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ کچھ کہتے ہیں کہ اوس علاقے میں پیدا ہوئے فروخت ہونے آئے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خرید کر آزاد فرمادیا۔

کچھ کے نزدیک یہ دوس کے باشندے تھے غزوہ بدر میں شریک ہوئے اس کے علاوہ تقریباً باقی تمام غزوات میں بھی شامل تھے۔ اِس بات کو موسیٰ بن عقبہ نے زہری کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ ابن اسحاق۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔ واقدی۔ مصعب زبیری اور ابوبکر بن ابی خثیمہ وغیرہ نے بھی اِسی بات کو روایت کیا ہے۔ اذن ہجرت کے بعد مدینہ منورہ چلے آئے اور کلثوم بن ہدم اوسی کے یہاں مقیم ہوئے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم غزوہ تبوک جاتے ہوئے جب مقام حجر سے گزرے تو لوگ گھروں میں داخل ہونے لگے۔ حضور علیہ السلام نے لوگوں کو اکٹھے ہونے کا حکم فرمایا جب سب لوگ اکٹھے ہوگئے تو فرمایا ''کونسی چیز تم کو ان لوگوں کے پاس لے جارہی ہے جن پر اللہ کا عذاب ہوا ہے''۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہم اس چیز پر تعجب کررہے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''کیا میں تمہیں اس سے بھی عجیب تر بات نہ بتاؤں؟ کہ تم میں سے ایک آدمی تم سے پہلے کی اور جو کچھ بعد میں ہونے والا ہے اُسکی خبر دیتا ہے''

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ وکیع نے ہم سے بیان کیا کہ اعمش نے سالم بن ابی الجعد سے بحوالہ ابوکبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ ''میری اُمت کی مثال چار آدمیوں کی سی ہے۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور علم عطا فرمایا ہو اور وہ اپنے مال میں محنت کرتا ہے اور اس مال کو اچھی جگہ پر خرچ کرتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے علم دیا اور مال نہیں دیا اور وہ شخص کہتا ہے اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی پہلے آدمی کی طرح اس مال کو اچھی جگہ پر خرچ کرتا''۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اجر کے میدان میں یہ دونوں شخص برابری کے حق دار ہیں۔ تیسرا وہ آدمی جسے اللہ نے مال عطا فرمایا ہے اور علم نہیں دیا اور وہ اُس سے باطل کام کرتا ہے اور اُسے ناحق جگہ خرچ کرتا ہے اور چوتھا وہ آدمی ہے جسے اللہ نے نہ مال دیا ہے اور نہ ہی علم دیا ہے اور وہ کہے کہ اگر میرے پاس اسکی مانند مال ہوتا تو میں بھی وہی کام کرتا جو وہ کررہا ہے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں''

حضرت ابو کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت اقدس میں کافی وقت بسر کیا اور وصال شریف کے بعد زندہ رہے (المتوفی 13ھ) اِس لیے بعض حدیثوں کے راوی بھی ہیں۔ابی کبشہ انماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے ایک دفعہ مجھے فرمایا کہ تم مجھے اپنے گھوڑے کے پاس لے چلو تا کہ میں تمہیں راستے پر ڈال سکوں کیونکہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے سُنا کہ ''جو شخص مسلمان کو راستے پر ڈالے اور بعد میں اُسے گھوڑا دے دے تو اُسے راہِ خدا میں ستر بوجھ کی مانند اجر ملے گا''

اِسی طرح ترمذی شریف میں ابوالبختری الطائی کی روایت شدہ حدیث موجود ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی حدیث بیان کی جس میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''سنو تین باتوں کو ہمیشہ یاد رکھنا۔

(1) صدقہ دینے سے کسی شخص کے مال میں کمی نہیں ہوتی۔

(2) جس شخص پر ظلم ہو اور وہ اُس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ صبر کرنے والے کی عزت میں اضافہ فرما دیتا ہے۔

(3) جو شخص سوال کے دروازے کو وَا (کھول) دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر غربت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ (یعنی جو مانگنے کی عادت ڈال لیتا ہے اللہ اسکے لیے غربت کے دروازے کھول دیتا ہے)''

یہاں مذکورہ احادیث مبارکہ جو حضرت ابو کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں بیان کردی ہیں اگر تمام مروی شدہ احادیث بیان کرنا شروع کروں تو موضوع طویل ہوجائے گا اِس لیے انہی الفاظ پر اکتفا کرتا ہوں۔

(1) از ترمذی شریف (2) از موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

(3) از البدایہ والنہایہ۔جلد۔پنجم۔

(5) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصل میں ایرانی (ملک فارس کے رہنے والے) تھے۔(سلمان الخیر مابہ بن بوذخشاں بن مورسلان بن بہیودان بن فیروز بن سہرک۔اصفہان کے ''جی'' نامی قریہ کے زمیندار اور رئیس تھے) عرصہ دراز حق کی تلاش میں وقت بسر کیا آخر گردش احوال سے مدینہ منورہ پہنچے اور ایک یہودی نے آپ کو خرید لیا۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہجرت فرما کر جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حکم مبارک سے اپنے یہودی آقا کے ساتھ مکاتبت کی اور بعد میں آپ علیہ السلام نے حضرت سلمان کے ذمے جو رقم واجب تھی اپنی طرف سے ادا فرما کر انہیں اپنی طرف منسوب کرلیا اور ارشاد فرمایا۔

''سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہم اہل بیت میں سے ہے۔''

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکمل حالات زندگی ہم ہجرت مدینہ کے باب میں بیان کر چکے ہیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 60 احادیث مروی ہیں۔عہد فاروقی میں مدائن کے گورنر (امیر) تھے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 60 حدیثیں مروی ہیں۔عہد فاروقی میں مدائن کے گورنر (امیر) تھے۔

وفات

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سب سے زیادہ طویل عمر حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی پائی۔اہل علم واہل سیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انکی عمر 250 سال تھی۔بعض کے نزدیک اُنکی عمر ساڑھے تین سو سال تھی مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت کے آخر میں 35 ہجری میں ہوئی۔بعض اصحاب سیر کے نزدیک سال وفات سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ خلافت ہے۔مگر پہلا سال وفات یعنی 35 ہجری ہے اور اِس بات پر اجماع اصحاب سیر واہل علم وقلم ہے۔روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات مدائن میں ہوئی۔ بہر حال تاریخی روایات جو مل سکیں اُنکی روشنی میں یہ سب کچھ تحریر کیا ہے۔ اللہ قبول فرمائے آمین۔

از: البدایہ والنہایہ۔جلد۔5۔صفحہ۔543

(6) حضرت سفینہ ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سفینہ ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے موالیوں میں سے ایک تھے۔انکو ابوالبختری بھی کہا جاتا تھا۔انکا اصل نام مہران تھا بعض کے نزدیک احمر اور جبکہ کچھ اہل سیر رومان کے نام سے یاد کرتے ہیں۔حضرت سفینہ ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُم المومنین سیدہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام تھے۔حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اُنکو ایک شرط پر آزاد کر دیا۔شرط یہ تھی کہ وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وصال شریف تک شب وروز خدمت اقدس میں رہیں گے۔حضرت ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ شرط قبول کرتے ہوئے عرض کیا اُم المومنین آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اگر میرے لیے یہ شرط عائد نہ بھی فرماتیں تو بھی میں تمام عمر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے در اقدس پر ہی چاکری کرتا رہتا۔

حضرت سفینہ ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرزمین عرب میں ہی پیدا ہوئے۔حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ابوالنضر نے حشرج بن نباتہ کوفی اور انہوں نے سعید بن جمہان سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ایک حدیث مجھے سنائی۔حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''میری اُمت میں تیس سال خلافت رہے گی۔پھر اُسکے بعد ملوکیت ہوگی''۔پھر حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے مزید بتایا کہ فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خلافت کی بات کے سلسلے میں ہی یوں ارشاد فرمایا کہ ''حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خلافت ہوگی پھر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی پھر حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خلافت پھر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خلافت سے لازم رہ''۔ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اس ارشاد کے بعد میں نے خلفائے راشدین کے زمانے کے بعد اندازہ کیا تو مجھے تیس آدمی بھی ایسے نہ ملے جو کسی خلیفہ کی خلافت پر متفق ہوئے ہوں۔

اس حدیث کو روایت کرنے والے کہتے ہیں کہ اے سعید آپ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہاں ملے تھے؟ انہوں نے جواب دیا حجاج کے زمانہ میں وادی نخلہ میں میں نے تین راتیں ان کے پاس قیام کیا اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی احادیث کے متعلق پوچھتا رہا۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے آزاد کردہ غلام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے آزاد کیے ہوئے غلام یہ ہیں:

1۔ (حضرت سیدنا) ابواسامہ زید بن حارثہ بن شرجیل الکلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(آپ کا بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے موالی میں گزر چکا ہے)

2۔ حضرت ثوبان بن بُجدُد یعنی ثوبان بن بجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

3۔ حضرت ابوکبشہ سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کو غزوۂ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل تھی۔

4۔ حضرت باذام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

5۔ حضرت رُوَیفع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

6۔ حضرت قُصَیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

7۔ حضرت میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

8۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ غزوہ طائف کے موقع پر اسلام لائے۔ 132 حدیثیں مروی ہیں۔

9۔ حضرت ہُرمُز رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

10۔ حضرت ابوصفیہ عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

11۔ حضرت ابوسلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

12۔ حضرت اُنَسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

13۔ حضرت صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

14۔ حضرت شقران صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(آپ حبشی نسل سے تھے) غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

15۔ حضرت رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

16۔ حضرت اسودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

17۔ حضرت ساریؤی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

18۔ حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ان کا اسم گرامی اسلم ہے اور بعض نے اور نام بھی لکھا ہے۔ یہ قبطی (مصری) تھے غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی۔68 حدیثیں مروی ہیں۔

19۔ حضرت ابولہثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

20۔ حضرت فضالہ یمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

21۔ حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

22۔ حضرت مِدْعَم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

23۔ حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اسودوہ ہیں جن کو ''وادیِ قریٰ'' میں شہید کیا گیا تھا۔

24۔ حضرت کرکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ (دوران سفر) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامان کے محافظ ہوا کرتے تھے۔

25۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ بلال بن یسار بن زید کے جدامجد ہیں۔

26۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

27۔ حضرت طہمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

28۔ حضرت کیسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

29۔ حضرت انجشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہ انجشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عورتوں کے اونٹوں کی حدی خوانی کیا کرتے تھے)۔

30 حضرت یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔(یہ یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ علیہ السلام کی اونٹنیوں کے محافظ اور رکھوالے تھے)

31۔ حضرت مہران رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

32۔ حضرت ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

33۔ حضرت مردان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

34۔ حضرت مابور قبطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

35۔ حضرت واقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

36۔ حضرت ابو واقدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

37۔ حضرت ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

38۔ حضرت ابوضمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

39۔ حضرت حُنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

40۔ حضرت ابوعسیب احمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

41۔ حضرت ابُوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

42۔ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان کو سفینہ کا لقب دیا تھا انہوں نے ایک دفعہ صحابہ کا وہ سامان ڈھویا تھا جوان کے پاس زیادہ ہو گیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان سے فرمایا ''یہ سامان تم اٹھا کر لے چلو کیونکہ تم سفینہ یعنی بحری جہاز ہو'' اصل نام بہران تھا)(14 حدیثیں روایت کی ہیں)

43۔ حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔(60 حدیثیں روایت کی ہیں)

44۔ حضرت ایمن بن ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

45۔ حضرت افلح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

46۔ حضرت سابق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

47۔ حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

48۔ حضرت زید بن بولا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

49۔ حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

50۔ حضرت ضمر یہ بن ابوضمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

51۔ حضرت عبید اللہ بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

52۔ حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

53۔ حضرت نُبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

54۔ حضرت وردان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

55۔ حضرت ابواثیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

56۔ حضرت ابوالحمرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

57۔ حضرت مویہبہ ابومویہبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

58۔ حضرت نہیک بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

59۔ حضرت نفیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن الحارث بن کلدہ ثقفی

60۔ حضرت ابوصفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

معلوم رہے کہ (مذکورۃ الصدر) آزاد کئے ہوئے غلام ولونڈی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس بیک وقت موجود نہ تھے بلکہ مختلف اوقات میں ہر ایک میں سے الگ تھے۔

(از: تہذیب الاسماء از علامہ محی الدین یحییٰ الندوی الشافعی۔ متوفی 676ھ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی

خدمت سرانجام دینے والے حضرات

(مختلف اوقات میں) آپ کی خدمت کرنے والے حضرات (حسب ذیل ہیں):

1۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (قبیلہ نجار) (التوفی 93ھ۔ 2286 حدیثیں روایت کی ہیں)

2۔ حضرت ہند بن حارثہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (بن سعید بن عبداللہ بن غیاث بن سعد بن عمرو بن عامر بن ثعلبہ بن مالک بن افصی اسلمی بیعت رضوان میں شمولیت کا شرف حاصل ہے)

3۔ حضرت اسماء بن حارثہ افصی اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اصحاب صفہ میں شامل تھے۔ ہند اور اسماء کے لڑکے بھی حضور علیہ السلام کے خادم تھے۔

4۔ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اصحاب صفہ میں شامل تھے وضو کا پانی رکھتے غزوات میں ہمرکاب رہتے۔ التوفی 63ھ۔

5۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نعلین بردار تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مجلس برخاست فرماتے تو آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو نعلین پہنایا کرتے تھے اور جب اتارتے تو آپ نعلین کو جھاڑ کر اپنی آستین میں رکھ لیا کرتے اور تا قیامِ ثانی اپنے پاس ہی رکھتے۔ التوفی 32ھ۔ 848 حدیثیں روایت کی ہیں۔

6۔ (حضرت) عُقبہ بن عامر جُہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خچر کے نگہبان تھے اور جب کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو سفر اختیار کرنا پڑتا تو یہ خچر کی لگام تھامے ہوئے آگے آگے چلا کرتے تھے۔ التوفی 58ھ۔ 55 حدیثیں روایت کی ہیں۔

7۔ (حضرت سیدنا امیر المومنین) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام (حضرت) بلال مؤذن رضی

اللہ تعالیٰ عنہ (بن رباح) غزوہ بدر میں امیہ بن خلف کو قتل کیا تمام غزوات میں شریک تھے۔ المتوفی دمشق 20ھ۔

8۔ (نیز حضرت سیدنا) ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام (حضرت) سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

9۔ (حضرت) ذومخمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض (ارباب سیر) نے آپ کا اسم گرامی ذومخبر بھی بتایا ہے۔

10۔ (حضرت) بکیر بن سرح لیثی، یا بکر بن سرح لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

11۔ (حضرت) ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (المتوفی 31ھ زبذہ۔ 281 حدیثیں روایت کی ہیں)

12۔ (حضرت) اسلع بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

13۔ (ام المومنین حضرت سیدہ) اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آزاد کردہ غلام (حضرت) مہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

14۔ (حضرت) ابوسح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تہذیب الاسماء از علامہ محی الدین یحییٰ الندوی الشافعی۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خُدّام

یہاں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے حضور علیہ السلام کے اُن خُدّام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا قدرے تفصیلی ذکر کر رہے ہیں جو آپ علیہ السلام کے خدمت گزار تھے یہ حضرات غلاموں کی فہرست میں نہیں آتے۔ یہاں عرف عام میں لفظ غلام تحریر کر رہا ہوں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ساری اُمت ہی حضور رسول کریم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی غلام ہے۔ یہ غلامی کائنات کی شہنشاہی سے ہزار درجہ بہتر و افضل ہے۔ دُعا ہے اللہ کریم ہمیں حضور علیہ السلام کے غلاموں کے غلام ابن غلام کی فہرست میں قبول فرمائے آمین۔

(1) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شجرہ نسب

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک بن النضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عاصم بن غنم بن عدی ابن النجار الانصاری النجاری ابوحمزہ المدنی نزیل البصرہ=ابوحمزہ انکی کنیت تھی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی اُم سلیم سہلہ بنت لحان بن خالد بن زید بن حرام انصاریہ ہے۔ اور رشتہ میں حضور علیہ السلام کی خالہ ہوئی تھیں۔

خدمت اقدس میں حاضری

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے فرزند کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میرے اس بیٹے کو اپنی خدمت میں قبول فرمائیں اور اِس کے لیے دُعا فرمائیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

''اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَہٗ وَوَلَدَوہ وَودخحلہ الجنت''

ترجمہ:۔ ''اے اللہ اس کے مال واولاد کو زیادہ کر اور اسکی عمر دراز کر اور اِسے جنت میں داخل فرما''۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں دس سال تک شب وروز حاضر رہے۔ سفر ہو یا حضر ہمیشہ حضور علیہ السلام کی خدمت بجالاتے رہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں غلامی کا ایسا حق ادا کیا کہ تاریخ اسلام اس پر جس قدر فخر کرے کم ہے۔

فضائل

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں دس سال کا عرصہ رہا اِس پورے عرصے میں حضور علیہ السلام نے مجھے کبھی ملامت نہیں کی۔ اور نہ ہی کبھی یہ ارشاد فرمایا کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا ہے اور فلاں کام کیوں نہیں کیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میری والدہ مجھے حضور رسول کریم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں لے کر حاضر ہوئی تو آپ علیہ السلام نے میرے لیے دُعا فرمائی اُس دُعا میں تین باتوں کا ذکر فرمایا۔ ان تین باتوں میں سے دو باتوں کا اثر اپنی زندگی میں ہی دیکھ چکا ہوں اور تیسری بات جنت الفردوس میں داخلے کی ہے، جو انشاء اللہ ضرور پوری ہوگی۔ پہلی دُعا میرے رزق میں اضافے کے بارے میں تھی۔ میرے اموال میں اس حد تک برکت ہوگئی کہ میرا انگوروں کا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دینے لگا۔ دوسری دُعا کے مطابق میرے بیٹے اور پوتوں کی تعداد ایک سو سے بھی زیادہ ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ اُنکی صُلبی اولاد میں ایک سو چھ لڑکے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ بڑھ کر کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مشابہ نماز ادا کرتا ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحابِ سیر کے نزدیک صغرسنی (چھوٹی عمر) کی وجہ سے غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک نہ ہو سکے۔ یہی قول مشہور ہے۔ اِس کے علاوہ دیگر تمام غزوات یعنی صلح حدیبیہ۔ غزوہ خیبر۔ عمرۃ

القضا۔ فتح مکہ۔ غزوہ حنین اور غزوہ طائف وغیرہ میں شریک ہوئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے مثال فقیہہ اور علم کا سمندر تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو ہزار دوسو چھیاسی (2286) احادیث روایت شدہ ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لاتعداد لوگوں کو فقہ کی تعلیم دے کر بے مثال فقیہہ بنایا تھا۔ حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کے غلام تھے۔ وہ فرماتے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے سفر وحضر میں سب سے بہتر نماز پڑھتے تھے۔

وفات شریف

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سن وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ اصحاب سیر کہتے ہیں کہ 90 ہجری میں وفات ہوئی۔ بعض کے نزدیک 91 ہجری میں اور بعض کہتے ہیں کہ 92 ہجری یا 93 ہجری مگر 93 ہجری کا قول ہی صحیح اور مشہور ترین ہے۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند شریف میں روایت کیا ہے کہ وفات کے وقت عمر شریف 99 سال تھی۔ کچھ 96 سال کہتے ہیں اور بعض 103 سال، 106 سال یا 107 سال کے قائل ہیں مگر پہلا قول ہی رائج ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصرہ میں وفات پائی۔ انکے غلام حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غسل دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے آخری صحابی تھے۔ (واللہ اعلم) جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات شریف ہوئی تو وہ ولید بن عبدالملک بن مروان (86ھ۔96ھ) کا دور تھا۔ حجاج بن یوسف جیسا گورنر بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بولنے اور کسی قسم کی ایذاء رسانی کی ہمت نہ کر سکا۔ یہ سب کچھ تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُس دُعا کا جو آپ علیہ السلام نے خصوصی ان کے حق میں مانگی تھی کا نتیجہ تھا۔

(1) ازالبدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔567۔566

(2) ازمدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔799۔798

(2) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شجرہ نسب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔

خدماتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (848 احادیث مبارکہ روایت کی ہیں) ان خوش قسمت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں شامل ہیں جن کے سپرد حضور علیہ السلام کی ذاتی استعمال کی اشیاء رکھنا اوران کی حفاظت کرنا شامل تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فخر کونین تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نعلین مبارک (جوتے مبارک)۔ مسواک شریف۔ تکیہ مبارک اور عصا شریف رکھنے والے خادم تھے۔ اِس کے علاوہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب سفر پر تشریف لے جاتے تو آپ علیہ السلام کی اونٹنی قصویٰ پر کجاوہ کسنے کا فریضہ بھی انہیں کا تھا۔ مواہب الدنیہ میں تکیہ مبارک کا ذکر نہیں ہے بلکہ

(1) نعلین مبارک۔

(2) عصاء شریف۔

(3) مسواک مبارک۔ وغیرہ کا ہی ذکر موجود ہے۔ بہر حال مذکورہ چیزوں کی حفاظت اور طلبی پر پیش کرنا ان کے فریضہ میں شامل تھا۔

فضائل شریف

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب کہیں باہر تشریف لے جانے کے لیے کھڑے ہوتے تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام کو نعلین مبارکہ پہنایا کرتے تھے۔ جب حضور اکرم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مسجد نبوی یا کسی اور جگہ تشریف فرما ہوتے تو بیٹھنے کے بعد نعلین مبارکہ آپ علیہ السلام کے پاؤں مبارک سے اتار کر اپنی آستین میں محفوظ رکھ لیا کرتے تھے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب سواری کرنے کا ارادہ فرماتے تو یہ اونٹنی قصویٰ پر کجاوہ باندھا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام مسواک فرمانا چاہتے تو خدمت اقدس میں مسواک پیش کیا کرتے حضور علیہ السلام جب مسواک فرما کر فارغ ہو جاتے تو یہ مسواک کو پھر اپنے پاس محفوظ کر لیا کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت کے مقربوں میں سے تھے۔ اور ہمیشہ خدمت اقدس میں حاضر رہتے۔ یہاں تک کہ جو لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے لیے آتے۔ وہ یہی گمان کرتے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں سے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پنڈلیاں مبارک بڑی پتلی تھیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے پنڈلیوں کے پتلا ہونے پر تعجب کیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''خدا کی قسم جس

کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ وقت میزان اِن دونوں پنڈلیوں کا وزن اُحد پہاڑ سے بھی زیادہ گراں ہوگا''

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔

''رضیت لِامّتی مَارَضِیَ بِهٖ ابن عَبدٍ وَّ سَخت لَهَا مَا سَخطَهٗ بِهٖ۔''

ترجمہ:۔ ''میں اپنی امت میں سے اس کے ساتھ راضی ہوں جس کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راضی ہیں۔ اور میں اُس سے ناراض ہوں جس سے یہ ناراض ہیں''۔ سبحان اللہ کیا شان ہے۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم کا ایک بھرپور باڑا ہیں۔

اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دبلے جسم اور نہایت ہی اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے بیٹھ کر چل رہے ہیں۔ اپنی ہر حرکات وسکنات اور گفتگو میں حضور علیہ السلام سے مشابہت رکھتے تھے۔ خلفائے اربعہ اور دوسرے صحابہ نے ان سے روایات لی ہیں۔

وفات شریف

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی 63 سال کی عمر شریف میں 32 ہجری یا 33 ہجری میں سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔

(1) از البدایہ والنہایہ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 575۔

(2) از مواہب لدنیہ۔ باب خدام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔

(3) از مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 800-799

(3) حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ علیہ السلام کے خادم تھے۔ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لیے وضو کا پانی لانے پر معمور تھے۔ اصحاب صفہ میں شامل تھے اور ہر وقت مسجد نبوی میں خدمت اقدس میں موجود رہتے تھے۔

حضرت اوزاعی بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن ابی کثیر نے ابوسلمہ سے بحوالہ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ شب کے وقت ہوتا اور میرا فریضہ وضو شریف کے لیے پانی لانے کا تھا۔ آپ علیہ السلام رات کو اٹھ کر فرمایا کرتے۔ ''سبحان ربی و بحمدہ الھوی. سبحان رب العالمین الھوی''

فضائل

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر وحضر میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ رہتے تھے۔حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ یعقوب بن ابراھیم نے ہم سے بیان کیا کہ میرے والد نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن اسحاق نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن عمرو بن عطا نے نعیم بن محمد سے بحوالہ ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے بیان کیا کہ:۔

''میں سارا دن سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت کیا کرتا تھا یہاں تک کہ حضور علیہ السلام عشاء کی نماز پڑھ لیتے اور گھر تشریف لے جاتے۔میں آپ علیہ السلام کے دروازے پر بیٹھ جاتا کہ شاید حضور علیہ السلام کو کوئی ضرورت پڑ جائے۔میں ہمیشہ حضور علیہ السلام کو''سبحان اللہ وبحمدہ'' پڑھتے سُنتا۔کافی دیر تک دروازے پر بیٹھا رہتا جب نیند کا غلبہ محسوس کرتا تو اُٹھ کر واپس آجاتا اور سو جاتا۔میری اس خدمت گزاری کو دیکھ کر ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا''اے ربیعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھ سے سوال کرو میں تمہیں عطا کروں گا''۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں اپنے بارے میں غور کر کے عرض کروں گا۔راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے سوچا دنیا میں مجھے جو رزق مل رہا ہے وہ تو ملتا ہی رہے گا یہ دنیا ختم ہونے والی ہے۔اس لیے میں مالک ارض وسماء کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اپنی آخرت کے متعلق سوال کروں گا۔اس میں شک نہیں کہ اللہ کے ہاں آپ علیہ السلام کو مقام عظیم حاصل ہے۔راوی بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میری گزارش یہ ہے کہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے گزارش کریں کہ وہ مجھے آگ سے آزادی عطا فرمادے۔ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ سوال سُن کر حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا''تجھے یہ مشورہ کس نے دیا ہے؟''میں نے عرض کیا اُس ذات کی قسم جس نے آپ علیہ السلام کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا مجھے یہ مشورہ کسی نے نہیں دیا۔بلکہ جب آپ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ''ربیعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مجھ سے سوال کرو میں تمہیں دوں گا''۔میں آپ علیہ السلام کا جو اللہ کے ہاں مقام ہے اس سے کسی حد تک باخبر ہوں اس لیے میں نے سوچا دنیا کا رزق تو مجھے ملتا ہی رہے گا آقا نامدار رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا دریائے کرم جوش پر ہے اس لیے میں حضور علیہ السلام سے آخرت کی نجات کا ہی سوال کروں گا۔راوی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دیر تک خاموشی اختیار فرمائے رکھی۔دیر کے بعد ارشاد فرمایا۔''میں یہ کام کروں گا مگر تم کثرت سجود سے اپنے نفس کی مدد کرتے رہو''

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے جسے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی روایت کیا ہے۔اسکی سند یوں ہے۔حافظ ابویعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ابوخثیمہ نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن ہارون نے ہمیں بتایا کہ مبارک بن

فضالہ نے بیان کیا کہ ابو عمران الجوفی نے حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خادم تھے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

''ایک روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھے فرمایا ''اے ربیعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا تو شادی نہیں کرے گا؟'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں نہیں چاہتا کہ کوئی چیز مجھے آپ علیہ السلام کی خدمت سے غافل کرے اور پھر میرے پاس کوئی ایسی چیز بھی نہیں ہے جو میں عورت کو دے سکوں۔ حضور علیہ السلام میرے سب مال و متاع کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ اگر آئندہ کبھی حضور علیہ السلام نے مجھے شادی کرنے کے لیے فرمایا تو میں عرض کروں گا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے مجھے پھر فرمایا ''اے ربیعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا تو شادی نہیں کرے گا؟'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میرے ساتھ کون شادی کرے گا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ جو میں عورت کو دے سکوں۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا'' تم فلاں آدمی کے پاس جاؤ اور میری طرف سے اس کو پیغام دو کہ فلاں عورت سے تمہارا نکاح کر دے''۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں حسب حکم فلاں شخص کے پاس گیا اور حضور علیہ السلام کا پیغام سُنایا۔ انہوں نے جواب دیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ایلچی کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں پھر انہوں نے میرا نکاح اُسی لڑکی سے کر دیا جس کے بارے میں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا۔ نکاح کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میرا نکاح کر دیا ہے مگر میں مہر کہاں سے ادا کروں گا۔ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ سماعت فرما کر حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا ''اس کے لیے گٹھلی کے برابر وزن کا سونا جمع کرو''۔ انہوں نے حسب حکم اِسی وزن کا سونا میرے حوالے کر دیا۔ میں نے پھر آ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُن لوگوں نے وہ سونا قبول کر لیا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں دعوتِ ولیمہ کہاں سے کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے پھر حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ''ربیعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی دعوتِ ولیمہ کے لیے ایک مینڈھا خریدنے کی رقم جمع کرو''۔ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب حکم ایک مینڈھے کی رقم جمع کی۔ حضور اکرم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھے فرمایا ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جا کر میرا پیغام دو کہ جتنے جو اُنکے پاس ہیں تجھے دے دیں''۔ راوی بیان کرتا ہے میں حسب حکم اُم المومنین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا پیغام انکو دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گھر میں جتنے جَو تھے مجھے عنایت فرما دیئے۔ میں مینڈھا اور جَو حاصل کر چکا تو رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''یہ سب چیزیں تمہارے ولیمہ کے لیے کافی ہیں۔ اب اپنے ساتھیوں سے کہو کہ وہ اس مینڈھے کو ذبح کریں اور جَو تیار کریں'' سب نے مِل کر مینڈھا ذبح کیا اور جَو تیار کیے۔ اس

طرح سب احباب نے دعوت ولیمہ میں گوشت اور جو پیٹ بھر کر تناول فرمائے۔

روایت میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی زمین بطور جاگیر عطا فرمائی۔ وہاں کھجور کے درخت بھی تھے۔ اُن میں سے ایک درخت کے بارے میں اختلاف ہو گیا سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمانے لگے یہ درخت میری زمین میں ہے اور حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی 63ھ) کہنے لگے یہ میری زمین میں ہے۔ اس طرح تنازعہ کھڑا ہو گیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے راوی کو ایک بات کہہ دی جو اُسے پسند نہ آئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس بات کو نامناسب خیال فرماتے ہوئے راوی سے ارشاد فرمایا کہ میں نے جو بات آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہی ہے تم وہی بات مجھ سے کہہ لو۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا خدا کی قسم میں وہ بات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہرگز نہیں کہوں گا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا تو میں پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں جاتا ہوں۔ یہ فرمایا اور تشریف لے گئے۔ میں بھی پیچھے پیچھے چل پڑا۔ میری قوم کے لوگ میرے ہمراہ چل پڑے میں نے اُن سے کہا تم لوگ جانتے ہو یہ کون ہستی ہیں۔ یہ تو مسلمانوں کے سفید ریش بزرگ ہیں اس لئے تم سب واپس چلے جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو وہ تم لوگوں کو میرا حمایتی سمجھ کر حضور علیہ السلام سے میری شکایت فرمادیں اور یوں ربیعہ ہلاک ہو جائے۔ قربان جائیں اس ادب کے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور علیہ السلام کو سارا حال عرض کیا۔ حضور علیہ السلام نے مجھے فرمایا ”تجھے صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے کیا نسبت ہے“۔ میں نے عرض کیا حضور علیہ السلام خدا کی قسم میں انکو وہ بات نہیں کہوں گا جو اُنہوں نے مجھے کہی ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ”اچھا تو پھر یہ کہہ دو اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اللہ تجھے بخشے“۔ ”میں نے حکم کی تعمیل کی۔“

وفات شریف

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں سفر وحضر دونوں حالتوں میں موجود رہتے۔ نہایت فاضل جید عالم تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام سے بہت سی روایات کی ہیں۔ اور تابعین کی جماعت نے ان سے روایات لی ہیں۔ صحیح بخاری میں انکی روایت شدہ ایک حدیث آتی ہے۔ واقعہ حرہ کے بعد 63 ھجری میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی۔

(1) از البدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔74۔73۔72۔571

(2) از مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔800 وغیرہ۔

(4) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن عبس بن عمرو بن عدی بن عمرو بن رفاعہ بن مودودعہ بن عدی بن غنم بن ربیعہ بن رشدان بن قیس بن جہینہ جہنی) سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وفادار خادموں میں سے ایک تھے۔ ان کے ذمہ یہ فریضہ تھا کہ سفر کے دوران سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اونٹنی قصویٰ کی مہار پکڑ کر چلتے تھے۔

فضائل

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے حضرت ''امام ذہبی'' اپنی مشہور زمانہ کتاب ''کاشف'' میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت امیر کبیر، شریف النفس، فصیح اور اعلیٰ پایہ کے مقرر تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے اچھے شاعر بھی تھے اس طرح ایک ہی وقت میں شاعر اور صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا اعزاز رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غزوہ بحرین کا والی بنایا گیا تھا۔ مصر میں ہی وفات فرمائی۔

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ولید بن مسلم نے ہم سے بیان کیا کہ ابن جابر نے قاسم ابوعبدالرحمان سے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک دفعہ سفر کے دوران پہاڑی راستے سے سید عالم فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنی سواری پر تشریف فرما گزر رہے تھے میں اونٹنی کی رسی پکڑے آگے آگے چل رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ ''اے عقبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم سوار نہیں ہوگے''۔ میں نے سوچا کہ کیا میں اس قابل ہوں کہ حضور علیہ السلام کی سواری پر سوار ہوسکوں۔ پھر مجھے فوراً احساس ہوا کہ حکم عدولی کی وجہ سے گناہ کا مرتکب ہو جاؤں گا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ حضور علیہ السلام سواری سے نیچے تشریف لے آئے اور میں سوار ہو گیا تھوڑی دیر بعد میں سواری سے اُترا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم دوبارہ سوار ہوئے اور میں اونٹنی کی رسی پکڑ کر آگے آگے چلنے لگا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''اے عقبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا میں تم کو دو بہترین سورتوں کے بارے میں نہ بتاؤں جنہیں لوگ پڑھتے ہیں؟'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر قربان ہوں ضرور ارشاد فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''وہ دو سورتیں یہ ہیں۔

(1) قل اَعُوذ برَبِّ الفلق اور

(2) قل اَعُوذ برَبِّ النّاس''

جب حضور علیہ السلام نے ان دوسورتوں کے بارے میں ارشادفرمایا تو آپ علیہ السلام نے محسوس فرمایا میں ان دونوں سورتوں سے خوش نہیں ہوا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی فضیلت کی وجہ سے میں نے ایسا محسوس کیا۔ کیونکہ یہ دونوں سورتیں دیگر تمام سورتوں سے افضل ہیں۔

اس کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنی سواری سے نیچے تشریف فرما ہوئے اور آپ علیہ السلام نے فجر کی نماز میں یہی دونوں سورتیں تلاوت فرمائیں۔ نماز سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا ''یہ دونوں سورتیں بہت افضلیت رکھتی ہیں۔ تمام جسمانی اور روحانی آفات و بلاؤں کو دفع کرنے والی ہیں۔ اس لئے سوتے وقت اور جاگتے ہوئے اِن دونوں سورتوں کو پڑھا کر''

وفات

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ 58 ہجری کو مصر میں اِس فانی دنیا سے کوچ فرما گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سی احادیث ان سے روایت کی ہیں۔ اِسکے علاوہ بہت سے تابعین نے بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث کی مرویات کی تعداد 55 ہے۔

(1) از فی جامع الاصول۔ باب مناقب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔

(2) ازالبدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔575-576

(3) از مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔801 ,800 وغیرہ

(5) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خدام کی فہرست میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی بھی آتا ہے۔ بعض سیرت نگار لکھتے ہیں کہ اُنکا نام سعید تھا۔ مگر مشہور قول یہی ہے کہ اُنکا نام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ ان کے شجرہ نسب کے بارے میں اصحاب سیر خاموش ہیں اور کسی قسم کی معلومات نہیں ملتیں سوائے اس کے کہ یہ سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام تھے۔

حالاتِ زندگی

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی بمطابق شجرہ نسب اور ماضی تو نہیں ملتے البتہ انکے اسلام

قبول کرنے کے بعد حالات زندگی دستیاب ہیں۔ابوداؤدطیالسی بیان کرتے ہیں کہ ابو عامر نے حسن سے بحوالہ سعد مولیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم انکی خدمات کو پسند فرماتے تھے۔راوی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں کھجوریں پیش کی گئیں۔وہاں موجود لوگوں میں سے بعض نے دودو کھجوریں اکٹھی کھانا شروع کردیں۔سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لوگوں سے فرمایا''دو کھجوریں اکٹھی مت کھاؤ''

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صرف مذکورہ حدیث ہی مروی ہے۔اس حدیث کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (21ھ۔5رجب 110ھ) نے اس حدیث کو روایت کیا جسے ابن ماجہ نے اپنی سنن میں بیان کیا۔سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم انکی خدمات کو پسند فرمایا کرتے تھے۔حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سے زیادہ حالات زندگی نہیں ملتے۔

(1) از:ابن ماجہ شریف روایت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

(2) از:البدایہ والنہایہ۔جلد۔5۔صفحہ۔574

(3) از:مدارج النبوت۔جلد۔2۔صفحہ 802

(6) حضرت افلح بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت افلح بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سواری پر راحلہ باندھنے کے فریضہ پر مامور تھے۔یہ راحلہ انہی کی نگرانی میں ہوتا تھا۔

حضرت ربیع بن بدر نے اپنے والد سے یہ حدیث روایت کی ہے۔حضرت افلح بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں رہتے ہوئے دین ودنیا کی اس دولت عظیم سے کافی عرصہ تک بہرہ مند ہوتے رہتے۔

(1) ازالبدایہ والنہایہ۔جلد۔5۔صفحہ۔574

(2) ازمدارج النبوت۔جلد۔2۔صفحہ۔802وغیرہ

(7) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خادم تھے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی جندب بن جنادہ (بن قیس بن عمرو بن ملیل بن صعیر بن حزام بن غفار بن ملیل بن حمزہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ غفاری۔لقب مسیح الاسلام۔قبیلہ بنی غفار) تھا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار اکابر

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں ہوتا ہے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکّہ مکرمہ میں چوتھے یا پانچویں سال نبوت کو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بعثت مبارکہ سے پہلے ہی بڑے عبادت گزار تھے۔شب وروز عبادت میں مصروف رہتے تھے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات زندگی نہایت ہی عجیب اور ایمان افروز ہیں۔

حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ذخیرہ کرنا اور سونا چاندی و روپیہ پیسہ جمع کرنا نہ صرف ناجائز ہی تھا بلکہ حرام تھا۔اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل مکانی فرما کر ملک شام تشریف لے گئے اس وقت وہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاکم تھے۔ان دونوں بزرگوں کے درمیان۔سورۃ توبہ آیت 34

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ

(ترجمہ: یعنی جو لوگ سونا اور چاندی کو جمع کرتے ہیں) کی تفسیر کے بارے میں جھگڑا کھڑا ہو گیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں ہے۔جبکہ ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال شریف یہ نہیں تھا۔بات یہاں تک پہنچی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف تحریری شکایت سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ارسال کی۔سیدنا حضرت عثمان غنی امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملک شام سے واپس بلا کر مدینہ منورہ سے تین منزل مسافت پر واقع قصبہ ربذہ میں بھیج دیا۔اور یوں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں مستقل رہائش اختیار فرمائی۔

فضائل

حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔حدیث شریف میں آتا ہے کہ آسمان نے کبھی ایسے شخص پر سایہ نہیں کیا جو ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ سچّا اور راست گو ہو۔اور نہ ہی زمین نے ایسے شخص کا کبھی بوجھ اٹھایا تھا۔روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبادت گزاری میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ برابری رکھنے والے تھے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر کسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زہد کو دیکھنا ہو تو وہ ابوذرغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھ لے۔ایک اور حدیث پاک میں مذکور ہے کہ ”جس آدمی کی خواہش ہو کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نیکی زہد اور ریاضت وعبادت میں مشابہت رکھنے والے لوگوں کو دیکھے تو اُسے چاہیئے کہ وہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ لے“۔

ابن عبدالبر ''استیعاب'' میں نقل کرتے ہیں۔ کہ جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ اور بیوی دونوں اُن کے لئے رونے لگیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے فرمایا تم کس وجہ سے رورہی ہو۔ اُن دونوں نے جواب دیا ہم اس لئے رورہی ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بیابان اور ویران زمین پر پڑے ہیں اور آخری وقت کفن کے لئے کپڑا بھی میسر نہیں ہے۔ یہ سُن کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تمہیں ایک خوشخبری سُناتا ہوں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک جماعت کو فرمایا جس میں میں بھی شامل تھا کہ '' تم میں سے ایک شخص کا وصال بیابان میں ہوگا۔ وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت کا گزر ہوگا''۔ حضور علیہ السلام نے جس جماعت کو یہ خبر سنائی تھی ان میں سے میرے سوا باقی تمام اپنی اپنی قوم میں رحلت فرما چکے ہیں۔ لہٰذا خدا کی قسم حضور علیہ السلام کے فرمان مبارک کے مطابق ''بیابان میں فوت ہونے والا وہ شخص میں ہی ہوں۔'' پھر اپنی زوجہ سے فرمایا جاؤ باہر جاکر دیکھو کوئی جماعت آتی دکھائی دیتی ہے۔ زوجہ نے کہا یہ وقت کسی جماعت کے آنے کا نہیں ہے حاجی واپس جاچکے ہیں تمام راستے بند ہوچکے ہیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جاؤ اچھی طرح دیکھو یہ فرمان رسالت ہے جو ہر حال میں سچ ہوگا۔ اُنکی زوجہ باہر نکلی اور ایک ٹیلے پر کھڑے ہوکر دور تک نظر دوڑائی۔ اچانک انہوں نے ایک جماعت کو اس طرف آتے ہوئے دیکھا۔ لوگوں نے دھوپ سے بچنے کے لئے کیکر (ببول) کی لکڑیوں پر چادر پھیلا رکھی تھیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ اس جماعت کے پاس تشریف لے گئیں۔ اُن لوگوں نے پوچھا آپ کون ہیں اور آپ کا کیا حال ہے۔ زوجہ محترمہ نے فرمایا ایک مسلمان پر نزع کا عالم ہے اور اسکی تکفین کے لیے کفن کی ضرورت ہے۔ جماعت کے لوگوں نے پوچھا وہ مسلمان کون ہے۔ انہوں نے فرمایا وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اہل جماعت یہ سُن کر اپنی ماؤں کی تعریف کرتے ہوئے۔ یعنی افسوس کرتے ہوئے چل کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک خوشی کی خبر سُناتا ہوں جو میں نے خود سرکارِ مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سنی تھی۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''تم میں سے ایک شخص بیابان میں رحلت کرے گا۔ اُس کے پاس مسلمانوں کی ایک جماعت پہنچے گی''۔ ''خدا کی قسم وہاں موجود حاظرین میں سے ہر ایک اپنے اپنے قبیلہ یا قوم میں رحلت فرما گیا ہے صرف میں باقی ہوں اور میری رحلت اس بیابان میں ہورہی ہے۔ خدا کی قسم میں یہ بات جھوٹ نہیں کہہ رہا''۔ پھر مزید ارشاد فرمایا ''اگر میرے یا میری بیوی کے پاس کوئی کپڑا ہوتا تو اُس میں میری تکفین ہوجاتی مگر ہمارے پاس کوئی کپڑا نہیں ہے۔ میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تم میں سے جو امیر یا عریف یا پھر قاصد اور نقیب ہے وہ مجھے ہرگز کفن کے لئے کپڑا نہ دے۔''

اتفاقاً اس جماعت میں کوئی۔ امیر۔ عریف، قاصد یا نقیب نہیں تھا۔ اور نہ ہی اُن میں سے کوئی ایک بھی اس

صفت کا حامل تھا۔ اُس جماعت میں سے ایک انصاری نے عرض کیا۔ ’’اے چچا۔ میرے پاس ایک چادر ہے جو میں نے جامہ دان میں رکھی ہوئی ہے۔ یہ چادر میری باندی نے کات کر تیار کی ہے میں یہ چادر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفن کے لئے دیتا ہوں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ’’ہاں تم اس چادر میں مجھے کفن دینا یہ مجھے قبول ہے‘‘۔ اس کے بعد روح مبارک جسم اطہر سے پرواز کرگئی۔ ’’اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن‘‘

سیرت صحابہ میں یوں روایت موجود ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی تھی۔ کیونکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفے سے آنے والی اُس جماعت میں شامل تھے۔ نماز جنازہ کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافی دیر تک روتے رہے اور فرمایا۔

’’اَخِیْ خَلِیْلِی عَاشَ وَحْدَہٗ وَمَاتَ وَحْدَہٗ وَ یُبْعَثُ وَحْدَہٗ وَ طُوْبٰی لَہٗ‘‘

ترجمہ:۔ میرے اس برادر اور دوست نے تنہا زندگی بسر کی۔ تنہا ہی وفات پائی اور تنہا ہی اٹھے گا اس لیے خوشی ہو ان کے لئے۔‘‘

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین کے بعد مدینہ شریف تشریف لے آئے اور کچھ عرصہ کے بعد مدینہ منورہ میں خود بھی وفات پا گئے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسو اکیاسی (281) احادیث مروی ہیں جن میں سے 12 متفق علیہ ہیں اور دو (2) میں بخاری اور سات (7) میں مسلم منفرد ہیں۔

وفات

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ وفات کے بارے میں دو روایات ملتی ہیں۔ 32 ہجری یا 33 ہجری۔ 33 ہجری پر اصحاب سیر کا اتفاق ہے۔ اس طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 33 ہجری مدینہ منورہ سے تین منزل دور موضع ربذہ میں انتقال فرما گئے۔ اور اُسی جگہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کیا گیا۔

(1) از اصابہ۔ باب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(2) از مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ 802-803,804 وغیرہ

(8) حضرت مہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خدام میں سے ایک خادم حضرت مہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ جو سیدہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام تھے۔ طبرانی میں مذکور ہے کہ ابراہیم بن عبداللہ نے مؤلف کتاب سے بیان کیا کہ انہوں نے بکیر کو کہتے سُنا کہ میں نے خود حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام مہاجر (رضی اللہ تعالیٰ

عنہ) سے سُنا وہ کہا کرتے تھے۔ کہ میں کئی سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت کرتا رہا۔ حضور علیہ السلام نے مجھے کبھی کسی کام کے کرنے کے لئے نہ فرمایا اور نہ ہی کبھی یہ فرمایا کہ ''تو نے یہ کام کیوں کیا ہے''۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت مہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت گزاری میں تقریباً دس سال کا عرصہ رہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں کئی صحابہ مہاجر نامی گزرے ہیں۔ ان میں سے ایک مہاجر بن حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جنہوں نے دریائے سمعہ کے بارے میں ایک حدیث روایت کی ہے۔ ایک حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ یہ جب دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں داخل ہوئے تو حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اِن کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا۔

''هُوَ الْمُهَاجِرُ حقاً''

اس فرمان مبارک سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف فرمانا چاہتے ہیں۔

تیسرے حضرت مہاجر مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان سے مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث روایت کی گئی ہے۔ چوتھے حضرت مہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو کہ ام المومنین سیدہ حضرت ام سلمہٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام تھے۔ اُوپر ان کے حالات کا ذکر گزر چکا ہے۔ اس سے زیادہ حالات کسی اور کتاب میں نہیں ملتے۔ اس لئے مجبوراً انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ حضرت مہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت متقی اور سچے مسلمان تھے۔

حضرت مہاجر مولیٰ (غلام) سیدہ حضرت ام سلمہٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اہل مصر میں شامل کئے جاتے ہیں۔ ان سے روایت آتی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نعلین (جوتے) شریف میں دو عدد تسمے تھے۔ مولف کتاب استیعاب بیان کرتے ہیں کہ مجھے وثوق سے یہ معلوم نہیں کہ یہی وہ مہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے نعلین مبارکہ میں دو تسموں والی حدیث روایت کی ہے یا وہ دوسرے مہاجر تھے۔ مختصراً مہاجر نامی اور صحابہ بھی گزرے ہیں مگر یہاں مہاجر مولیٰ حضرت ام سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان مقصود تھا جو مکمل ہوا۔

انتقال

حضرت مہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل مصر میں شمار ہوتے ہیں اس لئے گمان ہے کہ شاید انکا انتقال مصر میں ہی ہوا ہو۔ بہر حال انتقال کی جگہ اور تاریخ کے بارے میں کتب سیر خاموش ہیں۔

(1) از البدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔579۔

(2) از مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔805۔

(9) حضرت حنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ کے والد اور سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام تھے۔ حضرت حنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت بجالاتے تھے اس لئے انکا شمار بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خدام میں ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت حنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخش دیا تھا۔ نسائی شریف میں چڑیوں کی ممانعت کے بارے میں ان سے حدیث روایت کی گئی ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ یہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مولیٰ (غلام) تھے۔ مگر حضرت حنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مولیٰ (غلام) تھے۔

وفات

حضرت حنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کتنی عمر میں کہاں اور کس سال انتقال ہوا اِس سلسلے میں کُتب سیر خاموش ہیں۔

(10) حضرت ابوالحمراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوالحمراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خادم اور غلام ہیں۔ بعض روایت میں انکا نام حلال بن حارث مذکور ہے۔ اصحاب سیر کے نزدیک یہی صحیح ہے۔ مگر یہ اپنے اصل نام کی بجائے اپنی کنیت کے ساتھ ہی مشہور ہیں۔ کچھ روایات میں انکا نام ابن ظفر بھی لکھا گیا ہے۔

ابن عیسیٰ تاریخ حمص میں نقل کرتے ہیں کہ انکی خدمت ثابت شدہ ہے۔ اِسی طرح امام بخاریؒ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں انکا رہنا حقیقت ہے۔ وفات کے بارے میں کتب سیر خاموش ہیں۔

(11) حضرت ابوالسمح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوالسمح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے غلام وخادم تھے۔ حضرت ابو العباس محمد بن اسحاق ثقفی بیان کرتے ہیں کہ مجاہد بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرحمان بن مہدی نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ بن الولید نے ہم سے بیان کیا کہ محل بن خلیفہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ابوالسمح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بتایا کہ میں۔

''سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ حضور علیہ السلام جب غسل کا ارادہ فرماتے تو مجھے

حکم دیا کرتے ''میری چھاگل مجھے دے دو''۔ میں حکم کے مطابق چھاگل حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیتا اور خود اوٹ میں ہو جاتا۔ ایک دفعہ حضور علیہ السلام حضرت امام حسن یا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گود مبارک میں لے کر تشریف لائے۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کے سینے اقدس پر پیشاب کر دیا۔ میں نے چاہا کہ اسے دھودوں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''اگر لڑکی پیشاب کر دے تو کپڑے کو دھویا جائے اور اگر لڑکا پیشاب کر دے تو کپڑے پر صرف پانی ہی بہایا یا چھڑک دیا جائے''۔

روایت از۔

(1) ابوداؤد (2) نسائی (3) ابن ماجہ

روایت بحوالہ مجاہد بن موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انتقال

کتب سیر میں آتا ہے کہ حضرت ابوالسمح رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کب اور کہاں شہادت پائی اس سلسلے میں کتب احادیث و کتب سیر خاموش ہیں۔

(1) از البدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔579۔

(2) از مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔806 وغیرہ۔

(12) حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے خدام میں سے تھے۔ فتح مکّہ کے روز آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حالت میں شہر میں داخل ہوئے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اونٹنی قصویٰ کی رسی پکڑ رکھی تھی اور آگے آگے چلتے ہوئے فرما رہے تھے۔

''اے کافرزادو! آپ علیہ السلام کا راستہ چھوڑ دو۔ آج ہم اسکی تاویل پر تم سے شمشیر زنی کریں گے۔ جیسا کہ ہم نے اسکی تنزیل پر تم سے شمشیر زنی کی تھی جو چوٹی کو اس کی کھوپڑی سے الگ کر دیتی ہے۔ اور دوست کو دوست سے غافل کر دیتی ہے''۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اور مذکورہ واقعہ ہم پہلے ہی فتح مکّہ مکرمہ کے باب میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ یہاں تبرکاً خدام نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حوالے سے مختصراً ذکر کر دیا ہے۔ اللہ قبول فرمائے۔

انتقال

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ثعلبہ بن امراء القیس بن عمرو بن امراء القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج۔ شاعر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) وہ جلیل القدر صحابی ہیں جن کو نہ صرف یہ اعزاز ہی حاصل تھا کہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خادم تھے بلکہ انکو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے غزوۂ موتہ میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حکم کی بجا آوری کے لیے اسلام کی سربلندی کے لیے جام شہادت نوش فرمایا۔ غزوۂ موتہ (جمادی الاولیٰ 8ھ) کے بیان میں اسکا تفصیلی ذکر گزر چکا ہے۔

(1) از البدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔575 وغیرہ

(13) حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ الانصاری الخزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بڑے خاص اور تابع فرمان خادم تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گروہ انصار سے تعلق تھا (سردار قبیلہ خزرج حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند تھے)۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہاں یہ مقام تھا جیسے امیر کے ہاں ناظم کا ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے دراز قد تھے اور داڑھی شریف کے بال صرف ٹھوڑی پر ہی تھے۔ رخساروں پر کوئی بال نہ تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قد کا اندازہ اس طرح کیا جا سکتا ہے۔ کہ اگر اُس وقت کا طویل ترین آدمی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شلوار کو اپنی ناک پر رکھتا تو اس شلوار کے پائینچے زمین تک پہنچتے تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شلوار کو شاہِ روم کے پاس اس پیغام کے ہمراہ بھیجا کہ تم لوگ ہم سے ٹکر لینا چاہتے ہو کیا تمہارے پاس اس قد کے لوگ موجود ہیں۔ شاہ روم شلوار سے قد کا اندازہ لگا کر سخت پریشان ہوا۔ اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے سخی۔ قابل تعریف اور نہایت ہی عاقل و دانشمند تھے۔ جنگ صفین میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج میں شامل تھے۔

مسعر۔ معبد بن خالد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ اپنی انگشت شہادت اٹھا کر دُعا کیا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام کے ساتھ ہر قسم کی ضروریات کا خیال رکھنے کے لئے انصار کے بیس نوجوان ہمیشہ ساتھ رہتے۔ آپ علیہ السلام انہی سے زیادہ تر کام لیا کرتے تھے۔ تمام غزوات میں شرکت کی

اور احادیث روایت کیں۔

انتقال

واقدی اور خلیفہ بن خیاط بیان کرتے ہیں کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انتقال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری دور میں 60 ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ اہلِ مدینہ منورہ کثرت سے ان کے قرض دار تھے اس لئے بیماری میں عیادت کو آتے ہوئے شرماتے تھے۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اعلان کرا دیا کہ جس پر جتنا قرضہ ہے میں معاف کرتا ہوں اس خبر کے مشہور ہوتے ہی تمام شہر عیادت کے لئے امڈ آیا حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالا خانہ پر تھے لوگوں کی اتنی کثرت ہوئی کہ آمد ورفت میں مکان کا زینہ ٹوٹ گیا۔

(14) حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن ابی عامر بن مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن عوف بن قیس) کا تعلق عرب کے مشہور قبیلہ ثقیف سے تھا۔ اس لئے ثقفی کہلاتے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے آگے ہمیشہ ہتھیار باندھے خدمت اقدس کے لئے حاضر رہتے تھے۔

حدیبیہ کے روز سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے خیمہ شریف میں ننگی تلوار ہاتھ میں لئے حضور علیہ السلام پر قربان ہونے کو تیار کھڑے رہے۔ دورانِ گفتگو قریش عرب کا سفیر جب عادت کے مطابق اپنا ہاتھ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ریش مبارکہ کی طرف بڑھاتا تو اسکے ہاتھ کو تلوار کے دستے سے ٹھوکا لگا کر روک دیتے اور فرماتے اپنے ہاتھ کو روک کے رکھو کہ وہ حضور علیہ السلام کی طرف بڑھنے نہ پائے۔ صلح حدیبیہ کے بیان میں ہم اسکا مفصل ذکر کر چکے ہیں۔

محمد بن سعد بیان کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہمراہ تمام معرکوں میں شریک رہے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت ابوسفیان اور ان کا ایک دفعہ اکٹھے فریضہ لگایا کہ جا کر طائف کے تمام معبدوں کو تباہ وبرباد کر دیں چنانچہ یہ دونوں حسب حکم طائف تشریف لے گئے اور اہل طائف کے سب سے بڑے بت "(رُبّہ)" کو تباہ وبرباد کر دیا۔ یاد رہے اس رُبّہ بت کو ہی (لات) کہا جاتا تھا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل عرب کے دانشمندوں میں سے ایک تھے۔ شعبی بیان کرتا ہے۔ کہ وہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرمایا کرتے تھے کہ میں کبھی کسی سے مغلوب نہیں ہوا۔ یہی شعبی قبیصہ بن جابر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہا ہوں۔ وہ اس قدر عاقل اور دانشمند تھے کہ اگر کسی شہر کے آٹھ دروازے ہوں اور اُن میں سے کسی ایک دروازے سے دھوکے کے بغیر نہ نکلا جا سکتا ہو۔ تو یہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان آٹھ دروازوں میں سے ہر ایک دروازے سے گزر جائیں گے۔

کتب سیر میں شعبہ سے روایت ملتی ہے کہ قاضی چار ہیں

1۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

2۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

3۔ سیدنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

4۔ سیدنا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اسی طرح دانشمند بھی چار ہیں۔یعنی۔

1۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

2۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

3۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

4۔ حضرت زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اِسی سلسلے میں زہری بیان کرتے ہیں کہ اس وقت دانشمندوں کی تعداد پانچ تھی۔یعنی

1۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

2۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

3۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

4۔ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

5۔ حضرت عبداللہ بن بدیل بن ورقا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ان مذکورہ پانچ شخصیات میں سے پہلی تین شخصیات ایک جماعت میں تھیں جبکہ دوسرے دونوں بزرگ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔''از امام زہری رحمۃ اللہ علیہ۔''

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عورتوں سے بہت نکاح فرمایا کرتے تھے۔ ہر وقت چار عورتیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں رہتی تھیں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرمایا کرتے تھے جسکی ایک بیوی ہے اس پر مجھے سخت تعجب ہوتا ہے کیا وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہی حائضہ بھی ہو جاتا ہے۔اگر ایک بیوی والے کی زوجہ بیمار ہو جائے تو وہ بھی بیمار ہو جاتا ہے۔دو بیویوں والے کے لئے فرمایا کرتے۔ایسا شخص دو مچلتی آگوں کے درمیان زندگی بسر کرتا ہے۔حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مختلف اقوال موجود ہیں کہ انہوں نے بہت سی شادیاں کی تھیں۔بہر حال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قابل اعتماد خدام میں سے ایک تھے۔اور اپنی دانائی کی وجہ سے اہل

عرب کے ہاں بڑی شہرت رکھتے تھے۔

انتقال

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کی بابت کتب سیر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ کہتے ہیں انہوں نے 48 ہجری میں انتقال کیا۔ بعض کے نزدیک 49 ہجری سن وفات ہے۔ چند ایک 47 ہجری کو وفات کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر صحیح ترین قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال 50 ہجری میں کوفہ میں طاعون سے ہوا۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 50 ہجری پر اجماع اصحاب سیر ہے۔ (واللہ اعلم) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے 133 احادیث مروی ہیں۔

(1) ازالبدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔577،576

(2) ازشعبی وواقدی وامام زہری۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

(15) حضرت مقداد بن عمرو اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مقداد بن عمرواسود۔ ابوالاسود الکندی (بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن ثمامہ بن مطرود النہرانی۔ المتوفی 33ھ مدینہ منورہ۔ حضرت ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب ان کے عقد نکاح میں آئیں غزوہ بدر اور دیگر تمام مشہور غزوات میں شرکت کی) حلیف بنی زہرہ بھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خدام میں سے تھے۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:۔

عفان نے مجھ سے بیان کیا کہ حماد بن سلمہ نے عن ثابت عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن المقداد بن الاسود نے ہم سے بیان کیا کہ وہ اور اس کے ایک اور ساتھی مدینہ منورہ میں خدمت اقدس میں حاضری کے لیے آئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں سے ملے مگر کسی نے ہماری مہمان نوازی نہ کی۔ آخر ہم نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس بات کا ذکر کیا۔ رحمتِ عالم نورِ مجسم علیہ السلام ہمیں اپنے ہمراہ دولت کدہ پر لے آئے۔ حضور علیہ السلام کے پاس چار بکریاں تھیں۔ آپ علیہ السلام نے مقداد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ارشاد فرمایا ''اے مقداد ان چار بکریوں کے دودھ کے چار برابر حصّے کرو اور پھر ہر ایک کو برابر برابر حصّہ دے دو''۔ حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں جب تک وہ لوگ مہمان رہے میں حسب ارشاد دودھ کو چار برابر حصّوں میں تقسیم کرتا اور سب کو پلا دیتا۔

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دیر تک گھر تشریف نہ لائے آخر انتظار کے بعد میں بستر پر لیٹ گیا۔ لیٹے لیٹے میرے دل نے

کہا حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک انصاری گھرانے میں تشریف لے گئے ہیں۔اُٹھ اور دودھ پی لے۔ بار بار مجھے یہی خیال آتا رہا۔آخر میں اُٹھا اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حصّے کا دودھ بھی میں نے پی لیا۔ جیسے ہی دودھ میرے معدے میں گیا تو اُس نے مجھے پرانے کھانے سمیت اپنی گرفت میں لے لیا۔یعنی مجھے پیٹ میں تکلیف شروع ہوگئی۔خیال آیا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ابھی تشریف لائیں گے۔اور اپنے حصّہ کا دودھ نہ پا کر پیاسے ہی آرام فرمائیں گے۔یہ سوچ کر ندامت سے میں نے اپنے چہرے کو کپڑے سے لپیٹ لیا اور بستر پر دراز ہوگیا۔تھوڑی دیر بعد فخر کائنات رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لائے اور آپ علیہ السلام نے اس طرح سلام فرمایا جس کو بیدار شخص سُن سکتا سوئے ہوئے شخص کو سلام کی وہ آواز بیدار نہیں کرسکتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے پیالے سے برتن اٹھا کر دیکھا تو دودھ موجود نہ پایا۔یہ دیکھ کر حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔''اے خدا جس نے مجھے کھلایا پلایا ہے اُسے تو کھلا پلا''۔حضور علیہ السلام کی اس دُعا کو میں نے غنیمت جانتے ہوئے دل میں فیصلہ کیا کہ سب سے موٹی تازی بکری کو ذبح کرتا ہوں۔بستر سے اُٹھا اور سب سے موٹی بکری ٹٹولنے لگا تاکہ اسکو ذبح کرسکوں۔ٹٹولتے ہوئے میرا ہاتھ ایک بکری کے تھنوں کو جا لگا۔کیا محسوس کرتا ہوں کہ بکری کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں۔میں نے دوسری بکری کے تھنوں کو ٹٹولا تو وہ بھی دودھ سے بھرے ہوئے تھے غرض اس طرح باری باری چاروں بکریوں کو ٹٹولا تو سب کا یہی حال تھا۔

میں نے برتن لیا اور اسے دودھ سے بھر کر خدمت اقدس میں حاضر کیا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دودھ نوش فرمایئے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا ''اے مقداد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا بات ہے''۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دودھ نوش فرمائیں۔پھر بتاؤں گا۔حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''مقداد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تیری ایک بُری خصلت ہے''اس کے بعد رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دودھ نوش فرمایا۔اور مجھ سے فرمایا ''تم بھی پیو''۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ نوش فرمالیں۔یہاں تک کہ حضور علیہ السلام نے سیر ہوکر دودھ نوش فرمایا۔

جب حضور علیہ السلام دودھ نوش فرما چکے تو میں نے سارا حال عرض کیا۔حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''یہ آسمان سے نازل شدہ برکت ہے۔(یعنی اللہ کریم نے اس برکت کو میرے لیے نازل فرمایا ہے۔)''حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''دُوسرے ساتھیوں کو بھی دودھ پلا دو''۔مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا جب میں اور آپ علیہ السلام اس برکت کو پی چکے ہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں کسی سے چوک گیا ہوں یا کسی کو میں نے بھلا دیا ہے۔

(1) از صحیح مسلم وترمذی ونسائی۔

(2) از البدایہ والنہایہ۔جلد۔5۔صفحہ 579-578-577 وغیرہ۔

حضور علیہ السلام کی خدمت گذار عورتیں (باندیاں)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گذار عورتوں یعنی باندیوں یا کنیزوں کی تعداد چار تھی۔ان کے نام یہ ہیں۔

1- حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

2- حضرت ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

3- حضرت نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

4- حضرت جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

یہاں ہم ان مذکورہ خدمت گذار عورتوں (باندیوں) کا مختصراً ذکر پیش کر رہے ہیں تا کہ ان کی جس قدر بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت رہی اس نسبت کا ذکر کر کے ہمارا نام بھی ان لوگوں کی فہرست میں آجائے جنہوں نے آپ علیہ السلام سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کا ذکر کر کے درجات حاصل کیے ہیں۔اللہ قبول فرمائے آمین۔

1- حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باندیوں یعنی خادمہ عورتوں کا جب بھی ذکر آتا ہے تو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسم گرامی سرفہرست ہوتا ہے۔حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مصر کے حاکم مقوقس قبطی نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ان کا تعلق قبیلہ قبط سے تھا اس لیے قبطیہ کہلاتی تھیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت حسین وجمیل تھیں۔خدمت اقدس میں جب حاضر ہوئیں تو فوراً ہی اسلام قبول کر لیا۔حضور علیہ السلام نے ان سے نکاح فرمایا سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر رشک کیا کرتی تھیں۔حضور علیہ السلام بھی اُن سے محبت فرماتے تھے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے تھے۔جو بچپن میں ہی 28 یا 29 شوال 10 ہجری میں رحلت فرما گئے ان کا تفصیلی ذکر اولاد کرام کے باب میں کیا گیا ہے۔حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا 16 ہجری کو مدینہ منورہ میں رحلت فرما گئیں۔جنت البقیع میں مدفون ہیں۔حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے حضور علیہ السلام نے عوالی مدینہ منورہ میں ایک مکان بھی بنوایا تھا جو آج بھی مشربہ اُم ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام سے موجود ہے۔(مسجد نبوی کے اضافی تعمیراتی سلسلوں میں سارا قدیم مدینہ منورہ ختم ہو چکا ہے موجودہ حالت اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے)

2- حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت ریحانہ بنت زید بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہود کے قبیلہ بنو قریظہ سے تعلق رکھتی تھیں۔بعض اصحاب

سیر نے انکے والد کا نام شمعون بن زید بن خنافہ بھی لکھا ہے۔ مگر پہلا قول ہی صحیح ہے۔ بنو قریظہ کے قیدیوں میں شامل تھیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے لیے منتخب فرمایا اور یوں یہ آپ علیہ السلام کی باندیوں میں شامل تھیں۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بحیثیت لونڈی نہیں رہنے دیا تھا بلکہ آزاد فرما کر 8 ھجری میں ان کے ساتھ نکاح فرمالیا۔ واقدی اسی قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ جبکہ ابن قیم اور ابن عبدالبر وغیرہ کے نزدیک پہلا قول ہی صحیح ہے (واللہ اعلم)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف سے پہلے حجتہ الوداع سے مراجعت کے وقت 10 ہجری میں ان کا وصال ہوا۔ مدینہ منورہ میں قبرستان بقیع میں ان کی تدفین ہوئی۔

3- حضرت نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُم المومنین سیدہ حضرت زینب بنت جحش کی لونڈی تھیں۔ گزشتہ صفحات میں اُمہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ عنہن کے باب میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سواری نہ دینے کی وجہ سے ناراض ہو گئے اور تقریباً دو تین ماہ تک ان سے ناراض رہے۔ پھر جب راضی ہوئے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس مہربانی سے خوش ہو کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور علیہ السلام کے لیے ہبہ کر دیا تھا۔

4- حضرت جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت جمیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی جنگ میں گرفتار ہو کر خدمت اقدس میں آئی تھیں۔ بعض اصحاب سیر نے یہی نام لکھا ہے جبکہ بعض کے نزدیک ان کا نام معلوم نہیں ہو سکا (واللہ اعلم) ان کے حالات زندگی کے بارے میں کتب سیر خاموش ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد نکاح فرمانے کا فلسفہ

یہود و نصاریٰ اور ان کے کاسہ بردار و دیگر غیر مذاہب کے لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کثرت ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن کے بارے میں طرح طرح کی موشگافیاں اور آپ علیہ السلام کی شان اقدس میں دریدہ دہنی کرتے ہیں۔ یہاں یہ احقر قرآن وسنت اور روایات کی روشنی میں و عقلی اعتبار سے ان لوگوں کے اعتراضات کے جوابات دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ جو یقینی طور پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل نہایت ہی موثر اور کامیاب ہوگی۔ حضور علیہ السلام نے متعدد نکاح کیوں فرمائے اس کا کیا فلسفہ ہے۔ ہدیۂ تحریر کر رہا

ہوں۔ اُمید قوی ہے کہ اس تفصیل کے بعد اغیار کے ہر سوال کا مفصل جواب بھی مل جائے گا اور اعتراضات کرنے والے یقیناً نادم ہو کر شاید آئندہ ایسی کوشش دوبارہ نہ کریں۔ اور یوں ان کے تمام اشکال بھی حل ہو جائیں۔ دعا ہے اللہ کریم اپنے حبیب علیہ السلام کے صدقے میری اس تحریر میں قبولیت کا اثر پیدا فرما دے۔ آمین ثم آمین۔

تاریخ عالم کا مطالعہ کریں تو یہ بات عیاں ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری سے پہلے ساری دنیا میں یہ رواج تھا کہ ایک آدمی ایک ہی وقت میں متعدد بیویاں رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس رواج سے مستثنیٰ نہ تھے۔ قرآن کریم میں ارشاد خداوند قدوس ہے۔ فرمایا۔ سورۃ الرعد آیت 38

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ
جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً

ترجمہ:۔ ''اور البتہ بیشک ہم نے آپ (علیہ السلام) سے پہلے پیغمبر بھیجے۔ اور ان کو عورتیں اور اولاد دی''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ آپ علیہ السلام سے پہلے جو انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں ہم نے ان کو عورتیں دیں جیسا کہ آپ علیہ السلام کو دیں۔ اعتراض کرنے والے نصاریٰ کی آسمانی کتاب جو گو ان لوگوں نے تبدیل کر دی ہے مگر اس میں اب بھی اسی آیت مبارکہ کی تفصیل موجود ہے جس کو یہاں بیان کیا جا رہا ہے۔

1- چنانچہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی تین بیویاں تھیں۔
پیدائش۔ باب 11۔ آیہ۔ 29۔ باب۔ 25۔ آیہ اول باب 16 ۔ آیہ۔ 3

2- حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں۔
(پیدائش۔ باب۔ 29۔ آیہ۔ 4۔ باب۔ 30۔ آیہ۔ 9) ان چاروں میں سے راحیل بیوی کے بارے میں لکھا ہے۔
"راحیل خوبصورت اور خوش شکل تھی''۔
(پیدائش باب۔ 29۔ آیہ۔ 17 اور 18)

3- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں۔
(خروج۔ باب۔ 2۔ آیہ۔ 21۔ باب۔ 12۔ آیہ۔ اول)

4- حضرت داؤد علیہ السلام کی بہت سی بیویاں تھیں۔
(اول سموئیل۔ باب۔ 18۔ آیہ 27۔ باب۔ 25 آیہ۔ 43۔ 42)
(دوم سموئیل۔ باب۔ 3۔ آیہ۔ 2 تا 5 باب۔ 5۔ آیہ۔ 13)

5- حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاں بہت سی بیویاں تھیں۔جن کی تعداد سات سو تھی۔

"اُس کی سات سو جوروان بیگمات تھیں اور تین سو حرم میں تھیں۔اور اس کی جوروں نے اُس کے دل کو پھیرا۔ کیونکہ ایسا ہوا کہ جب سلیمان (علیہ السلام) بوڑھا ہوا تو اس کی بیویوں نے اُسکے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کیا۔(اول سلاطین۔باب۔11۔آیہ۔3اور 4)۔

آج کی خودساختہ انجیل نے مذکورہ الفاظ جو انبیاء علیہم السلام کی شان میں نصاریٰ نے اس کتاب میں دریدہ دہن کا ثبوت دیتے ہوئے لکھ چھوڑے ہیں ان کو پڑھ کر کوئی بھی عقل مند انسان کیا انہیں سچ مان سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں اس قدر نازیبا الفاظ استعمال کرنا بالکل غلط اور نا قابل معافی حرکت ہے۔ البتہ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں۔حضرت اسحاق علیہ السلام کی کئی بیویاں تھیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھی کئی ازواج تھیں۔حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاں بیسیوں بیویاں تھیں جبکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی بیویوں کی تعداد تو ننانوے (99) یعنی تقریباً ایک سو تھی۔اس سے آگے ان ہستیوں کے لئے جو انجیل میں خودساختہ افسانے تحریر کئے ہیں وہ نہایت گستاخی اور سراسر غلط ہیں۔

تورات وانجیل اور دیگر صحائف انبیاء علیہم السلام میں انبیاء علیہم السلام کی متعدد ازواج کا ذکر آتا ہے اور ان کتب میں کہیں بھی تعداد ازواج کی ممانعت کا ہلکا سا اشارہ بھی نہیں ملتا پھر اعتراض کے کیا معنی۔انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام دو نبی ایسے گزرے ہیں جنہوں نے شادی نہیں فرمائی۔اگر ان انبیاء علیہم السلام کی مثال پیش کی جائے تو پھر ایک شادی کرنا بھی مثال دینے والوں کے لیے منع ہوئی اب خود ہی غور کر لیں اور اپنے نبی علیہ السلام کی سنت پر عمل کریں اس طرح ان کی جو لاکھوں عورتیں کنواری رہ جائیں گی ان کا کیا حشر ہوگا ان کا معاشرہ جواب بھی مادر پدر آزاد ہے۔کہاں پہنچ جائے گا اس سلسلے میں کچھ مزید بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ہر ایک اچھی طرح جانتا ہے اور اندازہ بھی لگا سکتا ہے۔سابقہ اُمتوں کے لیے تو بیویوں کی تعداد مقرر ہی نہیں تھی یہ تو صرف مذہب اسلام کا اعجاز ہے کہ اس نے چار کی تعداد مقرر فرمادی اور حکم دیا کہ اگر تم سب کے ساتھ یکساں سلوک کر سکتے ہو تو ایسا کر لو ورنہ تمہارے لئے ایک ہی کافی ہے۔اس کے علاوہ مرد اگر چار عورتوں کا خاوند ہے تو ہر ایک کے پاس جانے کے لئے تین روز کا وقفہ مل جاتا ہے جو کہ جسمانی اور طبعی اعتبار سے بھی بہتر ہے۔پھر کوئی قوی، مال دار اور صحت مند آدمی اگر اپنے خاندان میں سے چار غریب، لاوارث اور حاجت مند عورتوں سے شادی کرے تو وہ نہ صرف ان کا ہی کفیل ثابت ہو کر معاشرہ کے لئے اصلاح کا ذریعہ ثابت ہوگا بلکہ زنا جیسے ذلیل فعل سے بچ کر دین ودنیا میں اپنی بچت کا سامان تیار کرلے گا۔آج کے نئے تعلیم یافتہ افراد جو حقوق العباد کو ترجیح دیتے ہیں ان کے لئے حقوق العباد پورے کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔اس پر عمل کرتے ہوئے معاشرے کو زنا جیسی حرام حرکت سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔

کس قدر افسوس اور ظلم کی بات ہے کہ جولوگ معاشرہ یا قوم وملک تعداد ازواج پر اعتراض کرتے ہیں۔ان کے نزدیک اسلام کا یہ جائز حکم تو صحیح نہیں ہے۔مگر خود لامحدود ناجائز تعلقات اور نکاح کے بغیر خود ساختہ تہذیب یافتہ معاشرہ کے افراد ہونے کی حیثیت سے شام وسحر زنا جیسی مکروہ غیر انسانی ذلیل اور حرام حرکت کو جائز خیال کرتے ہوئے تن من دھن سے اس کو پورا کرنے میں مصروف ہیں۔جبکہ زنا تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں حرام۔ ڈاکٹروں، اطباء اور حکماء کے نزدیک نہایت ہی شرمناک اور غیر طبعی فعل ہے۔یہ اعتراض کنندہ اس فعل کو سرانجام دینے میں فخر محسوس کرتے ہیں یہاں ان لوگوں نے تعداد ازواج کا تو قانون بنا رکھا ہے مگر مرضی سے زنا کرنے والوں کے خلاف کوئی قانون موجود نہیں ہے۔یہ ظالم اس بات کو نہیں سمجھتے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ سمجھتے ہوئے بھی ہٹ دھرمی اور اپنی شیطانی حرکات کو زندہ رکھنے کے لئے اپنے اس فعل پر قائم ہیں۔زنا ہر اعتبار سے نقصان اور حرام کا ارتکاب ہے جبکہ تعداد ازواج عفت، پاک دامنی، تقویٰ و پرہیزگاری جیسی عظیم دولت کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔تعداد ازواج پر ایمان رکھنے والی قوم حبِ نساء کی وجہ سے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات سے سرمو انحراف نہیں کرسکتی کیونکہ ان کا ایمان ہے کہ اگر حقوق ازواج کے سلسلے میں کسی قسم کی غفلت یا سُستی کا مظاہرہ ہوا تو قیامت کے روز اللہ کے ہاں جواب دینا پڑے گا۔اس لئے وہ ہمہ وقت اس چیز کو ذہن میں رکھ کر کسی قسم کی غفلت یا کوتاہی کے مرتکب ہونے سے بچتے رہتے ہیں۔اور یوں یہ چیز ان کے درجات میں بلندی کا باعث بنتی ہے۔مرد اور عورت دونوں میں فطرتی طور پر تنوّع اور خواہشات کا وجود موجود ہے۔اسی لئے مالک ارض وسماء نے اپنے اسی قانون میں بنی نوع انسان کی اندرونی اور بیرونی خواہشات ومیلانات کی رعایت فرماتے ہوئے اس کو اپنے بندوں پر لاگو فرمایا ہے تاکہ وہ اپنے اندرونی جذبات کو اخلاق، مذہب، تقویٰ۔پرہیزگاری اور پاکیزگی کے دائرہ میں رہتے ہوئے محدود رکھ کر عمل کر سکیں۔

عقلی وعملی دلائل

تاریخ اسلام، تاریخ عالم اور کتب سیر کا مطالعہ کریں تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہر ہر پہلو پر نہایت ہی باریک بینی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔آپ علیہ السلام نے متعدد ازواج سے شادیاں فرمائیں ایسا کرنے میں کیا حکمت تھی کونسا فلسفہ کارفرما تھا اس کی عقلی وعملی وجوہات دلائل کی روشنی میں بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ پر جولوگ اپنی گھٹیا ذہنیت کی وجہ سے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ علیہ السلام نے اپنی جنسی خواہشات کی تکمیل کے لئے متعدد شادیاں فرمائیں میں ان سے پوچھتا ہوں عقل کے اندھو اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی ہٹا کر تاریخ اسلام وتاریخ عالم کا مطالعہ کرو تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ

حضور علیہ السلام نے اپنی جوانی کے نہایت قوی اور شاندار ایام جو کہ تیس (30) برسوں پر محیط ہیں صرف ایک زوجہ محترمہ کے ساتھ بسر فرمائے۔یعنی سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ۔اُس وقت آپ علیہ السلام 25سال کے عالم شباب میں تھے جبکہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چالیس (40) سالہ سن رسیدہ تھیں۔ دوسری شادی 53سال کی عمر مبارکہ میں حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمائی جو آپ علیہ السلام سے عمر میں بڑی تھیں۔باقی تمام شادیاں اُس وقت فرمائیں جب عمر شریف بڑھاپے کی دہلیز پر پہنچ چکی تھی۔اس صورت حال میں کوئی بھی عقل وشعور رکھنے والا یہ ثابت کرسکتا ہے کہ ایام جوانی تو ایک عورت کے ساتھ بسر فرما دیئے اور بڑھاپے میں ہی جنسی اعتبار سے اس قدر قوت پیدا ہوگئی کہ پے در پے مزید نو شادیاں فرمالیں جواب یقیناً یہ ہوگا ہرگز ہرگز نہیں۔بلکہ آپ علیہ السلام کا ایسا فرمانا دیگر اغراض ومقاصد کے لئے تھا۔حضور علیہ السلام کی بعثت مقدسہ کا مقصد لوگوں کو تاریکی، جاہلیت اور ہلاکت کے گرداب سے نکالنا تھا۔مالک کائنات نے آپ علیہ السلام کو قرآن کریم کی شکل میں ایسا دستور العمل عطا فرمایا تھا جس کے بعد قیامت تک کسی دوسرے قانون کی ضرورت پڑ ہی نہیں سکتی یہ مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ کوئی قانون اس وقت تک لوگوں کی اصلاح کے لئے موثر وکافی نہیں ہوسکتا جب تک اس قانون پر چل کر عملی نمونہ پیش نہ کیا جائے۔حضور علیہ السلام نے اس قانون اور مکمل ضابطہ حیات پر چل کر قیامت تک کے لئے عملی نمونہ پیش فرمادیا۔حضور علیہ السلام کی قولی اور عملی زندگی مبارکہ میں ذرہ برابر اختلاف یا فرق نہ تھا۔خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔سورۃ الاحزاب آیت 21

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ:۔ ”بے شک تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی میں بہترین نمونہ ہے“

جب حکم خداوندی کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ آپ علیہ السلام کی ہستی بنی نوع انسان کے لئے بہترین نمونہ ہے۔تو پھر اس ذات مقدسہ کا ہر قول عمل وفعل ہمارے لئے حجت ہے۔یہ بات ہر ذی شعور اچھی طرح جانتا ہے کہ انسانی زندگی کے ہمیشہ دو پہلو ہوتے ہیں یعنی ایک اندرونی اور دوسرا بیرونی پہلو۔کسی بھی انسان کی شخصیت کا مکمل حال اُس وقت تک معلوم نہیں ہوسکتا جب تک اُس کی زندگی کے دونوں پہلو ہمارے سامنے نہ ہوں۔انسانی زندگی کے صرف ایک پہلو کو دیکھتے ہوئے اس کے بارے میں حتمی رائے قائم کرلینا عقلی اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے۔

متعدد نکاح فرمانے کا فلسفہ

جیسا کہ ہم اُوپر بیان کرچکے ہیں انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں۔بیرونی واندرونی:

بیرونی پہلو یا زندگی سے مراد انسان کے وہ حالات ہیں جو عام لوگوں کے سامنے ہوتے ہیں۔اس پہلو کے

بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے کثیر شاہد مل جاتے ہیں جن کے سامنے انسان بیرونی زندگی بسر کرتا ہے۔
اندرونی زندگی سے مراد انسان کے وہ حالات ہیں جو وہ اپنے گھر کی چار دیواری میں اہل خانہ کے ساتھ بسر کرتا ہے۔وہاں ہر انسان آزاد ہوتا ہے جس طرح چاہے زندگی بسر کرتا رہے۔اس پہلو میں کیا کیا خوبیاں اور کمزوریاں ہیں یہ تمام چیزیں اہل خانہ سے پوشیدہ نہیں ہوتیں۔اور یوں بیرونی اور اندرونی دونوں پہلو مل کر ہی انسانی زندگی پر مکمل روشنی ڈال سکتے ہیں۔یوں ان دونوں کسوٹیوں کو سامنے رکھتے ہوئے دنیا والے اُسکی زندگی سے مکمل آگاہی حاصل کر کے اس کے بارے میں صحیح رائے قائم کر سکتے ہیں۔

اب کتب سیر یا تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو حضور علیہ السلام کی زندگی مقدسہ کے دونوں پہلو ہمارے سامنے کھلی کتاب کی مانند آجاتے ہیں۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیرونی حیات مبارکہ کے حالات جس قدر تفصیل کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے دنیا تک پہنچائے ہیں کائنات میں ازل سے لے کر ابد تک کوئی اور اُمت یا مذہب اُسکی مثال تو کیا پیش کرسکتا ہے اس کے عشرِ عشیر بھی کسی اور ہستی کے بارے میں پیش کرنے سے قاصر ہے۔اس قدر تحقیق اور تفصیل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات مبارکہ پیش کرنا بھی حضور علیہ السلام کا معجزہ مبارک ہے۔

شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندرونی حالات زندگی بیان کرنے کیلئے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو تعداد ازواج کی اجازت عطا فرمائی۔اس میں یہ راز تھا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضور علیہ السلام کی عبادت، شب بیداری، فقیری، درویشی، پاک دامنی، راست بازی اور شریعت کے تمام احوال واحکام اُمت تک پہنچ جائیں۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات میں سب سے زیادہ شرم وحیا والے تھے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو چار سے زائد عورتیں نکاح میں رکھنا جائز فرما دیا۔ازواج کی یہ کثیر تعداد رکھنے میں یہ فلسفہ تھا کہ روایات کے بعد کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہے اور یوں احکام شرعی جیسے غسل وحیض، عدت، بیوی کے ساتھ سلوک وغیرہ کے مسائل اُمت تک پہنچ جائیں۔آپ علیہ السلام عورتوں سے اس لئے محبت فرماتے تھے کہ وہ آپ علیہ السلام سے ایسے مسائل نقل کر کے اُمت تک پہنچائیں جن کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے میں حضور علیہ السلام حیا فرماتے تھے۔تاریخ شاہد ہے کہ ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن نے وہ وہ مسائل نقل فرما کر اُمت پر احسان عظیم فرمایا جو کسی اور نے نقل نہیں کئے۔اس طرح خلوت میں حضور علیہ السلام پر جو آیات مبارکہ نازل ہوتیں ان کا بیان بھی انہوں نے کیا۔عبادت میں آپ علیہ السلام کا جو اجتہاد اُمہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ عنہن نے دیکھ کر بیان فرمایا عقل گواہی دیتی ہے کہ وہ صرف پیغمبر کی ذات گرامی میں ہی ہوتا ہے یوں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن سے عظیم نفع حاصل فرمایا" از امام سیوطی حاشیہ نسائی شریف۔

مذکورہ حالت کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو اصل میں ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے حجرے مبارک امہات اور معلمات کے حجرے تھے۔ جہاں سے علم وشرعی مسائل کے حل کی وہ روشنیاں پھوٹتی تھیں جن سے کائنات کا ذرہ ذرہ چمک اُٹھتا اور متلاشیان علم وعرفان اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ اب رہا یہ سوال جو اعتراضات کرنے والوں کی زبان پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعداد ازواج نعوذ باللہ عیش وعشرت یا جنسی تسکین حاصل کرنے کے لئے فرمائیں تو وہ لوگ اپنے اس سوال کا جواب بھی سُن لیں۔

جواب: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ جس قسم کی باعزت، شریفانہ، اور عمدہ ترین رہائش رکھتے تھے وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ دنیا میں کوئی مفکر، عالم، فلاسفر، محققین، دانشور ایسا دکھا دیں جس نے حضور علیہ السلام کی سادہ ترین زندگی بسر فرمانے کے بارے میں اختلاف کیا ہو جواب یقیناً نفی میں ہی ہوگا۔ ازواج کے بھی قربان جائیں جو تواضع، قناعت، بردباری، صبر وتحمل اور خدمت گزاری وازواجی حقوق کی مکمل نگہداشت میں ضرب المثل تھیں۔ جس طرح کی سادہ زندگی اور روکھی پھیکی کھا کر یہ ہستیاں اپنی زندگیاں محض اللہ کی رضا اور حضور علیہ السلام کے عشق میں بسر فرماتی رہیں۔ تاریخ عالم ایسی مثال قیامت تک پیش نہیں کرسکتی۔ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن حضور علیہ السلام کے ہمراہ جس قسم کی سادہ ترین زندگی بسر فرماتی تھیں ان کی تفصیل بیان کرنا تو ممکن نہیں کیونکہ یہ ہمارے موضوع سے ہٹ جائے گا۔ البتہ چند چیدہ چیدہ واقعات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ ان واقعات کو پڑھ کر خود انصاف کریں کہ ایسی زندگی بسر کرنے والی شخصیات کسی قسم کی عیش وعشرت حاصل کرنے کی مرتکب ہوسکتی ہیں۔ "نعوذ باللہ "

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ ''اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہوتا تو مجھے پسند نہیں کہ مجھ پر تین راتیں اس طرح گزر جائیں کہ ان میں سے کچھ بھی میرے پاس ہو بجز اس کے جو میں ادائے قرض کے لئے رکھ لوں۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ''آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کسی دن دو کھانے نہیں کھائے مگر یہ کہ ایک وقت چھوہارے ہوتے تھے۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا بستر چمڑے کا تھا جن کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔''

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی آل نے سیر ہو کر تین رات متواتر گیہوں کی روٹی نہیں کھائی جب سے کہ آپ علیہ السلام مدینہ تشریف لائے یہاں تک آپ علیہ السلام وصال فرما گئے''۔ (صحیح بخاری جلد 3 کتاب الدعوات)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ "مجھے علم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی

میدے کی نرم روٹی تناول فرمائی ہو۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کا وصال شریف ہو گیا اور نہ ہی کبھی آپ علیہ السلام نے اپنی چشم مبارکہ سے بھنی ہوئی بکری دیکھی"۔

ازصحیح بخاری شریف۔جلد۔2۔صفحہ۔956

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ "دوماہ گزر جاتے تیسرے مہینے چاند نظر آجاتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں آگ نہ جلتی تھی۔ حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کیا تناول فرمایا کرتی تھیں۔فرمایا کہ بس دو کالی چیزیں یعنی کھجور اور پانی۔

ازصحیح بخاری،جلد۔2۔صفحہ۔956

گواس سلسلے میں متعدد احادیث موجود ہیں مگر یہاں انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ہر باشعور انسان آسانی سے یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ جس عظیم الشان مالک حقیقی کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر دو دو ماہ چولہا نہیں جلتا تھا۔ پانی اور کھجوروں پر گزارا ہوتا ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن بھی شریک حال تھیں۔اُس ذات بابرکات کا دن مسجد میں گزرتا اور رات مصلّے پر کھڑے یاد الٰہی میں یوں بسر ہوتی کہ پاؤں مبارک پر ورم آجاتے جن کے در سے غریبوں کی مرادیں پوری ہوتیں۔ جو ہر ایک کے ہمدرد اور رحم کرنے والے تھے ایسی پاکیزہ ہستی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے عیش وعشرت کا تصور کرنا ہی محال اور پرلے درجے کی کم عقلی، گستاخی اور گھٹیا ذہنیت کی نشانی ہے۔کیا عرف عام میں کسی ایسے شخص کے لئے جس کو دو وقت کی روٹی میسر نہ ہو عیش وعشرت کرنے والے کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ہر گز نہیں۔تو پھر اس عظیم ہستی کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرنا بدترین تعصب ہے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی عظمت کا اندازہ بھی لگائیں کہ کبھی بھی ان کی زبان پر حالات کی تنگی کا شکوہ نہ آیا البتہ ایک مرتبہ بشری تقاضا کے تحت ایسا واقعہ ضرور پیش آیا جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔اس واقعہ کے سرزد ہونے کا منشا اُمت کے لئے کچھ احکامات فرمانا اور دوسرا دنیا والوں کو یہ بتانا بھی مقصد ٹھہرا کہ ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن کس قدر عظمت والی تھیں اور عشق رسول واطاعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جذبہ ان ہستیوں میں کس طرح کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔آیت تخییر میں ارشاد ہوا۔سورۃ الاحزاب آیات 28،29

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿۲۸﴾ وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلدَّارَ ٱلْءَاخِرَةَ فَإِنَّ ٱللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَٰتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۲۹﴾

ترجمہ: "اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی بیویوں سے فرمادیں کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو تو آؤ

میں تمہیں ساز وسامان دے کر بھلائی کے ساتھ رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور دار آخرت کو چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکوکاروں کے لئے عظیم اجر تیار کر رکھا ہے۔''

قربان جائیں ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے کہ جیسے ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیات ان کو سنائیں فوراً سب بول پڑیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا کی چاہت اور ساز وسامان پر ترجیح دیتی ہیں۔ یعنی ان میں سے ایک نے بھی دنیا کو اختیار نہ کیا بلکہ حضور علیہ السلام کی اطاعت گزاری کے لئے اپنی گردنیں خم فرما دیں۔

سرکار مدینہ سرور سینہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سی شادیاں جن اغراض و مقاصد کے تحت فرمائیں اس کے پیچھے دنیا کی عام شادیوں کا مقصد کارفرما نہیں تھا بلکہ یہ تو عظیم الشان اور بلند ترین فلسفہ کے تحت کیا گیا جس کی مختصر تفصیل تحریر کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

سب سے پہلے سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وحضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرما کر اسلام کے عظیم ترین ستون سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رشتہ قائم فرمایا۔ پھر سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی دو صاحبزادیاں حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیاہ کر رشتہ دامادی قائم فرمایا اسی طرح سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خاتون جنت سیدہ حضرت فاطمۃ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی فرما کر اُن کو اپنی فرزندی میں لیا۔ یہ سب کچھ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ان چاروں بزرگوں کے ساتھ جو نہایت کٹھن اور مشکل ترین حالات میں اسلام کے فدائی اور اوّلین مسلمان تھے اپنے تعلقات کو مزید پختہ فرمالیں۔ جو اسلام کے لئے نہایت ہی فائدہ مند اور سر بلندی کا باعث ثابت ہوں گے۔ تاریخ شاہد ہے کہ پوری کائنات میں ان عظیم ہستیوں سے بڑھ کر کوئی بھی عشاق رسول اور جان نثار حضور علیہ السلام پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ ہی قیامت تک پیدا ہو سکتا ہے۔ ان عظیم ہستیوں نے جان نثاری کی وہ عملی مثالیں پیش فرمائیں جن کی نظیر ملنا ناممکن ہے۔

خطہ عرب میں مدتوں سے ایک دستور چلا آرہا تھا۔ اور اہل عرب اس دستور پر بڑی سختی سے عمل کرتے تھے۔ اُن کے ہاں دامادی کا رشتہ مختلف قبائل کو ایک دوسرے کے قریب کرنے کا بڑا ہی مؤثر ذریعہ تھا۔ عرب داماد کے ساتھ جنگ وقتال اور محاذ آرائی کو نہایت ہی باعث شرم و عار حرکت خیال کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی دستور کو سامنے رکھتے ہوئے عرب کے مختلف قبائل کی عورتوں کو اپنی زوجیت کا شرف بخشا تا کہ مختلف قبائل کے دلوں میں اسلام کے خلاف جو نفرت پائی جاتی ہے اس کو ختم کر دیا جائے۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں ایسا ہی ہوا۔ اُم المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنی مخزوم میں سے تھیں۔ اُن کے ساتھ نکاح فرمایا نتیجہ یہ نکلا کے اس قبیلے سے تعلق رکھنے والی جری شخصیت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابوجہل اپنی مرضی

سے اسلام کی حقانیت کو دیکھ کر ساری سختی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے خود خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور بعد میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربار اقدس میں سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کا لقب عظیم پایا۔ اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد فرمایا تو انکے والد ابوسفیان اس کے بعد کبھی حضور علیہ السلام کے مقابلے میں نہ آئے اور آخر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا تو ان دونوں کے قبائل یعنی بنوالمصطلق اور بنی نضیر نے اسلام دشمنی ہی چھوڑ دی تاریخ اسلام کا مطالعہ کر لیں اس کے بعد ان دونوں قبیلوں کی طرف سے پھر کبھی اسلام کے خلاف کسی قسم کی حرکت سرزد نہیں ہوئی۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی فرمائی تو غزوہ بنوالمصطلق کے سینکڑوں گھرانے جو مسلمانوں کی قید میں تھے اہل حق نے حضور علیہ السلام کے سسرالی رشتہ دار ہونے کی حیثیت سے آزاد کر دیئے۔ بنوالمصطلق کے آزاد ہونے والے گھرانے اس احسان کے بعد اسلام کے خلاف کسی قسم کی حرکت کر سکتے تھے ہرگز نہیں اور نہ ہی انہوں نے کی۔ کیونکہ اہل عرب جہاں لاتعداد بری عادتوں کے عادی تھے وہاں اُن میں یہ خوبی بھی تھی کہ کسی قیمت پر بھی احسان فراموشی نہیں کرتے تھے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر عمر کی عورت سے نکاح فرمایا جن میں کنواری، بیوہ، مطلقہ، ادھیڑ عمر، جوان اور عمر رسیدہ بھی شامل تھیں۔ مقصد شریف یہ تھا کہ ان ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن کو مکمل احکام شریعت سکھلا دیں۔ ان کا تزکیہ نفس فرما کر اسلامی تہذیب وتمدن سے آراستہ کر دیا جائے تاکہ یہ شخصیات ہر عمر اور ہر علاقے کی عورتوں کو تربیت دے سکیں۔ اہل عرب کے ہاں عورت اور مرد کے اختلاط (میل جول) کا نہ تو رواج تھا اور نہ ہی ایسا کرنے کی گنجائش تھی۔ اس لئے بس ایک یہی طریقہ رہ جاتا تھا جس پر حضور علیہ السلام نے عمل فرما کر قیامت تک آنے والی عورتوں پر احسان عظیم فرمایا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن نے حضور علیہ السلام کے اقوال واحکامات کو اُمت تک پہنچانے میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نکاح اس مقصد کے لئے بھی فرمایا کہ حکم خداوندی کے مطابق اہل عرب کے ہاں مدتوں سے چلی آنے والی جاہلانہ رسم کو عملی طور پر توڑ دیا جائے۔ اہل عرب صدیوں سے متبنیٰ کو وہی حقوق اور عزت دیتے چلے آرہے تھے جو حقیقی بیٹے کو دی جاتی ہے گویا ان کے ہاں متبنیٰ اور حقیقی بیٹے میں کوئی فرق نہ تھا۔ اس دستور کو ختم کرنا تقریباً ناممکن ہو چکا تھا۔ اہل عرب کا یہ دستور اسلامی احکامات میراث نکاح اور طلاق کے ساتھ سختی سے مخالفت میں ٹکراتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے ذریعے عملی طور پر اس خود ساختہ پختہ عرب کے دستور کو ختم کروا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت جحش سے فرما دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عقد میں تھیں۔ حضرت زید رضی اللہ

تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام کے متبنیٰ (منہ بولے بیٹے) تھے۔ یہ پورا واقعہ ہم امہات المومنین رضوان اللہ تعالیٰ عنہن کے باب میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات زندگی میں بیان کر چکے ہیں۔ یہاں اشارۃً بیان کر دینا ہی مقصود تھا۔

میں نے قرآن وسنت اور حالات وواقعات کی روشنی میں تقریباً تفصیلی گفتگو پیش کر دی ہے۔ اب تعداد ازواج کے موضوع پر سب سے زیادہ گفتگو کرنے والے اعتراضات کے تیر چھوڑنے والوں کی تسلی ہو جانی چاہیئے۔ ان لوگوں کے لئے یہی بات باعث فائدہ ہوگی۔ کہ یہ لوگ اپنے معاشرہ کی طرف خصوصی توجہ دیں۔ کیونکہ ان لوگوں کی گناہوں جرائم اور ذلت سے بھرپور زندگیاں خود ان کے لئے باعث عار ہیں۔ یہ لوگ تعداد ازواج کے اصول سے انحراف کرتے ہوئے جس قسم کے رنج والم اور مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں وہ کسی بحث یا تشریح کا محتاج نہیں۔ یہ لوگ اگر غور سے اپنی زندگیوں کا مطالعہ خود ہی کر لیں تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے ہاں پائے جانے والے رسم ورواج اور شب وروز کی غیر اخلاقی حرکات بذات خود تعداد ازواج کے حق میں جاتی ہیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کرام

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کرام کی تعداد سات۔ جن میں سے چار بیٹیاں اور تین بیٹے تھے۔ ایک قول میں یہ تعداد 6 بتائی گئی ہے۔ جبکہ کچھ نے صاحبزادیوں کی تعداد پانچ بھی تحریر کی ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں کہ پہلا قول ہی صحیح ہے اور اس پر جمہور علماء کا اتفاق ہے۔ اس کے لئے جس قدر دیگر قول ہیں سب بے بنیاد ہیں۔ حضور علیہ السلام کی اولاد پاک میں سے چھ صاحبزادے اور صاحبزادیاں سیّدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے تھے جبکہ صرف ایک صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ علیہ السلام کی اُم ولد حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے تھے۔ یہ بچپن میں ہی انتقال فرما گئے تھے۔ سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے دو صاحبزادے حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے جن کا دوسرا نام طیب وطاہر تھا اس پر جمہور علما کا اتفاق ہے۔ جو بعض روایات یہ ملتی ہیں ان میں حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ طیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو صاحبزادے تھے۔ اس طرح صاحبزادوں اور صاحب زادیوں کی تعداد برابر ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے بچپن میں ہی انتقال فرما گئے تھے۔ البتہ چاروں صاحبزادیوں نے زمانہ اسلام پایا اور سب نے ہجرت کا شرف بھی حاصل کیا۔ یہاں ہم اولاد کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا الگ الگ تفصیلاً حال بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اولاد کرام کے اسمائے گرامی:۔

1- سیدنا حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

2- سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا
3- سیدہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
4- سیدہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا
5- سیدہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا
6- سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
7- سیدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

صاحبزادے

1- سیدنا حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے پہلے فرزند حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جو اعلان نبوت سے پہلے سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے انہیں صاحبزادہ کی وجہ سے ابوالقاسم کنیت فرماتے تھے۔ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پاؤں پر چلنے کی عمر تک حیات رہے۔ بعض کے نزدیک سواری کی عمر تک حیات رہے۔ جمہور علما اور اصحاب سیر کے مطابق حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو سال کی عمر تک زندہ رہے اور اعلان نبوت سے پہلے ہی اس دنیا سے کوچ فرما گئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک میں سب سے پہلے انتقال فرمانے والے یہی تھے۔

1- از زرقانی۔ جلد۔ 3۔ صفحہ۔ 194
2- از البدایۃ والنہایۃ۔ جلد۔ 5۔ صفحہ۔ 527
3- از مدارج النبوت۔ جلد۔ 2۔ صفحہ۔ 725 وغیرہ

2- سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد مکہ مکرمہ

میں سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچپن میں ہی انتقال فرما گئے۔ عاص بن وائل نے جب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کی خبر سنی اور اس سے پہلے وہ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا بھی سُن چکا تھا۔ کہنے لگا نعوذ باللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتر (بے نسل) ہو گئے ہیں۔ یاد رہے یہ شخص حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باپ تھا۔ اس شخص نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نسل منقطع ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں اس قسم کی بیہودہ بات کرنے والا انسان پسند نہ آیا فوراً اس کی مذمت میں سورۃ کوثر نازل فرمائی۔ جس میں (آیت 3) فرمایا۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴿۳﴾

ترجمہ: ''کہ آپ علیہ السلام سے بغض رکھنے والا ہر خیر سے بے نصیب ہے''۔

پھر ایسا ہی ہوا عاص بن وائل اس طرح بے نصیب و بے مراد ٹھہرا کہ اس کا نام لینے والا کوئی نہ رہا اور یوں اللہ تعالیٰ نے اُس کی نسل ہی منقطع فرما دی۔ اور دنیا وآخرت میں ہر کوئی اس کا نام لیتے وقت اس پر لعنت ہی بھیجے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوں خطاب فرمایا۔ (سورۃ الکوثر)

اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿۱﴾

ترجمہ: ''اے حبیب علیہ السلام ہم نے آپ (علیہ السلام) کو بے شمار خوبیاں یعنی کثرت عطا فرمائی''۔

یہاں کوثر کے معنی کثرت اور مبالغہ کے ہیں یہ وہ کثرت ہے جس کا اندازہ عقل انسانی کر ہی نہیں سکتی۔ جس کسی نے اس لفظ کی تشریح کی وہ ایسے ہی ہے جس طرح سمندر سے ایک قطرہ لے لیا جائے۔ علماء کرام کے اس لفظ کے بارے میں بہت سے قول ہیں کوئی اس میں معجزات، شفاعت، کمالات کو شمار کرتا ہے۔ کسی نے آپ علیہ السلام کی اُمت کو معنوی اعتبار سے اس میں شمار کیا ہے۔ کچھ حوض کوثر کو شامل کرتے ہیں۔ جو جنت میں آپ علیہ السلام کو عطا ہو گا۔ اس حوض سے جو بھی پی لے گا۔ پھر اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ جمہور کے نزدیک فضائل کثیرہ عطا کر کے تمام خلق پر افضل کیا حسن ظاہر بھی دیا حسنِ باطن بھی، نبوت بھی، کتاب بھی، حکمت بھی، علم بھی۔ شفاعت بھی، حوض کوثر بھی۔ کثرتِ امت بھی، اعدائے دین پر غلبہ بھی۔ کثرتِ فتوح بھی اور بے شمار نعمتیں اور فضیلتیں جن کا شمار نہیں۔ آپ علیہ السلام کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا آپ علیہ السلام کی اولاد میں بھی کثرت ہو گی۔ اور آپ علیہ السلام کے متبعین سے دنیا بھر جائے گی۔ آپ علیہ السلام کا ذکر منبروں پر بلند ہو گا۔ قیامت تک پیدا ہونے والے واعظ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ علیہ السلام کا ذکر کرتے رہیں گے۔ مختصراً سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام کمالات و برکات اس میں شامل ہیں۔ ہر کسی نے اپنے نور باطنی کے مطابق اس لفظ کی تشریح بیان کی ہے۔

3. سیدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک میں سے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخری صاحبزادے ہیں۔ان کی پیدائش ذوالحجہ 8 ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے تھے۔حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شاہ مقوقس نے مصر سے خدمت اقدس میں بطور ہدیہ بھیجا تھا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولیٰ (غلام) حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دایہ تھیں۔انہوں نے اپنے خاوند کو صاحبزادے کی پیدائش کی خبر دی چنانچہ حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خوش خبری حضور علیہ السلام کو جا کر سنائی۔رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صاحبزادے کی خوشخبری سُن کر آزاد فرما دیا۔حضرت جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور حضور علیہ السلام کو ابا ابراہیم کی کنیت سے مخاطب کیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مینڈھے عقیقہ میں ذبح فرمائے۔پھر حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر منڈوا کر بال زمین میں دفن کر دیئے۔ بالوں کے برابر چاندی وزن کرنے کے بعد صدقہ کی گئی۔صاحبزادے کا اسم گرامی حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رکھا۔

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''آج بیٹے کی ولادت ہوئی ہے اور میں نے اس کا نام اپنے جد امجد سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام پر ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رکھا ہے''۔پھر حضور علیہ السلام نے دو مینڈھے بطور عقیقہ ذبح کرائے صاحب زادے کے بال اُتروا کر ان کے برابر چاندی تول کر صدقہ فرمائی۔بال مبارک زمین میں دفن کر دیئے گئے۔اس کے بعد حضرت ام سیف رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بطور دایہ مقرر فرمایا۔ان کے خاوند ابوسیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آہنگر (لوہار کا کام کرنے والا) تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر ابوسیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر صاحبزادے کو دیکھنے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی راوی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر اولاد کے لئے میں نے کسی دوسرے کو شفیق نہیں دیکھا۔حضور علیہ السلام جب ابوسیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے جایا کرتے تو ہم بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ہوتے اور گھر کے اندر چلے جاتے حضور علیہ السلام حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گود میں لے کر اُنہیں پیار کیا کرتے۔اُس وقت ابوسیف نے گھر میں بھٹی جلائی ہوتی جہاں وہ اپنا کام کیا کرتے تھے۔بھٹی کے دھواں سے سارا گھر بھر جاتا تھا کبھی ایسا بھی ہوتا کہ میں حضور علیہ السلام سے پہلے

ابوسیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر چلا جاتا اور ان کو اطلاع دیتا کہ فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے گھر جلوہ افروز ہونے والے ہیں اس لئے تم اپنا کام بند کردو تاکہ گھر میں دھواں پیدا نہ ہو۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے حضور علیہ السلام نے عوالی مدینہ منورہ میں ایک گھر بنایا ہوا تھا۔ جیسے مشربہ اُم ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہا جاتا تھا۔ اس کا حال بھی پہلے گزر چکا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حالت نزع میں ہیں اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی خدمت اقدس میں تشریف فرما تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور چل پڑے۔ اس طرح چلتے ہوئے ابوسیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرہانے تشریف فرما ہوئے۔ وہ حالت نزع میں تھے۔ ان کو اپنی گود مقدس میں لے لیا۔ اُس وقت حضور علیہ السلام کی آنکھوں مبارکہ سے آنسو بہہ رہے تھے۔ فرمایا "اے ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ! ہم تمہارے فراق میں غم زدہ ہیں۔ ہماری آنکھیں رو رہی ہیں۔ اور ہمارے دل میں جلن ہے"۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہ فرمائی۔ اُس وقت حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف تقریباً پندرہ سولہ ماہ تھی کچھ علماء عمر مبارکہ ڈیڑھ سال بھی بیان کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حالت دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام بھی رو رہے ہیں جبکہ آپ علیہ السلام نے رونے سے منع فرمایا ہے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اے ابن عوف۔ تم میری جو حالت دیکھ رہے ہو یہ میت پر رحم اور شفقت کے اظہار کے لئے ہے۔ جو اس کو دیکھنے سے پیدا ہوتی ہے۔ میری طرف سے دو قسم کی آوازوں کے بارے میں ممانعت ہے۔ ایک تو گانا بجانے لہو ولعب اور مزامیر شیطانی کی آواز ہے۔ (مزامیر ان سازوں کو کہا جاتا ہے جو گاتے وقت سازندہ استعمال کرتے ہیں) دوسری وہ آواز ہے جو مصیبت کے وقت انسان کپڑے پھاڑنے، منہ نوچنے اور بین کرنے کی صورت میں پیدا کرتا ہے۔ آنکھوں سے فقط آنسو جاری ہو جانا تو محض رحم اور شفقت کی وجہ سے ہے۔ اور یاد رکھو جو کسی دوسرے پر رحم وشفقت نہیں کرتا۔ اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا"

ایک روایت میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونچی آواز سے رونے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کرنے سے روک دیا۔ انہوں نے عرض کیا یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ بھی تو رو رہے ہیں اس لئے میں بھی رونے لگا۔ ارشاد فرمایا "اَلْبُکَاءُ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَالصَّرَاخُ مِنَ الشَّیْطَانِ"۔ "رونا رحمت کی وجہ سے ہے۔ اور چیخنا شیطان سے ہے"۔

اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انکی دایہ حضرت اُم سیف رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غسل دیا۔ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ان کو حضرت عقیل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے غسل دیا۔جبکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی ڈال رہے تھے۔اُس وقت حضور علیہ السلام وہاں تشریف فرما تھے۔ بعد میں ان کو ایک چھوٹے تختہ پر لٹا کر جنازہ اُٹھایا گیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی ۔سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز نہ پڑھی گئی۔علماء حق اس کی یوں تاویل فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بذات خود نماز نہ پڑھی ہو۔ بلکہ دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو حکم فرمایا ہو کہ وہ نماز جنازہ پڑھیں۔یا پھر یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ نماز جنازہ باجماعت ادا نہ کی گئی ہو۔

تدفین

سیدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت البقیع میں دفن کیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "میں نے ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن ہصیص ابن کعب بن لوی بن غالب القرشی الجمحی) کے قریب دفن کیا ہے" پھر قبر شریف پر پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا۔اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ یہ پہلی قبر شریف تھی جس پر پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا۔بعد میں قبر شریف پر نشان بھی لگایا گیا۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خود پتھر اُٹھا کر لائے اور قبر انور پر بطور نشانی رکھا۔صحیح حدیث۔

سورج گرہن

جس روز حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا۔اُسی روز سورج کو گرہن لگا۔لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کی وجہ سے سورج کو گرہن لگا ہے۔

اہل عرب یہ گمان کرتے تھے کہ جب دنیا میں کوئی عظیم وفات یا حادثہ پیش آئے تو سورج و چاند کو گرہن لگ جاتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو ارشاد فرمایا ''چاند اور سورج دونوں اللہ کی نشانیاں ہیں وہ کسی کے مرنے یا جینے سے کبھی نہیں گہنائے جاتے۔یہ وہ دونوں نشانیاں ہیں جنکے ذریعے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے تا کہ انہیں عبرت اور نصیحت حاصل ہو وہ صدقہ خیرات کریں اور غلام آزاد کریں''

1- از:البدایہ والنہایۃ۔جلد۔5۔صفحہ۔528اور529

2- از:زرقانی۔جلد۔3۔صفحہ۔214

3- از:صحیح بخاری۔باب اولاد کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

4- از: واقدی۔

5- از: مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔726 تا 732 وغیرہ۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیاں

1- سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر کر چکے ہیں۔ یہاں آپ علیہ السلام کی صاحبزادیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا ذکر کر رہے ہیں۔

سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ السلام کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ بعثت نبوی سے دس سال پہلے پیدا ہوئیں۔ اُس وقت فخرِ کونین نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارکہ 30 سال تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسلام لے آئیں۔ ابوالعاص بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدالشمس بن عبدالمناف بن قصی القریشی جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خالہ ہند بنت خویلد کے بیٹے تھے ان کے ساتھ نکاح ہوا۔ ہند بنت خویلد سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حقیقی بہن تھیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کہنے پر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح اُن کے بھانجے ابوالعاص کے ساتھ بعثت سے پہلے کر دیا تھا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور آپ علیہ السلام کی ساری صاحبزادیاں رضی اللہ تعالیٰ عنہن حضور علیہ السلام پر ایمان لے آئیں۔ مگر ابوالعاص بدستور شرک پر قائم رہا۔ حضور علیہ السلام نے اپنی دوسری دونوں صاحبزادیوں حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح اپنے چچا ابولہب کے دو بیٹوں عقبہ بن ابولہب اور عتیبہ بن ابولہب سے بعثت شریفہ سے پہلے ہی فرما دیا تھا مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ جب حضور علیہ السلام نے اعلان نبوت کیا تو قریش نے آپس میں مشورہ کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صاحبزادیوں کو چھوڑ دیا جائے تاکہ آپ علیہ السلام کو تکلیف پہنچا سکیں۔ انہوں نے ابوالعاص سے بھی کہا کہ تم بھی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دو۔ ہم تیرا نکاح قریش کی جس عورت کے ساتھ چاہو کر دیتے ہیں۔ ابوالعاص نے اُن لوگوں کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ دوسری طرف ابولہب کے دونوں بیٹوں نے باپ کی بات مان کر حضرت رقیہ اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو طلاق دے دی۔

گو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ابوالعاص کے درمیان اسلام نے تفریق کر دی تھی مگر ہجرت کا واقعہ

ظہور میں آنے کی وجہ سے اس تفریق میں کمزوری پیدا ہوگئی۔اس کے بعد غزوہ بدر کے لئے مشرکین مکہ مدینہ منورہ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ابوالعاص قریش کی فوج میں شامل تھے۔اسیران بدر میں شامل تھے۔حضور علیہ السلام نے فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑنے کا اعلان فرما دیا تھا۔چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابوالعاص کے بھائی عمرو کے ہاتھ اپنا ہار بطور فدیہ خدمت اقدس میں بھیجا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب وہ ہار دیکھا جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شادی کے وقت حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جہیز میں دیا تھا تو آپ علیہ السلام کا دل مبارک بھر آیا اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یاد آگئیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے فرمایا ''کیا تم حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے اسیر کو رہا کر کے اور فدیہ کا مال بھی واپس کر سکتے ہو؟'' صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح آپ علیہ السلام کی مرضی مبارکہ ہے ہم صدق دل سے اُس پر عمل کرتے ہیں۔اس طرح مال فدیہ بھی واپس کر دیا اور ابوالعاص کو بھی رہا کر دیا گیا۔حضور علیہ السلام نے ابوالعاص سے وعدہ لیا کہ مکہ مکرمہ جا کر حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو مدینہ منورہ بھیج دیں گے۔ابوالعاص نے یہ بات تسلیم کر لی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ اور ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ابوالعاص کے ہمراہ رواؔنہ فرماتے ہوئے۔ہدایت فرمائی کہ تم دونوں مکہ مکرمہ سے پہلے وادی ناجح میں ہی ٹھہر جانا اور اس وقت تک وہاں ٹھہرے رہنا جب تک حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو ابوالعاص تمہارے سپرد نہ کر دیں پھر ان کو ہمراہ لے کر مدینہ منورہ چلے آنا۔یہ وادی ناجح ایک مقام کا نام ہے جو کہ مسجد عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بالمقابل ہے۔مسجد عائشہ اس جگہ پر ہے جہاں انہوں نے عمرہ کے لئے احرام زیب تن فرمایا تھا۔

اس واقعہ کے بعد ابوالعاص مکہ مکرمہ میں

اس واقعہ کے بعد ابوالعاص مکہ مکرمہ واپس پہنچا اس نے ایفائے عہد کرتے ہوئے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ تم اپنے والدگرامی کے پاس مدینہ منورہ چلی جاؤ۔انہوں نے خاموشی سے اندر ہی اندر تیاری شروع کر دی۔ایک روز ابوالعاص کے بھائی کنانہ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اونٹ پر سوار کرایا اور خود تیر کمان لے کر دن کے وقت اُن کے ہمراہ مدینہ منورہ کو روانہ ہوا۔قریش کے چند آدمیوں نے تعاقب شروع کر دیا۔اور وادی ذوطویٰ میں ان کو جا کر گھیر لیا۔ہبار بن اسود جو بعد میں مسلمان ہو گیا اُس نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اونٹ کو نیزے سے ڈرایا تو وہ زمین پر گر گئیں۔اُس وقت حاملہ تھیں اس لئے حمل ساقط ہو گیا۔یہ دیکھ کر ہمراہی کنانہ نے ترکش سے تیر نکال کر زمین پر رکھ لئے اور کہا جو شخص بھی میرے نزدیک آیا وہ تیر سے بچ کر نہیں جا سکے گا۔یہ سُن کر لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ابوسفیان نے یہ دیکھ کر کہا ٹھہرو ہماری بات سن لو۔کنانہ رک گیا۔ابوسفیان نے کہا ہمیں محمد (صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھوں جو مصیبتیں پہنچی ہیں اُن سے تم باخبر ہواگر تم یوں دن کے وقت انکی لڑکی کو ہمراہ لے جاؤ گے تو لوگ اس چیز کو ہماری کمزوری خیال کریں گے اس لئے اب واپس چلے چلو اور پھر رات کی خاموشی میں ان کو لے جانا۔ ہمیں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کنانہ نے ابوسفیان کی اس بات کو تسلیم کرلیا اور پھر چند روز کے بعد رات کے وقت سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اونٹ پر سوار کرایا اور یوں انہیں حضرت زید اور دوسرے انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم ساتھی کے پاس وادی ناجح میں چھوڑ آئے۔ اور یوں وہ دونوں سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہمراہ لیکر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

جمادی الاولیٰ 6 ہجری میں ابوالعاص قریش کا ایک تجارتی قافلہ لے کر ملک شام گیا واپسی پر جب یہ قافلہ مقام عیص پر پہنچا تو مسلمانوں کے ایک دستہ جس کے سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے نے اُس قافلہ کو گھیر لیا۔ سارا سامان اپنے قبضہ میں لے کر اہل قافلہ کو گرفتار کرلیا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب خبر ہوئی تو انہوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کسی مسلمان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی کو اپنے عہد و پیان میں لے لے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ''ہاں مسلمان کو یہ حق حاصل ہے''۔ تب سیّدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گواہ رہیں میں ابوالعاص کو اپنی پناہ میں لیتی ہوں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے جب یہ سُنا تو انہوں نے ابوالعاص سے کہا تم مسلمان ہو جاؤ یوں یہ سارا مال بھی تمہارے لئے غنیمت بن جائے گا۔ ابوالعاص نے جواب دیا میں اس ناپاک مال کو غنیمت کے طور پر لے کر اپنے دین کو پلید نہیں کرنا چاہتا مجھے ایسا کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ قیدی اور مال ابوالعاص کو واپس کر دیا گیا اور یوں وہ اس قافلے کے ہمراہ مکہ مکرمہ پہنچا۔ سارا مال قریش کے حوالے کیا۔ اور اُن لوگوں سے پوچھا تم میں سے کسی کا مال میرے ذمہ تو نہیں رہتا۔ سب نے جواب دیا ہرگز نہیں رہتا ہم سب کو اپنا اپنا مال مل گیا ہے۔ ابوالعاص نے کہا خدا کی قسم اگر میں تمہارا مال واپس کئے بغیر اسلام لے آتا تو تم لوگوں نے کہنا تھا ابوالعاص نے مال ہضم کرنے کی وجہ سے اسلام قبول کیا ہے۔ اب جبکہ تمہارا مال واپس کرچکا ہوں تو سنو لو میں اقرار کرتا ہوں ''لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' اس کے بعد مجلس سے اُٹھے گھر تشریف لائے اور پھر ہجرت فرما کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام کا اقرار کیا۔ آپ علیہ السلام نے سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو انکے ساتھ قدیم یا جدید نکاح کے ساتھ رخصت فرمایا۔

وفات شریف

سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں 8 ہجری کو مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ حضرت اُم ایمن، حضرت سودہ اور حضرت سلمہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہن نے غسل

دیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قبر میں اتارا۔ حدیث شریف میں آتا ہے جسے حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اصل نام نسیبہ بنت حارث تھا اور انصار کے قبیلہ ابی مالک بن النجار سے تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے 41 حدیثیں مروی ہیں۔ صحابیات میں ان کا بڑا مرتبہ تھا۔ اُم عطیہ عہدِ رسالت علیہ السلام کے سات معرکوں میں شریک ہوئیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی۔ مریضوں کی تیمارداری اور سامان کی حفاظت کرتی تھیں۔ خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں بصرہ میں سکونت اختیار کرلی اور وہیں وفات پائی) نے روایت کیا ہے۔ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں ہمارے پاس تشریف لائے کہ ہم حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غسل دے رہی تھیں۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "تین بار غسل دیا جائے"۔ ایسا کرنے کا مطلب یہ تھا میت اچھی طرح پاک ہوکر اُسے نظافت حاصل ہوجائے شرعی طور پر اگر میت کو تین بار سے زیادہ غسل دینے کی ضرورت ہو تو ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ حضور علیہ السلام نے حکم فرمایا کہ "غسل کے لئے استعمال ہونے والا پانی خالص ہو اور اس میں بیری کے پتے شامل کردیئے جائیں۔ آخری غسل دیتے وقت پانی میں کافور ملایا جائے"۔ ایک روایت میں مشک شامل کرنے کا حکم بھی فرمایا ہے۔ مزید ارشاد فرمایا "جب غسل سے فارغ ہوجائیں تو اطلاع دی جائے"۔ چنانچہ غسل سے فراغت کے بعد اطلاع دی گئی۔ حضور علیہ السلام نے اپنا تہبند مبارک عطا کیا اور فرمایا "اس کو کفن کے طور پر استعمال کیا جائے۔ کفن بدن کے ساتھ چپکا ہو"۔ یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ بزرگوں سے تبرکات لینا مستحب ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد

سیّدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئے۔ بیٹے کا نام علی اور بیٹی کا نام حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ حضرت علی بن ابو العاص تو والدہ گرامی کی زندگی میں ہی بلوغ کے قریب تھے کہ انتقال فرما گئے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ وہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑی محبت رکھتے تھے۔ نماز کے دوران وہ حضور علیہ السلام کی پشت مبارکہ پر بیٹھ گئیں جب حضور علیہ السلام سجدہ سے فارغ ہوئے تو ان کو اٹھا کر اپنے دوش مبارک پر سوار فرما لیا۔ اس جگہ ایک سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا دوران نماز ایسا کرنا جائز ہے۔ شارحین اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ نماز کے دوران یہ فعل حضور علیہ السلام نہیں فرما رہے تھے بلکہ حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود ہی دوش مبارک پر سوار ہوجاتیں اور خود ہی اُتر جاتی تھیں۔ ایک دفعہ شاہ حبشہ نجاشی نے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں ایک حلہ اور انگوٹھی بھیجی آپ علیہ السلام نے دونوں چیزیں حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عطا فرما دیں۔

سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ کسی نے حضور علیہ السلام کو ایک قیمتی زرین ہار ہدیہ کیا۔ ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن ایک ہی مکان میں اتفاقاً اکٹھی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لائے ۔ہم سب نے عرض کیا یہ ہار کیسا ہے ایسا خوبصورت اور عجیب وغریب ہار ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ''میں یہ ہار اپنے محبوب ترین اہل کو دوں گا''۔ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے خیال کیا۔ کہ یہ ہار حضور علیہ السلام عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عطا فرمائیں گے۔ اس وقت حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر کے ایک گوشہ میں کھیل رہی تھیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے قریب بلایا اور وہ ہار ان کے گلے میں ڈال دیا۔

سیّدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے انتقال کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت کی تھی کہ میرے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امامہ بنت زینب بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح فرمالیں۔ اس طرح حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کردیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی کہ میری شہادت کے بعد حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حضرت مغیرہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکاح کرلیں۔ سیّدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی وصیت پر عمل کیا گیا۔ حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت مغیرہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر ہی انتقال فرمایا۔ حضرت مغیرہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا۔ بعض سیرت نگاریوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کوئی اولاد نہ تھی۔ واللہ اعلم۔

1- ازصحیح بخاری، باب فضائل اولاد کرام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
2- ازصحیح مسلم، باب فضائل اولاد کرام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
3- ابن سعد واحمد وابویعلی بسند حسن عن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
4- اززرقانی۔ جلد۔3۔ صفحہ۔195
5- ازالبدایہ والنہایۃ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔529 تا 531
6- ازمدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔732 تا 736 وغیرہ۔

2- سیدہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیدہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری صاحبزادی تھیں۔ آپ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تین سال بعد پیدا ہوئیں۔ حضور علیہ السلام نے حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اعلان نبوت سے قبل ابولہب کے دونوں بیٹوں عقبہ اور عتیبہ سے منسوب فرمادیا تھا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو عقبہ بن ابولہب اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا عتیبہ بن ابولہب سے منسوب تھیں۔ دونوں صاحبزادیوں کا صرف نکاح ہوا تھا رخصتی نہیں ہوئی تھی۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت کے بعد جب تبلیغ کا کام شروع فرمایا تو ابولہب نے زبردست مخالفت کی یہاں تک کہ قرآن کریم میں اس لعین کی مذمت میں سورۃ ''تبت یدیٰ'' نازل ہوئی۔ اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلا کر کہا کہ اگر تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دونوں بیٹیوں کو طلاق نہ دی تو سمجھ لو تمہارا اور میرا سونا اور بیٹھنا حرام ہے۔ ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ اُس نے کہا اے عتیبہ تمہارا سر حرام ہے۔ اس سے مراد یہ تھی کہ اگر تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صاحبزادی کو اپنے سے جدا نہیں کرے گا تو میں تم سے بیزار ہوں گا۔ اس طرح دونوں بیٹوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضور علیہ السلام کی صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمادیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حکم رسالت کے مطابق حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تھیں۔ کچھ عرصہ تک آپ دونوں کی کوئی خبر مکہ مکرمہ نہ پہنچی۔ ایک عورت حبشہ سے مکۃ المکرّمہ آئی اور اس نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے دونوں کو خیریت کے ساتھ خود حبشہ میں دیکھا ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر سُن کر ارشاد فرمایا۔

"صحبهما الله ان عثمان اول من ھا جربا ھله بعد لوط (علیہ السلام) ''اللہ ان دونوں کے ساتھ ہو۔ تحقیق عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت لوط علیہ السلام کے بعد وہ پہلا شخص ہے جس نے معہ اہل وعیال ہجرت کی ہے۔"

حبشہ میں ہی ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ وہ چھ سال کی عمر کو پہنچ کر انتقال فرما گئے۔

وفات شریف

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہجرت فرما کر مستقل مدینہ منورہ میں آباد ہوگئے تھے۔ جب غزوہ بدر ہوا تو حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سخت بیمار تھیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ

وآلہ سلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیّدہ کی تیمارداری کے لئے مدینہ منورہ میں ہی رہنے کا حکم فرمایا اور جنگ کے لئے ہمراہ نہ لے کر گئے۔ فتح کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیگر مجاہدین کی طرح مال غنیمت میں سے حصہ دیا یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بدری صحابہ میں شامل کیا جاتا ہے۔

جس روز حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر (رمضان المبارک 2ھ) میں مسلمانوں کی فتح عظیم کی خبر لے کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تدفین میں مصروف تھے۔ یاد رہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی سیدہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری کے لئے مدینہ منورہ میں چھوڑ گئے تھے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ میں داخل ہوکر باآواز بلند تکبیر بلند فرمائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دیکھو کون ہے۔ اور کیا کہتا ہے۔ انہوں نے دیکھا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناقہ (قصویٰ) پر سوار ہیں اور لوگوں کو مشرکین کے قتل انکی زبردست شکست اور مسلمانوں کی شاندار عظیم فتح کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔

عمر شریف

سیدہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب انتقال فرمایا تو اُس وقت ان کی عمر مبارکہ 20 (بیس) سال تھی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ بدر میں شرکت کی وجہ سے سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنازے اور تدفین میں شریک نہ ہوسکے۔

3- حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری صاحبزادی کا نام اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کنیت سے ہی مشہور تھیں اصل نام کے سلسلے میں کتب سیر خاموش ہیں۔ جیسا کہ ہم حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات میں ذکر کر چکے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے عتیبہ بن ابو لہب کے نکاح میں تھیں مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی۔

اعلان نبوت کے بعد جب سورۃ "تَبَّتْ یَدَا" نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں کو حکم دیا کہ حضور علیہ السلام کی صاحبزادیوں کو طلاق دے دیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا مگر یہ بدبخت انسان عتیبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گستاخی سے پیش آیا۔ اس نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر کہا۔ میں آپ (علیہ السلام)

کے دین سے بیزار ہوں مجھے نہ تو یہ دین پسند ہے اور نہ ہی (نعوذ باللہ) آپ (علیہ السلام) پسند ہیں اسکے علاوہ بدبخت نے یہ گستاخی کی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیراہن مبارک چاک کر دیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

"اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْبًا مِنْ کِلَابِکَ"

ترجمہ: "اے اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو اس ملعون پر مسلط فرما دے"۔

حضور علیہ السلام نے جب یہ فرمایا تو اس وقت حضرت ابوطالب بھی محفل میں موجود تھے انہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی ہو اور وہ قبول نہ ہوئی ہو۔

عتیبہ کی موت

کچھ عرصہ کے بعد ابولہب ایک تجارتی قافلہ لے کر گیا یہ عتیبہ لعین بھی اس کے ہمراہ تھا ملک شام کے راستے میں ایک زرقاء مقام آتا ہے۔ وہاں پہنچ کر اس قافلہ نے پڑاؤ کیا۔ عیسائیوں کا صومعہ نامی راہب وہاں رہتا تھا۔ اس نے ابولہب سے کہا کہ یہاں درندے بہت ہوتے ہیں۔ یہ سن کر ابولہب کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان یاد آ گیا۔ اُس نے اہل قافلہ سے کہا کہ تم لوگوں کو میری عمر اور میرا حق معلوم ہے۔ وہ بولے ہاں معلوم ہے۔ پھر ابولہب بولا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے میرے بیٹے کے لئے بددعا کی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ آج رات وہ بددعا پوری نہ ہو جائے۔ اس لئے تم لوگ اپنا سارا سامان ایک جگہ اکٹھا کر لو اور اس سامان کے اُوپر میرا بیٹا سوئے گا تم لوگ اردگرد حفاظت کی غرض سے ہوشیار رہنا۔ ساتھیوں نے ایسا ہی کیا اور سامان کے ڈھیر پر عتیبہ کو سلا دیا۔ رات کے وقت اللہ تعالیٰ نے اُن سب لوگوں پر نیند کو غالب فرما دیا۔ ایک شیر آیا اس نے ہر ایک فرد کو باری باری سونگھا مگر کسی کو کچھ نہ کہا آخر میں کود کر مال و متاع کے ڈھیر پر پہنچ گیا اور عتیبہ کو پھاڑ کر جہنم رسید کیا۔ اہل قافلہ جب بیدار ہوئے تو عتیبہ اپنے انجام پہنچ کو چکا تھا ان لوگوں نے شیر کو بہت تلاش کیا مگر وہ نہ مل سکا۔ یوں حضور علیہ السلام کا فرمان مبارک سچ ثابت ہوا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح

مسلمان جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں آباد ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لخت جگر سیّدہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا 3 ہجری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نکاح فرما دیا۔ اس سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح سیدہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو چکا تھا مگر وہ غزوہ بدر کے سال انتقال فرما گئی تھیں۔ مفصل حال گزر چکا ہے۔ یہ حضور علیہ السلام کی دوسری صاحب زادی تھیں۔ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کے وقت ارشاد فرمایا کہ "حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس کھڑے ہیں اور مجھے یہ خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں اُم کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو تمہاری زوجیت میں دے

دوں''۔اس طرح حضور علیہ السلام نے حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح فرمادیا۔اس کے بعد سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذوالنورین (دونوروں والا) لقب عطا ہوا۔

وفات شریف

سیدہ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں چھ سال کا عرصہ رہیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ماہ شعبان 9 ہجری میں انتقال فرمایا۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی۔حضرت علی حضرت فضل بن عباس اور حضرت اُسامہ بن زید رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے لحد میں اُتارا۔حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر شریف کے کنارے پر تشریف فرما تھے۔اور آنکھوں مبارکہ سے آنسو جاری تھے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی

سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات شریف کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔"اے عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں میں یکے بعد دیگرے ان کو تمہارے نکاح میں دیتا جاتا''

1- از: الطبرانی۔مجمع الزوائد۔جلد۔9۔صفحہ۔217

2- از: البدایہ والنہایۃ۔جلد۔5۔صفحہ۔531اور532

3- از: زرقانی۔جلد۔3۔صفحہ۔199

4- از: مدارج النبوت۔جلد۔2۔صفحہ۔736تا739، وغیرہ۔

4. سیّدہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے چھوٹی اور چوتھی صاحبزادی تھیں۔ان سے پہلے تین صاحبزادیوں کا ذکر ہم بیان کر چکے ہیں۔حضور علیہ السلام کی اولاد کرام میں سب سے زیادہ آپ علیہ السلام کی محبوب اور پیاری بیٹی تھیں۔آپ علیہ السلام نے اپنی اس شہزادی سے فرمایا تھا۔''سیدۃ النساء العالمین اور سیدۃ النساء اہل الجنتہ ہیں''۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔ان سب کا یہاں بیان کرنا تو ممکن نہیں ہے۔مگر چیدہ چیدہ ہدیۂ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔اللہ قبول فرمائے۔آمین۔

ولادت باسعادت

سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت باسعادت کے بارے میں دو تین قول کتب سیر میں آتے ہیں ایک قول ابن اسحاق سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام کی ساری اولاد پاک اعلان نبوت سے پہلے پیدا ہوئی۔

اصحاب سیر ابوبکر رازی کا قول بیان کرتے ہیں کہ سیدہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا 41 نبوی میں پیدا ہوئیں۔ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ "ولادت بعثت کے پہلے سال ہوئی" امام عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے جب قریش مکہ مکرمہ خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے اس وقت ہوئی۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت ہی سب سے مشہور اور اصحاب سیر کے ہاں صحیح تسلیم کی جاتی ہے۔ اس طرح سیّدہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کل عمر 26 سال بنتی ہے۔ واللہ اعلم۔

اسم گرامی اور القاب کی وضاحت

سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسم گرامی فاطمہ تھا۔ فاطمہ اسم گرامی کا سبب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محبت رکھنے والے تمام صحیح العقیدہ مسلمانوں کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھا ہے۔

زہرا اور بتول: سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زہرا اور بتول دو لقب تھے۔ بتول لقب مبارک اس لئے تھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے زمانے کی تمام عورتوں سے دین اور حسن و جمال کی نسبت فضیلت رکھتی تھیں۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ تعالیٰ کے علاوہ سب سے بے نیاز تھیں۔

زہرا= آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے باطنی زہد وصفا کی وجہ سے کمال عروج پر تھیں۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نکاح

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ بدر سے واپس تشریف لائے تو آپ علیہ السلام نے ماہ رمضان المبارک 2 ہجری میں سیدہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نکاح فرما دیا۔ آپ علیہ السلام نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا "تمہارے پاس حق مہر ادا کرنے کے لئے کچھ ہے"۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس ایک گھوڑا اور ایک زرّہ ہے۔ فرمایا گھوڑا "جہاد کے لئے ضروری ہے البتہ زرہ فروخت کر دو"۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ زرّہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ 480 درہم میں فروخت کر دی۔ اور ساری رقم لا کر خدمت اقدس میں پیش کر دی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ زرہ بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدیۃً واپس کر دی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے سارا واقعہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ حضور علیہ السلام نے اس رقم میں سے کچھ درہم حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت فرمائے تاکہ بازار سے خوشبو خرید لائیں باقی جہیز کی خریداری کے لئے اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا (والدہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سپرد فرما دیئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم سے وحی کے نزول کے مطابق کیا گیا۔

جب نکاح شریف ہوا تو سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر شریف 21 (اکیس) سال تھی۔ یہاں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف بعض روایات کے مطابق اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان وقبول اسلام فرمایا اُس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی۔ دوسرے قول کے مطابق دس سال تھی۔ اگر پہلا قول لیا جائے تو نکاح کے وقت عمر مبارکہ 21 سال تھی جبکہ دوسرے قول کے مطابق 24 سال ڈیڑھ ماہ تھی۔ پہلا قول ہی راجح ہے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جہیز

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو جہیز عطا فرمایا اُس کی تفصیل یہ ہے۔

1- ایک عدد لحاف

2- ایک عدد چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

3- دو عدد آٹا پیسنے کی چکیاں

4- ایک عدد پانی لانے کے لئے مشک یعنی مشکیزہ۔

5- دو عدد گھڑے۔ (مٹی کے مٹکے)

آج کل جہیز کے سلسلے میں ہمارا معاشرہ جن بُری رسومات میں پھنسا ہوا ہے اللہ اس سے محفوظ فرمائے۔ کائنات کے مالک محبوب خدا تاجدار عرب وعجم فخر کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لخت جگر کو جو جہیز عطا فرمایا۔ اُسکی تفصیل پر غور کرنے کی ہر مسلمان کو سخت ضرورت ہے۔ اگر ہم سب سنت مقدسہ کو سامنے رکھتے ہوئے۔ اس پر عمل کریں تو ہمارا معاشرہ جہیز کی اس لعنت سے بچ کر جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔ دعا ہے۔ اللہ کریم حضور علیہ السلام کے وسیلہ جلیلہ سے ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اولادِ کرام

اسی سال یعنی 2 ہجری میں ماہ ذوالحجہ میں عروسی ادا کی گئی۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کرایہ پر

الگ مکان لیا۔ جو بعد میں حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدیہ میں دے دیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولادِ پاک میں سیّدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ کسی اور سے آپ علیہ السلام کا سلسلہ مبارک نہیں چلا۔ سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن اقدس سے پانچ اولاد ہوئیں۔ جن میں سے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔

1- سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما

2- سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

3- سیدنا حضرت محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ان کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔

4- سیدہ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ان کا نکاح سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا مگر کوئی اولاد نہ ہوئی۔

5- سیدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہوا اور اولاد بھی ہوئی۔

فضائل و مناقب

سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل و مناقب اس قدر زیادہ ہیں کہ اگر ان کو تفصیل سے لکھا جائے تو دفتر کے دفتر درکار ہیں۔ یہاں چیدہ چیدہ فضائل و مناقب لکھنے پر ہی اکتفا کیا جا رہا ہے۔ دعا ہے اللہ قبول فرمائے۔ آمین۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سب سے زیادہ پیار و محبت فرماتے تھے۔ جب سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے سیّدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے۔

صحیح حدیث میں روایت ہے کہ:۔

"فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نَسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّتِ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّد شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ"۔

ترجمہ: ''سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت کے لوگوں (اہل شباب) کے سردار ہیں''۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔

"اِنَّ اللهَ يَغْضِبُ فَاطِمَةَ وَيَرْضٰى بِرَضَاهَا"

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غصّہ سے غضب فرماتا ہے اور ان کی رضا کے

ساتھ خوش ہوتا ہے۔"

بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے:۔

''وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَاطِمَۃُ سَیِّدَۃُ نِسَآءِ اَھْلَ الْجَنَّۃِ''

ترجمہ: ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:۔

''اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَۃُ مِنِّی فَمَنْ اَغْضَبَھَا اَغْضَبَنِی''

ترجمہ:۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرے گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جس نے اس کو غضب ناک کیا اسنے مجھ کو غضب ناک کیا۔''

سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر کا سارا کام کاج خود کیا کرتی تھیں۔ ایک روز اُنہیں معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے پاس مال غنیمت میں کچھ لونڈیاں اور غلام آئے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ اور حضور علیہ السلام سے عرض کی کہ ان لونڈیوں میں سے ایک مجھے عطا فرما دیں تا کہ وہ میرے ساتھ گھر کے کام کاج میں مدد دے سکے۔ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''بیٹی تم دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دو'' مفصل حال پہلے تحریر ہو چکا ہے وغیرہ۔

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کو فرش پر بیٹھ جانے کا حکم فرمایا اور ان کی دل جوئی کی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ علیہ السلام کو زیادہ محبوب ہیں یا میں۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''یہ تم سے زیادہ مجھے محبوب ہے اور تم ان سے زیادہ مجھے پیارے ہو''۔

ایک مرتبہ فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ سیّدہ نے اونٹ کے بالوں کا بنا ہوا ایک موٹا لباس زیب تن فرما رکھا ہے۔ یہ دیکھ کر آپ علیہ السلام کی چشم مبارک سے آنسو جاری ہو گئے فرمایا ''اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آج دنیا کی تنگی اور سختی کے وقت تم صابر رہو تا کہ قیامت کے دن تمہیں جنت کی نعمتوں کا حصول حاصل ہو''۔

روایت میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس وقت اپنا دست اقدس سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صدر (سینہ) اقدس پر رکھا ہوا تھا۔ دعا کی ''اے اللہ انہیں بھوک کی اذیت سے نجات عطا فرما''۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ اُس کے بعد پھر مجھے کبھی بھوک کا احساس نہیں ہوا۔

شادی شدہ ہونے کی وجہ سے جیسا کہ خانگی معاملات میں بعض اوقات میاں بیوی کے درمیان کچھ رنجش ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان بھی رنجش ہو جایا

کرتی تھی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے درمیان مصالحت فرما دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر پر موجود نہ تھے۔ آپ علیہ السلام نے عربی محاورے کے مطابق دریافت فرمایا ''میرا چچا کا بیٹا کہاں ہے''۔ سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا ہمارے درمیان کچھ رنجش پیدا ہوگئی ہے۔ اور وہ ناراض ہو کر باہر تشریف لے گئے ہیں۔ اور گھر میں قیلولہ نہیں فرمایا۔ آپ علیہ السلام نے کسی کو بھیجا کہ دیکھ کر آئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں ہیں۔ اس شخص نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام مسجد میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کے صحن میں پہلو کے بل لیٹے سو رہے ہیں۔ چادر پہلو سے ہٹی ہوئی ہے اور رخسار مبارک پر گرد لگی ہے۔ حضور علیہ السلام اس لگی ہوئی خاک کو جھاڑنے لگے اور فرمایا ''اے ابو تراب! (مٹی کے باپ) اُٹھ بیٹھو''۔ وہ فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج المتوفی 91ھ بعمر 96 سال۔ 188 حدیثیں روایت کی ہیں) فرماتے ہیں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس نام یعنی ابو تراب سے پیارا اور کوئی نام نہ تھا۔

از: صحیح بخاری و مسلم شریف۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز وہ سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے۔ اور اُن سے فرمایا۔ اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ محبوب ترین میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم۔ سوائے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد گرامی کے کسی اور دوسرے کو میں نے آپ علیہ السلام سے زیادہ محبوب نہیں دیکھا۔

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ محترمہ خیر النساء سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مشاہدہ کیا ہے۔ گھر کی مسجد کے محراب میں ساری ساری رات نماز میں مصروف رہتیں۔ یہاں تک کہ صبح صادق ہو جاتی تھی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسلمانوں اور مسلمان عورتوں کے لئے بہت دعا فرمایا کرتی تھیں۔ اپنی ذات کے لئے کبھی دعا نہ فرماتی تھیں۔ انہوں نے ارشاد فرمایا اے میرے بیٹے پہلے ہمسائے اور پھر اپنے گھر والے۔

سیدنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں ان سب کا یہاں تحریر کرنا ممکن نہیں اس لئے مذکورہ مناقب پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے دعا ہے اللہ کریم اپنے محبوب علیہ السلام کے صدقے قبول فرمائے۔ آمین۔

وفات شریف

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد کسی نے ہنستے نہیں دیکھا۔ حضور علیہ السلام نے ان کو اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں ہی بشارت فرمادی تھی کہ اے فاطمہ! (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) مجھے میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم ہی آ کر ملو گی۔ اس کا مفصل حال گزر چکا ہے۔

حضور علیہ السلام کے وصال شریف کے چھ ماہ بعد 3 رمضان المبارک 11 ہجری کو سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس فانی دنیا سے کوچ فرمایا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور رات کے وقت جنّت البقیع میں دفن کی گئیں سیدنا حضرت علی و حضرت عباس اور حضرت فضل رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے لحد میں اُتارا۔

1- از: البدایہ والنہایۃ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔506 اور 507
2- از: زرقانی۔ جلد۔3۔ صفحہ۔202 تا 207
3- از: مجمع الزوائد۔ جلد۔9۔ صفحہ۔217
4- از: الاصابہ۔ جلد۔4۔ صفحہ۔379
5- از: مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔739 تا 742
6- از: بخاری شریف جلد 2 صفحہ 504 تا 526 کتاب بدءالخلق

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمائیں

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خداموں کا تفصیلی ذکر جہاں جہاں سے مل سکا حاصل کرنے کے بعد رقم کر دیا گیا ہے۔ کتب سیر، روایات، تاریخ اسلام اور احادیث مبارکہ میں ان بزرگوں کے جتنے حالات مل سکے تحریر کر دیے ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خادمائیں

یہاں میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خادمائیں جو خدمت اقدس میں رہ کر دین و دنیا کی نعمتیں حاصل کر چکی ہیں ان کا ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اللہ کریم اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وسیلہ جلیلہ سے میری یہ محنت قبول فرمائے۔ آمین۔

اسماءِ گرامی

-1	حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا	-2	حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
-3	حضرت اُم رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہا	-4	حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
-5	حضرت امیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	-6	حضرت لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
-7	حضرت شیریں رضی اللہ تعالیٰ عنہا	-8	حضرت اُم عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

-1 حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اصل نام حضرت برکت تھا۔ برکت بنت ثعلبہ بن عمرو بن نعمان۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حبشیہ تھیں۔ اصل نام پر ان کی کنیت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا غالب تھی اس لئے اسی نام سے مشہور ہیں۔

حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے خاوند عبید بن زید حبشی سے ان کا ایک بیٹا تھا۔ اسلام لانے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے دوسری شادی کی۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئے۔ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دو ہجرتیں فرمائیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اولین اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے تو یہ مکہ مکرمہ میں پیچھے رہ گئی تھی بعد میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئیں۔

حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیّدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حضور علیہ السلام کی دایہ تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ شرف حاصل ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اپنے والد گرامی کا وارث بنایا تھا (روایت از واقدی) دیگر اصحاب سیر کا کہنا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی والدہ ماجدہ سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جائیداد کا وارث بنایا تھا۔ واللہ اعلم۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے ملاقات کی تو یہ رو پڑیں۔ شیخین نے فرمایا کیا آپ علم نہیں رکھتیں کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ حضور علیہ السلام کے لئے بہتر ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا۔ میں جانتی ہوں مگر میں تو اس لئے رو رہی ہوں کہ اب آسمان سے وحی آنا بند ہو گئی ہے۔ یہ سُن کر شیخین بھی رونے لگے۔ حضور علیہ السلام کو ان سے بڑی ہی محبت تھی۔

ابوبکر بن خثیمہ بیان کرتے ہیں کہ سلیمان بن ابی شیخ نے مجھے بتایا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ "حضرت اُم ایمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میری ماں کے بعد میری ماں ہیں"۔

واقدی اپنے مدنی اصحاب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا خدمت اقدس میں موجود تھیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی نوش فرما رہے تھے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا مجھے بھی پانی پلایئے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی وہاں موجود تھیں انہوں نے یہ سُن کر فرمایا۔" کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کہہ رہی ہو؟ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا میں نے حضور علیہ السلام کی بہت خدمت کی ہے۔ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا" آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے سچ کہا ہے"۔ اس کے بعد پانی لا کر حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پلایا۔

مفضل بن غسان بیان کرتے ہیں کہ وہب بن جریر نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے عثمان بن قاسم سے سُنا کہ جب حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہجرت فرمائی تو "الروحا" سے پہلے "المنعر ف" کے مقام پر شام ہوگئی۔ وہ اُس وقت روزہ دار تھیں۔ شدید پیاس محسوس کرنے لگیں۔ اُس وقت آسمان سے ایک سفید رسی کے ساتھ پانی کا ڈول اُن پر اُترا۔ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے وہ پانی پیا تو اُس کے بعد مجھے پیاس نے کبھی تکلیف نہ دی۔ مجھے روزے میں شدید گرمی کے باوجود بھی کبھی پیاس نے تنگ نہ کیا۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح میں فرماتے ہیں۔ اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن یوسف عن ابن وہب عن یونس بن یزید عن زہری بھی بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دایہ تھیں۔ جب حضور علیہ السلام بڑے ہوئے تو آپ علیہ السلام نے اُن کو آزاد فرمادیا۔ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا۔ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔ "یہ میرے اہل بیت کی چیدہ شخصیت ہے۔"

وفات شریف

حضرت امام بخاری صحیح میں اور امام زہری بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے پانچ ماہ بعد 11 ہجری میں ہی اس فانی دنیا سے رخصت ہوئیں۔

کچھ سیرت نگار بیان کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ السلام کے وصال شریف سے چھ ماہ بعد فوت ہوئیں۔

امام مسلم صحیح میں ابو طاہر اور حرملہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد تک زندہ رہیں۔ واقدی کا بیان ہے کہ حضرت اُم ایمن رضی

اللہ تعالیٰ عنہا نے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آغاز میں وفات پائی۔

ہمیں حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بارے میں جو روایات مل سکیں تحریر کر دی ہیں۔اللہ قبول فرمائے۔

1- از: البدایہ والنہایۃ۔جلد۔5۔صفحہ۔556 تا 558

2- از: مدارج النبوت۔جلد۔2۔صفحہ۔807۔

2- حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ تھیں۔ان کے حالات زندگی کے بارے میں کتب سیر میں تفصیل نہیں ملتی۔"روضۃ الاحباب اور 'مواہب الدنیہ' میں صرف اتنا ذکر ملتا ہے کہ یہ حضور علیہ السلام کی خادمہ تھیں۔اور حفص کی دادی ہیں۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت، حصہ دوئم میں فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات زندگی معلوم کرنے کیلئے بڑی جستجو کی بے شمار کتب پڑھیں مگر مجھے صرف یہ معلوم ہو سکا کہ اس نام کی بہت سی صحابیات گزری ہیں۔حضرت شیخ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے۔"الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ" میں اس نام کے تیس 30 افراد کے بارے میں تفصیلی بحث کی ہے۔مگر کسی ایک کے بارے میں بھی یہ تحریر نہیں فرمایا کہ وہ حفص کی دادی تھیں۔البتہ شیخ تحریر فرماتے ہیں کہ ابو عمر نے بیان کیا کہ اُن سے حفص بن سعد نے اپنے باپ کے حوالے سے خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے والضحیٰ کی تفسیر میں روایت کیا ہے۔

ابو عمر کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اس کے بعد شیخ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ حضرت ابوبکر بن ابی شیبہ اور طبرانی ابونعیم اور وہ حفص کے حوالے سے اور وہ اپنے والد سے اور وہ اپنی والدہ سے جو کہ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں بیان کرتے ہیں۔فرماتی ہیں کہ کتے کا ایک بچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ مبارک میں گھس آیا اور حضور رسول کریم علیہ السلام کی چارپائی کے نیچے آ گیا۔صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت غمگین تھے۔میں نے آپ علیہ السلام سے وجہ دریافت کی۔آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ''آج رات حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس وحی لے کر نہیں آئے۔نہ جانے اس کی کیا وجہ ہے''۔یہ فرمایا اور اپنی چادر مبارکہ اُوپر لے کر گھر سے باہر تشریف لے گئے۔جاتے ہوئے مجھے حکم فرمایا کہ ''گھر کو جھاڑو سے اچھی طرح صاف کر دینا''۔میں نے جھاڑو پکڑا اور گھر کی اچھی طرح صفائی شروع کر دی۔اچانک میں نے دیکھا کہ کتے کا ایک بچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چارپائی کے نیچے ایک روایت کے مطابق مرا پڑا ہے۔میں نے اس کو وہاں سے نکال کر باہر پھینک دیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس گھر تشریف لائے تو وحی کے آثار نمودار ہوئے۔ مجھے حکم فرمایا کہ تم مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ میں باہر آ گئی۔ اُس وقت سورۃ والضحٰی والیل آخر تک نازل ہوئی۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسی ہی ایک حدیث مشکوٰۃ شریف میں روایت ہوئی ہے۔ جو کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اُم المومنین سیدہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ اسی طرح صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث یوں مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''آج میں بڑا غمگین ہوں کیونکہ آج رات جبریل علیہ السلام نے میرے پاس آنے کا وعدہ کیا تھا لیکن وہ نہیں آئے''۔ یاد رہے جبریل علیہ السلام نے بغیر کسی عذر کے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی۔ اس کے فوراً بعد حضور علیہ السلام کو القاء ہوا کہ گھر میں کتے کا بچہ مرا پڑا ہے۔ حکم فرمایا ''اس کو باہر پھینک دو''۔ کتے کا بچہ حسب حکم باہر پھینک دیا گیا تو بعد میں حضور علیہ السلام نے اپنے ہاتھ مبارک میں پانی لے کر اُس جگہ پر چھڑک دیا۔ رات کو جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا ''اے جبریل (علیہ السلام) کل رات تم نے میرے پاس آنے کا وعدہ کیا تھا''۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا بلاشبہ میں نے وعدہ کیا تھا مگر ہم اُس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کُتا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بعد حکم فرمایا کہ ''چھوٹے باغات کے کتوں کو مار دیا جائے اور بڑے باغات کے کتوں کو چھوڑ دیں کیونکہ وہ رکھوالی کرتے ہیں''۔ (اس سے معلوم ہوا کہ گھروں، باغات اور کھیتوں کی رکھوالی کرنے کے لئے کتے رکھنے کی اجازت ہے اور یہ جائز کام ہے)۔ روایت از صحیح مسلم شریف

1- از: البدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔559

2- از: مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔807 اور 808

3- حضرت اُم رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت اُم رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ تھیں۔ ان کا پورا نام حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ یہ ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں جو کہ حضور رسول کریم علیہ السلام کے غلام تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحابیہ تھیں۔

'اسد الغابہ" میں لکھا ہے کہ حضرت اُم رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کی باندی تھیں اور ان کے شوہر کا نام ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ تھیں۔ یہ حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دایہ تھیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اُنکے شوہر سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ انہوں نے بھی غسل دیا تھا۔ ان سے ایک حدیث روایت ہے۔

سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی اُم رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور اپنے شوہر ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت کی۔ کہ وہ مجھے مارتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرما کر دریافت فرمایا ''تم اپنی بیوی کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھتے ہو۔ اور اسے کس وجہ سے مارتے ہو؟" ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مجھے بہت تنگ کرتی ہے۔حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُم رافع سے فرمایا "اے سلمی (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تم اپنے شوہر کر ایذا کیوں دیتی ہو؟"

اُم رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان کو ایذا نہیں دیتی۔انہوں نے نماز کے دوران حدث (پیٹ سے ہوا کا خارج ہونا) کیا اور بے وضو ہو گئے۔ میں نے ان سے کہا اے ابورافع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا ہے ''جب تمہارے یعنی جب کسی مسلمان کے جسم سے ہوا خارج ہو اور وہ وضو میں ہو تو دوبارہ وضو کرے کیونکہ ہوا کے اخراج کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے''۔میری بات سُن کر یہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور مجھے مارنا شروع کر دیا۔اُم رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ بات سُن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا۔اور ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔''سلمٰی نے تجھ سے خیر خواہی کی بات کی ہے تم اسے مت مارو''

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ بنی ہاشم کے غلام ابو عامر اور ابو اسید نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن ابی الموالیٰ نے ابن ابی رافع کے غلام فائد سے اس کی دادی حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضور علیہ السلام کی خادمہ تھیں۔ہم سے بیان کیا کہ جب کبھی بھی میں نے کسی آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سر درد کی شکایت کرتے سُنا۔آپ علیہ السلام نے ہمیشہ فرمایا۔''سر پر مہندی لگاؤ''

کچھ علما کرام ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ابورافع جن کا پورا نام ثابت بن یزید تھا۔ پہلے سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے۔حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔جب ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کی خبر رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنائی تو حضور علیہ السلام نے اس خبر کو سُن کر خوشی کی وجہ سے حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آزاد فرما دیا تھا۔اور بعد میں ان کا نکاح حضرت سلمٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کر دیا۔ان کے بطن سے حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے جن کی نسبت سے ان کو اُم رافع کہا جانے لگا۔

1- از: البدایہ والنہایۃ ۔جلد۔5۔صفحہ۔563

2- از: مدارج النبوت۔جلد۔2۔صفحہ۔808اور809

4- حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ تھیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک بڑی جماعت نے حدیث روایت کی ہیں۔اہل شام کے لئے اور بیت المقدس کے فضائل کے بارے میں ان سے حدیث مروی ہے۔اس کے علاوہ پیشاب کے چھینٹوں سے بچاؤ نہ کرنے پر جو قبر کا عذاب ہوگا اس سلسلے میں بھی ان سے حدیث مروی ہے۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ علی بن محمد بن محرز نے ہم سے بیان کیا کہ عیسیٰ بن یونس نے ہمیں بتایا کہ نور بن یزید نے زیاد بن سودہ سے ان کے بھائی کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لونڈی حضرت میمونہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے بیان کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں بیت المقدس کے بارے میں بتائیے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا"وہ سرزمین حشر ونشر ہے۔بیت المقدس میں اگر جاکر نماز پڑھو۔تو بلاشبہ نماز پڑھنے والے کو ایک ہزار نمازوں کا ثواب ملے گا"۔حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو شخص بیت المقدس جاکر نماز پڑھنے کی طاقت واستطاعت نہ رکھتا ہو وہ کیا کرے؟

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا''وہ بیت المقدس میں چراغ جلانے کے لئے تیل بھیج دے۔اس عظیم مقصد کے لئے جو شخص تحفہ بھیجتا ہے۔اس کی مثال یا وہ اس مسجد میں نماز پڑھنے والے کی مانند ہے''

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ایک اور حدیث بیان کرتے ہیں جسے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کیا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ حسین اور نعیم نے ہم سے بیان کیا کہ اسرائیل نے عن زید بن جبیر عن ابی یزید الضبی عن میمونہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا مولاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے بیان کیا وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ولد الزنا کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔''اس میں کچھ بھلائی نہیں۔وہ دو جوتے ہیں پہن کر خدا کی راہ میں جہاد کرتا ہوں۔مجھے ایک ولد الزنا کو آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں''

نسائی شریف میں حدیث ہے۔جسے ایوب بن خالد نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے بیان کیا ہے۔حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ تھیں۔وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔''جو عورت اپنے اہل (خاوند) کے علاوہ دوسرے کے لئے زینت کے ساتھ ناز سے چلتی ہے۔قیامت کے روز اس عورت کے لئے ایسی تاریکی ہے جس کے لئے کوئی نور نہیں ہے''

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت شدہ احادیث مبارکہ کو بہت سے محدثین نے روایت کیا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ ہونے کا شرف عظیم حاصل ہے۔

1- از: مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ

2- از: نسائی شریف۔

3- از: البدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔564 اور 565

4- از: مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔809 اور 810

(5) حضرت اُم عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت اُمّ عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خادمہ ہونے کا فخر ہونے حاصل ہے۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کو اپنی بیٹی سیدہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ اُس وقت خدمت کے لیے بھیجا جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیاہ کر سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئیں۔ حضرت اُم عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وضو کرایا کرتی تھیں۔

حضرت امام ابوالقاسم بغوی بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم سے عکرمہ نے بیان کیا کہ عبدالواحد بن صفوان نے ہمیں بتایا کہ ابوصفوان نے اپنے والد سے اور اس نے اپنی دادی حضرت اُم عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خادمہ تھیں اور جنہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی بیٹی کے ہمراہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا تھا مجھ سے بیان کیا۔ فرماتی ہیں کہ میں سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے صبح کی کھجوریں بھگویا کرتی تھی۔ جسے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیا کرتے تھے۔ اور شام کے وقت نبیذ بناتی تھی تو صُبح کو وہ پیا کرتے تھے۔ ایک دن سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ تم اس میں کچھ ملاتی بھی ہو۔ میں نے عرض کیا جی حضور۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

حضرت اُم عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے سنا ہے۔ ''کہ میں نے سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح نہیں کیا مگر یہ کہ آسمانی وحی کے ذریعے کیا۔ (یعنی انکا نکاح اللہ کے حکم سے کیا ہے)''

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ وکیع نے ہم سے بیان کیا کہ قاسم بن فضل نے ہم سے بیان کیا کہ ثمامہ بن حزن نے مجھے بتایا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبیذ کے بارے میں پوچھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا یہ حبشی لونڈی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی لونڈی ہے خادمہ ہے یہ بات اِس سے دریافت کرو۔ حضرت اُم عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا عشاء کے بعد میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

کے لئے ایک مشکیزہ میں نبیذ بناتی تھی اور پھر اُس مشکیزہ کو بندھن سے باندھ دیا کرتی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم صبح کے وقت اٹھتے تو اسے نوش فرمالیا کرتے تھے۔ حضرت اُم عیاش رضی اللہ تعالیٰ کے حالات کتب سیر سے اِسی قدر مل سکے جو درج کر رہے ہیں

(1) از: مسند حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ و نسائی وصحیح مسلم شریف۔

(2) از: البدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ۔566۔

(3) از: مدارج النبوت۔ جلد۔2۔ صفحہ۔810 وغیرہ

(6) حضرت امیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت امیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خادمہ تھیں۔ اہل شام نے اِن سے مروی حدیث کو روایت کیا ہے۔

ابن اثیر بیان کرتے ہیں کہ اہل شام نے حضرت امیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث روایت کی ہے۔ اور اُن سے جبیر بن نضیر نے روایت بیان کی ہے۔ حضرت امیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو وضو کروایا کرتی تھیں۔ فرماتی ہیں کہ ایک دن ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مجھے کوئی وصیت فرمایئے۔

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''کسی کو خدا کا شریک نہ بنانا خواہ تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ یا جلا دیا جائے۔ جان بوجھ کر نماز نہ چھوڑنا اور جو اسے جان بوجھ کر چھوڑے گا اسے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی امان حاصل نہ ہوگی۔ اور کسی نشہ آور چیز کو نہ پینا۔ بلاشک وشبہ یہ ہر برائی کی جڑ ہے۔ اور اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا یہاں تک کہ اگر وہ تجھے اپنے اہل اور دنیا سے الگ ہونے کا حکم ہی کیوں نہ دیں''۔

(1) از: حافظ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ۔

(2) از: البدایہ والنہایہ۔ جلد۔5۔ صفحہ 556۔

(7) حضرت لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خادمہ تھیں۔ اصل میں یہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی لونڈی تھیں۔ ایک گھر میں رہتے ہوئے سارا کام کاج کرتی تھیں۔ حضرت لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بیت الخلا سے باہر تشریف لاتے تو میں بعد میں بیت الخلا کے اندر جاتی وہاں سے کستوری کی خوشبو کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ''ہم انبیاء علیہ السلام کا گروہ ہیں۔ ہمارے اجسام اہل جنت کی ارواح پر پیدا ہوتے ہیں اور ہم سے جو بو

خارج ہوتی ہے اُسے زمین نگل لیتی ہے‘‘

(1) از: ابونعیم روایت برابوعبداللہ مدنی۔

(2) از: البدایہ والنہایہ۔جلد۔5۔صفحہ۔564۔وغیرہ۔

(8) حضرت سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس کا عظیم فریضہ سرانجام دیا کرتی تھیں۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہمشیرہ تھیں۔اور سیدنا حضرت ابراہیم بن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خالہ تھیں۔سکندریہ کے حاکم مقوقس جس کا نام جریج بن مینا تھا اُس نے ان دونوں کو اپنے ایک غلام مابور کے ہمراہ ایک دُلدل نامی خچر کے ساتھ ہدیۃً سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں پیش کیا تھا۔سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سیرین حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاعر دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو بخش دی تھی۔انکے ہاں انہی کے بطن سے ایک بیٹا عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ہوئے تھے۔

(1) از: البدایہ والنہایہ۔جلد۔5۔صفحہ۔562۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی آزاد کردہ باندیاں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی آزاد کی ہوئی باندیاں یہ ہیں:

1۔ حضرت اُم رافع سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔(سلمیٰ کی ’’سین‘‘ مفتوح ہے)

2۔ حضرت اُم ایمن برکت رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔(برکت کی ’’با‘‘ مفتوح ہے۔یہی حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ ہیں)

3۔ حضرت میمونہ بنتِ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

4۔ حضرت خِضرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

5۔ حضرت ام رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

6۔ حضرت اُمیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

7۔ حضرت ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

8۔ حضرت اُم ضمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

9۔ حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

10۔ اور حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہمشیرہ سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

11۔ حضرت اُم عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا

معلوم رہے کہ (مذکورۃ الصدر) آزاد کیے ہوئے غلام ولونڈی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس بیک وقت موجود نہ تھے بلکہ مختلف اوقات میں ہر ایک میں سے الگ الگ تھے۔

کتابیات

1۔ تفسیر ابراھیم بن معقل النسفی — علامہ ابراھیم بن معقل النسفی (المتوفی 295ھ)

2۔ تفسیر امام ابن مردویہ — علامہ ابن مردویہ (المتوفی 410ھ)

3۔ تفسیر ابن ابی حاتم — علامہ ابن ابی حاتم (المتوفی 327ھ)

4۔ تفسیر در منثور۔ — علامہ جلال الدین سیوطیؒ (متوفی 911ھ)

5۔ تفسیر ابن کثیر۔ — علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ دمشقی (المتوفی 774ھ)

6۔ تفسیر کبیر۔ — علامہ فخر الدین رازیؒ (المتوفی 606ھ)

7۔ تفسیر طبری۔ — علامہ محمد ابن جریر طبریؒ (المتوفی 310ھ)

8۔ صحیح بخاری شریف۔ — امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ (ولادت 194ھ متوفی 256ھ)

9۔ صحیح مسلم شریف۔ — امام مسلم ابن حجاجؒ نیشاپوری (ولادت 204ھ وفات 261ھ نیشاپور)

10۔ سنن ابوداؤد۔ — امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعثؒ سجستانی (ولادت ہرات کے قریب سجستان 202ھ وفات بصرہ 275ھ)

11۔ موطا امام مالک۔ — ابوعبداللہ مالک ابن انسؒ اصبحی (ولادت 93ھ، بعض کے مطابق 103ھ وفات مدینہ منورہ 179ھ)

12۔ سنن ابن ماجہ۔ — ابن ماجہ امام ابوعبداللہ محمد ابن یزید ابن ماجہؒ (ولادت قزوین 209ھ وفات 273ھ)

13۔ فتح الباری۔ — علامہ ابن حجر عسقلانیؒ (المتوفی 852ھ)

14۔ البدایہ والنہایۃ — علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ دمشقی (المتوفی 774ھ)

15۔ روض الانف۔ — علامہ عبدالرحمٰن السہیلیؒ (المتوفی 581ھ)

16۔ طبقات ابن سعد۔ — علامہ محمد بن سعدؒ (168ھ۔230ھ)

17۔ دلائل النبوۃ۔ — حضرت ابوبکر احمد حسین بیہقیؒ (ولادت نیشاپور کے علاقہ بیہق 384ھ وفات نیشاپور 458ھ)

18۔ کتاب شفاء — قاضی عیاض مالکیؒ (المتوفی 544ھ)

19۔ دلائل النبوۃ۔ — حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانیؒ (المتوفی 430)

20۔ اعلام النبوۃ۔ — قاضی ابوالحسن ماوردیؒ (المتوفی 450ھ)

21۔خصائص الکبریٰ۔ علامہ جلال الدین سیوطی (المتوفی 911ھ)

22۔شواہد النبوت۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ (المتوفی 898ھ)

23۔مسند امام احمد۔ امام احمد بن حنبل ابن ادریسؒ (ولادت بغداد 164ھ وفات بغداد 241ھ)

24۔دارمی شریف۔ امام عبداللہ ابن عبدالرحمٰن ابن افضل ابن بہرام دارمی (ولادت سمرقند 181ھ وفات 250ھ)

25۔فتوحات مکیہ۔ شیخ محی الدین ابن عربی (المتوفی 638ھ)

26۔تفسیر ابراھیم بن معقل النسفی۔ علامہ ابراھیم بن معقل النسفی (المتوفی 295ھ)

27۔تفسیر ابن ابی حاتم علامہ ابن ابی حاتم (المتوفی 327ھ)

28۔تفسیر امام ابن مردویہ۔ علامہ ابن مردویہ (المتوفی 410ھ)

29۔انجیل شریف

30۔تورات شریف

31۔اعلام النبوت۔ قاضی ابوالحسن ماوردی (المتوفی 450ھ)

32۔فتوحات مکیہ۔ شیخ اکبر محی الدین بن عربی (متوفی 638ھ)

33۔ہدایۃ الرسول فی تفصیل الرسول۔ علامہ عزّ الدین بن عبدالسلام شافعی (متوفی 660ھ)

34۔تہذیب الاسماء واللغات۔ حضرت محی الدین یحیٰ النودی الشافعی (متوفی 676ھ)

35۔شرح شفاء۔ علامہ ملا علی قاری حنفی (متوفی 1016ھ)

36۔اھل الاسلام والایمان۔ علامہ شیخ علی نورالدین حلبی (متوفی 1044ھ)

37۔شرح مواہب لدنیہ۔ امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی (متوفی 1172ھ)

38۔تفسیر بغوی۔ علامہ بغوی (متوفی 516ھ)

39۔کتاب مکہ والحرم۔ عبید بن شریہ (110ھ۔209ھ)

40۔وفاء الوفاء۔ حضرت علامہ سمہودی (متوفی 991ھ)

41۔معجم البلدان۔ علامہ شہاب الدین ابی عبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی (متوفی 626ھ)

42۔تاریخ ابن خلدون۔ علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون (732ھ۔808ھ)

43۔صورۃ من المدینۃ المنورہ خالد مصطفےٰ۔قاہرہ۔مصر

44۔مرۃ الحرمین ابراھیم رفعت پاشا (اشاعت 1908ء) قاہرہ۔مصر

45۔تاج العروس۔	حضرت علامہ زبیدی (المتوفی 791ھ)
46۔البدایہ والنہایہ۔	علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقی (المتوفی 774ھ)
47۔طبقات ابن سعد۔	علامہ محمد بن سعدؒ (168ھ۔230ھ)
48۔فضائل نعلین (حضور علیہ السلام)	علامہ احمد المقری التلمسانی
49۔شعب الایمان	حضرت ابوبکرؓ احمد حسین البیہقی (384ھ۔458ھ)
50۔سیرۃ افضل العباد	شیخ امام محمد بن صالح یوسف شامی (المتوفی 942ھ)
51۔احیاء العلوم	حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد الغزالی الطّوسی (450ھ۔505ھ)
52۔الجامع الاحکام القرآن	علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری (المتوفی 671ھ)
53۔انوار التنزیل	قاضی امام ناصر الدین بیضاوی سیوطی (المتوفی 911ھ)
54۔مثنوی مولانا روم	مولانا جلال الدین رومی (المتوفی 5 جمادی الثانی 672ھ)
55۔فتوح البلدان	علامہ احمد بن یحییٰ بن جابر البلازری (المتوفی 279ھ=892ء)
56۔حیٰوۃ الحیوان	علامہ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 808ھ)
57۔اخبار مدینہ	عمر بن شبہ (المتوفی 262ھ=875ء)
58۔اسد الغابہ	علامہ اثیر جزری (المتوفی 630ھ)
59۔اسماء الرجال	علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی (المتوفی 852ھ)
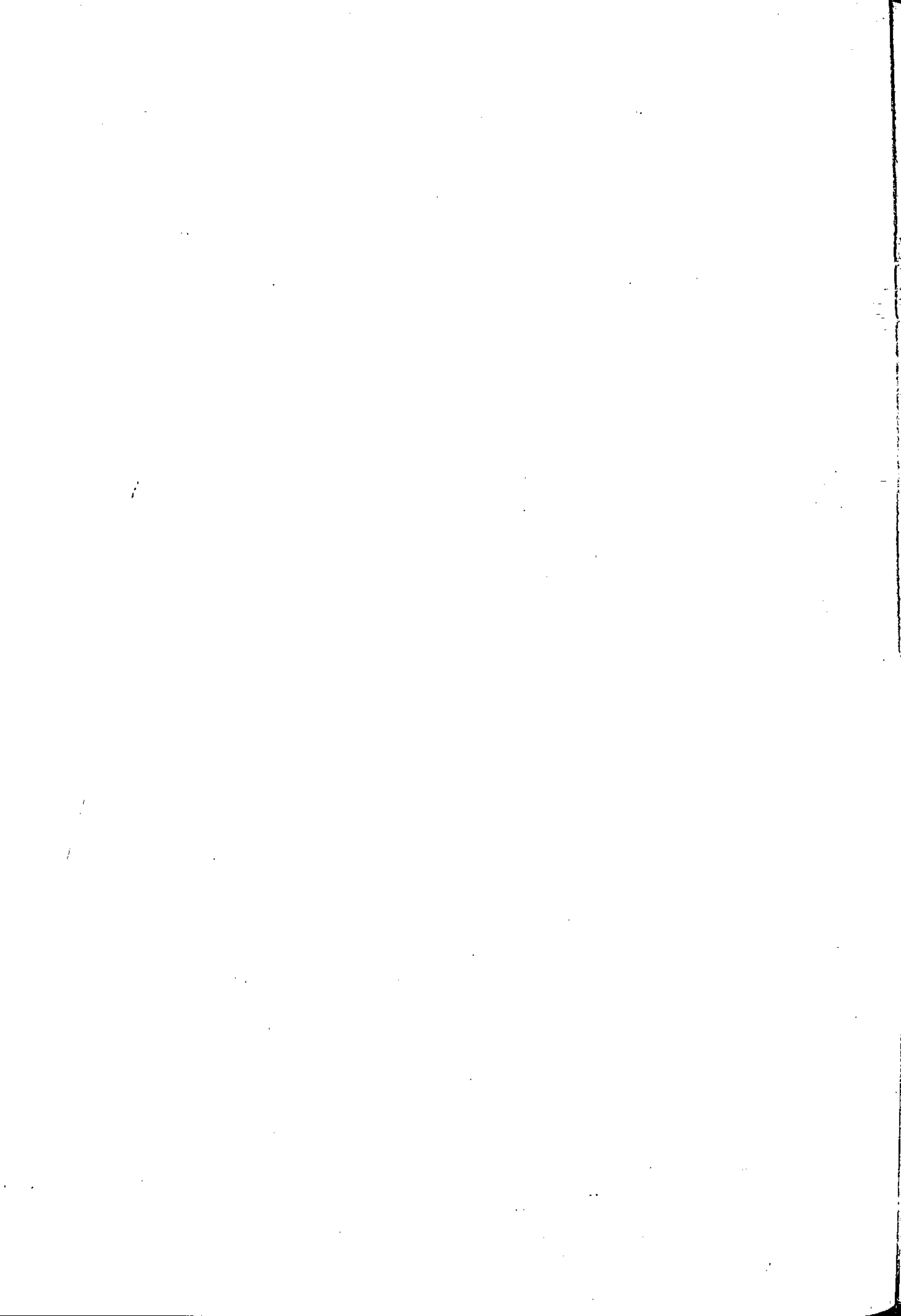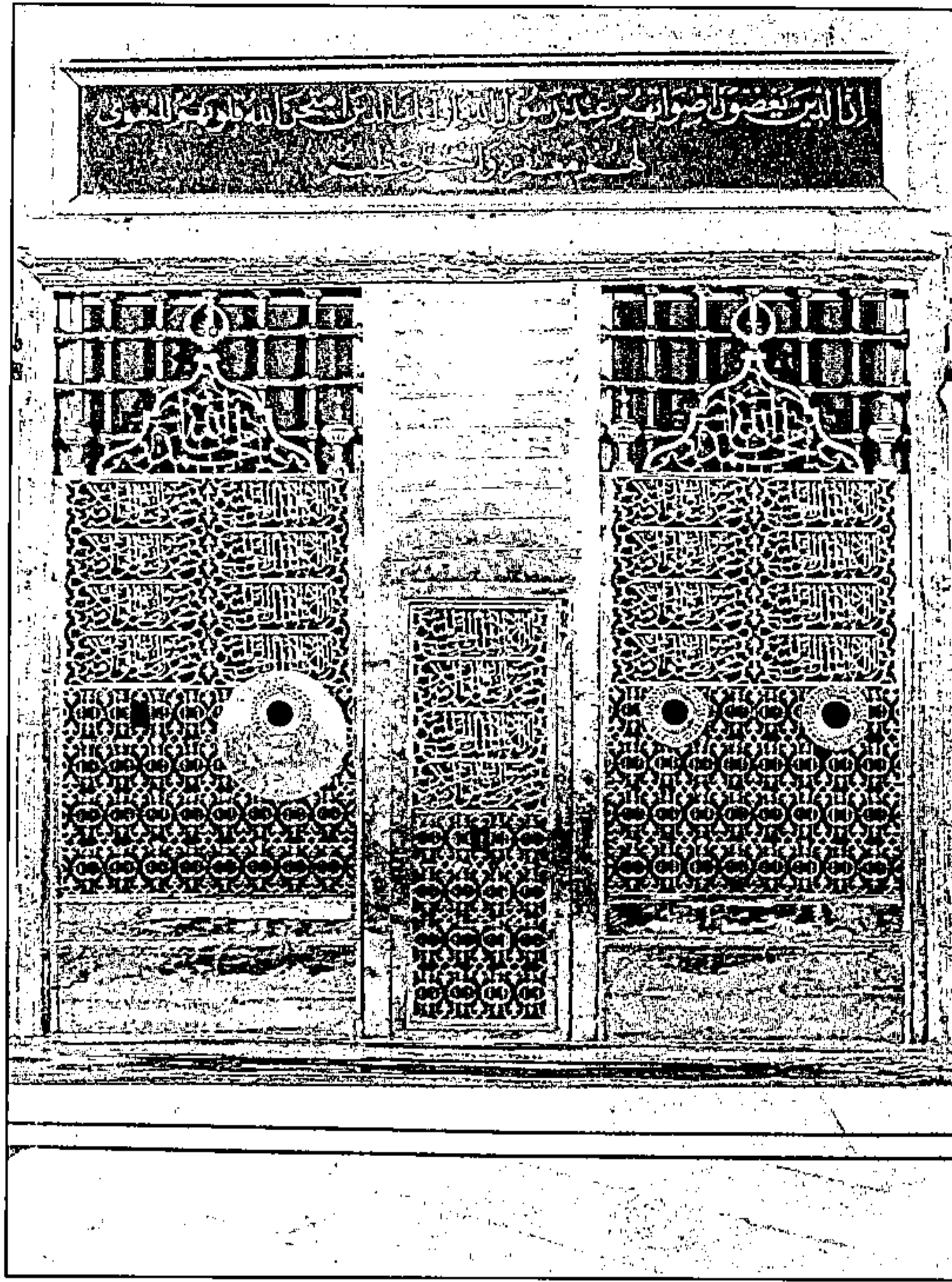
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے روضۂ اقدس کی جالیاں
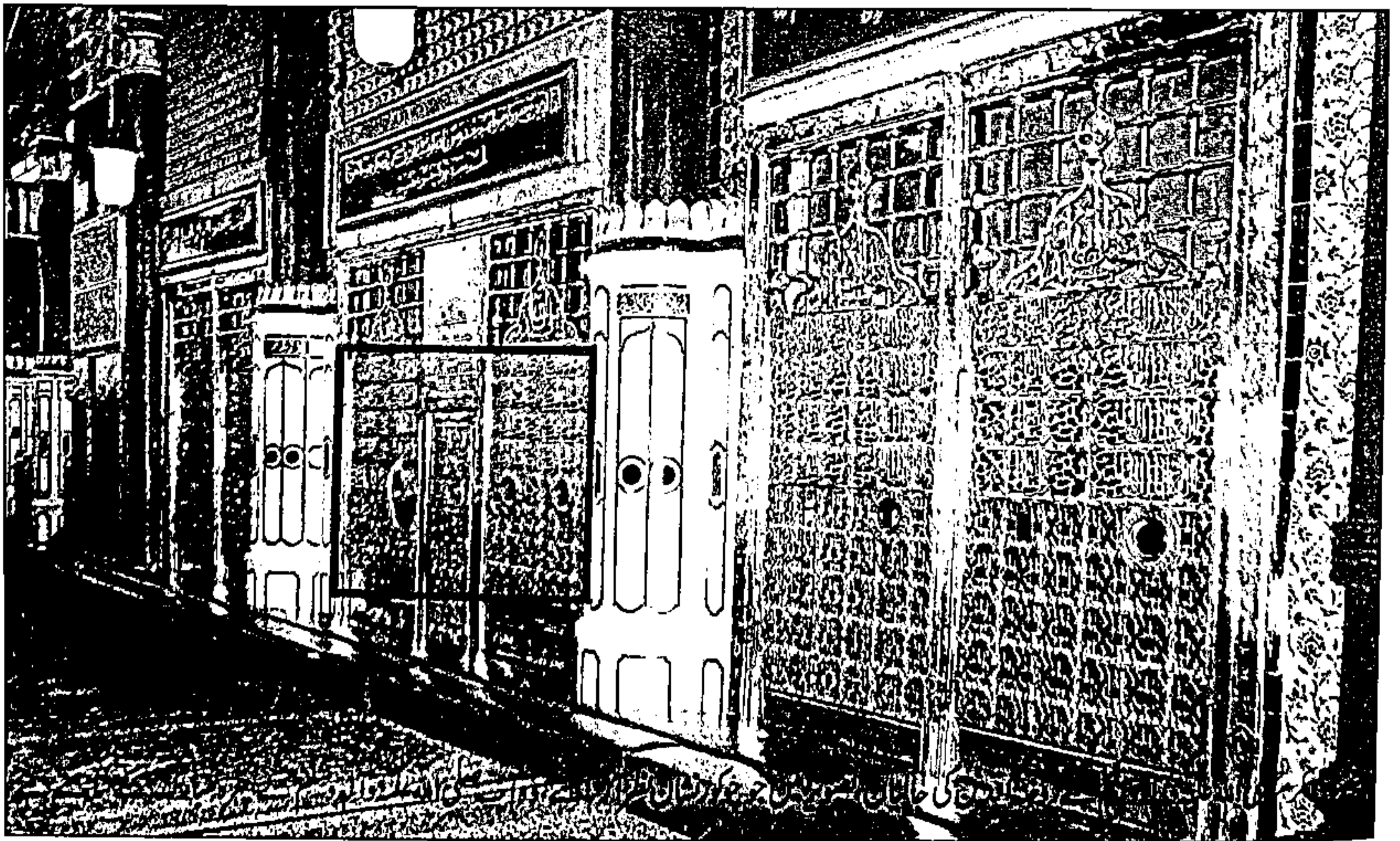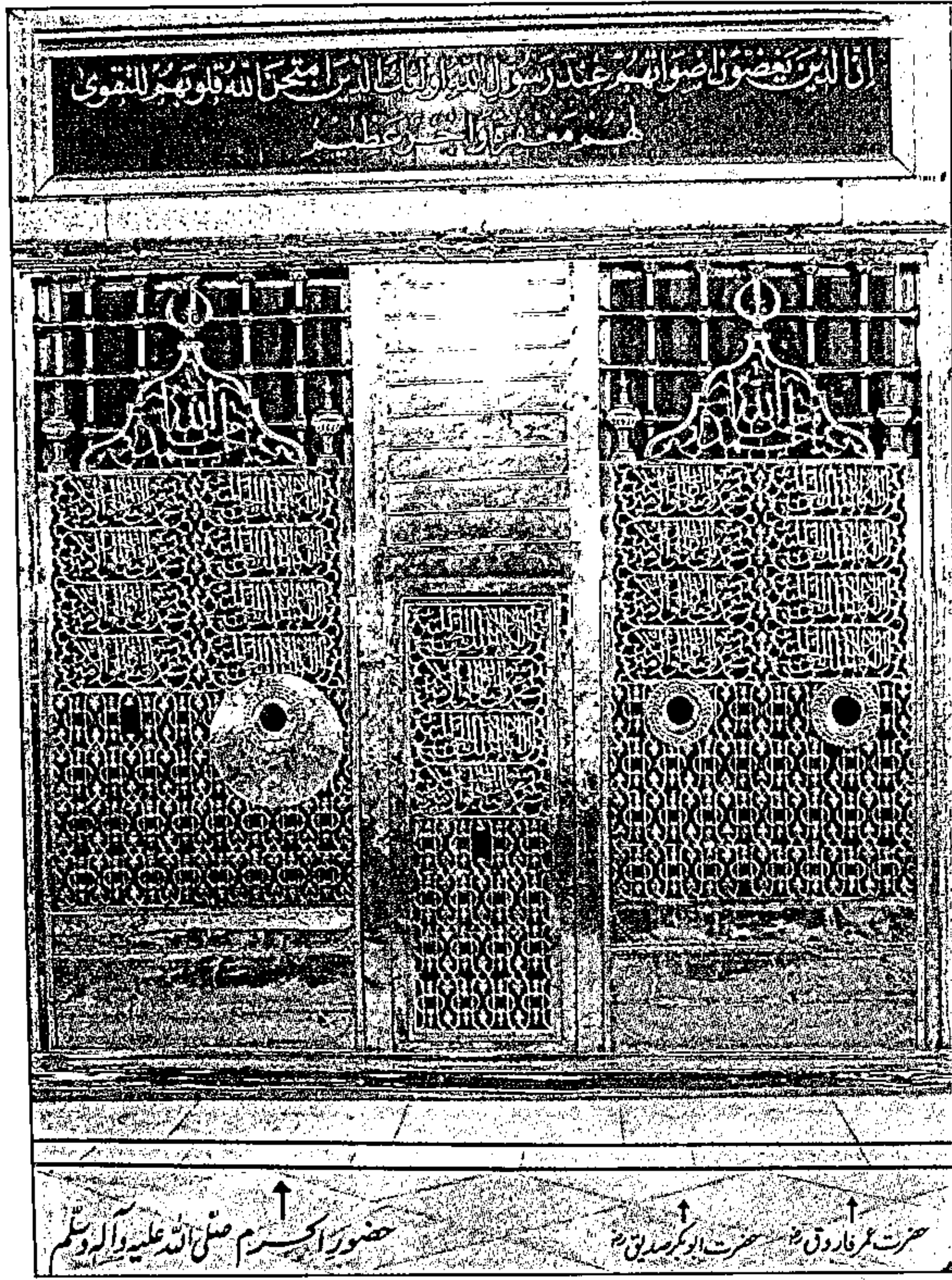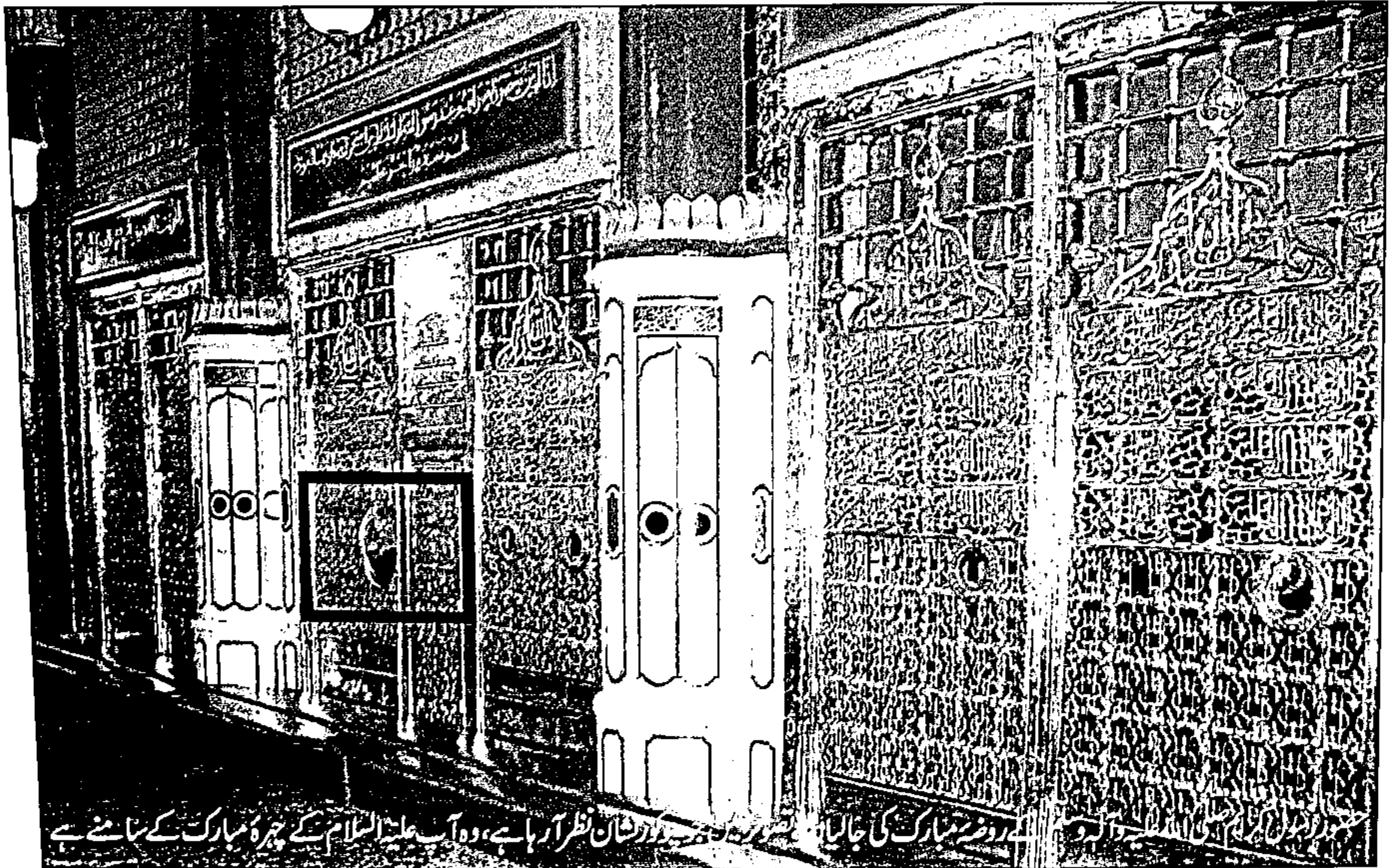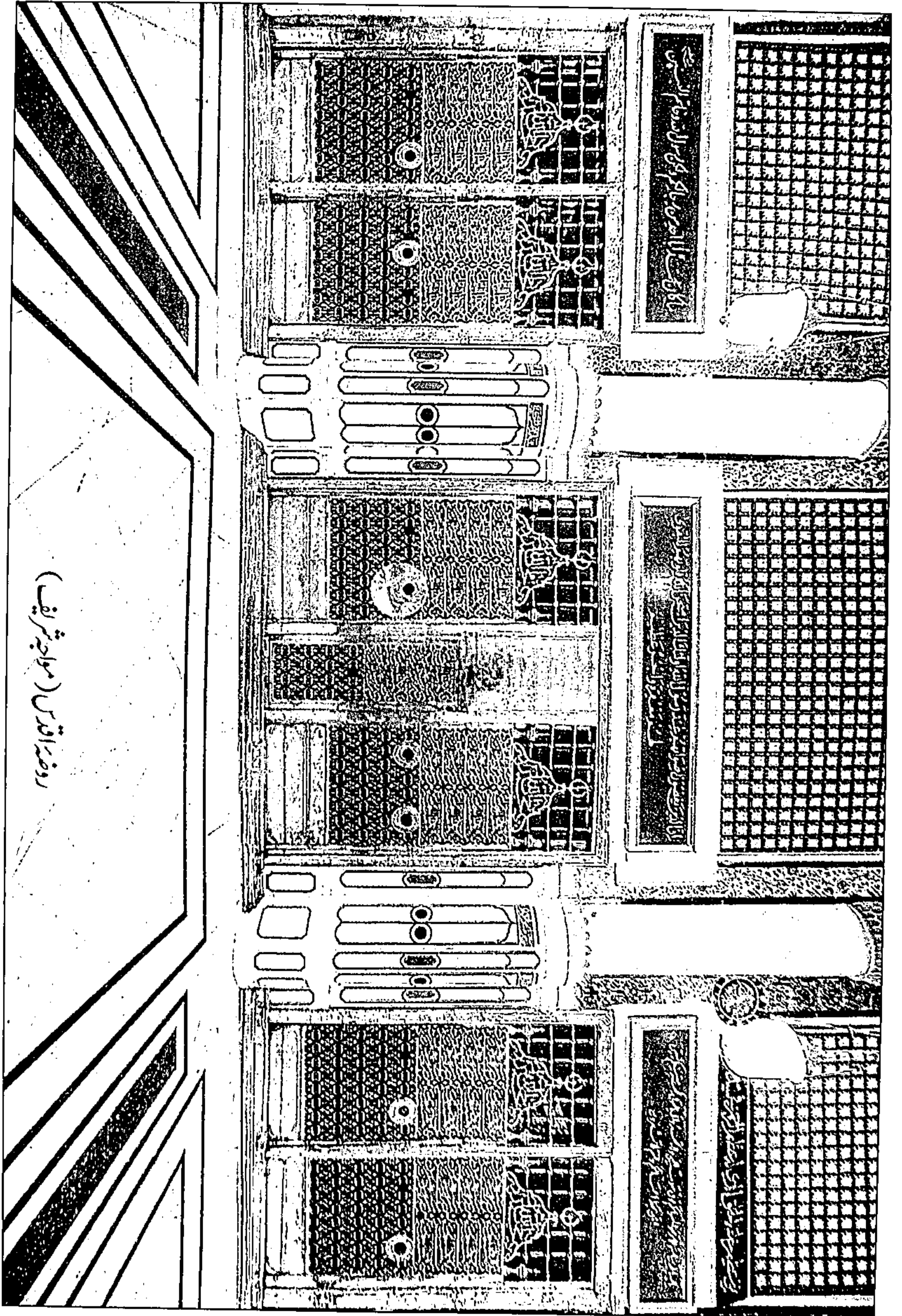
روضہ اقدس (مواجہ شریف)

(از: اٹلس سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکتبہ دار السلام الریاض سعودی عرب)
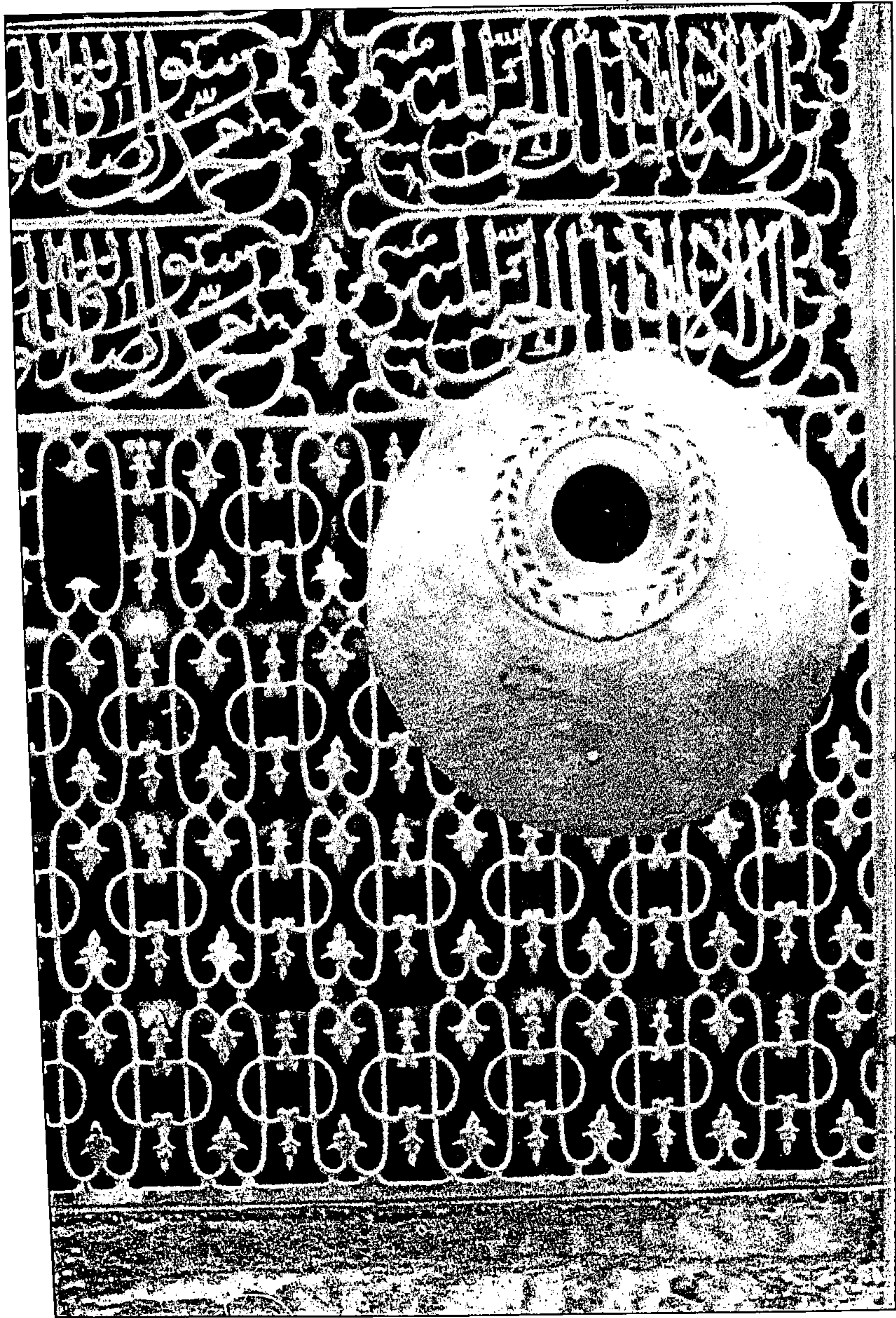
عن سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلّم : (لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین)

Anas ibn Malik(R.A.T.A.) said: the Messenger (PBUH) of Allah said: "None of you will have believed until I become dearer to him than his father, his child and all of mankind". (Bukhari & Muslim)
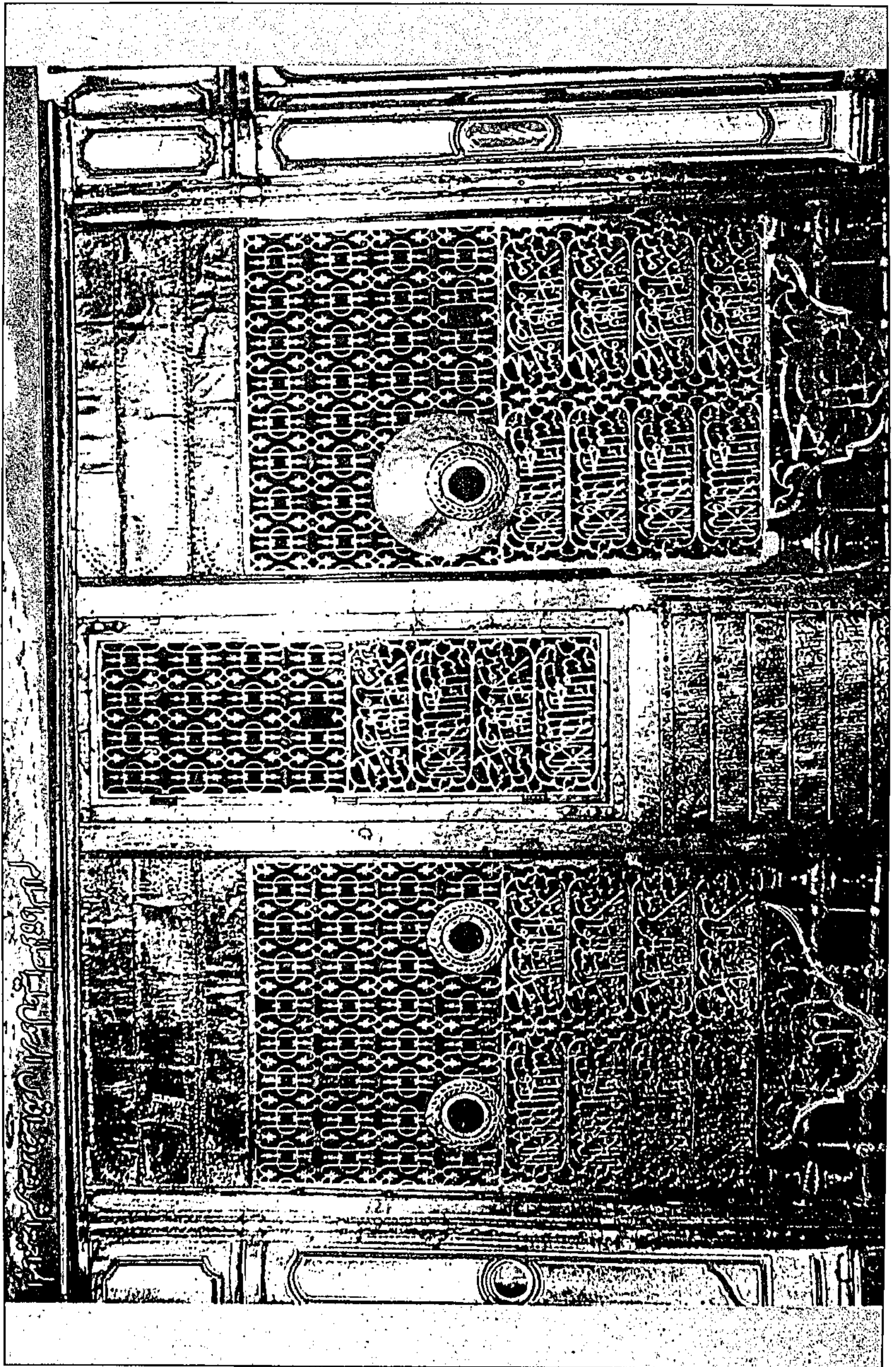
المواجہہ الشریفہ روضہ اقدس الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ
حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

گنبدِ خضریٰ
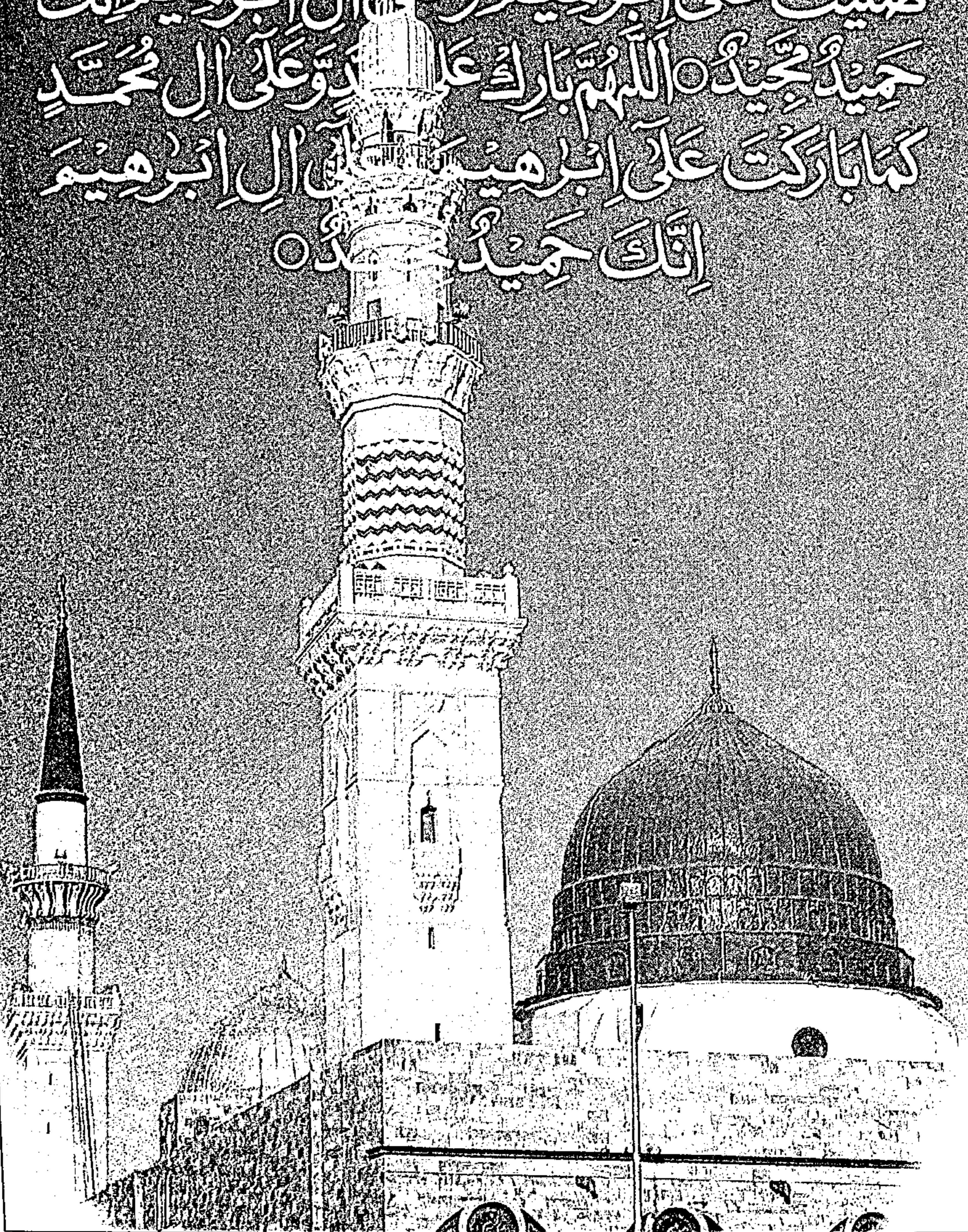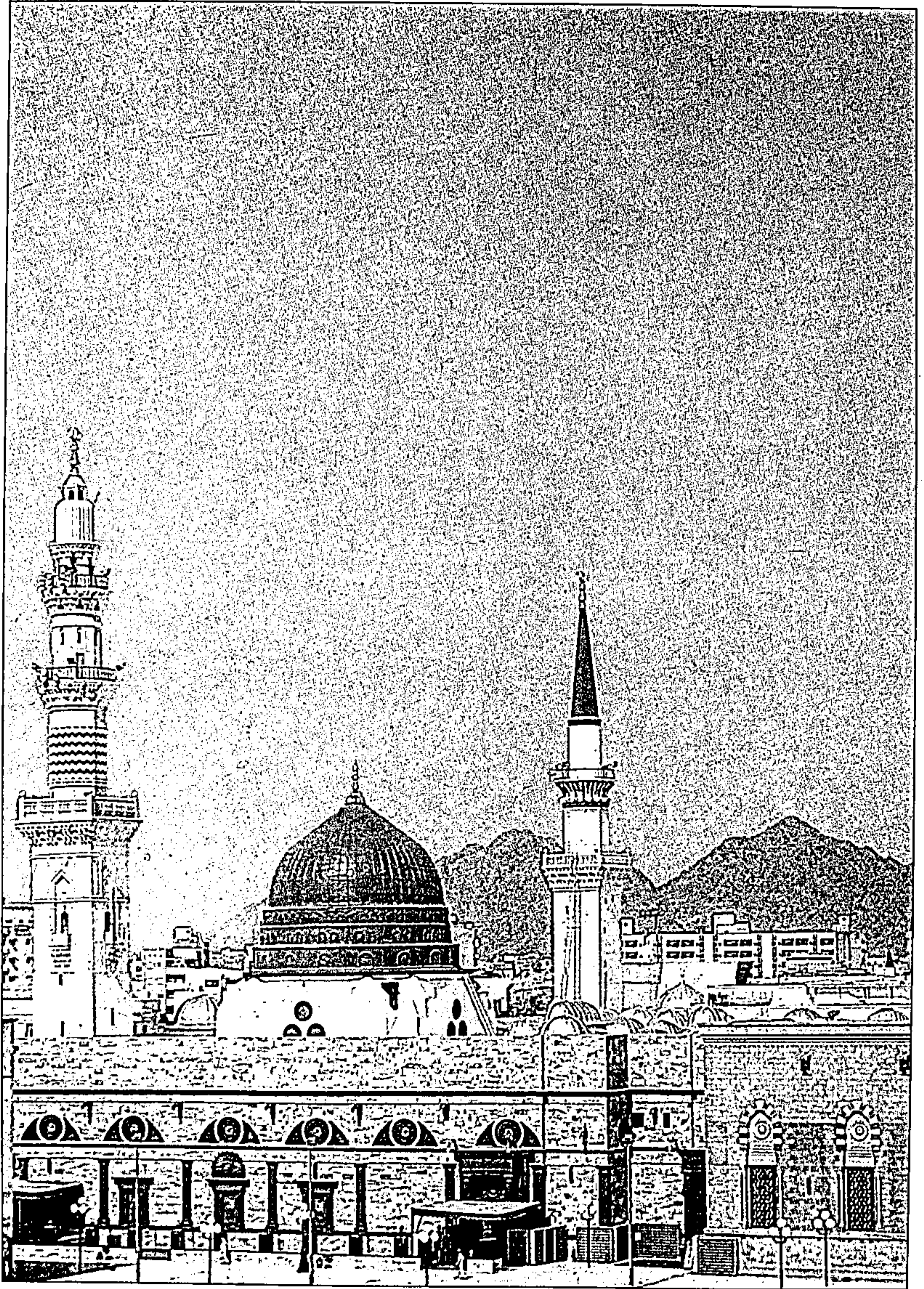
روضہ اقدس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم
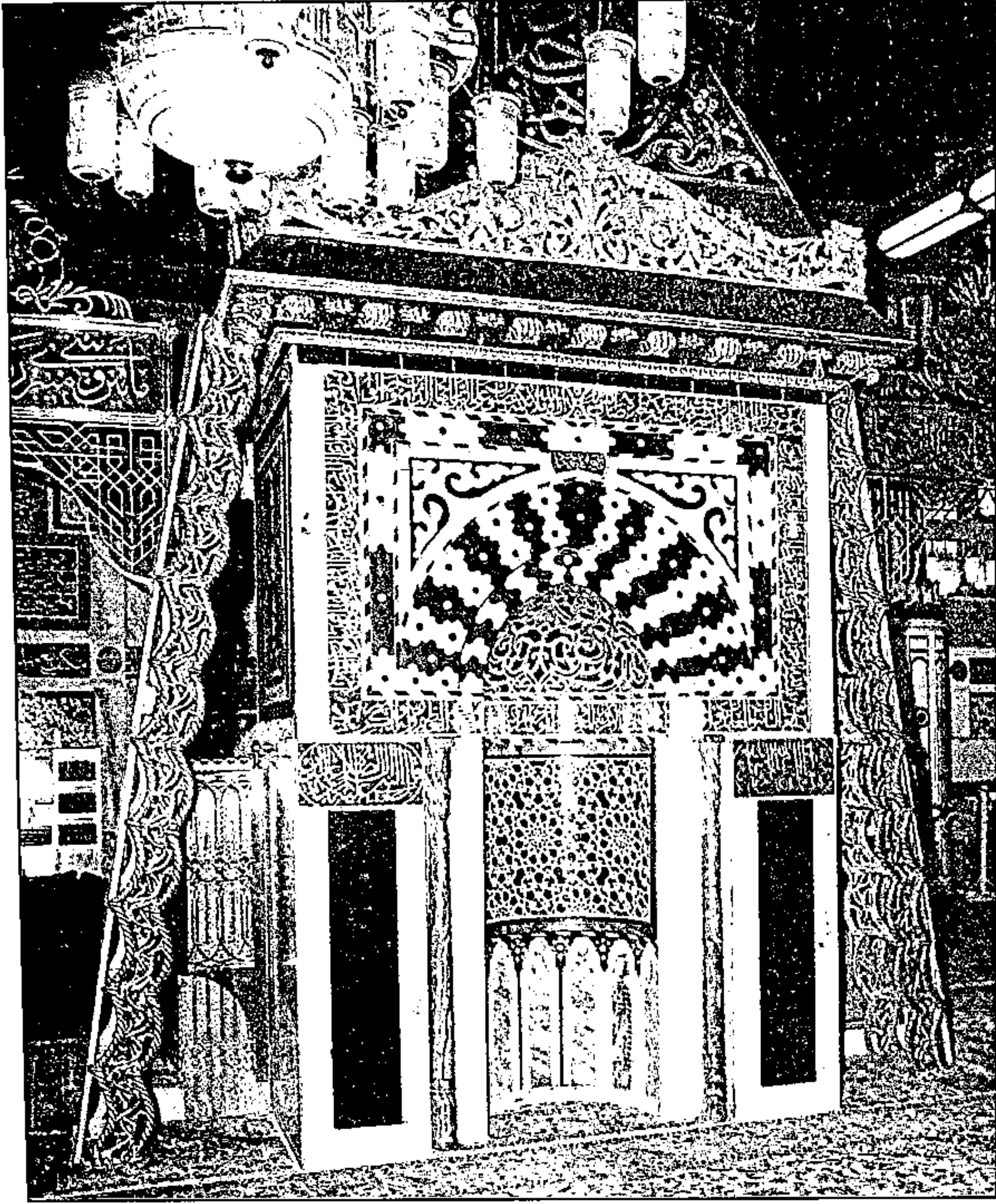
مسجدِ نبوی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا مصلّٰی
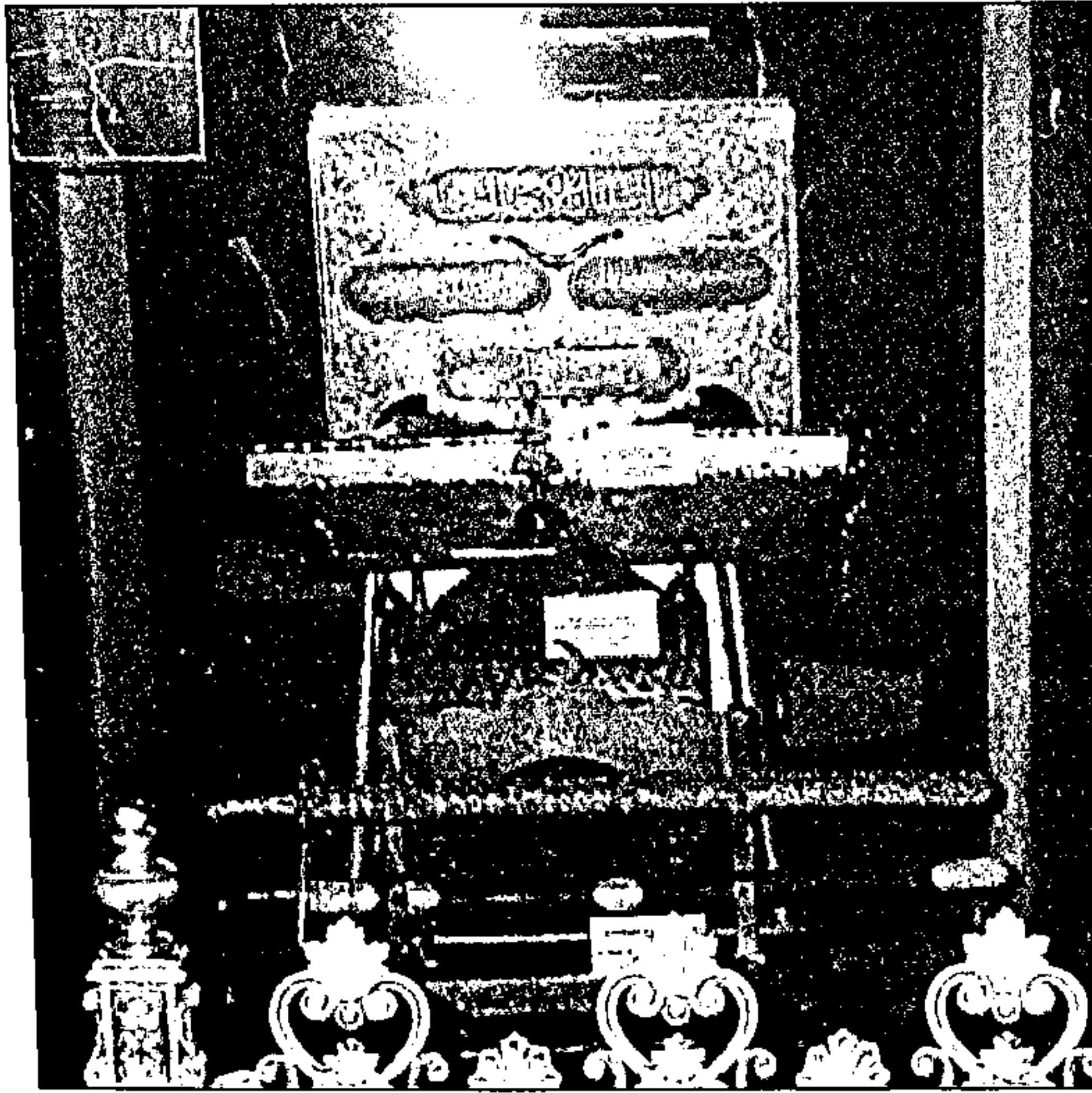
رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی دو تلواریں (توپ کاپی میوزیم استنبول)
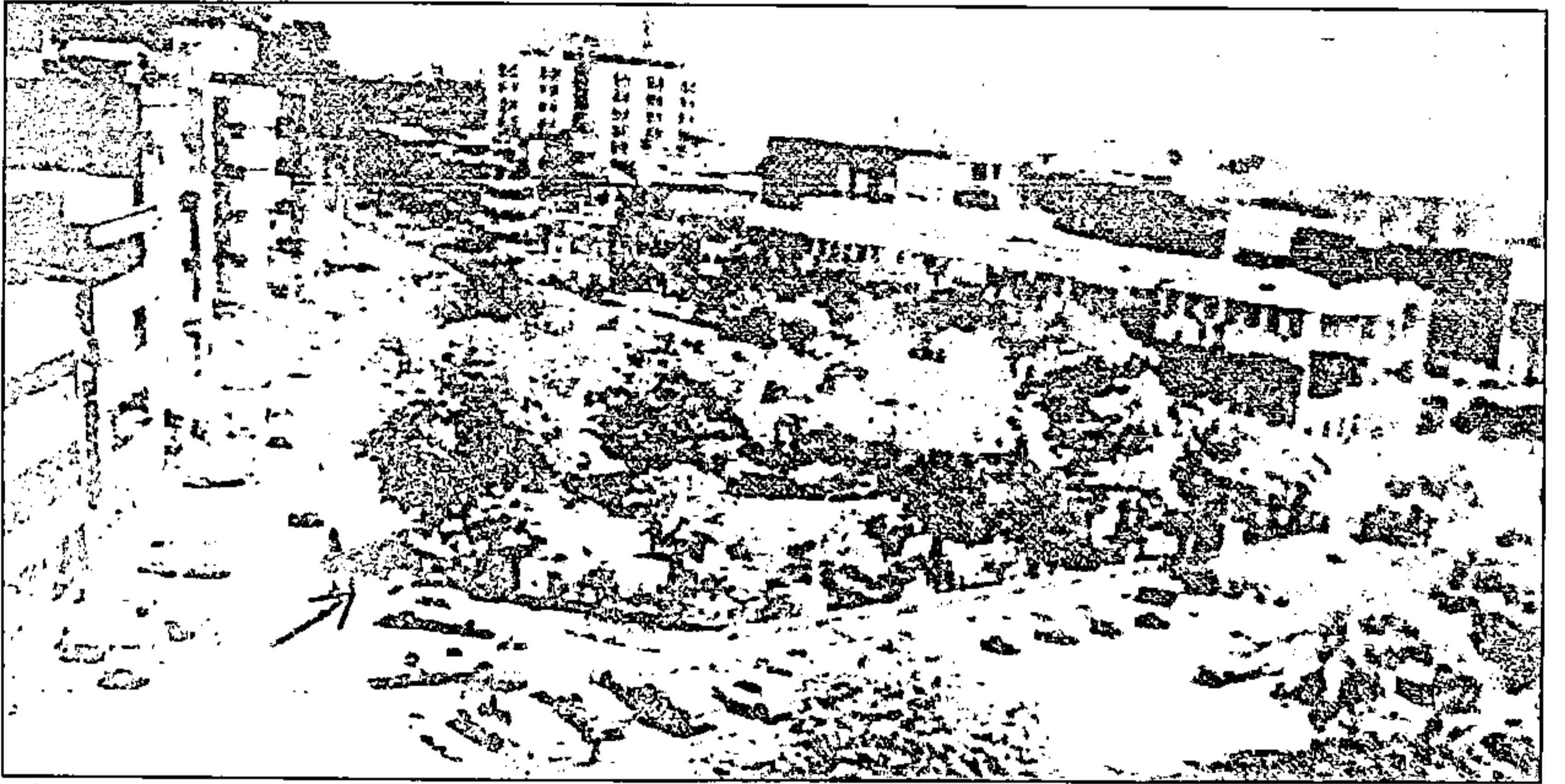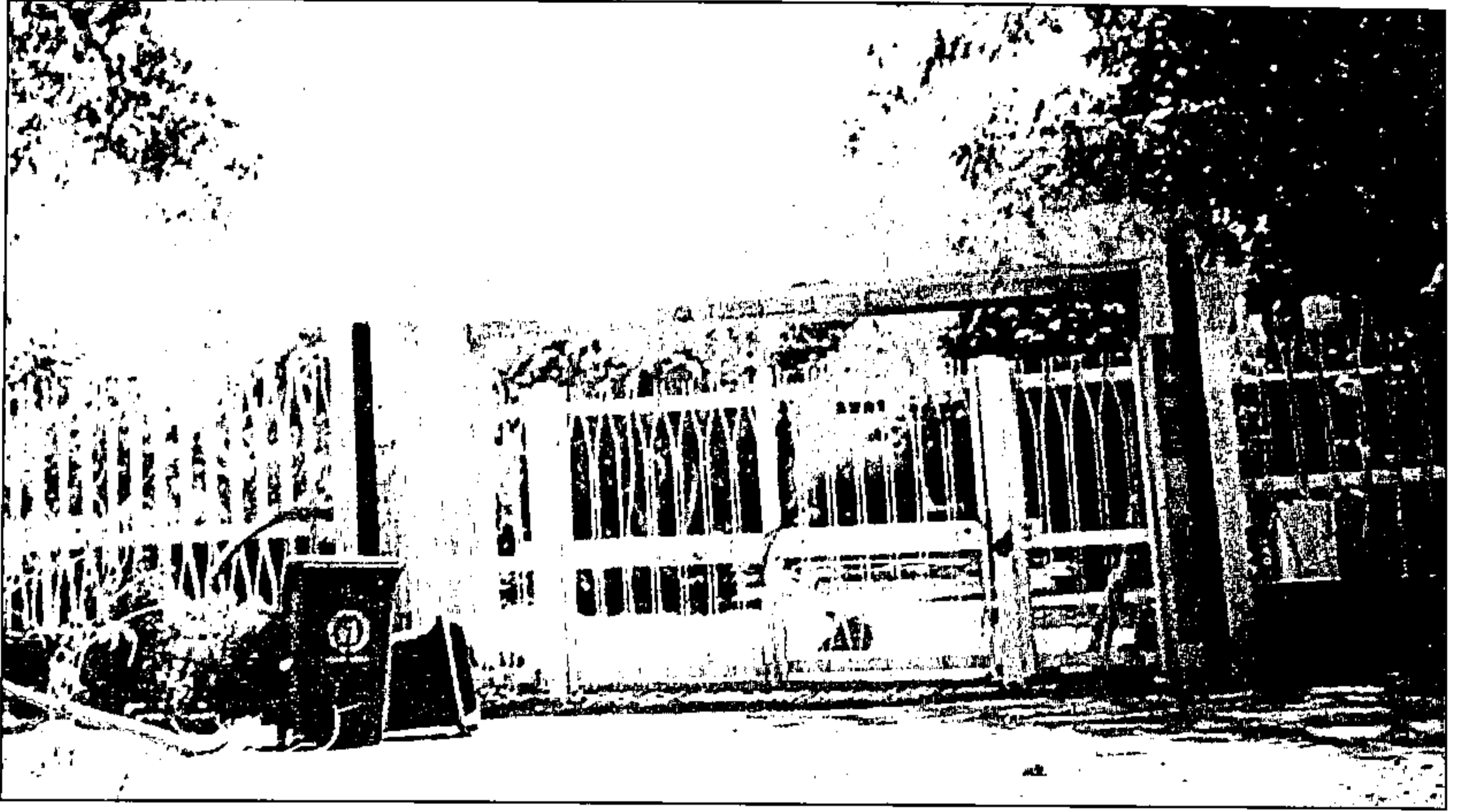
حديقة البيعة وهى مكان سقيفة بنى ساعدة، و مسجد بني ساعدة الذى ورد ان البنى صلى الله عليه وآلهٖ وسلّم صلى فيه و عنده جلس النبى صلى الله عليه وآلهٖ وسلّم و سقاه سيدنا سهل بن سعدرضى الله تعالىٰ عنه فى قدح و صب عليه، وفى السقيفة وبعد انتقال النبى صلى الله عليه وآلهٖ وسلّم اجتمعت الانصار الى سيدنا سعد بن عبادة رضى الله تعاليى عنه فقالوا : منا امير و منكم امير ، فذهب اليهم سيدنا ا بوبكر و عمر بن الخطاب و ابو عبيدة بن الجراح رضى الله تعالىٰ عنهم فقال سيدنا ابو بكر رضى الله تعالىٰ عنه نحن الامراء و انتم الوزراء ، فقال سيدنا حباب بن المنذر رضى الله تعالىٰ عنه لا والله لا نفعل منا امير و منكم امير، فقال سيدنا ابو بكر رضى الله تعالىٰ عنه لا ولكنا الامراء وانتم الوزراء، هم اوسط العرب دارا، واعربهم احسابا، فبايعوا عمر نوابا عبيدة بن الجراح رضى الله تعالىٰ عنه، فقال سيدنا عمر رضى الله تعالىٰ عنه : بل نبايعک انت فاتت سيدنا و خيرنا و احبنا الى رسول الله صلى الله عليه وآلهٖ وسلّم ، فاخذ عمررضى الله تعالىٰ عنه بيده فبايعه و بايعه الناس.

The garden of al Bay-a (the Oath of Allegiance): The Prophet(P.B.U.H.) sat, drank and prayed at this spot, later on the Muslims deliberated there before giving their oath of allegiance to Abu Bakr (R.A.T.A.) as his first successor.
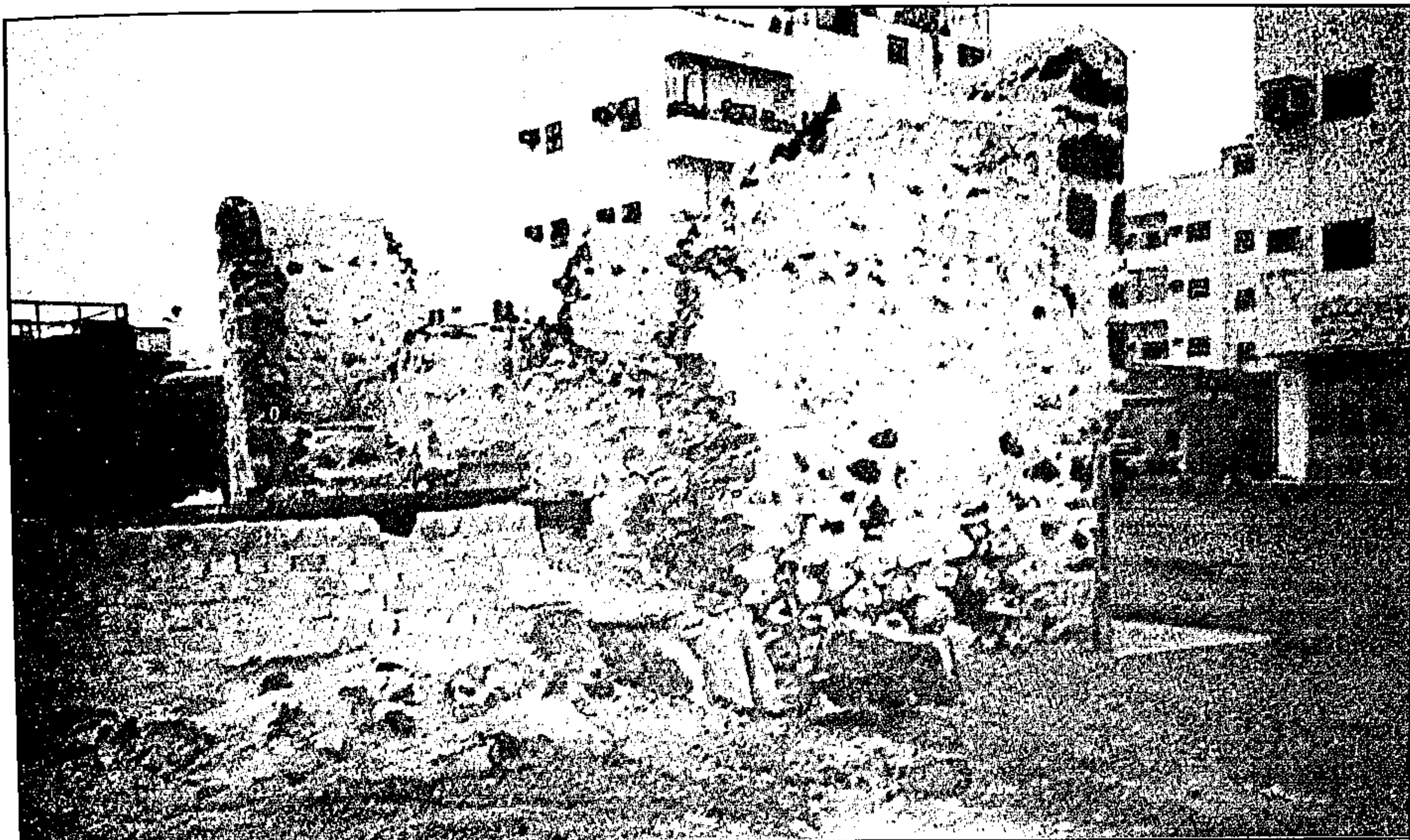
دارالسیدة فاطمة بنت الحسين رضی الله تعالیٰ عنها: وهی التی عاشت بها بعد ان اخرجها حكام بنی امية من بيت جدتها السيدة فاطمة الزهراء رضی اللهتعالیٰ عنها

The house of The lady Fatima(R.A.T.A.), daughter of Imam al-Husayn(R.A.T.A.). This is where she lived after the ruling Omayyads forced her to leave the house of her grandmother, Fatima(R.A.T.A.), the Prophet's(P.B.U.H.)youngest daughter.
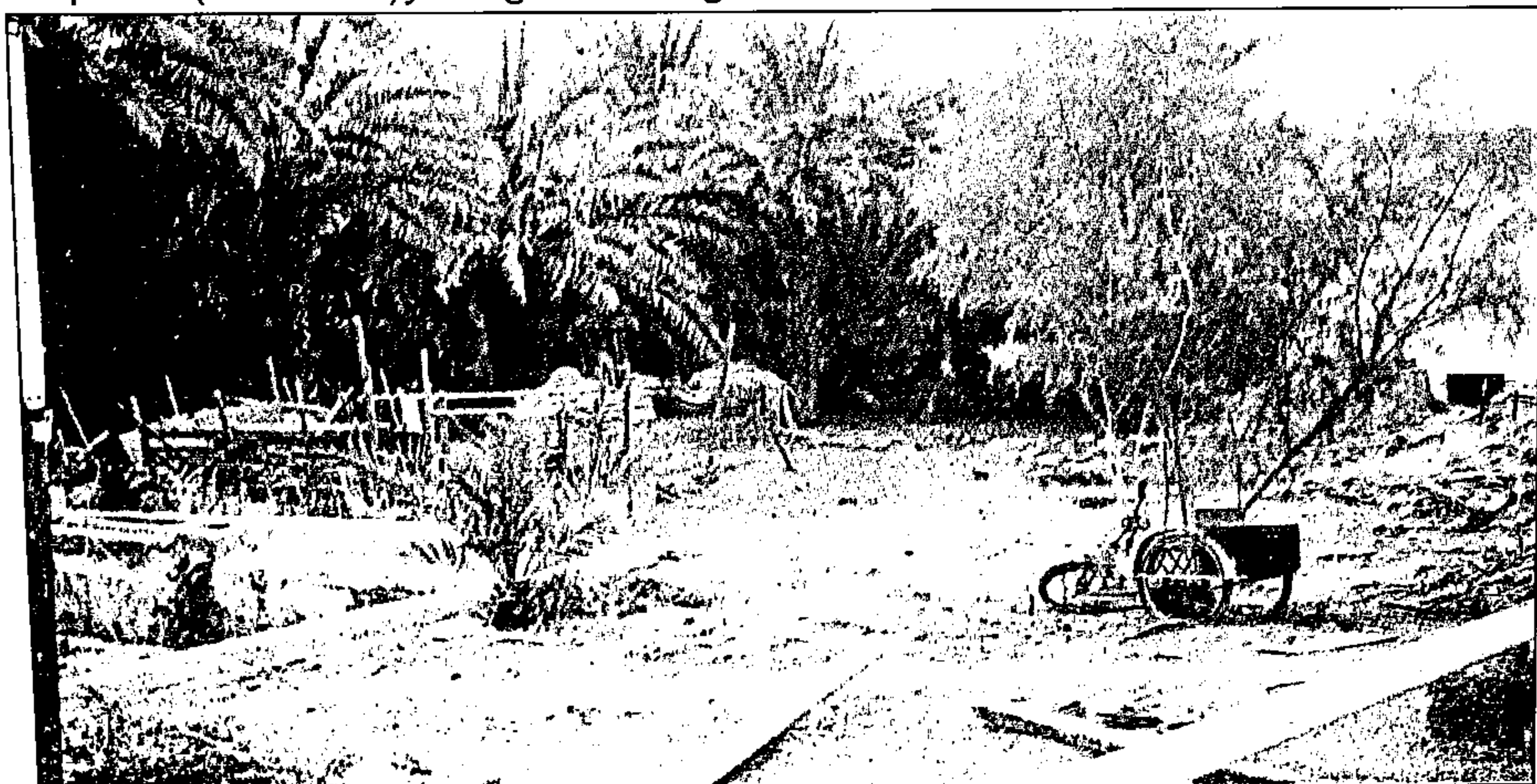
مكان بستان عبد الرحمن بن عوف رضی الله تعالیٰ عنه بستان سوالة : اعطاهاله النبی صلی الله عليه وآلهٖ وسلّم من مغانم بنی النضير وذلک ان النبی صلی الله عليه وآلهٖ وسلّم شاور الانصار فی تلک المغانم وهل يشركون المهاجرين فيها على ان يترک لهم المهاجرون ما وهبهم الانصار من اموال و ارض عند قدومهم من مكة فقالت الانصار : بل المغانم لهم و بشاركوننا فی كرائم اموالنا.

The garden of Abdal Rehman ibn Awf(R.A.T.A.): Given to him by the Prophet(P.B.U.H.) following the siege of Bani al-Nadir.
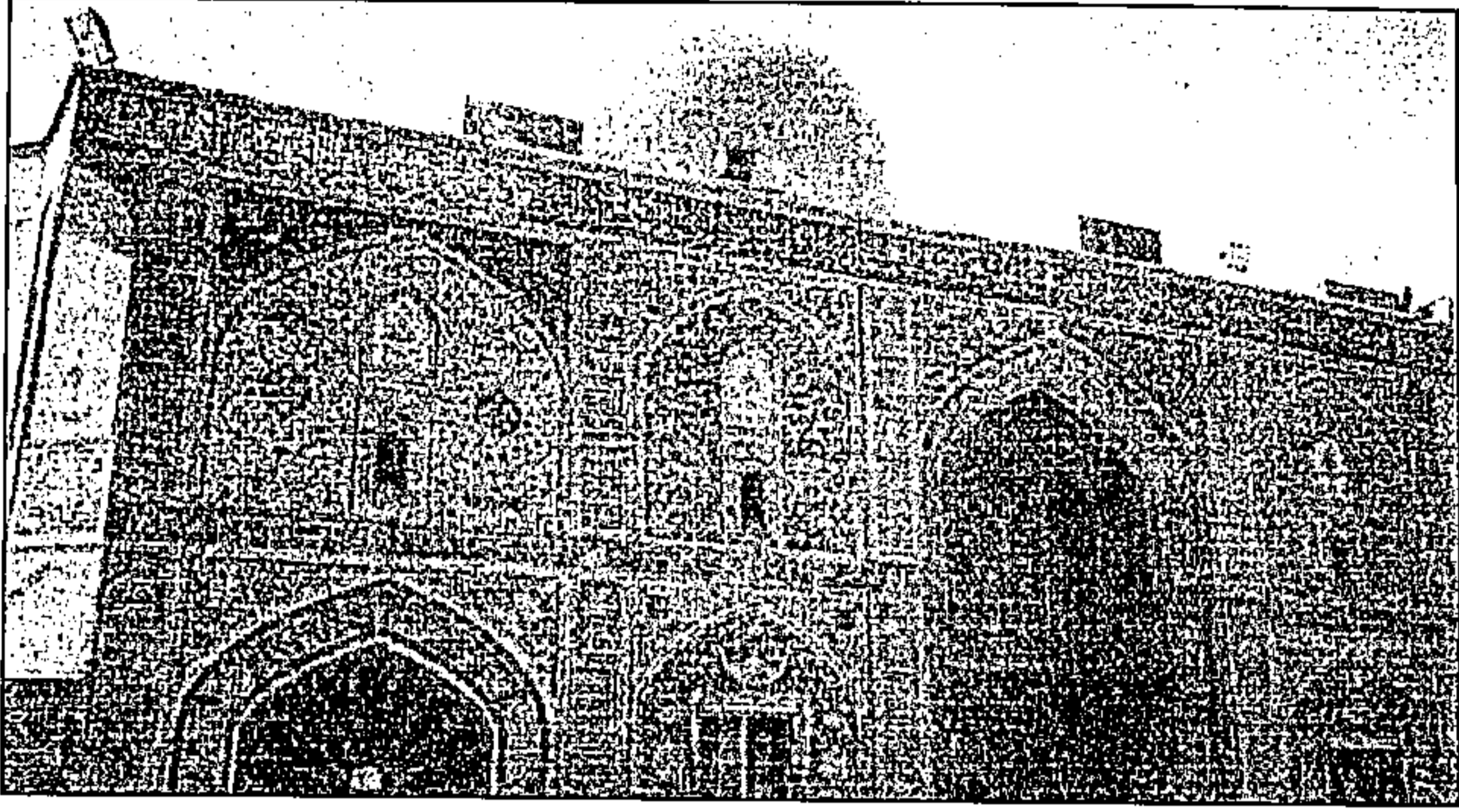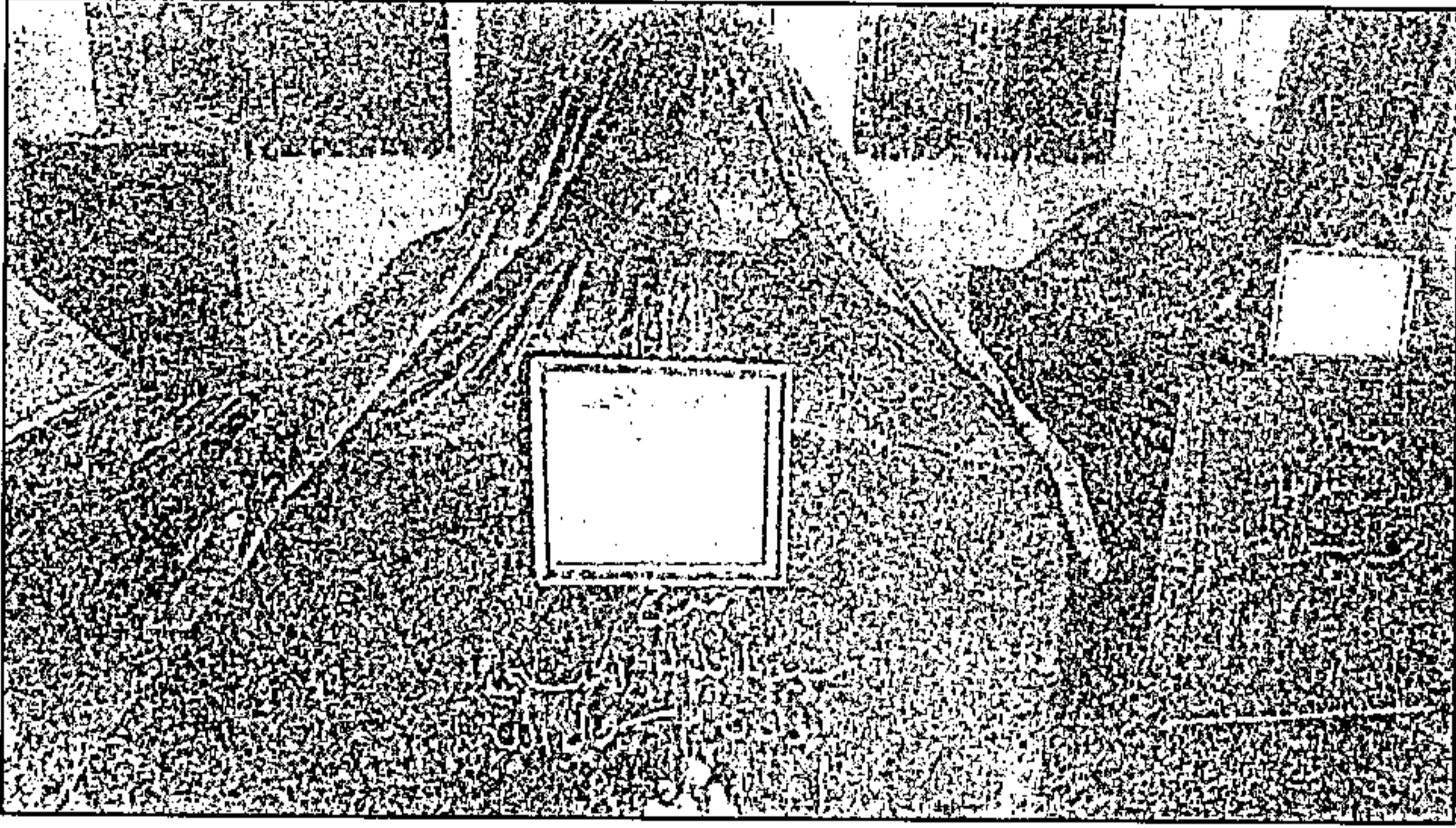
Extent of Arab Empire in Second Islamic Century (8th Century CE)

- ISLAMIC THROUGHOUT THE CENTURY
- CHRISTIAN OR OTHER THROUGHOUT THE CENTURY
- GAINED BY ISLAM FROM CHRISTIANS
- GAINED BY ISLAM FROM OTHERS
- GAINED AND LOST BY ISLAM TO CHRISTIANS
- LOST AND REGAINED BY ISLAM FROM CHRISTIANS (CYPRUS)
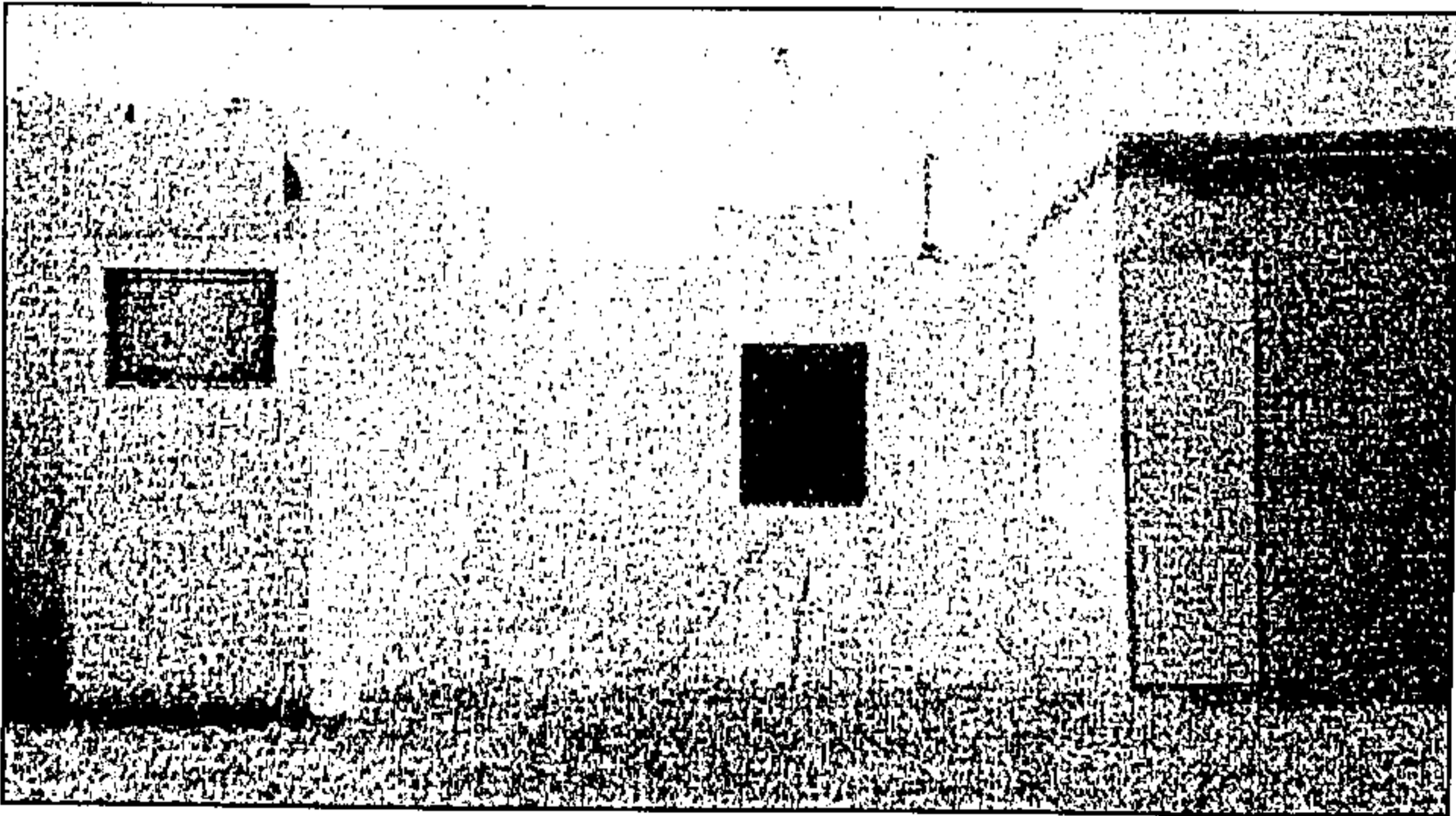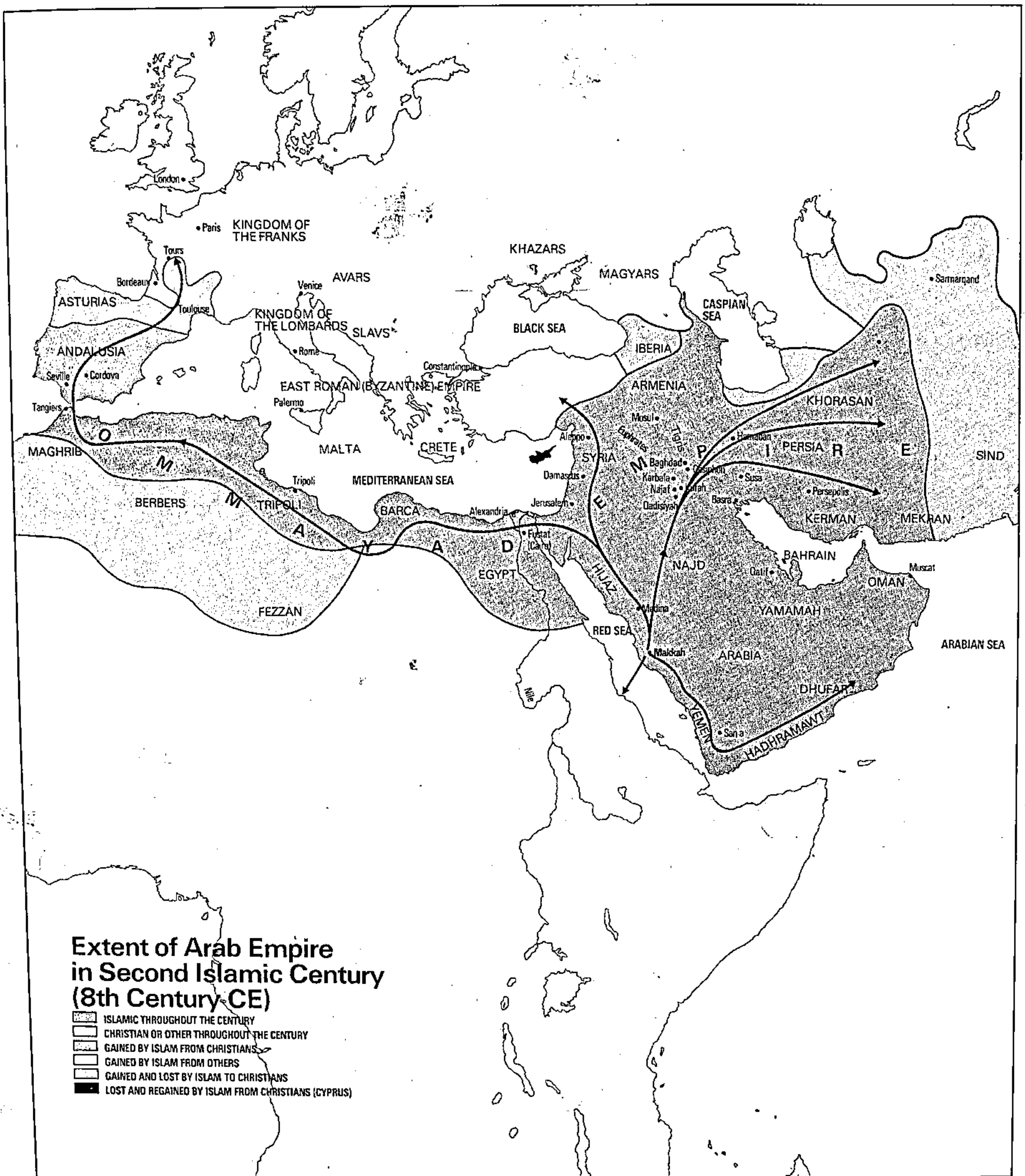
دوسری صدی ہجری میں اسلامی سلطنت کی وسعت

Extent of Arab Empire in Second Islamic Century (8th Century CE)

Cover of the Prophet's Sepulchre as seen from inside.

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس کے اندرونی حجرہ مقدسہ پر غلاف کا ایک حصہ۔ 1325ھ

(مرآۃ الحرمین۔ اشاعت 1344ھ قاہرہ مصر)
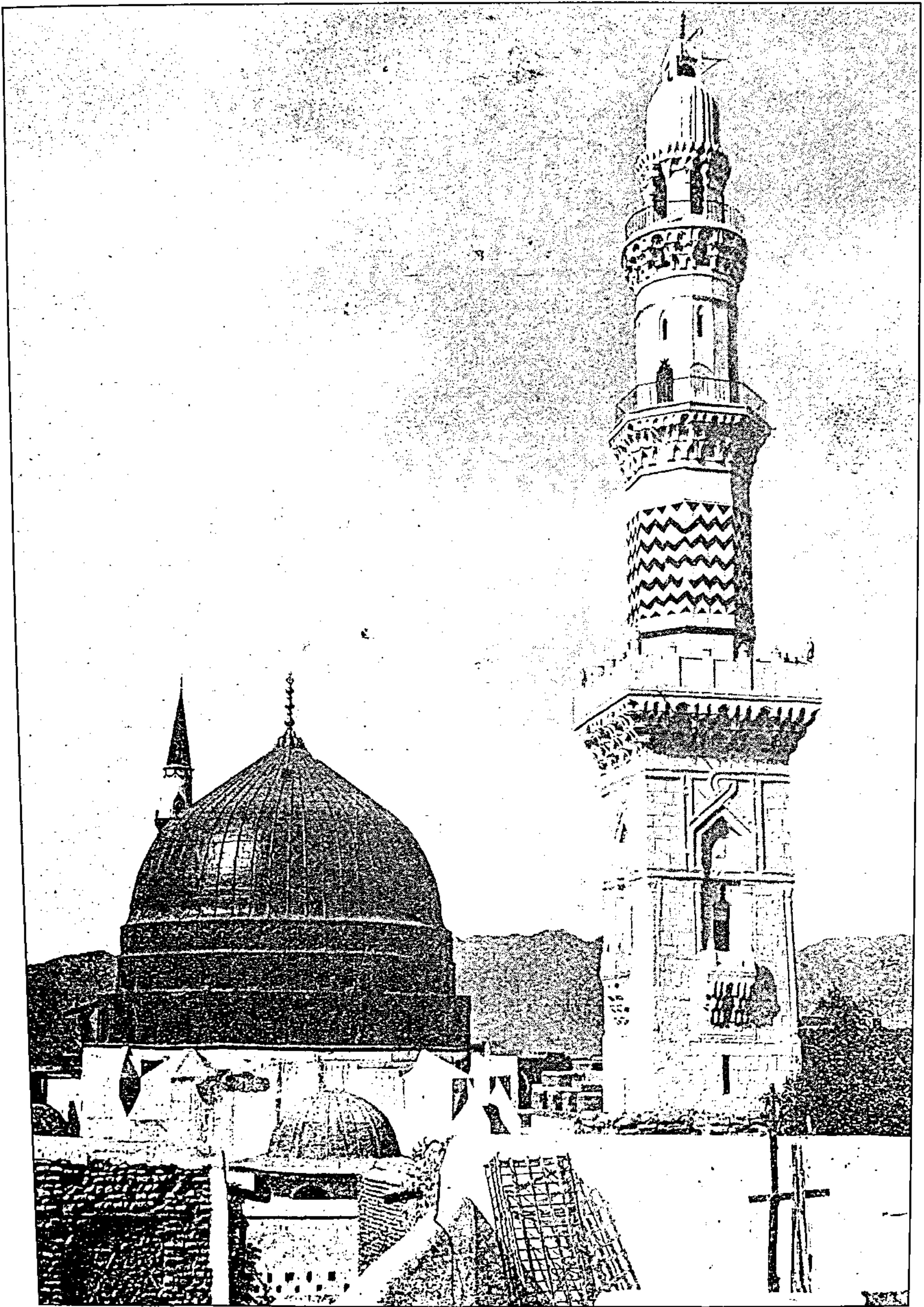
The view of the domes of Muhammad the Prophet(P.B.U.H.), Abu Bakr and Omar (R.A.T.A.) at Nabi Mosque.

گنبد خضریٰ (مسجد نبوی علیہ السلام) 1325 ہجری میں

(مرآۃ الحرمین۔ قاہرہ مصر)
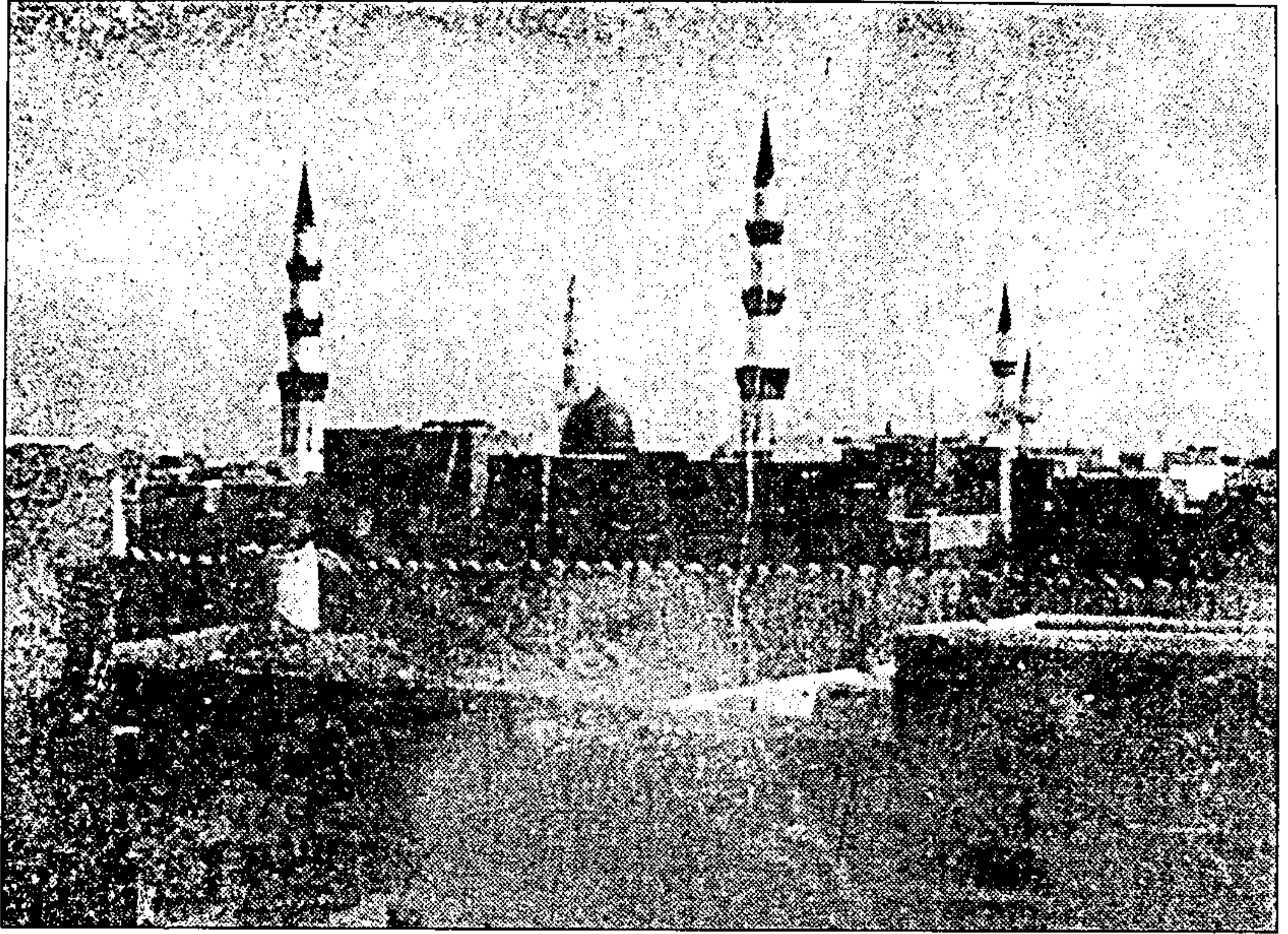
منایر المسجد النبوی وصور المدینة من الجهة الشرقیة بالبقیع سنة1321ھ

The interior of the Mosque of Medina as seen from the North.

مسجد نبوی کے مینار(1321ہجری میں)

(مرۃ الحرمین۔قاہرہ مصر)
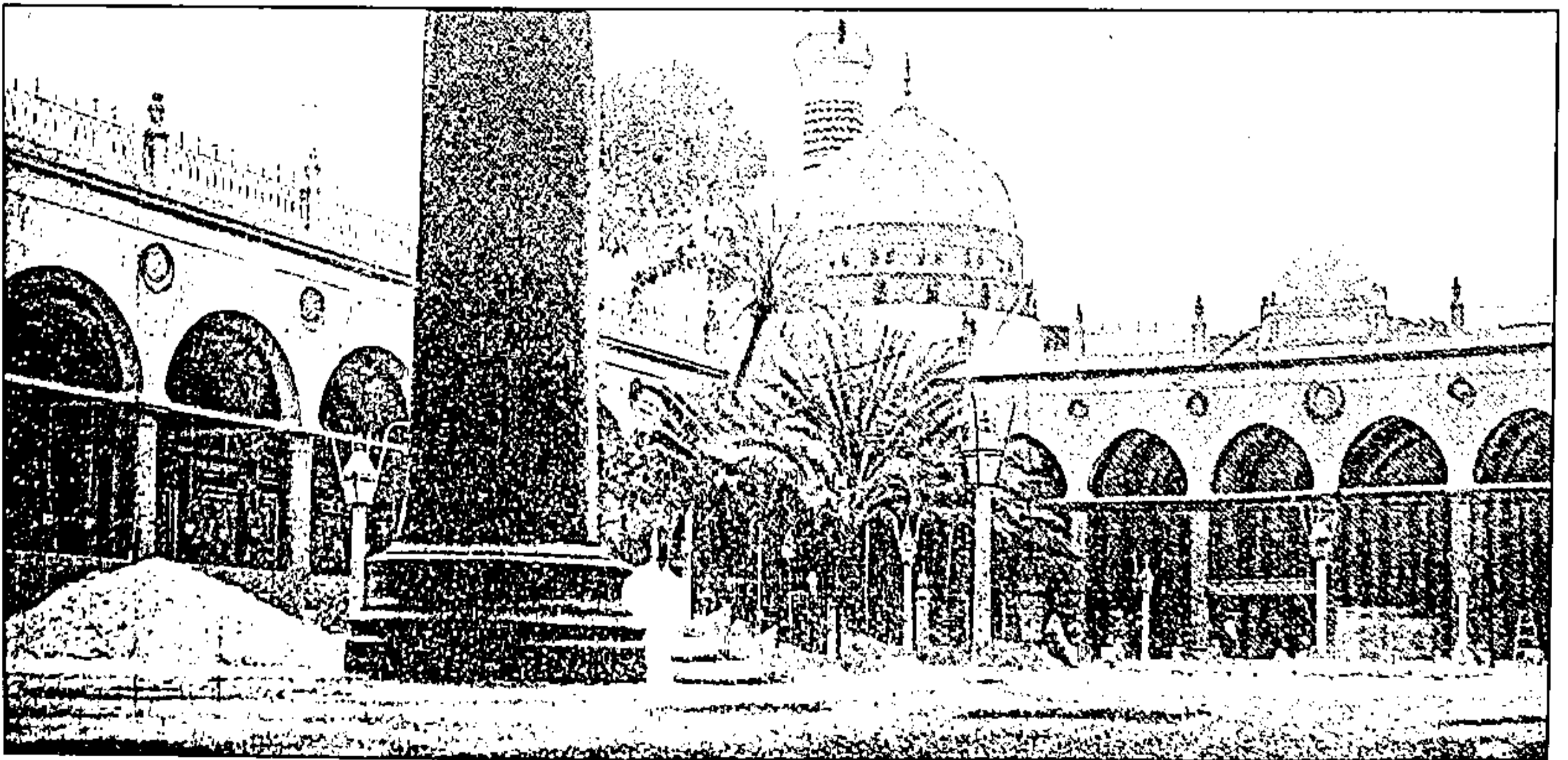
Interior of the Mosque at Medina as seen from the North.

مسجد نبوی کا اندرونی حصہ شمالی جانب سے1325ہجری میں(مرۃ الحرمین)
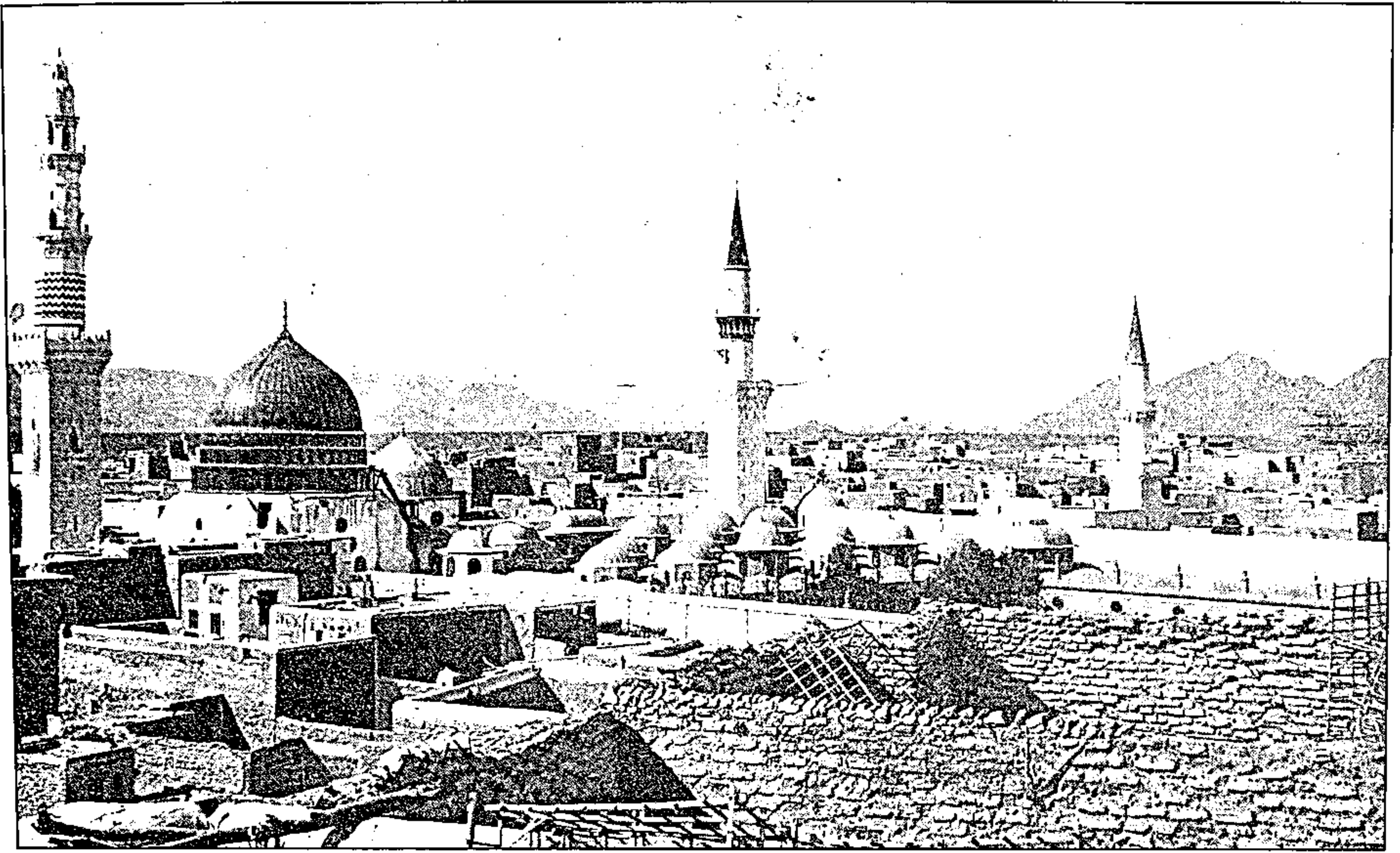
The view of the domes Muhammad the Prophet (PBUH), Abu Bakr (RATA) and Omar(RATA) at Nabi Mosque

روضہ اقدس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (1325ھ)

(مرۃ الحرمین اشاعت 1344ھ قاہرہ مصر)
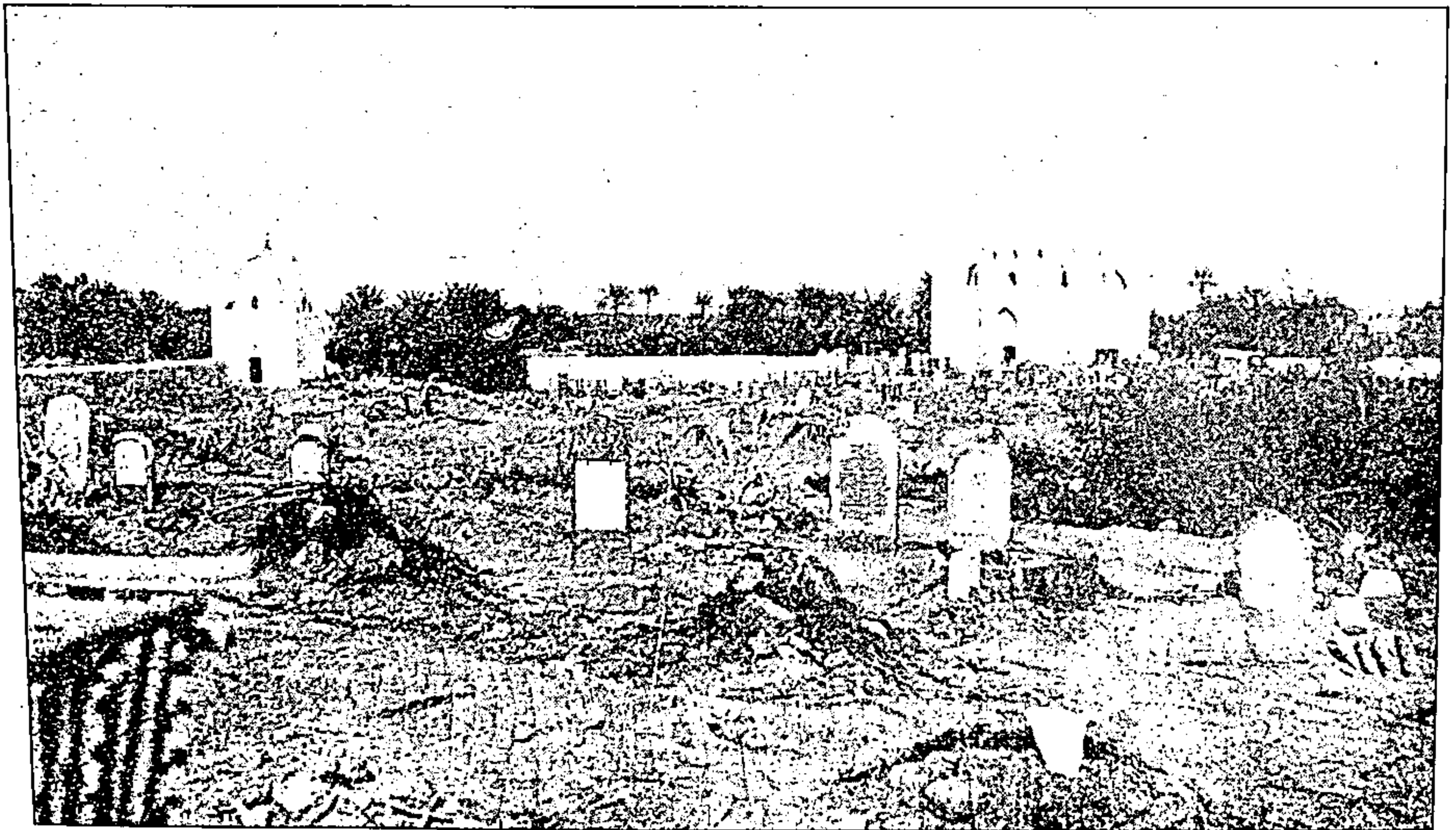
A south eastern view of Bakeea El Gharkad at Medina.

جنت البقیع یعنی بقیع الغرقد کا جنوب مشرقی سمت سے منظر۔ 1321 ہجری میں

(مرۃ الحرمین۔اشاعت 1344ھ قاہرہ مصر)
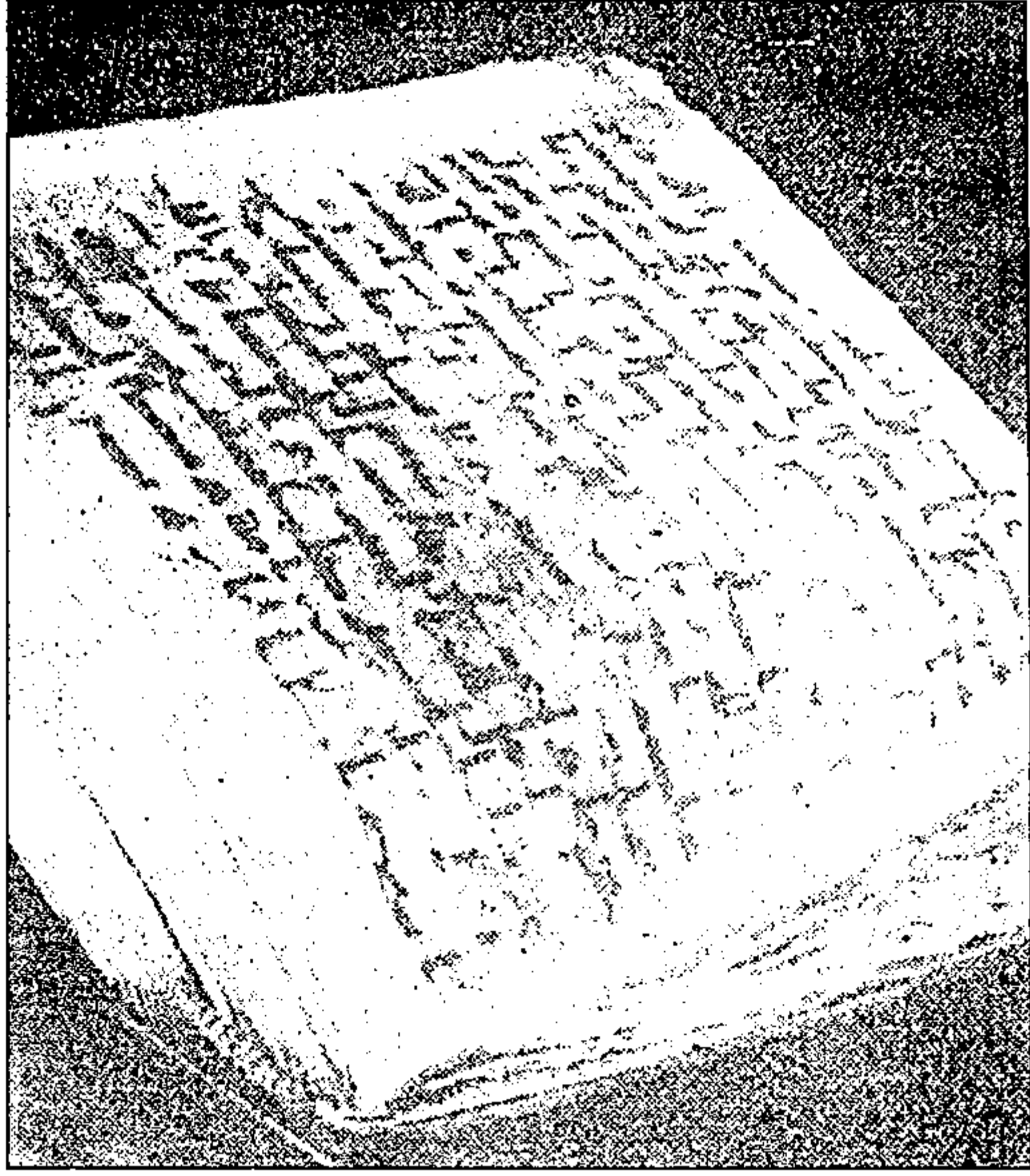
چرمِ آہو پر لکھا ہوا قرآن مجید'' خطِ کوفی کا نایاب نسخہ کلام مجید، جس کی آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (سورۃ البقر آیت 137) پر بوقت تلاوت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قطرات خونِ شہادت نمایاں ہیں۔
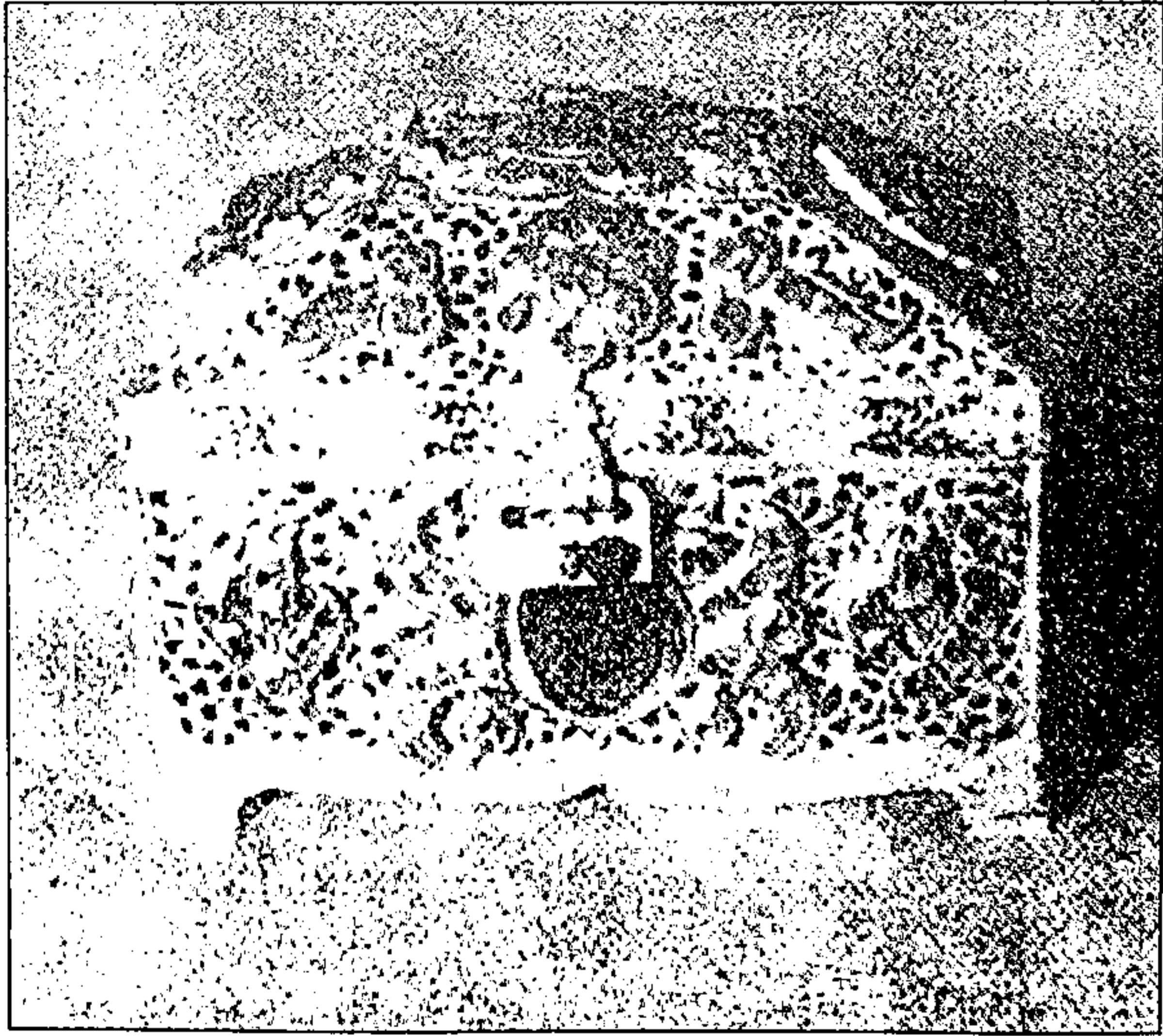
''دندانِ مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کا ننھا ٹکڑا جو غزوۂ اُحد میں شہید ہوا تھا طلائی ڈبیہ میں اپنی اصلی حالت میں صدیوں سے محفوظ رکھا ہوا ہے۔
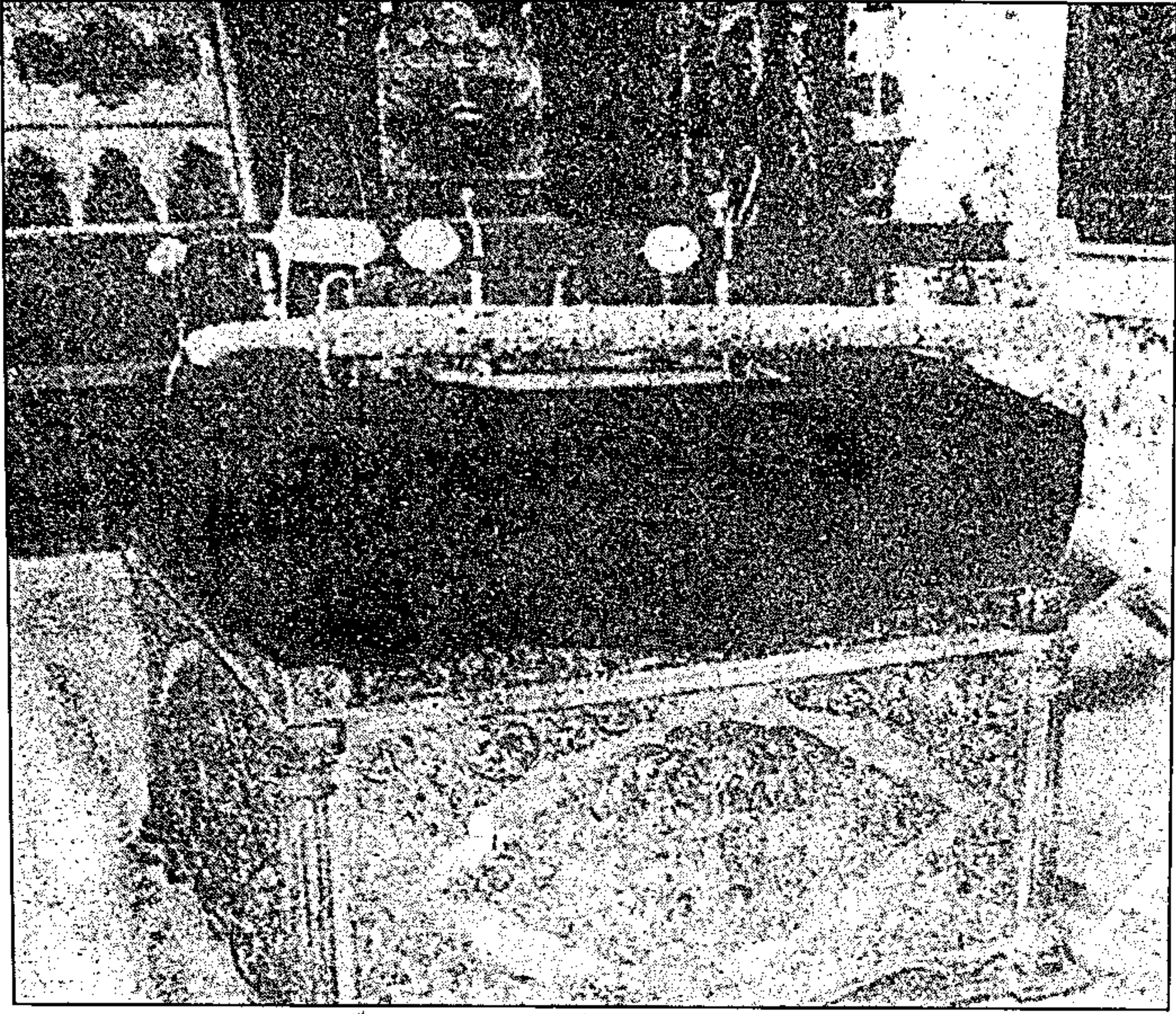
''شمشیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم''

طلائی صندوق پر رکھی دو تلواریں۔ اِن کی نیام سلطان احمد اوّل نے ٹھوس سونے کی بنوائی اور ان پر قیمتی ہیرے جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔
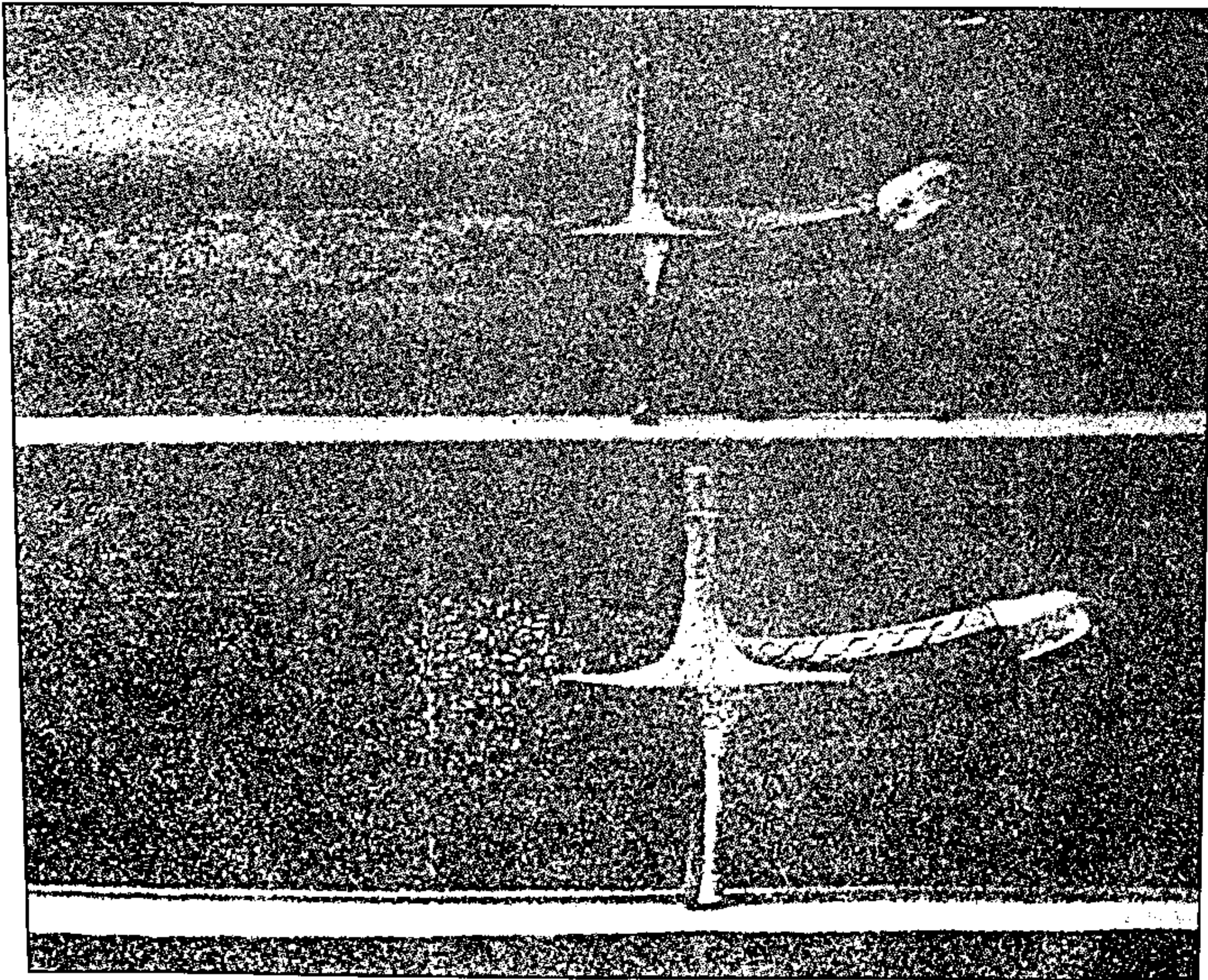
''اکیس 21 متبرک تلواروں'' کے منجملہ دو تلواریں حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور بقیہ خلفائے راشدین ودیگر صحابۂ کرام سے متعلق ہیں۔ مختلف سلاطینِ ترکی نے ان کو قیمتی جواہرات سے مزین کیا۔

(ستونوں کا نقشہ)

باب جبریل

باب بقیع
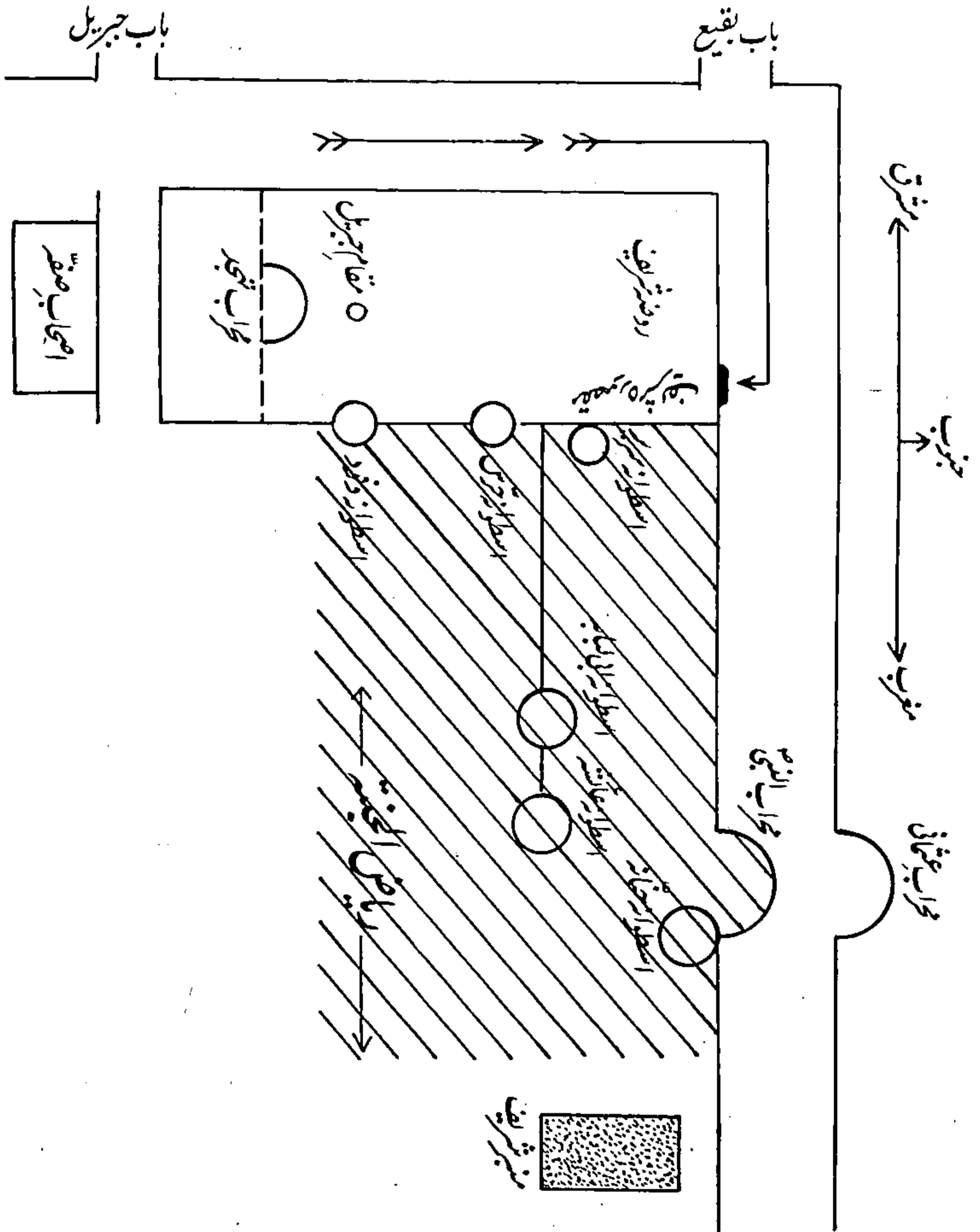
مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ریاض الجنۃ میں ستونوں کا نقشہ
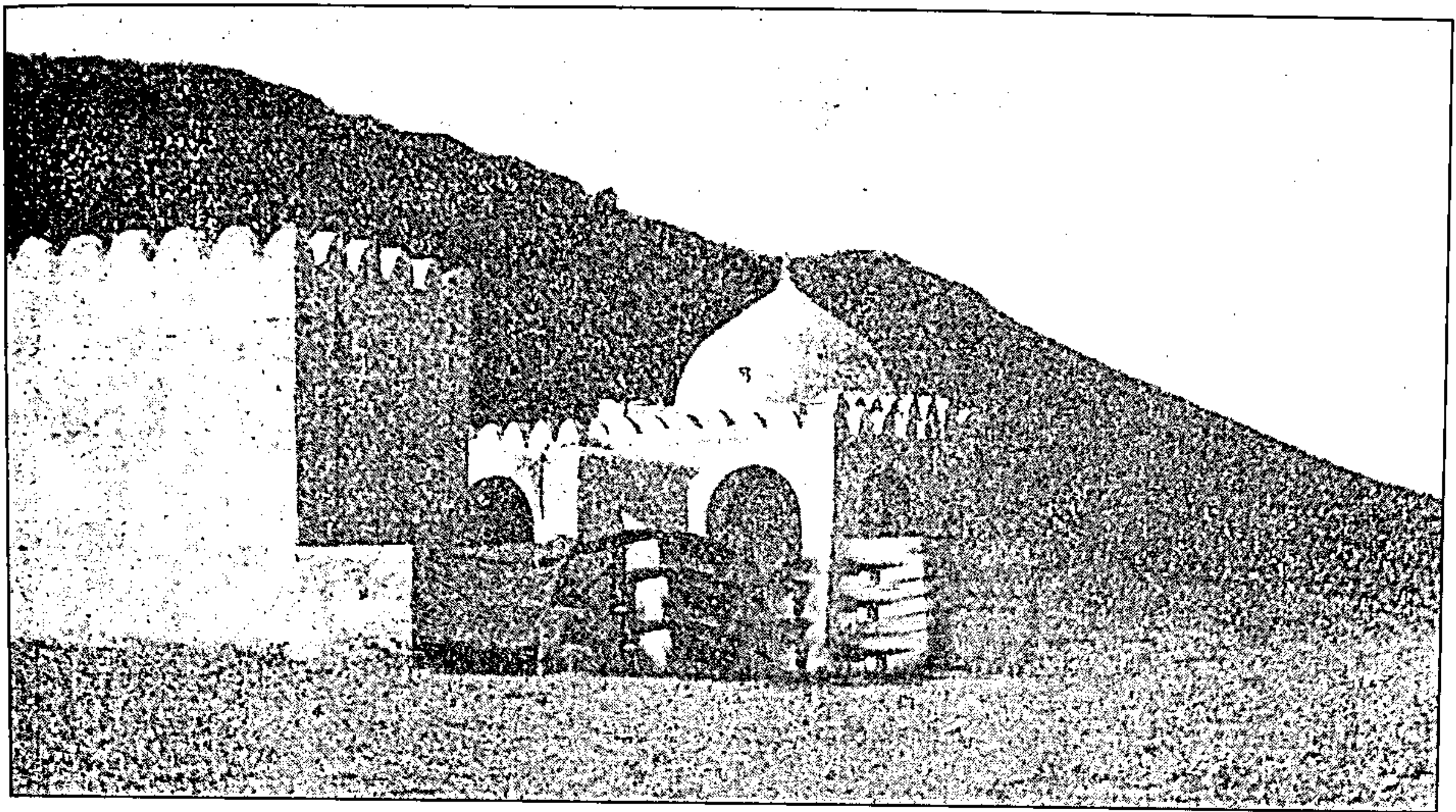
Mosque & Mausoleum of El Sayyeda Maymuna (R.A.T.A.) wife of the Prophet Muhammad(P.B.U.H.) at Sarif between Mecca and Medina.

مکہ مکرمہ کے مضافات اور مدینہ منورہ کے راستے میں واقع مقام سرف میں واقع مسجد و مقبرہ اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(مرۃ الحرمین۔اشاعت 1325ھ قاہرہ مصر)
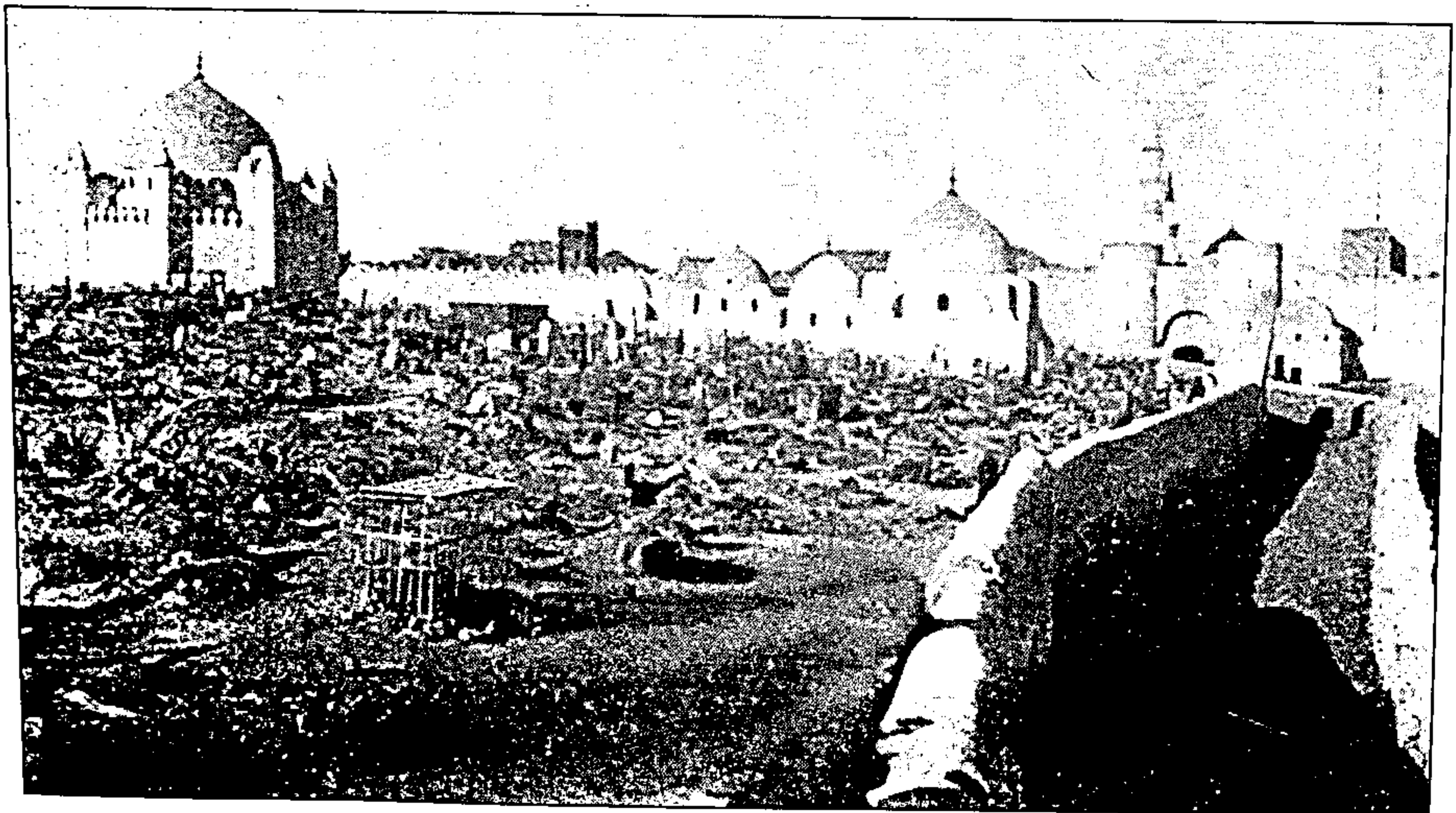
Baqui'a showing the dome of the Prophet's (P.B.U.H.) Family and the two domes of Othman and Malik.

جنّت البقیع مدینہ منورہ میں مزار حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔مزارات اہلِ بیت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین

اور مقبرہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ 1321 ہجری میں

(مرۃ الحرمین اشاعت 1344ھ قاہرہ مصر)
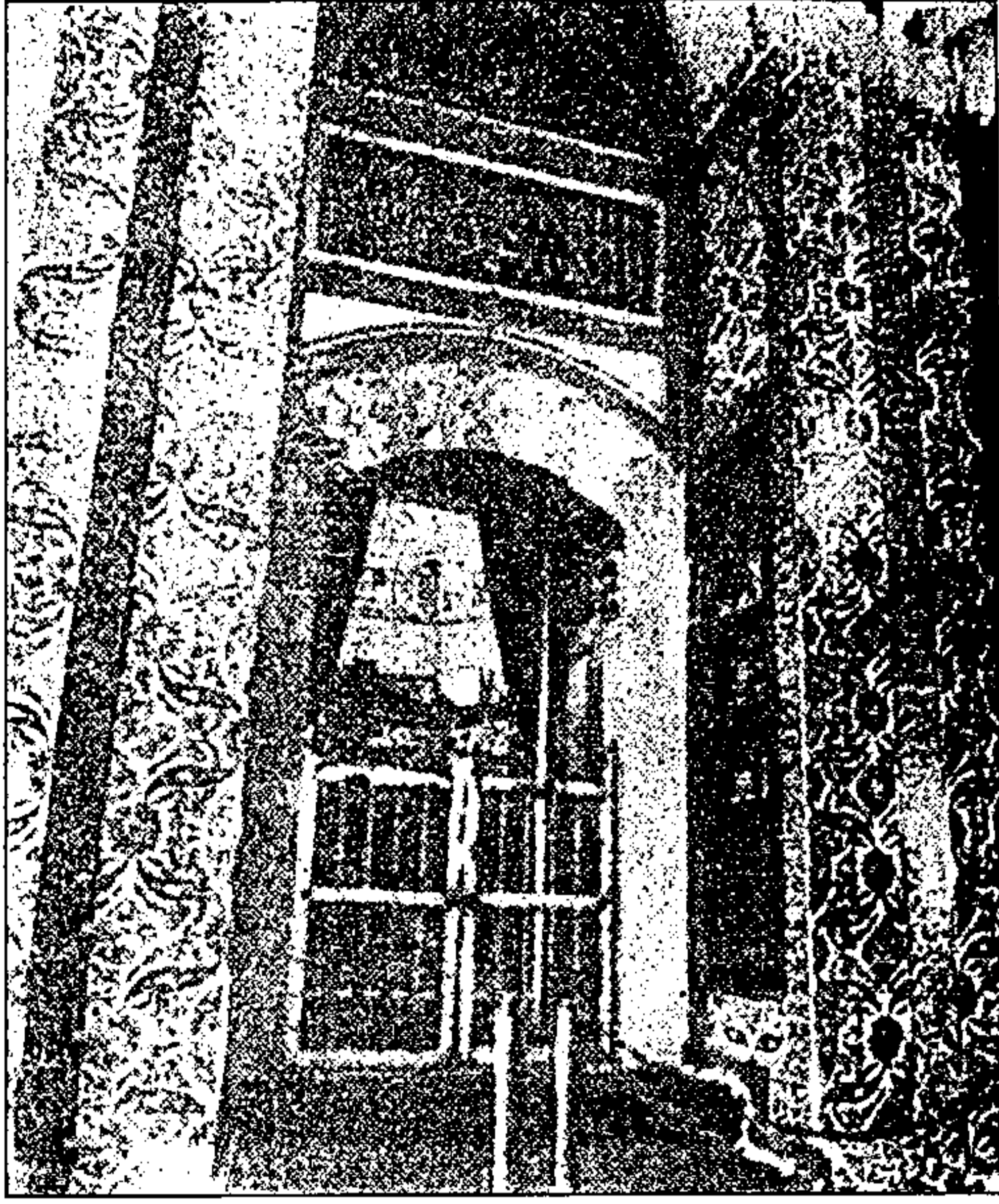
''زیارت گاہ ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' صحابی ومیزبان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم 52ھ=670ء کی جنگ کے دَوران قسطنطنیہ میں عام وبا پھیلی جس میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے۔
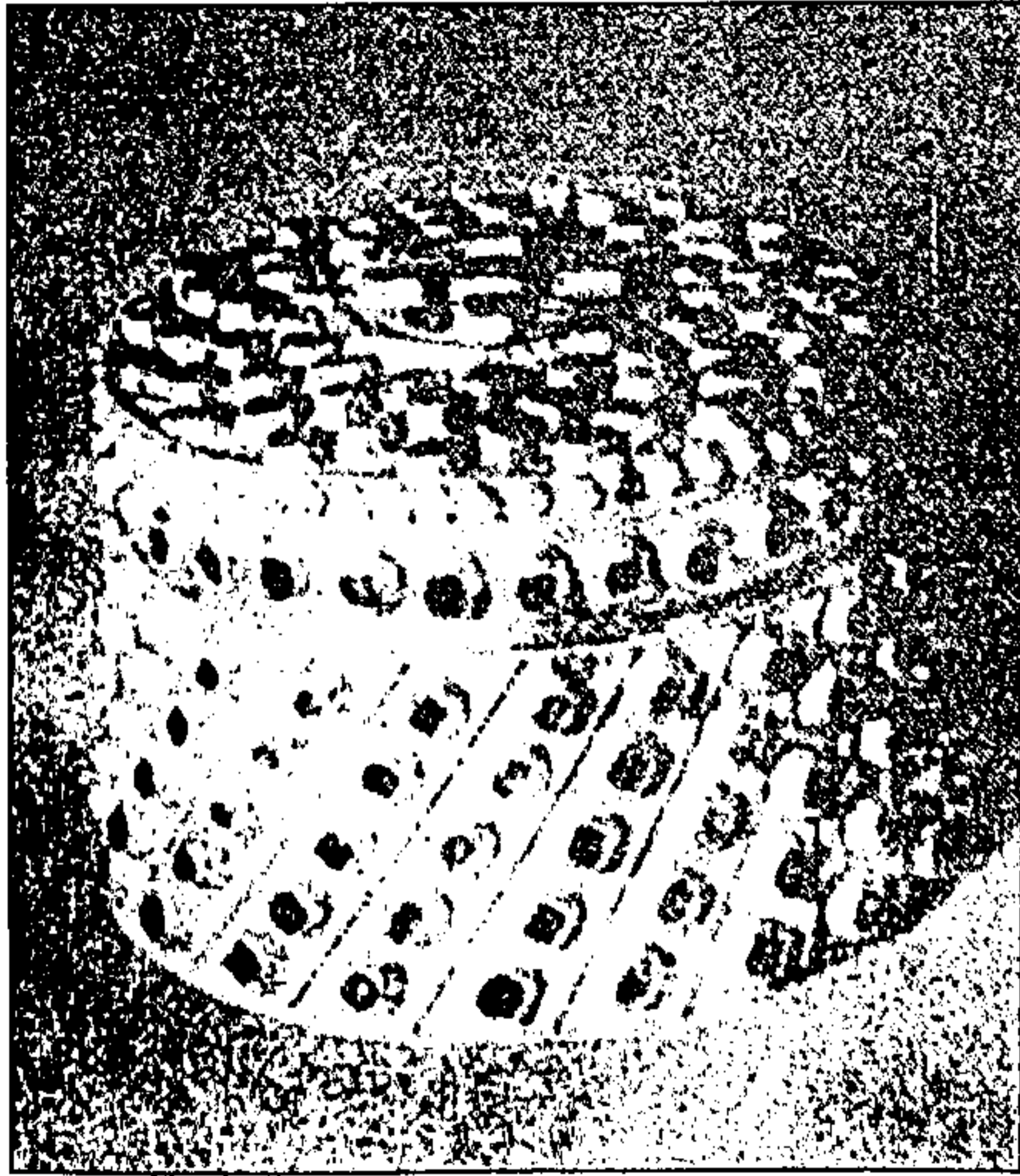
''جواہرات سے مزیّن صندوقچیاں'' سرورِ کائنات صلی اللہ علیہِ وآلہ وسلّم کی ریشِ مبارک کے بال ان میں بحفاظت رکھے ہیں۔
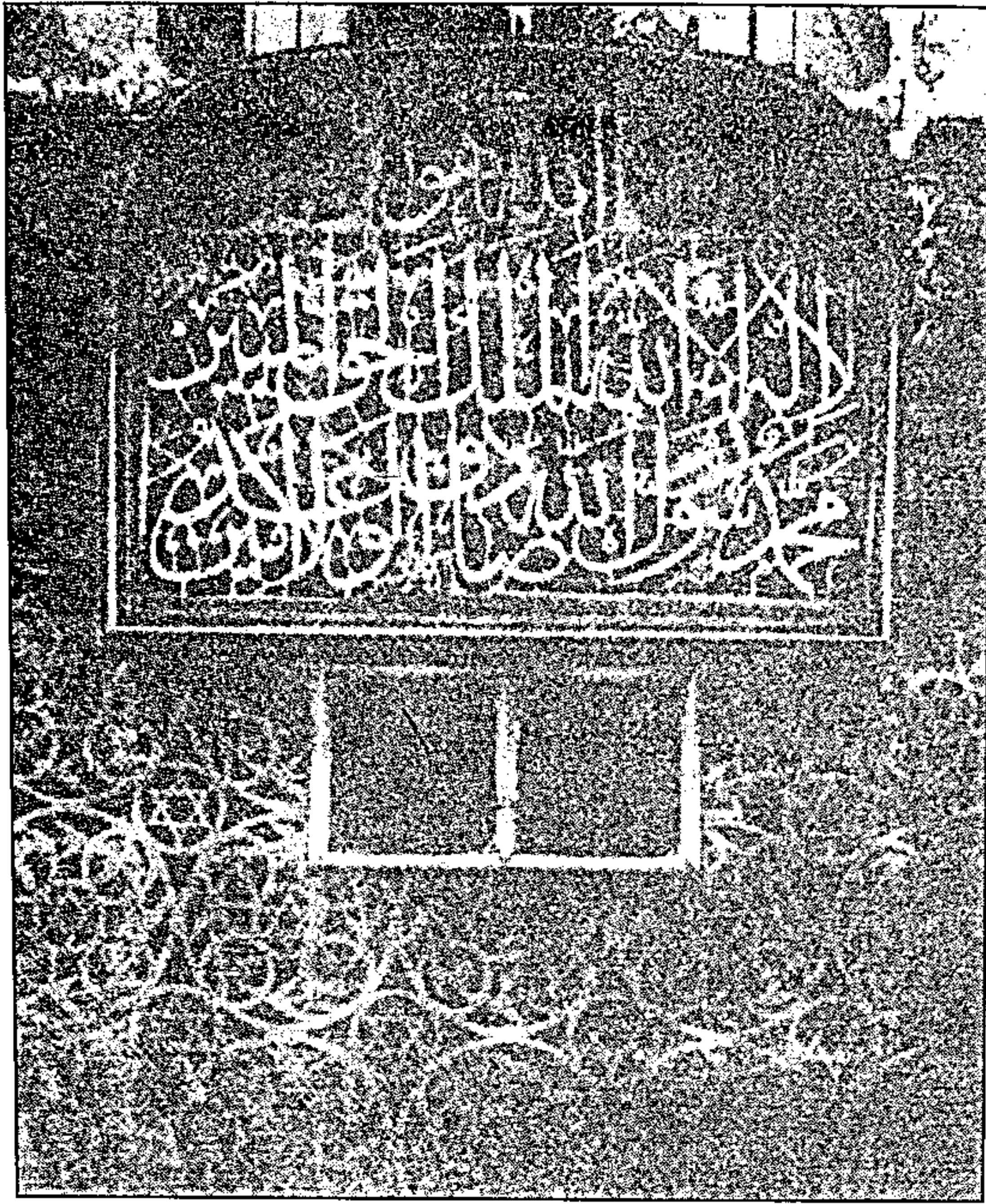
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی پر ''مقام ایوب'' سے یہ مقام مشہور و معروف زیارت گاہِ خلق بنا۔ فا سلطان
محمد نے مقبرہ و مسجد تعمیر کرائی۔ سلاطین ترکیہ کی رسم تاجپوشی ''صحابی رسول'' کے آستانہ پر کی جاتی رہی ہے۔ (قسطنطنیہ۔ استنبول)
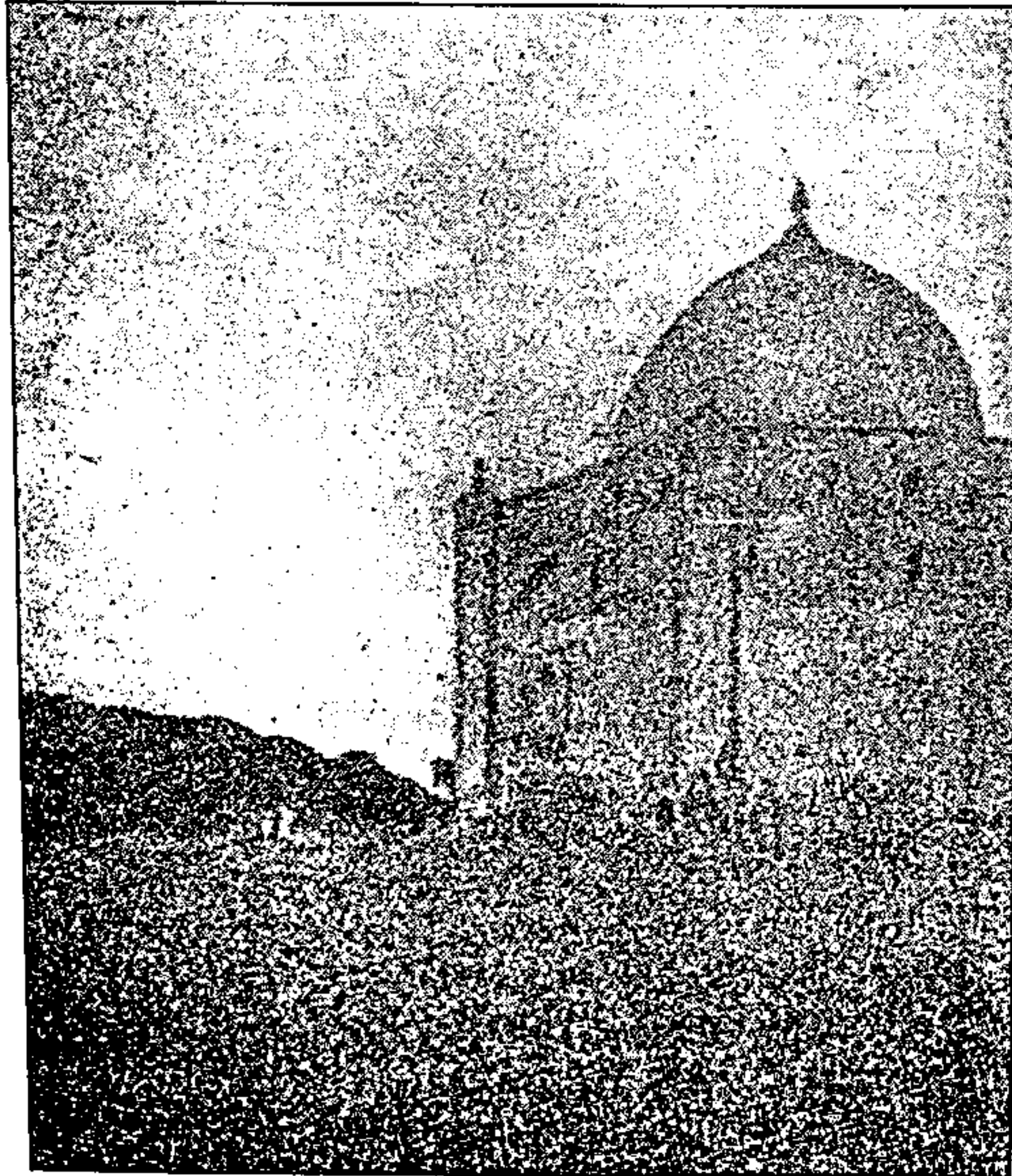
قبل انہدام۔ روضۂ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
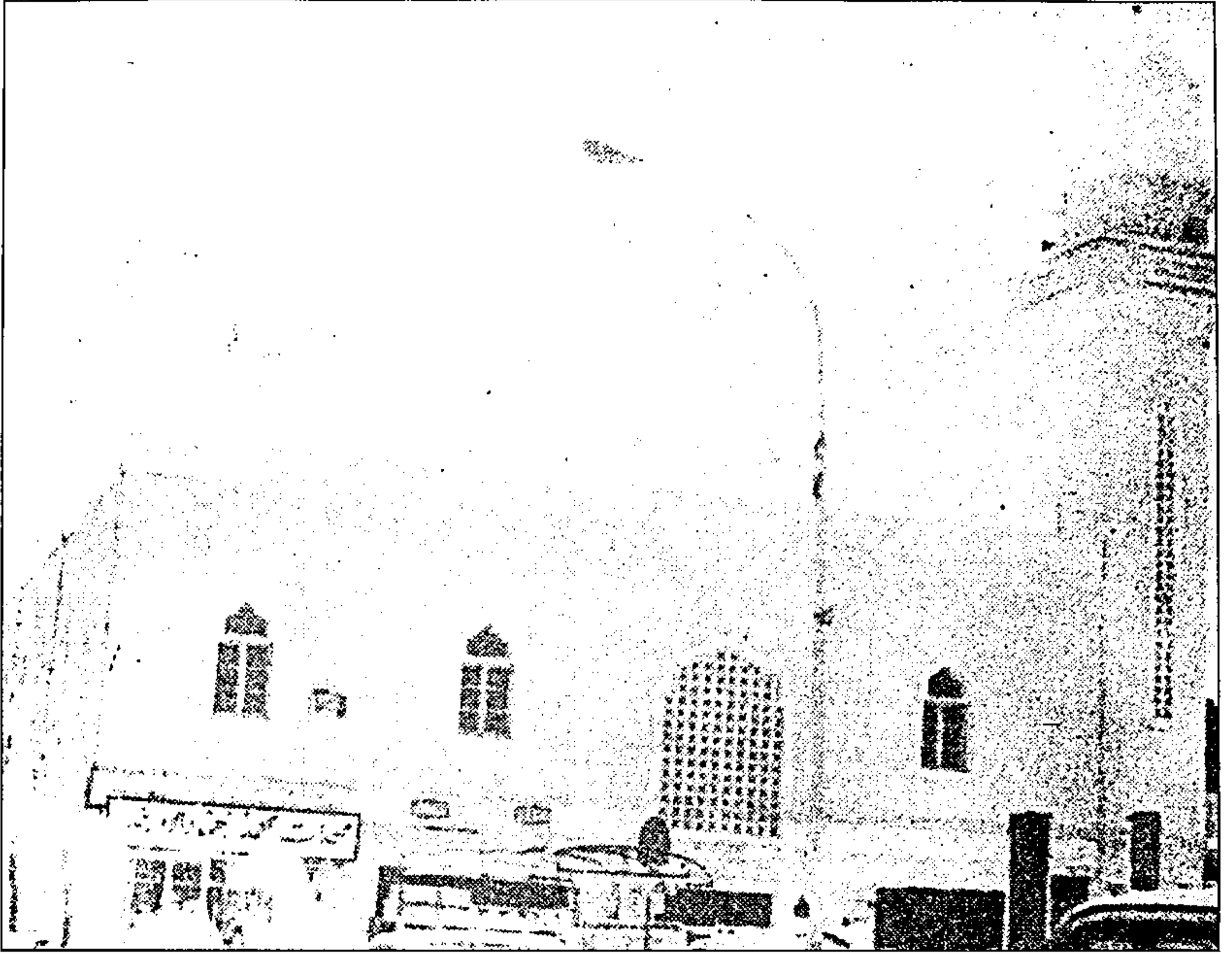
مسجد سبق (مدینہ منورہ)

قبل انہدام ـ مزار اہل بیت واقع جنت البقیع (مدینہ منورہ)

نقشہ منیٰ اور مسجد خیف۔1326ھ
(مرۃ الحرمین۔اشاعت1344ھ قاہرہ مصر)